بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

1

تفسیر

احسن البیان

www.KitaboSunnat.com

اردو ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری

تفسیر: مولانا محمد صادق خلیل

ناشر

صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تفسیر

اصدق البیان

www.KitaboSunnat.com

جلد دوم

(پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ/۳ تا وَالْمُحْصَنٰتُ/۵)

ترجمہ و تفسیر

(مولانا) محمد صادق خلیل عفی عنہ

ناشر

صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام	:	**تفسیر اصدق البیان**
مؤلف	:	(مولانا) محمد صادق خلیل
کمپوزنگ	:	آغا عامر خان مکتبہ ناصریہ حاجی آباد فیصل آباد
تعداد	:	ایک ہزار
صفحات	:	۵۳۲
سن اشاعت	:	صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
مطبع	:	
تزئین و آرائش	:	عبد الحفیظ مدنی مدیر مکتبہ سفیان حاجی آباد فیصل آباد
قیمت	:	۲۷۰ روپے
ناشر	:	میاں حبیب الرحمٰن جاوید نگران اعلیٰ صادق خلیل

اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد فون : 780141

ملنے کے پتے

☆ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ فاروقی کتب خانہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ گرجاکھی کتب خانہ اقراء سنٹر اردو بازار لاہور ☆ اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ فاران اکیڈمی قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ دار السلام توحید مارکیٹ غزنی اردو بازار لاہور

☆ مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ ☆ مکتبہ دار العلم آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد

☆ مکتبہ ناصریہ مین بازار حاجی آباد فیصل آباد ☆ مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد

☆ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی ☆ مکتبة السنة سولجر بازار کراچی نمبر ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

(پیارے والد مکرم مولوی احمد دین مرحوم کے نام)

جنہوں نے زندگی بھر حلال روزی حاصل کرنے کے لئے محنت مزدوری کی اور میری تعلیم و تربیت میں زندگی بھر شب و روز رواں دواں رہے اور پیاری اماں جی مرحومہ کے نام کہ ان دونوں کی مخلصانہ دعاؤں کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت نے مجھے علوم دینیہ کی تحصیل کے میدان میں وفور شوق سے نوازا مشیت الٰہیہ کے مطابق علمی دنیا میں مجھے پرکشش بنایا بالخصوص علمی اصلاحی مسلکی کتب کی تالیف و ترجمہ کے سبب مجھے وہ خوشی ملی جس کی یادیں زندگی بھر میرے لئے سکون و اطمینان کا پیغام لاتی رہیں گی اور ان شاء اللہ قیامت تک ان کی اشاعت کا سلسلہ برقرار رہے گا۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل درباغ گل
ہر کہ دارد میل دیدن در سخن بیند برا

فقیر بارگاہِ الٰہی!

محمد صادق خلیل عفااللہ عنہ

۲۷ ذوالحجۃ ۱۳۹۹ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ العلماء شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)

کے رواں دواں اور شگفتہ قلم سے مزین عربی کتب کے اردو تراجم

* نماز نبویؐ (اردو ترجمہ: صفة صلاة النبی) — تالیف علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
* حج نبوی (اردو ترجمہ: حجة النبی) — تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
* قبروں پر مسجدیں اور اسلام (اردو ترجمہ: تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور المساجد) — تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
* احادیث ضعیفہ کا مجموعہ — تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
* نماز تراویح (اردو ترجمہ: صلاة التراویح) — تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ
* افکار صوفیاء (اردو ترجمہ: الفکر الصوفی) — تالیف: الشیخ عبد الرحمان عبد الخالق
* امام احمد بن حنبل کا دور ابتلاء — تالیف: ڈاکٹر محمد نقش مصری
* روضہ اقدس کی زیارت — تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
* اسلامی عقائد — تالیف: علامہ ابی العز الحنفی
* مشکوٰۃ المصابیح (پانچ مجلدات) — ترجمہ و تحقیق: مولانا محمد صادق خلیل
* اذکار مسنونہ — تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
* ریاض الصالحین نووی (دو جلد)
* عقیدہ اہل سنت والجماعت (اردو ترجمہ: شرح العقیدة الواسطیة) — تالیف: الامام ابن تیمیہ وشرح: محمد خلیل ہراس
* محمد بن عبدالوہاب — تالیف: احمد بن عبد الغفور عطار

598

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست تفسیر اصدق البیان جلد دوم

سورۃ البقرۃ پارہ تلك الرسل (۳)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	رشحات فکر امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	18
2	حکیم الامت حضرت اقبالؒ کی بارگاہ الٰہی میں زمزمہ سنجی	19
3	تشکر و امتنان	20
4	افتتاحیہ	21
5	۲۵۳ نمبر آیت کا ترجمہ، لغوی تحقیق اور بلاغت	25
6	انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضائل و مناقب میں تفاضل	26
7	آپ ﷺ کے بعض دیگر معجزات کا بیان	27
8	روح القدس کی وضاحت	28
9	مشیئت الٰہیہ پر علمی بحث	29
10	والکافرون هم الظالمون کی وضاحت	32
11	آیت الکرسی کا ترجمہ لغوی تحقیق اور بلاغت کا بیان	34
12	اللہ پاک کا تعارف	35
13	کرسی کی لغوی تحقیق اور اس کی کیفیت کا بیان	37
14	آیت الکرسی کے فضائل	38
15	آیت نمبر ۲۵۶ کا ترجمہ لغوی تحقیق اور تشریح	40
16	کیا اسلام لانے پر جبر کیا جائے؟	41
17	نور سے کیا مراد ہے؟	43
18	اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون کی وضاحت	44
19	آیت نمبر ۲۵۸ کا ترجمہ تناسب اور تشریح	45
20	انبیاء علیہم السلام مناظرہ سے کنارہ کش رہتے تھے	46

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21	آیت نمبر ۲۵۹ کا ترجمہ لغوی تحقیق و تفسیر	47
22	بعث سے کیا مراد ہے؟	49
23	اللہ پاک کی قدرت پر زبردست دلیل	50
24	آیت نمبر ۲۶۰ کا ترجمہ، لغوی تحقیق، تناسب و تشریح	51
25	نحن اولی باالشك من ابراهيم (الحدیث) کی تشریح	52
26	مرنے کے بعد زندگی کا اثبات	53
27	سخاوت اور بخل میں نمایاں فرق کا بیان	55
28	قول معروف ومغفرة کی تشریح	57
29	شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول	59
30	آیت نمبر ۲۶۴ کا ترجمہ، لغوی تحقیق مال خرچ کرنے کی شرائط کا بیان	60
31	مال خرچ کرنے میں اللہ کی رضا ہی مطلوب ہو	60
32	آیت نمبر ۲۶۵ کا ترجمہ، لغوی تحقیق و تناسب	62
33	وجہ تشبیہ کی مزید وضاحت	63
34	آیت نمبر ۲۶۶ کا ترجمہ، لغوی تحقیق و فائدہ علمیہ کا بیان	64
35	تمثیل کی مزید وضاحت اور آیت کا شان نزول و تشریح	65
36	آیت نمبر ۲۶۷ کا ترجمہ، تناسب وضاحت اور شان نزول	67
37	رزق کا لفظ عام ہے	68
38	آیت نمبر ۲۶۸ کا ترجمہ، تناسب اور تشریح	69
39	فہم قرآن کے لئے عقل صحیح اور ذوق سلیم ضروری ہیں	71
40	مقلدین کا انداز استدلال	72
41	آیت نمبر ۲۷۰ کا ترجمہ، کلمات کی تشریح	73
42	آیت نمبر ۲۷۱ کا ترجمہ تناسب و تشریح	74
43	آیت نمبر ۲۷۲ کا ترجمہ، شان نزول و تشریح	76
44	آیت نمبر ۲۷۳ کا ترجمہ و تناسب، اصحاب صفہ کا بیان	78

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

79	ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت	45
81	آیت نمبر ۲۷۵ کا ترجمہ و تناسب اور تشریح	46
83	علامہ ابن جریر کی وضاحت سود کے بارے میں	47
84	جنوں کے بارے میں علامہ تفتازانی کا قول	48
86	سلف صالحین کا مسلک	49
87	آیت نمبر ۲۷۶ کا ترجمہ نیز سود اور سود کے مال اور صدقہ میں نمایاں فرق کا بیان	50
89	آیت نمبر ۲۷۷ کا ترجمہ اور تشریح	51
90	آیت نمبر ۲۷۸، ۲۷۹ کا ترجمہ اور تشریح	52
91	آیت نمبر ۲۸۰ کا ترجمہ اور تشریح	53
93	آیت نمبر ۲۸۱ کا ترجمہ اور تشریح	54
96	امام رازی کا قول اور بیع سلم کی وضاحت اور اس کا جواز	55
97	معاملات میں دو شخص گواہ بنالئے جائیں اور ایک مرد کے نہ ہونے کی صورت میں دو عورتوں کی گواہی کا بیان	56
98	خرید و فروخت کے وقت گواہ بنائے جائیں	57
100	آیت نمبر ۲۸۳ کا ترجمہ و تشریح	58
101	گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے	59
102	آیت نمبر ۲۸۴ کا ترجمہ، تناسب و تشریح	60
103	کسی مسلمان بھائی کے بارے میں دشمنی کا ذہن نہیں ہونا چاہیے	61
105	ارکان ایمان کا بیان	62
109	فضائل سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرۃ	63
110	سورۂ آل عمران کے مطالب کا مختصر خاکہ	64
112	سورۂ البقرۃ اور سورۂ آل عمران میں مناسبت کی وضاحت	65
113	اللہ کی الوہیت پر دلیل	66
116	آیت نمبر ۶، ۷ کا ترجمہ و تشریح	67
117	متشابہات سے کیا مراد ہے؟	68

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

69	متشابہ آیات کی چند امثلہ	120
70	آیت نمبر ۸ ،۹، ۱۰، ۱۱ کا ترجمہ و تشریح	122
71	آیت نمبر ۱۲ کا ترجمہ، تناسب اور شان نزول	125
72	آیت نمبر ۱۳ کا ترجمہ و تشریح	127
73	آیت نمبر ۱۴ کا ترجمہ، لغوی تحقیق اور تناسب و تشریح	129
74	آیت نمبر ۱۵ کا ترجمہ و تشریح	133
75	آیت نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸ کا ترجمہ اور پرہیز گاروں کے وصف کا بیان	134
76	آیت نمبر ۱۹ کا ترجمہ و تشریح، توحید کی شہادت کی علت	139
77	آیت نمبر ۲۰ کا ترجمہ و تشریح، آپ کا اہل عرب اور اہل کتاب کی جانب خطوط روانہ کرنا	140
78	یہودیوں سے خطاب و آیت ۲۱، ۲۲ کی تشریح اس سے مقصود یہودی ہیں	142
79	آیت نمبر ۲۳، ۲۴ کا ترجمہ و تشریح	144
80	نجات کا دارومدار توحید اور آخر الزمان پیغمبر کی رسالت پر ہے	146
81	نبوت عظیم بادشاہت بھی ہے	148
82	حافظ ابن کثیر کا قول	150
83	آیت نمبر ۲۷، ۲۸ کا ترجمہ و تشریح	152
84	تقیہ کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے دلائل	155
85	آیت نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲ کا ترجمہ و تشریح	156
86	انسان کا سائنسی میدان میں ترقی کرنا	160
87	اللہ پاک کا اپنے بندوں سے محبت کرنا	162
88	آیت نمبر ۳۴، ۳۵ کا ترجمہ و تناسب	164
89	آیت نمبر ۳۶ کا ترجمہ و تشریح	167
90	ایک سوال اور اس کا جواب	168
91	آیت نمبر ۳۷ کا ترجمہ و لغوی تحقیق اور تشریح	169
92	آیت نمبر ۳۸، ۳۹، ۴۰ کا ترجمہ، لغوی تحقیق و تناسب	171

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

93	اللہ کے پیغمبروں کا مقام، سیداً و حصوراً سے کیا مراد ہے؟ لفظ غلام کی تشریح	173
94	ایک سوال اور اس کا جواب	174
95	آیت نمبر ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴ کا ترجمہ و تشریح	175
96	ان عورتوں کا بیان جو امتیازی خصوصیات کی حامل تھیں	178
97	مسیح علیہ السلام کے نزول کا بیان	180
98	عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف	181
99	جادو کے علم کا بیان	184
100	آیت نمبر ۵۲، ۵۳، ۵۴ کا ترجمہ و بلاغت	185
101	عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیل کے ساتھ واقعہ	186
102	مکر سے کیا مقصود ہے؟	188
103	علامہ بقاعی کا نقطہ نظر و تشریح علامہ شنقیطی کے قلم سے	190
104	عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں کی جانب زندہ اٹھایا جانا	191
105	مباہلہ کی دعوت	193
106	مولانا حنیف ندوی کا قول	194
107	آیت نمبر ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷ کا ترجمہ و لغوی تحقیق	195
108	امام بخاری نے اس آیت پر باب کا انعقاد کیا ہے	197
109	رسول اکرم ﷺ کے مکتوب کا مضمون	199
110	اللہ پاک کے ہاں نہایت مبغوض لوگ علماء سوء ہیں	201
111	آیت نمبر ۷۲، ۷۳، ۷۴ کا ترجمہ و تشریح	202
112	یہودیت کی خوفناک سازش	203
113	آیت نمبر ۷۵، ۷۶ کا ترجمہ و لغوی تحقیق اہل کتاب کے عیوب کا تذکرہ	206
114	امانت کی ادائیگی کے بارے میں ایک اہم واقعہ	207
115	آیت نمبر ۷۷ کا ترجمہ و بلاغت اور تشریح	209
116	امام بخاری نے اس آیت پر باب کا انعقاد کیا ہے	210

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

117	یہودی علماء کی تحریف کرنے میں دیدہ دلیری	212
118	اہل کتاب کے ارتداد کا تذکرہ	214
119	میثاق النبیین کا مفہوم کیا ہے؟	216
120	آیت نمبر ۸۳ کا ترجمہ و تشریح	217
121	آیت نمبر ۸۴، ۸۵ کا ترجمہ و لغوی تحقیق اور تشریح	219
122	آیت نمبر ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹ کا ترجمہ، شان نزول و تشریح	221
123	کفار کی تین اقسام کا ذکر	223
124	آیت نمبر ۹۰، ۹۱ کا ترجمہ و تشریح	224
125	آیت نمبر ۹۲ سورۂ آل عمران پارہ لن تنالوا البر (۴) کا ترجمہ تناسب اور تفسیر	226
126	شان نزول	227
127	آیت ۹۳ تا ۹۷ ترجمہ	228
128	لغوی تحقیق اور تفسیر	229
129	بیت اللہ کی عظمت	231
130	آخر الزمان پیغمبر کی عظمت کا بیان	233
131	آیت ۱۰۰ تا ۱۰۱ کا ترجمہ شان نزول، تناسب اور تشریح	234
132	آیت ۱۰۲ تا ۱۰۳ کا ترجمہ اور لغوی تحقیق	237
133	حبل اللہ سے کیا مقصود ہے؟	239
134	قبائلی عصبیت اور مفاخرت کا رد	240
135	اختلاف کی اقسام کا بیان	241
136	مذہبی عصبیت اور اختلاف کا حل	242
137	آیت ۱۰۴ ترجمہ لغوی تحقیق اور وضاحت	243
138	آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷ ترجمہ	244
139	یوم تبیض وجوہ سے مقصود اہل سنت والجماعت ہیں	245
140	آیت ۱۰۸ تا ۱۰۹ ترجمہ اور لغوی تحقیق، تفسیر	246

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

141	آیت ۱۱۰ تا ۱۱۲ ترجمہ و تشریح	248
142	امت محمدیہ کے فضائل اور مناقب	250
143	امام الہند مولانا ابوالکلامؒ کا یہود کی ذلت پر بے لاگ تبصرہ	250
144	آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵ ترجمہ، لغوی تحقیق اور تشریح	251
145	آیت ۱۱۶ تا ۱۱۷ ترجمہ لغوی تحقیق	253
146	آیت ۱۱۸ تا ۱۲۰ ترجمہ لغوی تحقیق اور تناسب و شان نزول	254
147	آیت (۱۲۱ تا ۱۲۷) ترجمہ، لغوی تحقیق اور بلاغت	261
148	جنگ احد کا مفصل تذکرہ	263
149	آیت نمبر ۱۲۸، ۱۲۹، کا ترجمہ تفسیر	269
150	آیت (۱۳۰ تا ۱۳۲) ترجمہ بلاغت اور تشریح اور تناسب	271
151	علامہ بقاعی کا قول	272
152	آیت (۱۳۳ تا ۱۳۶) ترجمہ بلاغت و تشریح	273
153	آیت (۱۳۷ تا ۱۴۱) ترجمہ، بلاغت اور وضاحت	275
154	علامہ مراغی کا تبصرہ	277
155	آیت (۱۴۲ تا ۱۴۵) ترجمہ، بلاغت اور تشریح	278
156	(۱۴۶ تا ۱۴۸) کا ترجمہ و تشریح	281
157	آیت (۱۴۹ تا ۱۵۱) ترجمہ، بلاغت اور فائدہ علمیہ و تشریح	284
158	آیت ۱۵۲، ۱۵۳ کا ترجمہ و لغوی تحقیق	286
159	غزوۂ حمراء الاسد کا بیان	287
160	آیت (۱۵۴ تا ۱۵۵) ترجمہ	290
161	چند اہم امور سے پردہ کشائی	291
162	آیت (۱۵۶ تا ۱۵۸) ترجمہ و لغوی تحقیق	293
163	زندگی، موت اللہ کے قبضہ میں ہے	294
164	آیت (۱۵۹ تا ۱۶۰) ترجمہ، لغوی تحقیق اور تشریح	295

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

165	مجلس شوریٰ کے فوائد	297
166	آیت (۱۶۱تا۱۶۴) ترجمہ ولغوی تحقیق وتشریح	299
167	غزوۂ احد میں شکست کا سبب	301
168	آیت (۱۶۵تا۱۶۸) ترجمہ، لغوی تحقیق اور تشریح	303
169	مصلحت کا تقاضا	305
170	آیت (۱۶۹تا۱۷۵) ترجمہ وتشریح	308
171	غزوۂ احد میں شکست پر تبصرہ	311
172	آیت (۱۷۶تا۱۷۹) ترجمہ، لغوی تحقیق اور وضاحت	313
173	علامہ رشید رضا کا تبصرہ	316
174	آیت (۱۸۰تا۱۸۴) ترجمہ لغوی تحقیق اور تشریح	317
175	آیت (۱۸۵تا۱۸۶) ترجمہ ولغوی تحقیق، تشریح	323
176	عبداللہ بن ابی منافق کا انسانیت سوز کردار	325
177	آیت (۱۸۷تا۱۸۹) ترجمہ بلاغت اور تشریح وشان نزول	327
178	آیت (۱۹۰تا۱۹۴) ترجمہ	331
179	اللہ کے وجود پر دلیل	332
180	امام رازی کا تبصرہ	333
181	آیت (۱۹۵تا۲۰۰) ترجمہ ،لغوی تحقیق اور بلاغت وتشریح	335
182	اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت	338
183	شان نزول	339
184	سورۂ نساء کا آغاز اور لغوی تحقیق وگذشتہ سورت سے مماثلت	342
185	اماں حوا کی پیدائش کا بیان	344
186	آیت نمبر ۲ تا ۴ ترجمہ، لغوی تحقیق وتشریح	345
187	ازواج مطہرات کے تعدد کی حکمت	349
188	آیت نمبر ۵ تا ۶ ترجمہ ولغوی تحقیق وتشریح	350

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

212	حافظ ابن حجرؒ کا قول	390
213	آیت (۳۴، ۳۵) کا ترجمہ ولغوی تحقیق	391
214	ایک سوال اور اس کا جواب	392
215	ارشاد نبوی ﷺ	393
216	رسول ﷺ کا ارشاد گرامی	394
217	آیت نمبر ۳۶ کا ترجمہ ولغوی تحقیق، تناسب اور تشریح	395
218	آیت (۳۷، ۳۸، ۳۹) کا ترجمہ، لغوی تحقیق وتناسب اور شان نزول، تشریح	398
219	آیت (۴۰، ۴۱، ۴۲) کا ترجمہ ولغوی تحقیق، تناسب	401
220	فائدہ علمیہ	404
221	آیت (۴۳) کا ترجمہ ولغوی تحقیق، تناسب وشان نزول اور تشریح	405
222	غسل جنابت کا مسنون طریقہ	407
223	یتیم کی تعریف اور اس کے احکام	408
224	نواب صدیق الحسنؒ کی وضاحت	409
225	آیت (۴۴، ۴۵، ۴۶) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	410
226	یہودیوں کی معنوی تحریف	412
227	آیت (۴۷) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور تشریح، شیخ الجزائری کا قول	413
228	آیت (۴۸) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور شان نزول	415
229	شرک کے علاوہ دیگر گناہ معاف ہو جاتے ہیں	416
230	آیت (۵۰) ترجمہ ولغوی تحقیق اور شان نزول	417
231	آیت (۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴) کا ترجمہ ولغوی تحقیق	418
232	طاغوت کی تشریح اور شان نزول	419
233	یہودی علماء سوء کے بخل کا ذکر	420
234	امت محمدیہ کا منصب خلافت پر متمکن ہونا	421
235	آیت (۵۶، ۵۷) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور تشریح	422

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

189	آیت(۷ تا ۱۰)ترجمہ اور تشریح	353
190	آیت(۱۱تا۱۲)ترجمہ لغوی تحقیق وتشریح	356
191	وصیت کا بیان	360
192	کلالہ کا لغوی معنی اور شرعی معنی	361
193	آیت نمبر (۱۳تا۱۴)کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور تشریح	362
194	جنت والوں کے بارے میں (خالدین) جمع کا صیغہ اور روزخیوں کے بارے میں واحد کا صیغہ لانے کا سبب	363
195	آیت نمبر (۱۵تا۱۸)کا ترجمہ تناسب وتشریح	363
196	گناہ سے توبہ کرنے کے فوائد اور توبہ کرنے کی اقسام	365
197	آیت نمبر (۱۹تا۲۱)کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور شان نزول اور تشریح	367
198	خاوند بیوی کے تعلقات کی نقشہ کشی	371
199	آیت نمبر (۲۲تا۲۳)کا ترجمہ	373
200	رشتہ مصاہرت کے لحاظ سے حرام رشتوں کا ذکر	375
201	آیت (۲۴،۲۵)کا ترجمہ، پانچواں پارہ	376
202	لغوی تحقیق وتشریح اور شان نزول	377
203	ایک استدلال	378
204	نکاح متعہ کی وضاحت	379
205	دور جاہلیت میں زنا کی اقسام	380
206	رشتہ زوجیت میں حکمت کیا ہے؟	381
207	آیت (۲۶،۲۷،۲۸)کا ترجمہ اور تشریح	382
208	انسان خلقت کے لحاظ سے ضعیف ہے	383
209	آیت(۲۹،۳۰،۳۱)کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب	384
210	عدوان اور ظلم میں فرق	386
211	آیت(۳۲،۳۳)کا ترجمہ وتناسب اور شان نزول، تشریح	388

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

236	دوزخ میں کفار کے چمڑوں کی تبدیلی کا باعث	423
237	آیت (۵۸،۵۹) ولغوی تحقیق وشان نزول تشریح	424
238	امانت کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کے مقتضیات	426
239	تین بنیادی اصولوں کا بیان	427
240	دین اسلام کی بنیاد چار اصولوں پر ہے	429
241	آیت (۶۰،۶۱،۶۲،۶۳) کا ترجمہ	430
242	قاضی عیاض کا قول	434
243	آیت (۶۴،۶۵) کا ترجمہ ولغوی تحقیق، تناسب وشان نزول	435
244	ایک سوال اور اس کا جواب	436
245	اللہ کے پیغمبر معصوم ہوتے ہیں	437
246	آیت (۶۶،۶۷،۶۸) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	438
247	آیت (۶۹،۷۰) کا ترجمہ لغوی تحقیق تناسب اور امام بخاری کی وضاحت	439
248	الصدیق کی وضاحت	440
249	آیت (۷۱،۷۲،۷۳) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور بلاغت	442
250	آیت (۷۴،۷۵،۷۶) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	446
251	علامہ زمخشری کا قول	448
252	آیت (۷۷،۷۸،۷۹) کا ترجمہ وتشریح، لغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	449
253	شان نزول	451
254	موت سے کسی کو مفر نہیں	453
255	آیت (۸۰،۸۱،۸۲) کا ترجمہ وتشریح، لغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	455
256	شان نزول	457
257	قرآن پاک میں تدبر کرنے کی ترغیب کا بیان	458
258	قرآن پاک میں عدم اختلاف کے اسباب	459
259	آیت (۸۳) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور شان نزول	460

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

260	آیت (۸۴) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وشان نزول	462
261	جہاد کی ترغیب کے سلسلہ میں وضاحت	463
262	آیت (۸۵، ۸۶، ۸۷) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور تناسب وتشریح	464
263	السلام علیکم کہنے کی مسنون کیفیت	466
264	آیت (۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	468
265	آیت (۹۲، ۹۳) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور شان نزول وتشریح	473
266	دیت کی وضاحت	474
267	آیت (۹۴) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	476
268	آیت (۹۵، ۹۶) کا ترجمہ لغوی تحقیق اور تناسب وتشریح وشان نزول	478
269	آیت (۹۷، ۹۸، ۹۹) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب اور تشریح	481
270	آیت (۱۰۰) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب اور شان نزول	485
271	آیت (۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳) کا ترجمہ ولغوی تحقیق وتناسب اور شان نزول	487
272	نماز خوف کی صورتیں	489
273	آیت (۱۰۴) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب	492
274	آیت (۱۰۵ تا ۱۱۳) کا ترجمہ لغوی تحقیق وشان نزول اور تشریح	493
275	آیت (۱۱۴، ۱۱۵) کا ترجمہ لغوی تحقیق اور تناسب، شان نزول، تشریح	497
276	امر بالمعروف کی مثال اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کرانے کی اہمیت	499
277	آیت (۱۱۶ تا ۱۲۲) کا ترجمہ، لغوی تحقیق، تناسب اور تشریح	501
278	آیت مبارکہ کو مکرر لانے کا سبب	503
279	آیت (۱۲۳ تا ۱۲۶) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور شان نزول	506
2780	آیات کی تشریح	508
281	آیت (۱۲۷ تا ۱۳۰) کا ترجمہ لغوی تحقیق وتناسب	510
282	آیت (۱۳۱ تا ۱۳۴) کا ترجمہ ولغوی تحقیق	515
283	حدیث قدسی	517

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

284	آیت (۱۳۵، ۱۳۶) کا ترجمہ لغوی تحقیق و تناسب وشان نزول اور تشریح	519
285	آیت (۱۳۷ تا ۱۴۱) کا ترجمہ ولغوی تحقیق اور تشریح	522
286	ابن عباسؓ کی وضاحت	526
287	امام ابوؒ حنیفہ کا قول، شیخ ابن الہمام کا قول	527
288	آیت (۱۴۲ تا ۱۴۷) کا ترجمہ ولغوی تحقیق و تناسب اور تشریح وشان نزول	529

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشحاتِ فکر

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

نزول قرآن سے پہلے دنیا کا عالم گیر اعتقاد یہ تھا کہ وجود انسانی کا کامل ظہور صرف مردوں ہی کی جنس میں ہوا ہے عورتوں کی ہستی کوئی مستقل ہستی نہیں رکھتی وہ صرف اس لئے بنائی گئی ہیں کہ مردوں کی کام جوئیوں کا ذریعہ ہوں اور ان کی چاکری و پرستاری میں فنا ہو جائیں۔

قرآن تاریخ عالم کی سب سے بڑی آواز ہے جو اس اعتقاد کے خلاف بلند ہوئی وہ کہتا ہے خدا نے نوع انسانی کو مرد اور عورت کی دو جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی ہستی اپنے اپنے فرائض اور اپنے اپنے اعمال رکھتی ہیں کارخانہ معیشت کے لئے جس طرح ایک جنس کی ضرورت تھی ٹھیک اسی طرح دوسری جنس کی بھی ضرورت تھی انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے یہ دو مساوی عنصر ہیں جو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک مکمل زندگی پیدا کر دیں۔ البتہ اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں مزیت دی ہے اور ایسی ہی مزیت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورتوں کی ضروریات معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں اسی لئے سربراہی و کار فرمائی کا مقام قدرتی طور پر انہی کے لئے ہو گیا ہے۔ (ترجمان القرآن ۱/ ۳۶۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم الامت حضرت اقبالؒ

کی

بارگاہِ اِلٰہی میں زمزمہ سنجی

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکر و امتنان

اللہ پاک معبود حقیقی وحدہ لاشریک کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے گنہگار کو ایسے عظیم الشان مبارک علمی کام کی جانب قدم زن ہونے کی توفیق عطا کی اگر مشیت ایزدی شامل حال نہ ہوتی تو ہرگز ایسے جلیل القدر محنت شاقہ والے علمی کام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔﴿مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ﴾

راقم الحروف اپنے اساتذہ کرام، تلامذہ، احباب اور ان تمام معاونین کا شکر گزار ہے جنہوں نے اس علمی اور مبارک کام میں دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون کیا بالخصوص جامعہ سلفیہ کے استاذ حافظ عبدالحنان صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب جھال والے، برخودار عبدالحفیظ مدنی مکتبہ سفیان والے، عبدالقہار افغانی متعلم جامعہ سلفیہ بالخصوص عزیز مکرم زبیر ناصر صاحب جنہوں نے نہ صرف یہ کہ دوسری جلد کی کمپوزنگ کے فنی کام کو نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ سرانجام دیا بلکہ بعض علمی اور فنی مشوروں سے نوازا ان کے علاوہ دیگر اہل علم جن سے بعض پیچیدہ مسائل میں راہ صواب کی جانب راہ نمائی حاصل ہوئی: بقول ”مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ“

اللہ پاک ان کو اور دیگر تمام محسنین، معاونین کو دنیوی اخروی سعادتوں سے نوازے۔ آمین

العبد المذنب الراجی رحمۃ ربہ

محمد صادق خلیل

خادم الکتاب والسنہ رحمت آباد فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افتتاحیہ

بیا تا گل بیفشانیم وے در ساغر اندازیم
فلک راسقف بشگافیم وطرح دیگر اندازیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ پاک کے فضل وکرم سے اس گنہگار نے تقریباً گزشتہ دو سال سے دیگر علمی مشاغل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اور صرف قرآن پاک کے مطالعہ اور غور وفکر میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو وقف کر رکھا ہے کچھ وقت ذہن کو تیار کرنے میں صرف ہوا اس لئے کہ موضوع انتہائی نازک اور توجہ طلب تھا کہیں نوک قلم سے کوئی ایسا لفظ ثبت نہ ہو جائے جو منشا خداوندی کے خلاف ہو اس لئے احتیاط کے دامن کو ہر لحہ ملحوظ خاطر رکھا اور مسلسل اس مبارک کام میں رواں دواں رہا اس کے نتیجہ میں قرآن پاک کی تفسیر **اصدق البیان** (جلد اول صفحات ۵۵۲) جو دو پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ کمپوزنگ، پرنٹنگ اور تجلید کے تمام مراحل طے کر کے اب سے سات ماہ قبل منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ والحمد اللہ علی ذالک

راقم الحروف نہایت مسرت کے عالم میں قارئین کرام کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اکثر اہل علم اور عوام الناس نے جلد اول کے مطالعہ کے بعد بھرپور خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارکباد پیش کی جس سے میرا حوصلہ جواں ہوا اور نہایت کدوکاوش کے بعد اس میدان میں انبساط کے ساتھ گامزن ہوں اور فرط مسرت سے جھومنے لگا۔ زبان پر ذیل کے کلمات جاری ہوئے کہ اللہ پاک اس مبارک کام میں برکت فرمائے اور شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

چونکہ پہلی جلد میں اعجاز قرآن، حفاظت قرآن، بلاغت قرآن اور دیگر اہم موضوعات پر مبسوط مقدمہ تحریر کیا جاچکا ہے جس سے قارئین استفادہ کر رہے ہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ اس لئے اب اس جلد میں موضوعات پر الگ مقدمہ تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہ سمجھی۔ البتہ اس جلد میں بھی بحث کے دوران جہاں جہاں فصاحت وبلاغت کو جلوہ فرما دیکھا اس کو واضح کیا ہے اور حسب سابق لغوی تحقیق، تناسب، شان نزول اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسفہ احکام کو بھی شامل اشاعت کر رہا ہوں۔ وَفَّقَنِیَ اللّٰہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی

مزید برآں تفسیر اصدق البیان کی تیسری جلد کے مسودہ میں چار پاروں کی تفسیر کو پیش کرنے کے سعادت کے حصول کے لئے بھی گامزن ہوں یعنی اس جلد میں چھٹا، ساتواں، آٹھواں، نواں پارہ کی تفسیر کو مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہو گی۔ ان شاء اللہ

قارئین کی خدمت میں نہایت دلسوزی کے ساتھ التماس کرتا ہوں کہ وہ جہاں تفسیر کے کام میں دلسوزی کے ساتھ تکمیل کی توفیق کی دعا فرماتے رہیں گے وہاں مجھے مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہیں اور اس کی اشاعت میں دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون فرمانے سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے۔ جماعتی احباب ورفقاء کا شکرگزار ہوں کہ جہاں انہوں نے پہلی جلد کو نہایت انبساط کے ساتھ حاصل کیا وہاں دیگر مجلدات کو بھی خوشی حاصل کریں گے بلکہ دیگر رفقاء کو بھی رغبت دلائیں گے اس طرح اس کی اشاعت میں بھرپور حصہ فرما کر قرآن پاک کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اجاگر رکھیں گے اور تفسیر کی تکمیل کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔

العبد المذنب

محمد صادق خلیل

سرپرست اسلامک لائبریری

۲۰ ذو الحجۃ ۱۴۱۹ھ فیصل آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفکر اسلام مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ
کا تفسیر قرآن کے بارے میں عظیم موقف

فکر و نظر کے انحراف کا یہ عجوبہ کتنا دلکش ہے کہ وہی شخص جو محبت واستناد کے مقام اور تفسیر وتشریح کے حق سے محروم گردانا جائے جس پر کتاب نازل ہوئی اور جس کا قلب وذہن ۲۳ برس تک مہبط وحی بنا رہا اور وہ شخص قرآن کا مفسر اور احیائے دین کی تحریک کا قائد ہے جو نزول قرآن سے چودہ سو سال بعد پیدا ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ
وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ
صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ
فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ
وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ
مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ
وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا
یُوْعَدُوْنَ ۝ (سورۃ الاحقاف پ ۲۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا قف وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

ترجمہ: یہ پیغمبر ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں کوئی ایسا ہے جس سے اللہ نے گفتگو کی اور کسی کے درجات بلند کئے اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے معجزات عطا کئے اور روح القدس کے ساتھ اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو پیغمبروں کے بعد لوگ اپنے پاس کھلے دلائل آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے، لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایمان لائے اور کچھ کافر ہی رہے اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

لغوی تحقیق: "الرُّسُلُ" کا واحد "اَلرَّسُوْلُ" ہے جس کا معنی پیغمبر ہے نیز پیغام بھی ہے اور اس کا معنی فرشتہ بھی ہے۔ رِسْلٌ، آہستگی، بھیجنا، چھوڑنا، اَرْسَالٌ یکے بعد دیگرے آنے والے لوگ ۔"کَلَّمَ" کلام کیا، مادہ "کَلْمٌ" معنی زخم جمع کُلُوْمٌ ہے، کلمات کو اس لئے کلمات کہا جاتا ہے کہ بعض کلمات زخم کرتے ہیں جو کسی دوست کی جانب سے پہنچیں۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ	نیزوں کے زخم مٹ جاتے ہیں
وَلَا يُلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ	جبکہ زبان کے زخم نہیں مٹتے ہیں

بلاغت: اس آیت میں ایک جملہ "لَوْشَآءَ" تکرار کے ساتھ ہے، علم بلاغت میں اس کا نام اطناب ہے، اس میں مشیت الٰہیہ پر ایمان رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ "بَيِّنٰتٌ" واحد "بَيِّنَةٌ" ہے معنی دلیل مادہ "بَيْنٌ" ہے جس کا مفہوم جدائی ہے، رُوْحُ الْقُدُسِ جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے۔

تناسب: قبل ازیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ہوا، اختتام پر رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاکید کے کلمہ کے ساتھ فرمایا "اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ" یقیناً آپ کا شمار پیغمبروں سے ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضائل ومناقب میں تفاضل

انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کے ضمن میں طبیعت کا میلان اس بات کی جانب شدت اختیار کر جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور حالات سے آگاہ ہونا ضروری ہے اور ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا تمام پیغمبر درجہ، رتبہ میں برابر ہیں یا ان میں تفاضل ہے؟ تو اللہ پاک نے ان کے علو مقام کو واضح کرتے ہوئے بعید اسم اشارہ "تِلْکَ" کے ساتھ ان کے تذکرہ کا آغاز کیا ہے کہ وہ درجات کے لحاظ سے عظیم ہیں اس لئے "تِلْکَ" اسم اشارہ بعید لایا گیا ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے وہاں تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہے اس سے پہلی آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ پاک نے طالوت کا انتخاب فرمایا یعنی اسے بادشاہت سے نوازا، جبکہ داؤد علیہ السلام کو بادشاہت اور نبوت سے نوازا، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے تاکید کے اَدات کے ساتھ بتایا، یقیناً اے محمد ﷺ! آپ کا شمار پیغمبروں سے ہے آپ دیگر پیغمبروں کے ساتھ رسالت کے وصف میں شریک ہیں لیکن آپ کو ان پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ طالوت کو بنی اسرائیل پر تفوق حاصل تھا۔ بعد ازاں چونکہ سورۃ بقرہ کا اکثر مضمون بنی اسرائیل کے واقعات اور حالات پر مشتمل ہے، زیادہ تر موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر تسلیم کرنے والوں کا ذکر ہے اس لئے اولاً موسیٰ علیہ اسلام کا وصف ذکر فرمایا کہ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر بلاواسطہ کلام فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے آدم کی اولاد پر سیادت حاصل ہے لیکن مجھے موسیٰ علیہ السلام پر برتری عطا نہ کرو"

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ص ۱۰۷ طبع دار السلام ریاض)

نیز آپ نے فرمایا "کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ یہ اِدّعا کرے کہ وہ یونس علیہ السام سے بہتر ہے" لیکن موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ آدم علیہ السلام اور محمد ﷺ کے ساتھ بھی اللہ پاک کا ہم کلام ہونا ثابت ہے۔ معراج کی حدیث میں وارد ہے کہ "جب رسول اللہ ﷺ سِدرَۃُ الْمُنْتَھٰی کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ کے ساتھ اللہ پاک ہم کلام ہوئے جب کہ آپ ﷺ اور آپ کی امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں" جو بالآخر تخفیف کے بعد پانچ باقی رہ گئیں جو شمار میں پانچ ہیں جب کہ اجر کے لحاظ سے پچاس ہیں۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ ہم کلام ہونے کا ذکر "**تفسیر اصدق البیان**" کی پہلی جلد میں بیان ہو چکا ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ: کی وضاحت میں علامہ زِمَخْشرِی فرماتے ہیں کہ اس سے مقصود محمد ﷺ ہیں آپ کو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر شرف حاصل ہے اس لئے کہ آپ کو جن معجزات سے نوازا گیا اس قدر کسی پیغمبر کو نہیں نوازا گیا ہے اگر دیگر معجزات کا شمار نہ بھی کیا جائے صرف قرآن پاک کا ہی ذکر کیا جائے پھر بھی یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے اس لئے کہ قرآن پاک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک کے لئے باقی رہنے والا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا نام ذکر کیا ہے جبکہ آپ کا تذکرہ مبہم انداز میں ہے اس لئے کہ ابہام میں آپ کا فضل و شرف اور مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ آپ کی ذات واضح ہو جاتی ہے ہر گز اشتباہ نہیں رہتا بلکہ عدم تعین سے مقصود یہ ہے کہ کون نہیں جانتا کہ محمد ﷺ کو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر شرف حاصل ہے چنانچہ لغت عرب میں کہا جاتا ہے یہ کام کس نے کیا ہے؟ جواب میں کہا جاتا ہے کہ ایک ایسے شخص نے کیا جو معاشرہ میں معروف ہے، اس کی شہرت زبان زد عوام و خواص ہے۔ جب حُطَیْئَہ فصیح بلیغ شاعر سے دریافت کیا گیا "لوگوں میں کس شخص کی شہرت زیادہ ہے" اس نے زُہیر اور نَابِغَہ ذُبْیَانِی کا نام لیا، بعد ازاں اس نے کہا "اگر میں چاہوں تو تیسرے شخص کا بھی ذکر کر سکتا ہوں" اس سے مقصود خود اس کی اپنی ذات تھی لیکن بصورت ابہام ذکر کیا۔ جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ اس سے ابراہیم علیہ السلام بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ صرف نبی ﷺ کی دعوت کو عمومیت حاصل ہے اور آپ کا معجزہ "قرآن پاک" قیامت تک باقی رہے گا مزید بر آں آپ کے پیروکار قیامت تک ہر دور میں کثرت کے ساتھ ہوں گے، آپ نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ قرار دیا اور آپ کو رحمۃ للعالمین بلکہ خاتم النبیین کے وصف کے ساتھ متصف کیا گیا آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (نظم الدرر ۴/۴)

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے بعض دیگر معجزات

اس کے علاوہ آپ کے معجزات میں سے آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کھجور کے جس تنے کے ساتھ آپ کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے منبر نبوی تیار ہونے کے بعد جب آپ نے اس سے مفارقت فرمائی تو کھجور کا وہ تنا شیر خوار بچے کی مانند رونے لگا صحابہ کرام نے بھی اس کے رونے کی آواز کو سُنا بالآخر آپ ﷺ اس کے پاس گئے اسے ہاتھ لگایا اور خاموش کرایا۔ (بخاری شریف، کتاب المناقب ص ۵۳۵ ۷)

مزید بر آں پتھر اور درخت آپ کا السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ استقبال کرتے، نیز چارپایوں کا آپ سے ہم کلام ہونا اور آپ کی نبوت کی شہادت دینا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹنا۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے معجزات ہیں لیکن سب سے زیادہ واضح، روشن اور بے مثال معجزہ قرآن پاک ہے جس کا مثل لانے سے آسمان وزمین کی مخلوق نے اپنے عجز کا اظہار کیا۔ بخاری، مسلم میں ایک حدیث اس مفہوم کی موجود ہے کہ ہر پیغمبر کو معجزات عطا کئے گئے، معجزات کے برابر اس پر لوگ ایمان لائے جبکہ میرا معجزہ وحی ہے جس کو اللہ پاک نے مجھ پر نازل فرمایا میں پُر امید ہوں کہ میرے پیروکار تمام پیغمبروں کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سوال : پیش کیا جاتا ہے کہ اس آیت کے مفہوم اور اس حدیث کے مفہوم میں کیا مطابقت ہے جس میں ذکر ہے کہ دو اشخاص ان میں ایک مسلمانوں سے اور دوسرا یہود سے تھا یہودی شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یہ الفاظ کہے، ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان کے لوگوں پر فوقیت عطا کی، اس کا یہ کلمہ سنتے ہی مسلمان شخص نے یہودی کو طمانچہ مارتے ہوئے خفگی کے عالم میں کہا "اے خبیث انسان! تو محمد ﷺ پر موسیٰ علیہ السلام کو برتری عطا کرتا ہے" اس کے بعد یہودی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے اس مسلمان کی شکایت کی جس نے اس کو طمانچہ لگایا تھا، آپ نے یہودی کی بات سن کر فرمایا "مجھے تم انبیاء علیہم السلام پر برتری عطا نہ کرو (سن لیجئے) سبھی لوگ جب قیامت کے دن بیہوشی کی کیفیت میں ہوں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا لیکن کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے عرش کے پائے کو تھاما ہوا ہے اور کھڑے ہیں مجھے کچھ علم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا کوہ طور کی بے ہوشی کے سبب انہیں مجھ سے پہلے ہوش آگیا پس تم نے مجھ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت وبرتری عطا نہیں کرنا ہوگی۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ص ۲۰۷)

جواب : اس کا جواب واضح ہے کہ آپ نے تواضعاً یہ کلمات فرمائے اور یہ جواب بھی مناسب ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں کسی کو فضیلت وبرتری عطا کرنا تمہارا کام نہیں ہے یہ تو صرف اللہ پاک کیلئے ہی لائق ہے کہ وہ کسی پیغمبر کو برتری عطا کرے اور تمہیں اللہ کے اس فرمان کو تسلیم کرنا چاہئے اور اس پر ایمان لانا چاہئے (ابن کثیر ۱ ص ۵۵)

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ : "بینات" سے مقصود انہیں انجیل کا عطیہ دینا ہے اور ان کا یہ ادّعا کہ میں مٹی سے پرندے بنا کر انہیں پھونک مارتا ہوں تو وہ بالکل صحیح پرندے بن جاتے ہیں اور مجھے اللہ پاک نے ایسی قوت سے بھی نوازا ہے کہ میں اللہ کے حکم کے ساتھ مادر زاد نابینا انسانوں کو روشن آنکھیں عطا کرتا ہوں اور جو لوگ برص کی بیماری میں مبتلا ہیں انہیں اللہ کے حکم کے ساتھ صحت عطا کرتا ہوں۔ نیز اللہ پاک نے مجھے ایسا علم تفویض فرمایا ہے کہ میں فوت شدہ لوگوں کو اللہ کے حکم کے ساتھ وقتی طور پر زندگی عطا کر سکتا ہوں نیز میں اس علم کے ساتھ لوگوں کو مطلع کر سکتا ہوں جو مجھے اللہ نے عطا کیا ہے کہ انہوں نے اپنے گھروں میں کون سا کھانا کھایا ہے؟ اور خوراک وغیرہ کا کتنا سٹور کر رکھا ہے۔؟

مزید برآں انہیں زندہ، روح وجسم کے ساتھ آسمان کی جانب اٹھا لیا گیا جب ان کی قوم نے ان سے مخاصمہ کیا اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے، قرآن پاک کے مختلف مقامات میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

روح القدس کی وضاحت

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : میں روح القدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وارد ہے کہ انھوں نے مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے گریبان میں پھونک ماری، اس کا ذکر سورۂ مریم میں وارد ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○

آپ کتاب میں مریم کا تذکرہ کریں جب وہ اپنے لوگوں سے ایک جانب ہو کر مشرق کی سمت گئی پس اس نے (اس جانب) ان سے پردہ کیا تو ہم نے اسکی جانب جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تو اس نے مریم کے لئے صحیح انسان کی شکل اختیار کی تو مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ (مریم ۱۶، ۱۷، ۱۸)

مذکورہ آیت مبارکہ میں روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ سورۂ تحریم میں وارد ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (التحریم: ۱۲)

اور عمران کی بیٹی مریم کی جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اسکی شرمگاہ میں اپنی روح کی پھونک ماری اور اس نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبردار لوگوں سے تھی۔

یہاں روح پھونکنے کی نسبت اللہ پاک کی جانب ہے لیکن مقصود جبرئیل علیہ السلام ہیں، اس وضاحت کی روشنی میں جبرئیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت و تائید فرماتے رہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت میں نہایت محتاط انداز اختیار کیا جا رہا ہے، جس قدر الفاظ موجود ہیں ان کی ترجمانی پر اکتفاء کرنا مناسب سمجھا ہے بہر حال اس کی کیفیت کے بارے میں بحث کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم ﷺ کے شاعر تھے آپ نے ان کے لئے دعا کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ فرمائے:

اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ "اے اللہ! حسان کی جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ مدد کر"

(بخاری کتاب الصلوۃ ص ۹۶ طبع دار السلام الریاض)

معلوم ہوا کہ نہ صرف جبرئیل علیہ السلام بلکہ دیگر فرشتے بھی ان لوگوں کیلئے اپنے پر بچھاتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے دینی علوم کی تحصیل میں محو رہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ "بلاشبہ فرشتے علوم دینیہ کے طالبین کے لئے تواضعاً اپنے پروں کو ان کی مجلسوں میں بچھا دیتے ہیں۔"

(صحیح ابن ماجه البانی، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم طبع الریاض)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ: پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتابوں یا احکام کو نازل فرمایا جب کہ پیغمبروں نے تبلیغ کے میدان میں بھرپور کوششیں فرمائیں اس دوران انہیں تکالیفِ شاقہ سے گزرنا پڑا، یہاں تک کہ وہ کسی حد تک لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے میں کامیاب ہوئے جبکہ ان کے پیروکاروں میں دلائل حقہ کے ہونے کے باوجود اختلاف رونما ہوا، ذہن میں باربار یہ سوال گردش کرتا ہے کہ ان میں اختلاف کا سبب کیا تھا اس کا جواب اس آیت میں موجود ہے اور وہ یہ کہ اختلاف اللہ کی مشیت کے باعث ہے دراصل اللہ پاک بتانا چاہتے ہیں کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اس کی مشیت کے بالمقابل کوئی رکاوٹ نہیں لا سکتا جیسا کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام پیغمبروں کو درجات میں مساوی بنا دیتا۔ جب کہ اللہ پاک نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے، ابراہیم علیہ السلام کو وصف خُلت سے نوازا جب کہ بعض کو ان کی زندگی میں آسمانوں پر اٹھایا، جیسے محمد ﷺ کو اسراء اور معراج سے نوازا اور آپ ﷺ سے سرگوشی فرمائی جب کہ کسی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے حکومت سے نوازا، اسے بادشاہت عطا کی نیز زرہ بنانے کی صنعت سے موصوف فرمایا جیسے داؤد علیہ السلام ہیں۔ جب کہ بعض کو بادشاہت عطا کی بلکہ جنوں کو بھی اس کے لئے مسخر کیا اور اسے پرندوں کی زبان بولنے اور اس کی تفہیم کا ملکہ عطا فرمایا، یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ جبکہ بعض کو اللہ پاک نے دلائل حقہ عطا کئے اور اسے روح القدس کی قوت کے ساتھ نوازا، یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

یہ سب کچھ اللہ کی مشیت کے ساتھ ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی چاہت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا نہ اس پر قدغن عائد کی جاسکتی ہے اللہ پاک کی ذات اس سے بلند ہے لیکن اگر اللہ پاک چاہتا تو تمام پیغمبروں کو درجات میں مساوی کر دیتا، اسی طرح اگر اللہ پاک چاہتا تو پیغمبروں کے پیروکاروں میں بھی ہم آہنگی پیدا کر سکتا تھا کہ ہرگز دو اشخاص بھی اختلاف کی راہ پر گامزن نہ ہوتے لیکن اللہ پاک نے ایسا نہیں کیا۔ چنانچہ پیغمبروں کے متبعین میں اختلاف رونما ہوا جب کہ ان کے سامنے دلائل واضحہ موجود تھے ، خیال رہے کہ اس آیت کا پہلی آیت پر عطف ڈالا گیا ہے تاکہ نبی ﷺ کو مطمئن کیا جائے کہ اصل بنیادی بات اللہ کی مشیت اور تقدیر ہے جو کہ ربِ ذوالجلال کا عظیم الشان مظہر ہے۔ اگر اللہ چاہتا (جس کے اختیار میں سبھی کچھ ہے) وہ اپنی مشیت کے مطابق کرتا ہے خیال رہے یہ کلمہ اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے بلکہ یہ کلمہ جو قرآن پاک میں متعدد مقامات میں وارد ہے اسے قانون کی حیثیت حاصل ہے۔

مزید برآں نبی ﷺ نے بھی اس کلمہ کی حقیقت کو احادیث صحیحہ میں واضح فرمایا ہے جیسا کہ آپ نے اس شخص کی بات کو رد کیا جس نے کہا "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ" "جو کچھ اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے، آپ ﷺ نے فرمایا "قُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحدَهٗ فَإِنَّهٗ لَارَادَّ لِمَشِيَّتِهِ" "آپ کہیں جو اللہ پاک وحدہ لاشریک چاہے اس لئے کہ اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشیت میں ہر گز کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، یہ کلمہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر گواہی دیتا ہے کہ اس کی مشیت میں اس کا کوئی شریک نہیں پس اگر اللہ چاہتا تو ہر گز لوگ آپس میں نہ الجھتے اور نہ ان میں جنگ وجدال کی صورت پیدا ہوتی۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ انسانوں کا باہم مجادلہ کرنا اور قتل وغارت پر اتر آنا نہایت غیر پسندیدہ فعل ہے جب کہ سبھی کا اتفاق ہے کہ اس انداز پر چلتے ہوئے وہ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے دور ہو جائیں گے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ: اللہ کی ذات جو وصف جلال اور کمال کے ساتھ موصوف ہے، اللہ پاک کی مشیت کے مطابق ان کا باہم دگر لڑنا ثابت ہے اس کی مشیت کے مطابق ان میں اختلاف رونما ہوا اور وہ اپنی طبیعت کے خلاف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی پر اُتر آتے ہیں لیکن ان کا باہم دگر دست بگریباں ہونا اس علم وحکمت کے خلاف ہے جس سے وہ آگاہ تھے۔ (نظم الدرر ج ۴ ص ۲۰)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ترجمہ: مسلمانو! اس سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں خرید وفروخت نہیں ہے اور نہ دوستی اور سفارش کی جا سکتی ہے اور کفار وہی ظالم ہیں۔

تناسب: گذشتہ آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے بعد جب لوگوں میں اختلاف رونما ہوا کچھ لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے جبکہ بعض لوگوں نے انکار کیا تو لوگ دو فرقوں میں منقسم ہو گئے، اس بنیاد پر اللہ پاک ایمان داروں کو مخاطب کرتے ہیں کہ تم نے اختلاف کو محو کرنے کے لئے جہاد کرنا ہے، ظاہر ہے کہ دین اسلام کے تحفظ کے لئے جہاد ضروری ہے اور جہاد کے لئے اسباب ووسائل کو مہیا کرنے کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے اس وجہ سے اس آیت میں مالی قربانی کا حکم دیا ہے اور ترغیب دلائی ہے جبکہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں بھی پرہیز گاروں کے اوصاف شمار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے مالی قربانی کرتے ہیں۔ چنانچہ ایمان کے ساتھ موصوف لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے لوگو! جو ایمان کے مدعی ہو تم ایمان کا ثبوت پیش کرتے ہوئے جہاد کی تمام صورتوں میں مال خرچ کرو، بخل سے خود کو دور رکھو اس لئے کہ بخل سے بڑھ کر اور کوئی بیماری نہیں ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۹)

"اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا تو یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: آیت کے آغاز میں کہ اس مال سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے وہ مال ہمارا عطا کردہ ہے مقصود زکوٰۃ کا مال بھی ہے عام نفلی صدقہ بھی ہے خیال رہے مال خرچ کرنے کے احکام شروع سورت سے آرہے ہیں لیکن اسالیب متنوع ہیں جو عقل وشعور رکھنے والوں کو خرچ کرنے کی جانب آمادہ کرتے ہیں۔ مزید برآں قیامت کے وقوع سے پہلے مالی قربانی کے لئے حسب ضرورت تم نے خود کو آمادہ رکھنا ہے اس لئے کہ قیامت کے روز دنیوی اسباب منقطع ہو جائیں گے خرید وفروخت کا سلسلہ نہیں ہوگا بلکہ دنیوی دوستی اور محبت بھی کام نہ آئے گی، لفظ "خُلَّۃ" کا معنی درمیان ہے یعنی جو جگری دوست تھے وہ بھی اس روز کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے نیز اس روز سفارش بھی کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

آیت کے آخر میں زکوٰۃ کے مال کو اس کے مصارف پر خرچ نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ سورۂ حج میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہوئے انہیں ظالم بھی کہا گیا ہے مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ واقعتاً ظالم ہیں چونکہ ظالم درحقیقت وہ شخص کہلاتا ہے جو اصول وضوابط کے مطابق اطاعت سے دست کش رہتا ہے، اس انداز کا شخص یقیناً ہر لمحہ دوزخ کے کنارے پر ہے غالباً اسی معنی کے پیش نظر اکثر آیات کا اختتام اس جملہ پر کیا گیا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ "جب کہ ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں" پس وہ لوگ قیامت کے دن نہ تو مال خرچ کر کے نہ کسی کی دوستی کے حوالہ سے نہ کسی عظیم شخص کی سفارش سے یا پھر کسی بھی قوت اور طاقت کے ساتھ اللہ پاک کے عذاب سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے۔

عطاء بن دینار کا قول: "اللہ پاک کی ذات ہی مدح وستائش کیساتھ ہمیشہ موصوف ہے جس نے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ کے ساتھ اس مفہوم کو تعبیر کیا ہے اگر اللہ پاک وَ الظّٰلِمُوْنَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ فرماتے تو ہر ظالم شخص جو کسی چیز کو اس کے محل سے دور کرتا ہے اس پر کفر کا اطلاق ہوتا تو پھر کوئی گناہگار کفر سے محفوظ نہ رہتا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ البتہ وہ شخص محفوظ رہتا جس کو اللہ پاک محفوظ فرماتے۔ (نظم الدرر ۱ ۲۲،۲۳)

حدیث قدسی: "آدم کے بیٹے! اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔"

(صحیح بخاری کتاب النفقات مع فتح الباری ص ۴۹۷)

البتہ سفارش کرنا اس وقت مفید رہے گا جب اللہ پاک اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴾ (الانبیاء: ۲۸)

"اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن نشین کریں کہ تارک زکوٰۃ کو تغلیظاً کافر کہا گیا ہے عمر بن خطابؓ نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو عرب سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے، انہوں نے اعلان کیا ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے ان کا یہ مکالمہ سن کر ابو بکر صدیقؓ نے اعلان کیا "اللہ کی قسم! اگر وہ زکوٰۃ میں اس رسی کے دینے سے انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے مقاتلہ کروں گا" میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! لوگوں پر شفقت کیجئے اس کے جواب میں ابو بکر صدیقؓ نے مجھے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا "دور جاہلیت میں اتنا سخت اور اسلام میں اتنا نرم! (تعجب ہے) اب وحی کا انقطاع ہو چکا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی میں اسلام میں کمی نمودار ہو۔" (رزین) (مظہری ۱/۳۵۷)

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ: کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ رشید رضا رقم طراز ہیں کہ اس جملہ میں ان مال داروں کو موردِ طعن ٹھہرایا گیا ہے جو سفارش کے ساتھ غیر مستحق لوگوں پر مال خرچ کرتے ہیں، جب کہ مستحق لوگوں سے ہاتھ روک لیتے ہیں اور اپنے مال دار ہونے کے بل بوتے پر ایک مجرم شخص کو سزا دلواتے ہیں، جب کہ مجرموں کو معاف کر دیتے ہیں، مقصود کفار سے وہ لوگ ہیں جو انعام خداوندی کا انکار کرتے ہیں یعنی وہ مال کو اچھے کاموں میں صرف نہیں کرتے ہیں، نیز ظلم کو ان پر حصر کر دیا ہے اس لئے کہ جملہ کے دونوں کنارے معرفہ ہیں ان کی کیفیت پر طعن لگایا گیا ہے، گویا کہ ان کا ظلم بڑا ہے جب کہ بخل کے سبب انہوں نے مال کو اپنی ذات پر خرچ نہ کیا اور بخل کی رزالت کے باعث فقراء اور مسکینوں کو بھی محروم رکھا پس بخل ایسا رذیل وصف ہے کہ کسی امت کی تباہی کا باعث اس سے زیادہ اور کوئی دوسرا وصف نہیں ہے۔" (المنار ج ۳ ص ۱۹)

✪

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ (۲۵۵)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ ہے، جہان کی تدبیر کرنے والا ہے، اس کو اونگھ نہیں آتی اور نہ اس کے لئے نیند ہے، اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے مگر اس کے حکم کے ساتھ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو انکے پیچھے ہے اور لوگ اس کی معلومات سے کوئی چیز حاصل نہیں کرپاتے البتہ جو اللہ چاہتا ہے اس کی بادشاہت نے آسمانوں اور زمین کو گھیرے میں لیا ہوا ہے اور ان دونوں کی نگرانی اس پر گراں نہیں گزرتی وہ بلند مرتبے والا عظمت والا ہے۔

لغوی تحقیق: اللّٰہ کا اصل اِلٰہٌ ہے یہ صفت کا صیغہ ہے اس کے اصلی حروف (ا-ل-ہ) ہیں اس کا معنی عبادت ہے۔ اَلْاِلَاھَۃُ کا معنی آفتاب ہے، اس لئے کہ کچھ لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ "اَلِہَ ، تَاَلَّہَ" اس نے پرستش کی بعض نے اس کو "اَلِہَ" سے مشتق مانا ہے جس کے معنی حیران و ششدر رہ جانے کے ہیں اور اس سے مقصود وہ ماوراء ذات ہے جس کے حریم ناز تک رسائی حاصل کرنے میں عقل و خرد کے فاصلے تحیر کا شکار ہو جائیں اسی مناسبت کے پیش نظر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کَلَّ دُوْنَ صِفَاتِہٖ تَحْبِیْرُ الصِّفَاتِ وَضَلَّ ھُنَاکَ تَصَارِیْفُ اللُّغَاتِ

"اللہ کی صفت کے ضبط تحریر میں لانے میں تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور لغت اور زبان کے تمام انداز اس کے راہ سے بھٹک کر رہ گئے اور اسے پا نہ سکے۔"

بعض کے نزدیک اسکا اصل "لَاہَ یَلُوہ" ہے اس کا معنی نظروں سے اوجھل ہونے کا ہے۔ (لسان القرآن ص ۱۰۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاغت : آیت الکرسی میں علم بیان کی متعدد اقسام پائی جاتی ہیں۔ اوّلاً : نہایت خوبصورتی کے ساتھ اللہ کے ذاتی نام سے آغاز ہے مزید اس کا ظاہراً اور باطناً تکرار اٹھارہ مقامات میں قابل ستائش ہے اور اس میں اطناب بھی ہے اس لئے کہ اللہ کی صفات کو بتکرار لایا گیا ہے لیکن جملے الگ الگ دکھائی دیتے ہیں جبکہ ان کے درمیان رابطہ عطف کا نہیں ہے اور مَابَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ میں صنعت طِباق ہے (صفوۃ التفاسیر القسم الاول ص ۱۵۰)

ذہن نشین فرمائیں کہ صرف ایک آیۃ الکرسی میں ایجاز قابل ستائش ہے جب کہ اس میں عطف کے بغیر اللہ پاک کے اٹھارہ اسماء اور اوصاف موجود ہیں۔ (اعراب القرآن ج ۲ ص ۲۵)

گویا کہ بیان اور مبین میں اتحاد کار فرما ہے اس میں مالک حقیقی کی ان اوصاف کے ساتھ اس انداز میں تصویر کشی کی گئی ہے کہ اللہ پاک ہر وصف میں مستقل بالذات ہے، علم بدیع میں اس کا نام ''فصل'' ہے۔

(اعراب القرآن ج ۲ ص ۶۵)

(اَلْحَيُّ) اللہ پاک کا ایسا وصف ہے جس سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ اللہ کی زندگی کے مثل کسی دوسری چیز کی زندگی نہیں ہے، اس کی زندگی ہمیشہ ہے اور اللہ کی زندگی کو قدرت، ارادہ، علم، سننے، دیکھنے اور کلام لفظی کرنے کے اوصاف مستلزم ہیں۔

(اَلْكُرْسِيُّ) اللہ پاک کے قدم مبارک کی جگہ کا نام ہے جس کی حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

(ایسر التفاسیر ج ۱ ص ۲۰۲)

تناسب : آیۃ الکرسی سے پہلے ایمانداروں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے پاس مال و دولت اور علم کا جو خزانہ ہے میدان حشر قائم ہونے سے پہلے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہیں اس لئے کہ جب قیامت بپا ہو گی تو بادشاہت صرف اللہ کی ہو گی۔ اس روز اللہ پاک استفسار کریں گے '' لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ '' آج کس کی بادشاہت ہے ؟ (غافر : ۱۶) جب کسی جانب سے جواب نہ آئے گا تو اللہ پاک خود ہی اعلان کریں گے '' آج ایک اللہ کی بادشاہت ہے جو سب پر غالب ہے '' اس کے بعد آیت الکرسی میں اللہ پاک کی عظمت، بادشاہت اس کے دیگر اٹھارہ صفات کے ساتھ اللہ پاک کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ پاک کا تعارف : اس روز اللہ پاک حقیقی بادشاہ ہوں گے جو صفات جلالیہ اور کمالیہ کے مظہر ہیں تو میدان محشر میں وہ لوگ افسردہ، غم زدہ ہوں گے جنہوں نے دنیوی زندگی میں اللہ پاک کو بادشاہ حقیقی تسلیم نہیں کیا تھا حالانکہ اللہ پاک کی ذات ایسی بے مثال ذات ہے کہ اس کی ذات کے علاوہ کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے وہ ذات ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گی، وہ ذات پاک حوادثات کے اثرات سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہے اس کی زندگی دائمی ہے اس پر کبھی فنا ہونا نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی ذات کا وصف "قیوم" بھی ہے جس میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذات پاک کے ساتھ ہمیشہ قائم ہے اور اس کی تمام مخلوق کا قیام بھی اس کی ذات کے ساتھ ہے جب تک وہ چاہے گا مخلوقات کا قیام رہے گا نیز اللہ پاک کی ذات اونگھ سے پاک ہے جو نیند کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے، مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات باریک سے باریک اور بڑی سے بڑی مخلوق سے غافل نہیں ہے ہر لمحہ اس کے علم میں ہے، اونگھ کے بعد اللہ پاک کی ذات کو نیند کے نقص سے بھی منزہ قرار دیا گیا ہے خیال رہے کہ نیند کے اثرات دل پر ہوتے ہیں اور دل غافل ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں "میری آنکھوں میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے لیکن میرا دل نیند کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے" اس سے بعد والے جملہ میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ آسمان و زمین میں بادشاہت اللہ وحدہ لاشریک کی ہے، تمام تر تصرفات اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں۔

جب مشرکین اس خیال میں مستغرق تھے کہ جن بتوں کی ہم عبادت کرتے ہیں، اللہ پاک کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں گے تو ان کے اس خیال کا اللہ پاک نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، وہ کہا کرتے تھے: مَانَعْبُدُهُمْ اِلاَّ لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی "ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔" (الزمر: ۳)

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ: آیت مبارکہ میں کفار کے اس ادّعاء کو باطل قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ قیامت کے دن وہ ان کی سفارش نہیں کر سکیں گے البتہ جن لوگوں کو اللہ کی جانب سے سفارش کی اجازت ملے گی وہ سفارش کریں گے۔ قرآن پاک میں وارد ہے:

لاَ يَتَكَلَّمُونَ اِلاَّ مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (النباء: ۳۸) "اللہ کی ذات کے ساتھ صرف وہ لوگ ہم کلام ہو سکیں گے جن کو اللہ رحمان اجازت عطا کرے گا"

خیال رکھیں لفظ "اِذْن" سے مقصود اللہ پاک کا حکم دینا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں وارد ہے کہ "اللہ پاک آپ کو سفارش کرنے کا حکم دیں گے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔" چنانچہ شفاعت کے بارے میں الفاظ وارد ہیں:

"شَفَعَ الْاَنبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُونَ وَلَم يَبْقَ اِلاَّ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" (مسلم شریف ۲ / ۱۱۳، ۱۱۴)

یعنی انبیاء اور رسولوں نے سفارش کی ہے اب صرف اللہ پاک کی ذات باقی ہے جو ہمیشہ زندہ قائم و دائم ہے، چنانچہ اللہ پاک بھی دوزخ سے کچھ لوگوں کو نکالیں گے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ: مقصود یہ ہے کہ آسمان و زمین میں جو مخلوق ہے خواہ وہ فرشتے ہیں یا انبیاء علیہم السلام، بلکہ اللہ کی سبھی مخلوق ہے ان سے پہلے اور ان کے بعد کا علم بھی اللہ کو ہے اور وہ ان سے بے خبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ظاہر ہے جو چیز کسی کی پشت کی جانب ہے اس کا تو احساس نہیں ہو سکتا جب کہ اللہ کا علم تو نہ صرف ان کے علم کو بلکہ ان کے علم سے باہر جو کچھ ہے اس کا بھی اللہ کو علم ہے۔ اللہ کا علم تو ہر چیز پر حاوی ہے اور احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَلاَ يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلاَّ بِمَا شَآءَ: اللہ پاک کی تمام مخلوق اس کی قدرت کے ماتحت مسخر ہے بلکہ مغلوب ہے اور ان کا عجز واضح ہے جس علم کے ساتھ اللہ نے ان کو نوازا ہے اسی حد تک ہے، اور وہ اللہ کے علم کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں بلکہ اس کی قدرت کے ماتحت مسخر ہیں، اللہ کے برابر نہیں ہیں، ان میں عجز، درماندگی، جہل موجود ہے جب کہ اللہ پاک ہر قسم کے عجز اور جہل سے بلند اور پاک ہے اسی لئے اللہ کی مخلوق میں سے کسی میں ہر گز یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات کر سکے اللہ پاک تو بات کرنے کے ارادہ کو اس سے چھین لیتا ہے اللہ کی بادشاہت کا یہ ایسا مقام ہے جس پر ہر گز کسی کو رسائی حاصل نہیں ہے علم سے مقصود معلومات ہیں اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کو جس علم سے نوازا ہے اس کی مثال خضر علیہ السلام کے کلام سے مترشح ہے:

مَا نَقَصَ عِلمِي وَعِلْمُكَ مِن عِلمِ اللّٰهِ إِلا كَمَا نَقَصَ هذَا العُصفُورُ مِن هذَا البَحرِ

"آپ کو اور مجھے جو علم عطا کیا گیا اللہ کے علم کے مقابلہ میں اسکی مثال کی وضاحت کیلئے صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح چڑیا نے اپنی چونچ میں سمندر سے پانی اٹھایا ہے۔" (بخاری، کتاب التفسیر سورۂ کہف ص ۹۹۳)

یہ ہمارے علم کی مثال ہے اور سمندر کا پانی اللہ کے علم کی مثال ہے جب کہ سمندر کا پانی بھی محدود ہے لیکن اللہ پاک کا علم لا محدود ہے۔ (نظم الدرر ج ۴ ص ۳۳)

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضَ: جب اللہ کی ذات کے ہم پلہ کوئی نہیں وہ اس سے بلند ہے کہ اس کے برابر کوئی ہو اس کے ساتھ ساتھ اللہ پاک ہر قسم کے عجز و جہل سے منزہ ہے بلکہ اللہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی زبان متحرک نہیں ہو سکتی، جس کام کا وہ ارادہ نہیں کرتا ہے اس سے اس کے ارادہ کو اللہ پاک چھین لے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے علم، قدرت نے آسمان و زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے جس سے اللہ پاک کی عظمت اس کا کامل علم اور اس کی قدرت اس کی عظمت اور کبریائی کی تصویر کشی جس بے مثال انداز میں کی گئی ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔

خیال رہے لفظ "کرسی" کا مادہ (ک۔ ر۔ س) ہے جس کا معنی قوت، اجتماعیت اور عظمت ہے، لیکن اس کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، نہ اس کے بارے میں استفسار کرنا درست ہے جیسا کہ اللہ پاک کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (الزمر: ٦٧)

"اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر شناسی نہیں کی جس طرح کرنی چاہئے تھی اور تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔"

اس آیت کی تشریح میں لفظ "قبضہ"، "طیّ"، "یمین" ایسے الفاظ ہیں جن کا صحیح تصور ممکن نہیں اس لئے کہ اللہ پاک کی عظمت، شان کے معمولی تخیل سے اوپر ذہن پرواز کرنے سے قاصر ہے، امکانی حد تک انسان کے احساس کو اجاگر کرنے کے لئے یہ ایک تمثیل ہے کہ اس قدر عظمت کے مالک اللہ کی ذات کی انہوں نے کچھ قدر نہ کی۔ (البحر المحیط ٢/ ٢٨، بحواله نظم الدرر ٤/ ٣٧)

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ اس سے پہلے جملہ میں اللہ عزوجل کی محکم تدبیر اور مضبوط صناعی کا ذکر ہوا ہے، اس کا نتیجہ واضح ہے کہ جو ذات اتنی عظیم قدرت کے ساتھ موصوف ہے کہ کسی بھی بڑی سے بڑی مخلوق کی حفاظت اس پر دشوار نہیں ہے یعنی اللہ پاک جو عظیم قدرت اور طاقت کے ساتھ موصوف ہے اس کی عظیم قدرت کو کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکتا، وہ اپنے وصف قیومیت کے لحاظ سے اس قدر بلند ہے کہ جس آسمان و زمین کا وہ خالق ہے ان کی حفاظت اس پر آسان ہے، ظاہر ہے اگر خالق مطلق پر ان کی حفاظت دشوار ہو تو زمین و آسمان کا اتنا محکم نظام لمحہ بھر میں ریزہ ریزہ ہو جائے اور ایک دوسری قوت جو اس کے خلاف ہو اس کے نظام میں خرابی رونما کر کے بگاڑ پیدا کرے لیکن ہمارا مشاہدہ ہے جب سے زمین آسمان کا وجود ہے اس میں ہرگز فساد اور خلل دیکھنے میں نہیں آیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الانبیاء: ٢٢) "اگر آسمان و زمین میں اللہ کے علاوہ اور الٰہ ہوتے تو آسمان و زمین میں بگاڑ رونما ہوتا۔"

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ: مذکورہ تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ اللہ پاک کی ذات اقدس اس قدر بلند ہے کہ اس سے زیادہ کسی کو بلندی حاصل نہیں، یعنی اس کو کوئی قوت مغلوب نہیں کرسکتی اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات عظمت کے ساتھ موصوف ہے۔ اللہ پاک کے تمام اسماء حسنیٰ کو ایسا علو اور عظمت حاصل ہے کہ جن کے ادراک سے بھی انسان قاصر ہیں۔

فضائل آیت الکرسی: میں کچھ احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں: "ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے استفسار فرمایا قرآن پاک میں کون سی آیت زیادہ عظمت والی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے، راوی نے بیان کیا اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کے سبب میں نے اپنے سینہ کے دونوں کناروں میں ٹھنڈک محسوس کی اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا، اے ابو المنذر! تجھے تیرے علم پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" (ابن کثیر ١/ ٤٥٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت الکرسی کے فضائل کے بارے میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "نبی علیہ السلام نے ان سے استفسار فرمایا قرآن پاک میں کون سی آیت زیادہ عظمت کا استحقاق رکھتی ہے؟ ابی بن کعبؓ نے فرطِ ادب سے عرض کیا، اللہ کے رسول خوب جانتے ہیں، چنانچہ یہی گفتگو ان کے درمیان بار بار ہوتی رہی، آخری بار ابی ابن کعبؓ نے عرض کیا، آیت الکرسی کو قرآن پاک کی تمام آیات پر عظمت حاصل ہے، یہ جواب سن کر رسول اکرم علیہ السلام نے مسرت کے عالم میں ان کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے کہ آپ کو یہ علم مبارک ہو یعنی اس کے لئے علم کی برکت کی دعا فرمائی ،اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بلا شبہ قیامت کے روز آیت الکرسی کو ایک زبان دو ہونٹ عطا ہوں گے وہ عرش کے پائے میں ادب و وقار کے ساتھ بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تنزیہ کے کلمات کا ورد کرے گی۔ (مسلم، بحوالہ ابن کثیر ج ا ص ۴۵۶)

نیز ایک طویل حدیث میں جو ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس میں انہوں نے اپنے بارے میں تذکرہ کیا ہے کہ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے مجھے فطرانہ کے ڈھیر کی حفاظت پر مقرر فرمایا چنانچہ ایک شخص آیا اس نے فطرانہ سے کچھ حصہ اپنے کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اکرم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا اس نے جواب میں معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے عرض کیا، میں ضرورت مند ہوں اس لئے کہ مجھ پر اہل و عیال کا بہت بوجھ ہے اسکے اس جواب پر میں نے اسے رہا کر دیا، ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں صبح ہونے پر میں نے یہ واقعہ رسول اکرم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا اس نے تیرے سامنے غلط باتیں کہیں اور اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا، اگلی رات وہ پھر آیا اس نے حسب سابق ڈھیر سے اپنے کپڑے میں کچھ ڈالنے کی کوشش کی تو میں نے اس کو گرفتار کر لیا لیکن تیسری بار جب آیا اور یہی معاملہ پیش آیا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دیں، میں آپ کو ایسے کلمات بتاتا ہوں جن کے پڑھنے سے اللہ پاک کی جانب سے آپ کو فائدہ حاصل ہوگا، میں نے دریافت کیا، بتاوہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے بتایا کہ جب تو رات کے وقت بستر پر استراحت کے لئے لیٹ جائے تو تجھے آیت الکرسی کی تلاوت کرنی چاہئے اس کے سبب اللہ کی جانب سے تیرے مال پر ایک نگران متعین کر دیا جائے گا اور صبح تک شیطان کی وہاں رسائی نہیں ہو سکے گی، اس پر میں نے اس کو چھوڑ دیا صبح ہونے پر میں نے یہ سارا معاملہ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام کے روبرو پیش کر دیا، آپ نے فرمایا بلا شبہ وہ جھوٹا ہے لیکن اس نے آپ کو جو بات بتائی ہے وہ درست ہے، ابو ہریرہؓ! تین راتوں سے تیرے ساتھ جو واقعہ پیش آتا رہا ہے تجھے معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا وہ ابلیس شیطان ہے۔" (ابن کثیر ج ا ص ۴۵۸، بخاری، باب فضل سورۃ البقرہ ص ۱۰۹ طبع دار السلام الریاض)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمہ : دین اسلام کے لئے مجبور کرنا نہیں ہے بلا شبہ ہدایت گمراہی سے نکھر چکی ہے پس جو شخص بتوں کا منکر ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس نے مضبوط کڑے کے ساتھ پنجہ لگایا جس کے لئے ٹوٹنا نہیں ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلطَّاغُوْتُ" ہر وہ شخص ہے جو حدود شکن ہو اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے اور یہ واحد جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کرنے کی بناء پر ساحر، کاہن، سرکش اور ہر وہ چیز جو طریقہ حق سے پھیرنے والی ہو اسے طاغوت کہا جاتا ہے۔ (مفردات امام راغب ۲/۵۶۱)

اَلْعُرْوَةُ : ہر وہ چیز جسے پکڑ کر کوئی شخص لٹک سکتا ہے۔(مفردات ۲/۶۱۵)

تشریح : آیت الکرسی میں اللہ وحدہ لاشریک کا تعارف اٹھارہ اوصاف کے ساتھ ذکر ہوا ہے، اس تعارف کے بعد اللہ پاک کی عظمت و سطوت اور اس کا جلال لمحہ بھر بھی اس شخص کے ذہن سے محو نہیں ہوتا جو اس وضاحت پر تدبر اور تفکر کرتا ہے وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ صرف اسی دین کو اختیار کیا جائے جو دین اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہے ظاہر ہے کہ وہ دین جو اللہ کو پسند ہے وہ دین اسلام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ "بلا شبہ دین تو اللہ کے ہاں اسلام ہے۔"

اس تمہید کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ جب دین اسلام ہی اللہ کے ہاں محبوب ہے تو پھر اس دین کو اختیار کرنا ضروری ہے، خوشی ہر شخص کو اسی دین کے مطابق رواں دواں رہنا چاہئے، ہرگز کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا "دین اسلام میں لانے کے لئے ہرگز کسی کو مجبور نہ کیا جائے جب کہ دین اسلام کی حقانیت اظہر من الشمس ہے" اس کے بعد اللہ پاک نے جبر و اکراہ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا "کہ اس کی ضرورت تو تب پیش آتی ہے جب اس چیز کی حقیقت عقل و خرد سے اوجھل ہو یہاں تو دین اسلام کے بارے میں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دین اسلام رشد و ہدایت کا مجموعہ ہے جبکہ کفر مکمل طور پر شر کا مجموعہ ہے۔" اس پر واضح روشن دلائل موجود ہیں ہر عقل مند انسان یقین کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باور کرتا ہے کہ اسلام تو مجموعہ خیر ہے اور اسلام کے سوا باقی تمام ادیان شر کا مجموعہ ہیں۔
مقصود یہ ہے کہ اسلام کی صداقت کے دلائل کی روشنی میں اسلام میں کسی کو داخل کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے اس لئے کہ مجبور کرنا مکلف ہونے کے منافی ہے۔ (نظم الدرر ۴ / ۴۰)
آیت الکرسی میں اللہ پاک کے اوصاف جلال و کمال کے ذکر کرنے کے بعد اللہ پاک خبر دیتے ہیں کہ دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی شخص کو مجبور نہ کیا جائے۔ دراصل اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جب بعض انصاریوں نے اپنی اولاد کو اسلام لانے پر مجبور کرنا چاہا، اس لئے کہ وہ یہودی یا عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ چونکہ یہودی یا عیسائی اور جو لوگ ان کے انداز پر تھے ان سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور وہ اپنے دین پر رہتے تھے، انہیں اختیار تھا کہ وہ اس دین پر برقرار رہیں یا اسے ترک کر دیں لیکن انہیں مجبور نہیں کیا جاتا تھا البتہ بت پرست اور مشرک لوگوں سے جنگ جاری رہی یہاں تک کہ وہ بخوشی دین اسلام میں داخل ہو گئے، انہوں نے خود کو کفر، ضلالت اور شقاوت سے محفوظ کر لیا۔
بعد ازاں اللہ پاک اطلاع دے رہے ہیں کہ قرآن پاک کے نازل ہونے کے باعث اور رسول اکرم ﷺ کے مقام رسالت پر مشرف ہونے اور اس کے رفقاء کی مدد کے باعث ہدایت اور گمراہی میں امتیاز قائم ہو چکا ہے اور حق و باطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچا جا چکا ہے اس لحاظ سے اب جو شخص طاغوت یعنی شیطان کے ساتھ کفر کرے گا جس نے ان کے سامنے بتوں کی عبادت کو خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے اور اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے گا اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے گا تو اس نے دین اسلام کے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا ہے لیکن جس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کرنے پر اصرار کیا اور شیطان کے ساتھ وابستہ رہنے پر بضد رہا تو اس نے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور دھاگے کے ساتھ خود کو معلق کر دیا پس اللہ پاک اپنے بندوں کی باتوں کو سن رہا ہے ان کی نیات اور ان کے پوشیدہ کاموں کا اس کو علم ہے وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ (ایسر التفاسیر ۱ / ۲۰۴)

کیا اسلام لانے پر جبر کیا جائے؟

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ کا حکم منسوخ ہے یا اسلام میں لانے کے لئے جبر اختیار کیا جائے؟ اہل علم کا اختلاف ہے صحیح مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت یہ ہے ارشاد باری ہے:

﴿سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَہُمۡ اَوۡ یُسۡلِمُوۡنَ﴾ (الفتح: ۱۶)

”مستقبل میں تمہیں ایسے لوگوں سے مقابلہ میں جہاد کرنے کی دعوت دی جائے گی جو طاقتور ہوں گے تو تم نے ان سے اس وقت تک جہاد کرنا ہے جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ مَا وٰهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ (تحریم: ۹)

"اے پیغمبر! آپ کافروں اور منافقوں کیساتھ جہاد کریں اور ان پر سختی کریں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔"

نیز صحیح حدیث میں ہے اللہ پاک نے فرمایا "آپ کا پروردگار تعجب کرتا ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہیں جنت کی جانب بیڑیاں ڈال کر لے جایا جارہا ہوگا" مقصود وہ لوگ ہیں جو کسی جنگ میں قیدی ہوئے اور وہ قیدی ہونے کی کیفیت میں اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے پھر انہوں نے اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی زندگی کو بہتر بنایا اور انہیں جنت کا استحقاق حاصل ہوا۔ (ابن کثیر ۱/ ۴۶۵، بخاری، کتاب الجہاد ۲/ ۵۰۹، صحیح ابوداؤد البانی)

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۬ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی جانب نکالتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے کارساز شیطان ہیں وہ ان کو روشنی سے اندھیروں کی جانب لے جاتے ہیں یہ لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فائدہ: ظُلُمٰتٌ کو جمع ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ اس تک لے جانے کے ذرائع یعنی کفر و شرک اور ان کی اقسام متعدد ہیں جبکہ "اَلنُّور" کو واحد ذکر کیا ہے اس لئے کہ راہ حق یعنی صراط مستقیم ایک اکائی ہے (اعراب القرآن ۳/ ۲)

بلاغت: علامہ صابونی کا قول ہے کہ ظلمت اور النور میں اِسْتِعَارَہ تَصْرِیْحِیَّہ ہے اسلئے کہ کفر کو اندھیروں کے ساتھ اور ایمان کو نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں کہ اس انداز کی تشبیہ نہایت عمدہ کہلاتی ہے اس لئے کہ کفر اندھیرے کی مانند ہے کہ کافر مخبوط الحواس کیفیت میں رواں دواں رہنے کی زحمت اٹھاتا ہے جب کہ اس راہ پر رواں دواں رہنے والا گمراہی کے عمیق گڑھے میں گر جاتا ہے اور ایمان ایسی روشنی ہے کہ معاشرہ میں ظالم ترین انسان بھی اس کی روشنی سے مستفید ہو کر ظلم و عصیان سے تائب ہو جاتے ہیں اور حیران و ششدر لوگ صراط مستقیم کی جانب چلنے لگتے ہیں جبکہ ایمان کا نتیجہ روشنی ہے ایمان دار شخص انعامات الٰہیہ سے شادکام رہتا ہے لیکن کفر کا انجام خوفناک اندھیرا ہوتا ہے جس کے سبب انسان عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر، القسم الاول ص ۱۵۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح : اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا : ارشادالٰہی اس حقیقت کی جانب راہ نمائی کرتا ہے کہ ایمان وغیرہ سب کچھ اللہ پاک کی توفیق کے ساتھ ہے اللہ پاک جس شخص کے بارے میں چاہتے ہیں کہ اس کو اندھیروں سے دور کریں، جب کہ ان کا اندھیروں سے دور ہونا اللہ پاک کی جانب سے اجبار نہیں ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں انسان صراط مستقیم پر رواں دواں رہتا ہے گویا کہ یہ آیت پہلی آیت کے حکم کی دلیل ہے اور دین اسلام میں ہرگز جبر نہیں ہے اور اس حقیقت سے خبردار کرنا ہے کہ جن والدین نے اپنی اولاد کو یہودیت کا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا اور اسلام میں داخل ہونے پر جبر کیا تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ انسانوں کی عقل اور ان کے دلوں پر اللہ پاک کا استیلاء ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ انسانوں کے دل اللہ پاک کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان کو تبدیل کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ مع تحقیق الالبانی ۱/ ۳۳، المنار ۳/ ۴۰)

اللہ پاک عظمت والا ہے اور اس کے ننانوے اسماء حسنیٰ ہیں اس بناء پر اللہ پاک ان لوگوں کے مصالح میں ان کی اعانت فرماتے ہیں جو ایمان کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اللہ پاک نے ان کے بارے میں خوشخبری عطا کی ہے کہ اللہ انہیں گمراہی کے عمیق گڑھے میں سے نکالتا ہے اور راہ ہدایت پر گامزن کرتا ہے ارشاد ربانی ہے : ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ (الانعام : ۱۵۳)

"اور یقیناً میرا راستہ سیدھا ہے تم اس راستہ پر چلو دیگر راستوں پر نہ چلو اس لئے کہ وہ تمہیں اللہ کے راہ سے دور کریں گے۔"

نور سے کیا مقصود ہے ؟

نیز النور سے مقصود فطرت سلیمہ، عقل شرعی اور قلب سلیم ہے اس لئے کہ دل ایسے کام پر خوش ہوتا ہے جو شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے اور شریعتِ مطہرہ کے خلاف کاموں پر پیچتا ہے اور انہیں مکروہ جانتا ہے۔ ذہن نشین فرمائیں کہ عقل شرعی اور فطرت اسلامیہ دونوں ایک اکائی ہیں جبکہ "ظلمت" کا واحد "ظلمة" ہے اس کا اطلاق ان مرئیات پر ہوتا ہے جن پر اندھیرا چھا جاتا ہے جب رات سایہ افگن ہوتی ہے اور اس کا اطلاق ان معانی پر بھی ہوتا ہے جو عقل شرعی سے حجاب میں ہیں لیکن ظلمت کے اسباب متعدد ہیں اور ان میں زبردست اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا : مخلص ایمان داروں کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو شہوت کے غلام ہیں مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق وصداقت کو چھپایا اور ان کی زندگی حق وصداقت کی نعمتِ عظیمہ سے محروم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی ان کے دوست شیطان ہیں جو ان کی شہوت نفسانی میں اشتعال پیدا کرتے ہیں اور انہیں، ایسے کاموں کے سرانجام دینے پر اکساتے رہتے ہیں جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں اس طرح ان کے دل فطرت کی روشنی سے محروم اور گناہوں کی کثرت کے سبب زنگ آلود ہو جاتے ہیں بلکہ وہ اندھیروں کے پردے میں ہو جاتے ہیں کہ ان تک کلمہ حق پہنچتا ہی نہیں ہے۔

أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: جب شہوت نفسانی کا ان پر تغلب ہے اس کا باعث ان کا چھچھورا پن اور عدم تدبر ہے جس کا اصل سرچشمہ آگ ہے جو شیطان کا ایک حصہ ہے تو واضح ہے کہ ان کے خمیر میں شیطنت کار فرما ہے اس سبب سے انہیں دوزخی قرار دیا ہے جس میں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ اس لئے کہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ وہ لوگ رہیں گے جو زندگی بھر اندھیروں کے سائے میں رہے جن کے دل سدا ہی رُشد و ہدایت کے پرتو سے محروم رہے اسطرح وہ اللہ کے قرب سے محروم رہے جس کے سبب ان پر ہمیشہ ہمیشہ اللہ کا غیظ وغضب مسلط رہے گا اور وہ کبھی اس سے خلاصی نہیں پا سکیں گے حقیقت یہ ہے کہ آخرت میں ہر شخص کے ساتھ اس کی دنیوی زندگی جیسا سلوک ہوگا۔ (نظم الدرر ۴/ ۴۷، المنار ۳/ ۴۱)

اللہ پاک ایمان داروں کا دوست ہے جب وہ نفس امارہ اور شیطان کی چالبازیوں کی وجہ سے صراط مستقیم سے دور ہو جاتے ہیں تو اللہ پاک ان کا ہاتھ پکڑتا ہے انہیں بدعات اور خلاف شریعت کاموں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرماتا ہے۔ جب کہ کفار جن کا دوست شیطان ہے وہ ان کو نور سے یعنی فطرت سلیمہ سے دور کرتے ہوئے انہیں گمراہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے حدیث پاک میں ہے "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی وغیرہ بنا ڈالتے ہیں۔ (تفسیر مظہری ۱/ ۳۶۴، بخاری، کتاب الجنائز ص ۲۷۲ طبع دار السلام، ریاض)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُۙ قَالَ اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَۚ ﴿۲۵۸﴾

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا اس لئے کہ اللہ نے اس کو (یعنی نمرود کو) بادشاہت دی جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس کافر نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم نے کہا اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اس کو مغرب کی جانب سے لا، پس کافر مغلوب ہو گیا اور اللہ ظالموں کے گروہ کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔

تناسب: چونکہ اس سے پچھلی آیت میں اللہ کے دوستوں اور اس کے دشمنوں کا تذکرہ ہے اب اس آیت میں بطور مثال کے اللہ کے ایک دوست ابراہیم علیہ السلام اور اللہ کے باغی دشمن نمرود کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اگرچہ واقعہ میں ابراہیم علیہ السلام کا نام تو صراحتاً مذکور ہے لیکن دشمن کا نام ذکر نہیں ہے، البتہ کتب تفسیر میں ہے کہ وہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے پروردگار کے بارے میں مناظرہ کیا اس کا نام نمرود ہے اس کی بشاعت اور حماقت کے سبب اس کا نام ذکر کرنے سے احتراز کیا ہے۔

مجاہد کا قول

مجاہد مشہور تابعی اور مفسر ہیں، بیان کرتے ہیں کہ روئے زمین مشرق و مغرب کی سلطنت پر چار افراد متمکن ہوئے ان میں سے دو مسلمان سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں جب کہ دو کافر بادشاہ نمرود اور بخت نصر ہیں چنانچہ نمرود نے بر ملا اپنی خدائی کا دعویٰ کیا اور اپنے رفیق فرعون ملعون کے نقش قدم پر گامزن ہوتے ہوئے فخریہ انداز میں اپنی خدائی کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے پروردگار کے وجود پر دلیل کا مطالبہ کیا جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ میرا رب وہ ذات ہے جو چیزوں کو وجود بخشتا ہے پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں موت سے ہمکنار کرتا ہے جواب میں نمرود نے کہا میں بھی کسی زندہ شخص کو مارنے اور کسی مجرم کو جسے موت کی سزا دی جا چکی ہے اس کی سزا کو ختم کر کے اس کو زندگی سے ہمکنار کر سکتا ہوں جبکہ ابراہیم علیہ السلام کا مقصود یہ نہ تھا، ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حماقت کو محسوس کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ میرا رب تو سورج کو مشرق کی سمت سے مغرب کی سمت لے جاتا ہے اگر تجھ میں الوہیت کار فرما ہے کہ تو بھی زندہ کرنے اور مارنے پر قادر ہے تو سورج جو روزانہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب کی سمت میں غروب ہوتا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال، اس پر نمرود حیران ہو گیا اس سے کوئی جواب نہ بن آیا وہ گونگا ہو گیا اس کی زبان پر تالا لگ گیا۔

(ابن کثیر ۱/ ۴۶۸)

انبیاء علیہم السلام مناظرہ سے کنارہ کش رہتے تھے

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام حق و صداقت کی جانب دعوت دیتے ہیں، مناظرہ سے کنارہ کش رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلی دلیل سے صرفِ نظر کر کے دوسری دلیل پیش کی جس کے جواب سے وہ عاجز رہا اور حیرانی کے عالم میں اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ نتیجتاً ابراہیم علیہ السلام کو غلبہ عطا ہوا اور نمرود نہایت بے بس اور بے چارگی کے عالم میں خاموش رہا اس کی زبان بند ہو گئی اور وہ حیرانی کے عالم میں خاموش ہو گیا۔

ایک سوال : ذہن میں گردش کرتا رہتا ہے کہ نمرود نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں رب ہوں، میں تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہوں اگر تو سچا ہے تو تیرا رب سورج کو مغرب سے نکال کر دکھائے، لیکن نمرود کی عقل پر پردہ چھا گیا وہ یہ سوال نہ اٹھا سکا اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ”کہ نمرود کافر حیرت و استعجاب میں ڈوب کر رہ گیا اور اس کی سوچ جواب دے گئی۔“

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ : آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کا ایک بستی سے گزر ہوا اور اس کی چھتیں گری ہوئی تھیں اس نے کہا اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا، تو اللہ نے اس کو سو سال مارے رکھا اس کے بعد اسے اٹھایا اللہ نے کہا تو کتنا عرصہ ٹھہرا رہا اس نے کہا "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا رہا" اللہ نے کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا رہا پس آپ اپنے کھانے اور پینے کو دیکھیں کہ اس میں تبدیلی نہیں ہے اور اپنے گدھے کی طرف دیکھیں اور ہم تجھے لوگوں کے لئے علامت بنانا چاہتے ہیں اور آپ ہڈیوں کی جانب دیکھیں کہ کس طرح ہم ان میں حرکت پیدا کرتے ہیں پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں جب اس کے سامنے (یہ حالت) واضح ہو گئی اس نے کہا میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلْقَرْیَةُ" اس کا مادہ ق - ر - ی ہے، جس کا معنی جمع کرنا ہوتا ہے، چنانچہ جہاں کیڑے مکوڑے مٹی کو جمع کرتے ہیں اس مقام کو "قَرْیَةُ النَّمْلِ" کہا جاتا ہے، اس مناسبت سے شہر اور بستی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جماعت پر بھی "قریہ" کا اطلاق ہوتا ہے۔ "اَلْخَاوِیَةُ" کہا جاتا ہے، خَوِیَ الْمَنْزِلُ گھر خالی ہے، اس کا معنی یوں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی وہ گھر جس کی چھتیں اور دیواریں گری پڑی ہوں، عربی زبان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے خَوَى النَّجْمُ جب کہ ستارہ ڈوب جاتا ہے۔

"اَلْعُرُوْشُ" کا واحد عرش ہے، مکان کی چھت کو کہا جاتا ہے۔ "يَتَسَنَّه" سالہا سال گزرنے کے سبب کھانے اور پانی کا ذائقہ بدل جانا مراد ہے، اصل مادہ "سَنَةٌ" ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے "تَسَنَّهَتِ النَّخْلَةُ" وہ کھجور جس پر کئی سال گزر چکے ہوں، اور کہا جاتا ہے "تَسَنَّهَ الطَّعَامُ" جب کہ کھانا لمبا عرصہ پڑے رہنے سے خراب ہو جائے۔ "نُنْشِزُهَا" یہ کلمہ ز کے ساتھ ہے، اس کا معنی ہے کہ ہم اسے اٹھاتے ہیں، جبکہ یہ کلمہ راء کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے جس کا معنی تقویت دینا ہے، چنانچہ ابو داؤد میں ہے " لَا رِضَاعَ اِلَّا مَا اَنْشَزَ الْعَظْمَ وَاَنْبَتَ اللَّحْمَ " یعنی رضاعت تب ثابت ہوگی جب کہ رضاعت سے بچے کی ہڈیوں کو تقویت پہنچے اور اس کے گوشت میں اضافہ ہو۔

تشریح: سوال پیدا ہوتا ہے کہ بستی پر گزرنے والا انسان کون تھا؟ صحیح قول یہ ہے کہ گزرنے والا شخص صدیقین یا انبیاء علیہم السلام کے گروہ سے متعلق تھا اس لئے کہ یہ شخص اللہ پاک کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی قدرت کا اعتراف کر رہا ہے جب کہ کافر انسان کا اللہ کی نشانیوں کا اقرار کرنا تو کجا وہ ان کا انکار ہی کرتا ہے، دراصل اس آیت میں ایمان داروں کو جس ہدایت سے بہرہ وافر عطا ہوا ہے ان کی تمثیل پیش کی جارہی ہے کہ اللہ پاک نے انہیں ہدایت سے نوازا ہے تو گویا انہیں ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی جانب لا کھڑا کیا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کافر کے مقابلہ میں ذکر ہوا ہے، دراصل اس واقعہ میں مقصود انکار نہیں ہے بلکہ تعجب ہے لیکن اللہ پاک نے بستی پر گزرنے والے انسان کو بھی مبہم رکھا ہے اور اس بستی کا تعین بھی نہیں کیا ہے۔ پس ہمیں بھی ان کے بارے میں بحث نہیں کرنی چاہئے۔

اسرائیلی روایات یا رجماً بالغیب کے ساتھ کسی شخص کا تعین مناسب نہیں ہے، دراصل بستی کی چھتیں گری ہوئی تھیں اور اس میں مکین بھی موجود نہ تھے، تو وہاں سے گزرنے والے انسان نے بطور تعجب کے کہا کہ یہ بستی اجڑنے کے بعد کیسے دوبارہ آباد ہو سکتی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال موت سے ہمکنار کئے رکھا یعنی سو سال تک اس کا جسم حس و حرکت اور ادراک سے محروم رہا جب کہ روح اس کے بدن سے الگ نہیں ہوئی، جیسا کہ اصحاب کہف کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ بھی کئی سال تک حس و حرکت سے محروم رہے، کہا جاتا ہے کہ کسی جسم سے سننے کا ادراک سب سے آخر میں مفقود ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ پاک کے اس ارشاد میں اس کو سمجھنا آسان ہے، ارشاد باری ہے: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى (الزمر:۴۲)

"اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کرتے ہیں ان کی موت کے وقت اور وہ روح جو اس کے سونے کے عالم میں قبض نہیں ہوتی تو اللہ اس روح کو روک لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ کر دیا ہے اور دوسری روح کو وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔"

بعث سے کیا مقصود ہے؟

بعث سے مقصود روح کو چھوڑنا ہے گویا کہ وفات کا معنی اس کو قبض کرنا ہے یعنی اس کو روکنا ہے اور بعث کا معنی اسے چھوڑ دینا ہے۔ چنانچہ موجودہ سائنسی دور میں جو لوگ لمبا عرصہ تک زندہ رہتے ہیں یعنی جنہیں فریز کر دیا جاتا ہے اور کچھ مدت کے بعد پھر انہیں دوبارہ اٹھالیا جاتا ہے اور ان میں احساس و شعور پھر سے اجاگر ہو جاتا ہے، چنانچہ بعض رسائل میں یہ خبر مطالعہ سے گزری ہے کہ ایک عورت پانچ ہزار پانچ سو سال نیند کے عالم میں رہی اس عرصہ میں ایک لحظہ بھی بیدار نہ ہوئی، نیز بعض اخبارات میں یہ خبر دیکھنے میں آئی کہ ایک نوجوان ایک ماہ نیند میں رہا بعد ازاں وہ بیدار ہوا، ان واقعات سے بہر حال یہ بات تو واضح ہو رہی ہے کہ انسان سالہا سال تک عالم خواب میں زندہ رہتا ہے، جیسا کہ یہاں وہ انسان سو سال تک نیند میں رہا اسے محال قرار دینا درست نہیں بلکہ یہ ممکنات سے ہے۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ : اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سو سال گزرنے کے باوجود نہ ان کے جسم میں شکست و ریخت ہوئی اور نہ اس کے مشروب اور خوراک میں کسی قسم کا بگاڑ رونما ہوا یعنی وہ محفوظ رہا بلکہ اس میں مضر اثرات کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ اس واقعہ سے اللہ پاک کی قدرت آشکارا ہوتی ہے وگرنہ کھانا اور پینا تو سال بھر کجا ایک دو روز گزرنے پر ان میں نقصان دہ اجزاء موجود ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس واقعہ میں چونکہ وہ انسان جو اتنا لمبا عرصہ نیند میں رہا اس کی سواری بھی یعنی اس کا گدھا، اپنی اصل کیفیت میں نہیں رہتا ہے بلکہ وہ مر جاتا ہے اور اس کا گوشت پوست متفرق ہو جاتا ہے، اس کے مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً وہ گدھا طویل عرصہ تک اس کے مرنے کے بعد جب اس کی لاش زمین پر پڑی رہی تو اس کے اعضاء میں شکست و ریخت ہوئی ہے اور اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتی ہیں اگر اس پر سو سال کا عرصہ نہ گزرتا تو اس کی کیفیت یہ نہ ہوتی۔

تو گزرنے والے انسان کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ اس گدھے کو جس کی لاش گل سڑ چکی ہے اور اس کے اجزاء بکھرے ہوئے ہیں اور اس کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں، ہم تیرے سامنے اسے دوبارہ زندگی عطا کرتے ہیں اور ہم تیرے وجود کو لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بناتے ہیں، ہماری قدرتِ کاملہ کا یہ عظیم نشان ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے تجھے فوت کیا اور تیرے گدھے کے جسم کے اجزاء کو توڑ پھوڑ دیا اور اب ہم ان کو دوبارہ جوڑ رہے ہیں اور تیرے سامنے وہ گدھا بھی زندہ ہو رہا ہے، ہم اس کی ہڈیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا رہے ہیں۔

اللہ پاک کی قدرت پر زبردست دلیل

دراصل یہ تمام مناظر اللہ پاک کی قدرت کاملہ پر زبردست دلیل ہیں کہ جس اللہ نے گدھے کو دوبارہ زندہ کر لیا ہے اور اسے گوشت پوست اور ہڈیاں عطا کی ہیں اسی طرح اللہ قیامت کے دن انسانوں کو اٹھانے پر قدرت رکھتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ كَمَا بَدَءَكُم تَعُودُونَ ﴾ (الاعراف: ۲۹)

"جس طرح اس نے تمہیں آغاز میں پیدا کیا اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ﴾ (الانبیاء: ۱۰۴)

"جس طرح ہم نے تمہیں آغاز میں پیدا کیا، اسی طرح تمہیں دوبارہ لوٹائیں گے۔"

اور گدھے کی ہڈیاں موجود تھیں ان کے ساتھ انشاء کا تعلق جدید نہیں بلکہ گدھا بھی بذاتہٖ موجود تھا اس لئے اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿ أُنظُرْ إِلَى حِمَارِكَ ﴾ "آپ اپنے گدھے کی جانب دیکھیں" جب ہڈیوں کو گوشت پہنایا گیا تو یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ خاص سے عام آیت کی طرف انتقال ہے جس سے اکثر لوگ آشنا نہیں ہوتے، بعد ازاں فرمایا "کہ یہ ہڈیاں شروع خلقت میں زندگی کے لباس سے خالی ہوتی ہیں بلکہ وہ ہڈیاں زندگی کے مادہ سے خالی ہوتی ہیں تو جس اللہ قادر مطلق نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا ہے وہ ان ہڈیوں کو زندگی بھی عطا کر سکتا ہے اور انہیں زندہ جسم کی بنیاد بنا سکتا ہے، وہ اللہ اجڑی ہوئی بستیوں اور آبادیوں کو دوبارہ آباد کر سکتا ہے اور انہیں زرخیزی سے نواز سکتا ہے جیسا کہ وہ اللہ جو سو سال کے مرے ہوؤں کو زندہ کرنے پر قادر ہے وہ ہزاروں سال قبل فوت شدہ لوگوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: جب اس بستی پر گزرنے والے شخص کے سامنے مشاہدہ کرنے کے بعد تمام چیزیں واضح ہو گئیں اور ہر گز اس کے دل میں شک و شبہ باقی نہ رہا تو وہ پکار اُٹھا کہ ان آفاقی اور ان نشانیوں کے سبب جو میرے نفس میں موجود ہیں ان کا ملاحظہ کرنے کے بعد اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے، یہ شخص پیغمبر یا صدیق انسان تھا؟ چونکہ وحی الٰہی میں اس کا تعین موجود نہیں ہے اس لئے ہم اس کا تعین کرنے سے قاصر ہیں، دراصل یہ واقعہ اور اس طرح دوسرے واقعات اللہ پاک کی جانب سے الہام ہیں جیسا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی جانب وحی کی تھی (یعنی الہام کیا تھا)۔

(المنار ۳/ ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ۖ
قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ
إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ
وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا، اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے، اللہ نے کہا تجھے یقین نہیں ہے، اس نے کہا ہاں! (میں تسلیم کرتا ہوں) لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، اللہ نے حکم دیا کہ آپ چار پرندوں کو پکڑ لیں پھر ان کو اپنے قریب کریں پھر ہر پہاڑ پر ان سے ایک حصہ رکھیں پھر ان کو بلائیں وہ تیرے پاس دوڑے ہوئے آئیں گے، اور جان لو اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لغوی تحقیق: "فَصُرْھُنَّ" یعنی پرندوں کو مائل کیجئے، اس لفظ کو صاد کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے معنی ایک ہی ہے، مزید اس کا معنی کاٹنے اور جدا کرنے کا آتا ہے، البتہ اگر صاد پر پیش ہو تو اس کا معنی جمع کرنا اور ملانا ہے۔ (المنار ۳/ ۵۴)

تناسب: اللہ پاک ایمان داروں کا دوست ہے اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی جانب پہنچاتا ہے، اس اصول کو ثابت کرنے کے لئے اس سے پہلے دو مثالیں بیان ہو چکی ہیں، پہلی مثال میں اس شخص کے جھگڑا کرنے کا ذکر ہے جس کو اللہ پاک نے بادشاہت عطا کی تھی تو اس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس مثال میں اللہ کے وجود اور اس کی ربوبیّت کو ثابت کیا گیا ہے جب کہ دوسری اور تیسری مثال میں مرنے کے بعد انسانوں کے اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔

تشریح: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی الوہیت کے منکرین اتنی کثیر تعداد میں نہیں ہیں جتنی کثیر تعداد میں فوت ہونے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس مثال میں ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار سے سوال کر رہے ہیں اور سوال کرتے وقت کلمہ "رَبِّ" کے ساتھ آغاز کرتے ہیں مقصود یہ ہے کہ اے اللہ! تو تمام عالم کا پروردگار ہے، میں بھی اسی عالم کا ایک فرد ہوں، اپنے پروردگار ہونے کے لحاظ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بندے کی طرف توجہ فرمائیں اور مجھے اس بات سے آگاہ فرمائیں کہ مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کا معائنہ مجھے ان آنکھوں کے ساتھ دکھایئے! ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال پر اللہ پاک نے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت کیا اگرچہ اللہ پاک ابراہیم علیہ السلام سے کہیں زیادہ علم رکھتے ہیں کیا تجھے اس پر ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فوراً اثبات میں جواب دیا کہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے البتہ مجھے اس منظر کے ملاحظہ کرنے کا اشتیاق مجبور کر رہا ہے کہ میں اس کیفیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں، اور میرا دل مشاہدہ کرنے کے بعد اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جائے وہ چاہتے تھے کہ جب یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوگا تو شکوک و شبہات کے تمام بادل کافور ہو جائیں گے، چنانچہ صحیحین میں ایک حدیث کے الفاظ وارد ہیں:

نَحْنُ اَوْلیٰ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيمَ [الحديث] کی تشریح

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا" نحن اولی بالشك من ابراهيم" کہ ابراہیم علیہ السلام جنہیں امام الانبیاء کا لقب حاصل ہے اور ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، دراصل ابراہیم علیہ السلام کو شک تھا، نہ ہی رسول اکرم ﷺ کو شک تھا، کائنات کے بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ جن پر ہم سب کا ایمان یقینی ہے لیکن کائنات کے معاملات کی کیفیت کو پہچاننے اور بیان کرنے کی ہم میں استطاعت نہیں ہوتی، جیسا کہ ٹیلی گرام ایک جدید قسم کا دور دراز سے خبریں پہنچانے کا ایک آلہ ہے چند سیکنڈ میں مشرق کی بات مغرب تک پہنچ جاتی ہے، سبھی لوگ اس خبر پر یقین رکھتے ہیں لیکن وہ آلہ کس طرح نہایت کم وقت میں اتنی جلدی اس خبر کو اتنی لمبی مسافت تک پہنچاتا ہے، کیا جو شخص اس آلہ کی کیفیت کو نہیں پہنچانتا ہے اسے ٹیلی گرام کے وجود کے بارے میں شک ہے؟ ہرگز نہیں! انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مزید حصول علم کی جانب راغب رہتا ہے اور حقائق سے پردہ کشائی کے لئے اس کا شوق اور اس کی رغبت لامحدود ہوتی ہے یہ انسان کی فطرت ہے کہ جن حقائق سے اسے آگاہی نہیں ہو پاتی ہے، ان حقائق سے پردہ کشائی کے لئے اس کا شوق اور اس کی رغبت دیوانگی کا روپ دھار لیتی ہے جب کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کوئی شخص بھی تمام چیزوں کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ ان آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ کرنا چاہتے تھے کہ کس طرح فوت شدہ مخلوق دوبارہ زندگی حاصل کرتی ہے؟ انہیں اطمینان تو حاصل تھا ہی، لیکن وہ اللہ کی ربوبیت کے اسرار و رموز کی معرفت کی جانب رواں دواں رہنے کے مشتاق تھے، جیسا کہ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ ایک حدیث میں ہے جسے امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر اور دیگر مقامات میں بیان کیا ہے، اس میں خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت مخاطب کر کے بتایا، جب ایک چڑیا کشتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کنارے پر سمندر سے اپنی چونچ میں پانی کا ایک معمولی قطرہ اٹھاتی ہے تو اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے پر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے نہایت واضح الفاظ میں ذکر کیا کہ اے موسیٰ! اللہ کے علم کے مقابلہ میں میرا اور تیرا علم صرف اتنا ہے جتنا چڑیا کی چونچ میں پانی کا معمولی سا قطرہ ہے۔ اور اللہ پاک کا علم اگرچہ لاتناہی ہے تاہم جس قدر سمندر کا پانی ہے اس نسبت سے آپ اللہ کے علم اور ایک پیغمبر کے علم کا ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

(فتح الباری ۸ ۴۱۰)

پس ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کا مطالبہ کرنا کہ وہ مردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کو ان آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، تاکہ انہیں اطمینان حاصل ہو جائے، جب وہ اس طرح اللہ کی ربوبیت کے مخفی امور سے معرفت حاصل کریں گے جب کہ ان کے ایمان میں ہرگز کچھ شک نہ تھا وہ قیامت کے دن پر اور مخلوق کے اٹھائے جانے پر وحی کے ذریعہ یقین رکھتے تھے۔ (تفسیر المنار ۳ ۵۳،۵۴)

مرنے کے بعد زندگی کے اثبات پر دلیل

اللہ پاک نے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا کہ آپ چار پرندے لے لیجئے اور انہیں ذبح کر کے ان کے اجزاء کو خلط ملط کرنے کے بعد چار پہاڑوں پر تقسیم کر کے رکھ دیجئے گویا کہ ہر پہاڑ پر ایک چوتھائی حصہ ہو اور ان پرندوں کے سروں کو دوسرے گوشت میں خلط ملط نہ کریں، جب آپ ایک پرندے کے سر کو پکڑیں گے اور اس کے اجزاء کو آپ اس کے سر کے پاس آنے کی دعوت دیں گے تو ہر پرندے کے اجزاء اپنے اپنے پرندے کے سر کی جانب آتے جائیں گے اور پرندہ دوبارہ اپنی اصل کیفیت میں آپ کے سامنے ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے عین الیقین کی کیفیت میں اس کا مشاہدہ کیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے پرندے فضا میں اڑان اختیار کر گئے۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے پروردگار عالم کی قدرت کا مشاہدہ کیا، کہ اللہ پاک ہر چیز پر غالب ہے اس نے جس طرح ان پرندوں کو جن کے اجزاء آپس میں مخلوط تھے اور ہر جزء اس پرندہ کے سر کی جانب اڑان اختیار کرتا ہے جس کا وہ جزء ہے۔ یہ حیران کن منظر دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام مطمئن ہو جاتے ہیں اور ان کے مزاج میں اطمینان و سکون کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

اس واقعہ سے مرنے کے بعد کی زندگی کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن بالکل اسی طرح تمام مخلوق کو اللہ پاک جزا سزا کے لئے زندگی عطا کرے گا، معلوم ہوا کہ اللہ پاک کے ارشادات پر مومن انسان کو یقین ہوتا ہے لیکن جب کائنات کے ان واقعات پر غور کرتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ علم الیقین سے عین الیقین کے مقام پر سرفراز ہوتا ہے۔

سوال مترشح ہوتا ہے کہ چار پرندوں کا ذکر کس لئے ہوا ہے؟ اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ پاک ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدہٗ لاشریک ذات ہے وہ اِثْنَیْنِیَتْ سے پاک ہے، لیکن اللہ کی مخلوق میں اثنینیت ہے وہ ایک نہیں ہے اللہ پاک فرماتے ہیں: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ (الذاریات: ۴۹) ''کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے'' اور جب آپ ایک جوڑے کو اصل قرار دیں گے اور اس سے دوسرا جوڑا پیدا ہوگا تو اس طرح ان کی تعداد چار ہو جائے گی اور چار کا عدد ایسا ہے کہ کائنات کا وجود چار عناصر سے مرکب ہے۔ یعنی چار عناصر سے مراد آگ، پانی، مٹی اور ہوا ہیں، پھر پوری کائنات کے چار کونے ہیں، مشرق، مغرب، شمال، جنوب اور اللہ پاک نے زمین میں کائنات کی روزی کو بھی چار دنوں میں تقسیم فرمایا ہے نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''بہترین رفقاء سفر کرنے والے چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر وہ ہے جس کی تعداد چالیس ہو اور بہترین درمیانہ لشکر وہ ہے جن کی تعداد چار سو ہو اور بہترین بڑا لشکر وہ ہے جس کی تعداد چار ہزار ہو۔'' لیکن ان مذبوح پرندوں کا اس کیفیت کے ساتھ زندہ ہونا اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس ان کے جو سر ہیں ان کے ساتھ ان کا پیوست ہونا اتنا زیادہ تعجب خیز نہیں ہے جس قدر رسول اکرم ﷺ پر بعض درختوں کا جھک جانا اور آپ کی جانب سائے کا زیادہ ہونا ہے۔ (نظم الدرر ۴/ ۶۵،۶۹)

بالکل اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے جانور بنا کر ان میں پھونک مارنا اور اللہ کے حکم سے ان میں زندگی کا نمودار ہونا، جیسا کہ جناب مریم علیہا السلام کے بطن سے بلا خاوند کے عیسیٰ علیہ السلام کا تولد ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (آل عمران: ۵۹)

''بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے جس کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔''

جیسا کہ سورۂ کہف میں موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی جو تلی ہوئی تھی اس پر پانی گرنے سے اس کا زندہ ہونا اور سمندر میں جانا ہے، نیز صحیح حدیث میں ذکر ہے کہ ''جب منبر پر آپ نے خطبہ دیا تو منبر کے تیار ہونے سے پہلے آپ جس کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے، جب آپ نے تنے کو خیر باد کہہ دیا تو وہ بالکل اس طرح رونے لگا، جیسے بچہ روتا ہے آپ اس کے قریب گئے اس کے ساتھ معانقہ کیا تو وہ خاموش ہوا، اللہ کی مخلوق میں اس قسم کی کرشمہ سازیاں اعجاز کی حامل ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/ ۳۶۱) واللہ اعلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانے کی ہے جو سات خوشوں کو اگاتا ہے ہر خوشہ میں سو دانہ ہے اور اللہ دوگنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ فراخی والا، علم والا ہے۔

تناسب: جب ہم اس آیت کے حکم کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ذہن فوراً سابقہ آیات میں سے اس آیت کی جانب التفات کرتا ہے جس میں اللہ پاک نے لوگوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے اعلان کیا کہ کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دیتا ہے ؟اس کے بعد ایک دوسری آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے، اس سے پہلے کہ قیامت واقع ہو جائے، اس دن خرید وفروخت کا معاملہ نہیں ہو گا، نہ کسی کے پاس مال ہو گا، نہ خرچ کرنے کا کوئی مصرف ہی ہو گا۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں ترغیب موجود ہے کہ تمہیں نہ صرف اپنی اولاد بلکہ قرابت داروں، نیز فقراء اور مساکین بلکہ حیوانات اور پرندوں پر بھی مال خرچ کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقریباً ہر انسان مال سے محبت رکھتا ہے اس لحاظ سے مال خرچ کرنا آسان کام نہیں ہے بالخصوص جب کہ مصارف زیادہ ہوں، پھر ان لوگوں پر خرچ کرنا نہایت مشکل ہے جن کے ساتھ آپ کا نسبی، خاندانی تعلق نہیں ہے۔ جبکہ ہر شخص اپنی ذات اور اہل وعیال پر مال خرچ کرنے میں دشواری محسوس نہیں کرتا ہے۔ البتہ بخیل قسم کے لوگوں کا تو اپنی ذات پر بھی مال خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے بُخَلَاء کے عجیب وغریب واقعات کو جاننے کیلئے جاحظ کی کتاب "اَلْبُخَلَاء" کا مطالعہ کریں۔

سخاوت اور بخل میں نمایاں فرق کا بیان

لیکن اس شخص کو بخیل نہیں کہا جا سکتا جو قرابت داروں بلکہ حیوانات پر مال خرچ کرتے وقت خوشی محسوس کرتا ہے بلکہ بعض اوقات مسرت وابتہاج کی کیفیت میں جھومنے لگتا ہے اور اگر خرچ کرنے کا داعیہ مزید تیز ہو تو جس شہر، بستی میں وہ سکونت پذیر ہوتا ہے وہاں کے باشندوں پر اس کا خرچ کرنا آسان ہوتا ہے مزید داعیہ تیز ہو جائے تو سبھی لوگوں پر، اس کیفیت کا شخص واقعتاً نہ صرف معاشرہ میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کا جو مقام ہے مال کا وہ مقام نہیں ہے۔ وہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے جب بھی موقع ملتا ہے بے دریغ مال خرچ کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے :

اَلسَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ (تحفة الاحوذی ۳/ ۱۳٤)

"کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے دلوں میں بھی اس کی محبت کا داعیہ موجزن رہتا ہے۔"

جب کہ بخل کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بخل سے زیادہ کوئی اور بیماری نہیں ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ جب حاتم طائی کی بیٹی قیدی بن کر آپ کے سامنے لائی جاتی ہے تو آپ اس کے باپ کی سخاوت کے پیش نظر احتراماً اپنی چادر اس کے لئے بچھانے کا حکم دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جہاں بہت بڑے بہادر تھے وہاں آپ بہت بڑے سخی بھی تھے۔ (المنار ۳/ ۵۹، بخاری ص ۲۳۹)

خیال رہے فی سبیل اللہ کا مفہوم اگرچہ بہت وسیع ہے، جہاں عام دنیوی مصالح پر مال خرچ کرنا چاہئے وہاں خاص طور پر کتاب وسنت کی تعلیم کے اداروں، طلبہ، دینی لائبریریوں پر مال خرچ کرنا افادیت کا حامل ہے اس لئے کہ دینی علوم کی اشاعت سے جہالت کا خاتمہ ہوگا اور کتاب وسنت کے غلغلہ سے اسلامی معاشرہ رونق افروز ہوگا اور غریب، مسکین طلبہ علمی پیاس بجھانے کے لئے چشمہ شیریں پر حاضری دیں گے تو اس سے نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے بلکہ شیطان مردود اپنی شکست کا اعتراف کرے گا، اگرچہ معاشرہ میں نادار مفلس لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا اور فری ڈسپنسریوں کا اہتمام کرنا، یتیموں، مسکینوں کی کفالت کرنا بھی ازبس ضروری ہے۔ (المنار ۳/ ۶۱، ۶۲)

ارشاد نبوی سے بھی اس آیت کی وضاحت ہو رہی ہے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرَةِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ "ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے بڑھ کر سات صد گنا تک پہنچ جاتا ہے"

(مشکوۃ، کتاب الصوم، بخاری ومسلم، مسند احمد ۲/ ۴۱۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمہ :وہ لوگ جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتاتے اور نہ تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا اجر ہے اور ان پر ڈر نہیں اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں ایذا پہنچے اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور حلم والا ہے۔

تشریح :اگرچہ اس آیت میں بنیادی طور پر مال خرچ کرنے والے شخص کو اس کا ثواب آخرت میں دیئے جانے کا ذکر ہے، جب کہ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ سخی شخص جو اللہ کی رضاجوئی کے لئے فی سبیل اللہ مال خرچ کرتا ہے دنیا میں بھی اسے سکون واطمینان کی زندگی میسر آتی ہے اور مال میں برکت ہوتی ہے لیکن مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اس شخص پر احسان کو جتانا یا اس کو تکلیف سے دوچار کرنا ثواب سے محرومی کا باعث ہوتا ہے اور عمل ضائع ہو جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سخی انسان، اخلاص کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مال خرچ کرتا ہے کسی مصلحت اور منفعت کے پیش نظر اس کا اقدام نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ جس شخص پر مال خرچ کرتا ہے اس سے کسی معاوضہ کا خواہش مند نہیں ہوتا، جب کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کا ذہن اس کیفیت سے دوچار رہنے لگتا ہے کہ میں نے اس شخص پر مال خرچ کر کے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور جس شخص پر احسان کیا ہے اس کی ادنیٰ سی لغزش پر اس کو اذیت پہنچانے کا منصوبہ بنالیتا ہے اور اس کی عزت کا احساس اس کے ذہن سے کافور ہو جاتا ہے اور اس پر بلا کسی خاص سبب کے غم وغصہ کی کیفیت میں اس کی شخصیت کو ہدف مطاعن بنانے کے درپے رہتا ہے، جیسا کہ یہ کیفیت معاشرہ میں موجود ہے۔(اعاذنا اللّٰه منه)

چنانچہ مجاہدین، مدارس دینیہ پر اخراجات کرنے والے ان کے کام میں بلاوجہ ان کے عیوب نکالنے میں کوشاں رہتے ہیں اور ان کے کام کو تسلی بخش قرار نہیں دیتے ہیں اس انداز سے انہیں اذیت میں مبتلا کر کے اپنا عمل ضائع کر لیتے ہیں، مقصود یہ ہے کہ نہ ریاکاری مقصود ہو نہ اذیت دینے کا داعیہ خواہ مخواہ حرکت میں آئے صرف اللہ کی رضا کے حصول اور ثواب کے لئے خرچ کیا جائے۔

جو لوگ آیت کے مفہوم کا مصداق بنتے ہوئے اللہ کی رضاجوئی کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے ہاں ثواب حاصل ہوگا اور حشر کے میدان میں انہیں ہرگز خوف لاحق نہ ہوگا، جب کہ اکثر لوگ خوفزدہ ہوں گے اور حشر کی ہولناکیوں سے وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے بلکہ وہ امن واطمینان کی فضا میں خوش وخرم ہوں گے۔ (المنار ۳/ ۶۲)

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ: اگر سائل کو کچھ دینے کے لئے موجود نہیں تو نہایت دھیمے انداز سے معذرت خواہی کی جائے، بہر حال اس کی ذلت کا پہلو نظر نہ آئے خواہ سائل نے اصرار کے ساتھ ہی کیوں نہ سوال کیا ہو۔ کہیں سائل کی حالت معاشرہ میں اس کی عزت نفس کے منافی نہ ہو لیکن سائل کو ایذا دینے والی گفتگو کے ساتھ صدقہ دینا درست نہیں، اگر اس طرح کا کوئی کلمہ زبان پر آگیا ہے تو نہ صرف یہ کہ اللہ پاک سے عفو وکرم کی بھیک طلب کی جائے بلکہ سائل کے سامنے بھی معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا جائے۔ اور اللہ پاک کی حمد وثناء کے الفاظ زبان پر رواں دواں رہیں۔ چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سبحان اللہ" کے کلمات کہنا صدقہ ہے اسی طرح "اللہ اکبر، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ" کے کلمات کہنا صدقات ہیں نیز اچھے کام کا حکم دینا اور ناجائز کام سے روکنا صدقہ ہے بلکہ بیوی سے ہم بستر ہونا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے سوال اٹھایا اے اللہ کے رسول! کیا شہوت نفسانی کی تکمیل صدقہ ہے اور اس کے سبب ثواب حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا آپ یہ بتائیں اگر کوئی شخص حرام شرمگاہ کو استعمال کرتا ہے تو اس کو گناہ ہوتا ہے تو اگر حلال شرمگاہ سے اپنی خواہش کو پورا کرتا ہے تو ثواب کیوں نہیں ہوگا۔" (مسلم، مشکوۃ مع تحقیق البانی ۱/ ۵۶۴)

وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ: اللہ پاک اپنی ذات میں مستغنی ہے اسے صدقہ کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ آسمانوں زمین پر اس کی بادشاہت ہے وہ مالدار لوگوں کو اس وجہ سے مال خرچ کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے کہ اللہ کو اس کی ضرورت ہے ہرگز نہیں بلکہ اللہ پاک چاہتا ہے کہ مال دار لوگوں کا تزکیہ ہو اور ان کے دل سے مال کی محبت میں کمی آجائے۔ جب کہ درحقیقت وہ شخص غنی ہے جس کے دل میں استغناء ہے نیز جب تک اصحاب ثروت لوگ ضرورت مند لوگوں پر اپنا مال خرچ کرنے پر آمادہ رہیں گے تو اس سے اسلامی معاشرہ میں باہم مودت ومحبت کی فضا سازگار ہوگی، اور اجتماعی کام خوش اسلوبی سے سرانجام پاسکیں گے۔ لیکن صدقہ کرنے کے بعد احسان جتانا اور ضرورت مندوں کو زبان یا دیگر انداز سے اذیت سے ہمکنار کرنا کہیں ان کے صدقات کو رائیگاں نہ بنادے۔ ہاں جو شخص صدقہ کر کے احسان جتاتا ہے یا ضرورت مند لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر میرا یہ انداز غلط ہوتا تو اللہ پاک مجھے کسی تکلیف سے دوچار کرتا جب کہ اس کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ اس کا وصف حلیم بھی ہے وہ کسی گناہ پر فوراً مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ، وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ (القلم: ۴۴، ۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسے طریقے سے پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو گی اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں، میری تدبیر قوی ہے۔" (المنار ۳ / ۶۳، ۶۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "سورۂ بقرہ اور نساء میں عطیات کے سلسلہ میں عموماً چار قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔

پہلی قسم: میں بخیل لوگ ہیں جو کسی غریب مسکین کو ہرگز عطیہ سے نہیں نوازتے ہیں۔

دوسری قسم: میں وہ لوگ ہیں جو بہ خوشی عطیہ نہیں دیتے بلکہ دینے کے ساتھ احسان بھی جتلا دیتے ہیں اور ایذا کا باعث بنتے ہیں۔

تیسری قسم: ان لوگوں کی ہے جو ریاکاری کے انداز کے ساتھ نوازتے ہیں۔

چوتھی قسم: ان لوگوں کی ہے جو عطیات دینے میں اللہ کی خوشنودی اور اپنے دلوں کو برقرار رکھتے ہوئے حصول اطمینان کا داعیہ رکھتے ہیں۔" (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ۱۴ / ۵۰۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی خیرات کو احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ برباد نہ کرو جس طرح کہ وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے، اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا پس اس کی مثال اس صاف پتھر کی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہے، پھر اس پر زوردار بارش برستی ہے وہ اس کو ٹھیک صاف کر دیتی ہے (ریاکار) قدرت نہیں پاتے ہیں کسی چیز پر جو انہوں نے اعمال کئے اور اللہ کافروں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق :"تراب "مٹی، جمع اَترِبَۃ، تَرِ بَ الرَّجُلُ، آدمی مفلس ہو گیا۔" اَترَبَ "مال دار ہو گیا۔ یعنی سب ماخذ کا مفہوم ہے "تِرَبٌ" مثال، ہم عمر، مٹی میں ساتھ کھیلی ہوئی سہیلی، قرآن حکیم میں ہے" وَ کَوَاعِبَ اَترَابا "اور نوخواستہ ہم عمر عورتیں" اَلتَّرِیبَۃُ " سینے کی ہڈی، جمع "تَرَائِب "ابو تراب" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے آپ ﷺ نے ان کی یہ کنیت رکھی تھی۔ (لسان القرآن ص ۲۶۴)

مال خرچ کرنے کی شرائط کا بیان

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن مال خرچ کرنے کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں اگر شرائط موجود نہیں ہیں تو مال خرچ کرنا بے فائدہ ہے اب اس آیت میں وضاحت موجود ہے کہ آپ اپنا مال ضائع نہ کریں۔ آپ کے لئے ضروری ہے کہ مال خرچ کرتے وقت نہ تو احسان جتائیں اور نہ ہی اس شخص کو کچھ اذیت پہنچائیں جس پر تم مال خرچ کر رہے ہو مال خرچ کرنے پر ثواب اسی وقت ملے گا جب ان دونوں شرطوں کا خیال رکھا جائے گا۔ نیز فقیر اور محتاج انسان کے ساتھ آبرومندانہ سلوک کیا جائے بلکہ یہ احساس اجاگر ہو کہ مصلحت عامہ کا تقاضا کیا ہے ؟ جس مقصد کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے ؟ ظاہر ہے اگر آپ مال خرچ کرتے ہوئے احسان جتائیں گے یا فقیر اور محتاج شخص کو ایذا پہنچائیں گے تو خطرہ ہے کہ کہیں تمہارا صدقہ وخیرات ضائع نہ ہو جائے۔ جب آپ اسے ایذا پہنچائیں گے تو آپ اس کو حقیر سمجھ رہے ہیں جب کہ آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ اس کے ساتھ آبرومندانہ رویہ اختیار کریں، اس کی پریشانیوں کو دور کر کے اسے مسرت وابتہاج کی کیفیت عطا کریں۔ جب کہ احسان جتانے اور ایذا پہنچانے میں آپ کا خرچ کرنا بے فائدہ ہو گا۔

مال خرچ کرنے میں اللہ کی رضا ہی مطلوب ہو

اسی طرح وہ شخص جو صدقات، خیرات دینے میں ریاکاری سے ہمکنار ہوتا ہے اس کا صدقہ، خیرات بھی رائیگاں جاتا ہے، بنیادی نقطہ یہ ہے کہ خرچ کرنے والا انسان اللہ کی رضا، اس کی عظمت، اسکی بادشاہت کے تصور کو اپنے دل ودماغ پر حاوی رکھے، خود کو اللہ کے مقام پر نہ بٹھائے بلکہ اللہ کا شکر گزار ہو کہ اس نے اسے مال ودولت سے نوازا اور پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی ہے، تو ایسا شخص جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں ہے وہ اللہ کے تقرب کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتا ہے بلکہ اس کے اعصاب پر ریا کاری مسلط ہوتی ہے اسی لئے اس کا خرچ کیا ہوا مال رائیگاں چلا جاتا ہے گویا کہ اس نے خرچ ہی نہیں کیا۔ تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کریمہ میں جس کی تفسیر کی جارہی ہے اس کی مثال (بوجہ اس کو فائدہ نہ حاصل ہونے کے) اس صاف پتھر کی ہے جس پر مٹی کے اجزاء موجود ہیں اس کے بعد اس پتھر پر موسلا دھار بارش برستی ہے جو مٹی کو پتھر سے دور کر دیتی ہے یہاں تک کہ پتھر مٹی کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ مال خرچ کر کے احسان جتلانے والا شخص اور جس پر مال خرچ کیا ہے اس کو ایذاء دینے والا اور ریاکار انسان تینوں افراد مال خرچ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں انہوں نے حقیقت کا روپ دھارا ہوا نہیں ہے، ان کی مثال تو ان لوگوں کی طرح ہے جو علم و دانش سے دور ہیں، بظاہر علماء کا لباس پہنتے ہیں، ان کا یہ فریب زیادہ عرصہ تک کامیاب نہیں رہ سکے گا، جلد ہی ان کی حقیقت معاشرہ میں واضح ہو جائے گی اور ذلت و رسوائی سے وہ ہمکنار ہوں گے۔ جیسا کہ موسلا دھار بارش نے پتھر سے مٹی کو ختم کر دیا ہے اسی طرح علماء کا لباس پہننے والوں کا فریب اور دھوکہ ختم ہو کر رہ جائے گا اور معاشرہ میں وہ ذلت و رسوائی سے ہمکنار ہوں گے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ مال خرچ کرنے والا انسان جب احسان جتاتا ہے یا ایذاء پہنچاتا ہے تو گویا اس نے مال خرچ نہیں کیا جس طرح ریاکاری سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اسی طرح احسان جتانے اور ایذاء پہنچانے سے بھی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

ثَوْبَ الرِّيَاءِ يَشِفُّ عَمَّا تَحْتَهُ فَإِذَا اكْتَسَيْتَ بِهِ فَإِنَّكَ عَارٍ

"ریاء کاری کا لباس ایسا لباس ہے جو لباس پہننے والے انسان کی اصل حقیقت کو آشکارا کر دیتا ہے، گویا کہ اس نے لباس پہنا ہوا ہی نہیں ہے بلکہ وہ تو برہنہ ہے۔"

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معمولی سا ریا بھی شرک ہے، تمام اسلامی احکام کے بجالانے میں صرف اللہ کی رضا مطلوب ہو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے، ایک حدیث کا مفہوم ہے، ریا نیکیوں کو یوں ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمہ : اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنے دلوں کی پختگی کے باعث خرچ کرتے ہیں اس باغیچہ کی مانند ہے جو اونچی جگہ پر ہے جس پر زبردست بارش برستی ہے تو وہ دوگنا پھل لاتا ہے ، اگر اس پر زبردست بارش نہیں ہوتی ہے تو شبنم ہی (کفایت کرتی) ہے اور اللہ تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

لغوی تحقیق : لفظ " اِبْتِغَاء " کا مادہ " بَغِي " ہے اس کا معنی کسی چیز کو طلب کرنا نیز اس سے مقصود کبھی بگاڑ بھی ہوتا ہے راہ صواب سے دور ہونا " اَلْبِغَاءُ " زنا " اَلْبُغْيَةُ " حاجت " اَلْبَغِيَّةُ " فاجرہ عورت ، اس کی جمع " بَغَايَا " ہے۔ " تَثْبِيْتًا " مادہ " ثَبت " ہے ، ثبات زوال کی ضد ہے ، معنی ثابت قدم رہنا ہے۔ " اَلثَّوَابِتُ " وہ ستارے جو ایک جگہ قائم ہیں ، " تَثْبِيتًا " استواری ، ثابت قدمی۔ " رَبْوَةٌ " ٹیلہ اونچی جگہ ، " اَلرِّبَاء " سود۔

تناسب : سابقہ آیت مبارکہ میں ریاکاری اور اذیت رسانی کی قباحت کو واضح کیا گیا ہے ، اب اس آیت میں ان کے بالمقابل ان لوگوں کی مثال کو بیان فرمایا ہے جو مال خرچ کرنے میں مخلص ہیں ، اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ اپنے دلوں کو اطمینان سے نوازتے ہیں جب کہ خرچ کرتے وقت بخل ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ ہی خواہش نفس اور شیطان کا وسوسہ کارگر ہوتا ہے کہ ان کی پختگی کو بے چینی اور پریشانی میں تبدیل کرے بلکہ وہ لوگ خود کو مال کے خرچ کرنے پر نہ صرف یہ کہ آمادہ کرتے ہیں بلکہ اس کو عادت ثانیہ قرار دیتے ہیں ، یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ سخاوت کرنا ان کا فطرتی وصف ہے۔

فنی لطافت : آیت مذکورہ میں ایک عجیب لطافت موجود ہے کہ ان کے خرچ کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے " مِنْ اَنْفُسِهِمْ " فرمایا ہے " لِاَنْفُسِهِمْ " ذکر نہیں کیا ، ظاہر ہے کہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے گویا کہ وہ شخص مال کے ساتھ ساتھ اپنی رُوح کو بھی خرچ کر رہا ہے۔

جبکہ " لِاَنْفُسِهِمْ " میں مطلوب یہ ہے کہ وہ مال کو اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے خرچ کرتے ہیں ظاہر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جو شخص ذاتی غرض کے لئے مال خرچ کر رہا ہے اس کے دل سے مال کی محبت ختم نہیں ہوتی ہے تو اس شخص کی مثال جو اللہ کی رضا جوئی کیلئے مال خرچ کر رہا ہے ایسے باغیچہ کی مانند ہے جو باغیچہ اونچی جگہ پر واقع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو باغیچہ زمین کی اونچائی پر واقع ہوتا ہے اس پر سورج اور ہوا کے اثرات مکمل طور پر اثر انداز ہوتے ہیں اس کا منظر بھی خوبصورت ہوتا ہے اور اس کے پھل بھی پاکیزہ ہوتے ہیں، ایسے باغیچہ پر موسلادھار بارش برستی ہے تو اس کا پھل دیگر نچلی سطح کے باغیچوں کے پھلوں سے دوگنا بلکہ چار گنا زیادہ ہوتا ہے، اگر کسی عارضہ کی وجہ سے موسلادھار بارش سے وہ محروم رہتا ہے تو اس کا بلند جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے شبنم بھی اس کے لئے کفایت کرتی ہے، اس کی مٹی میں زرخیزی، قوتِ نمو میں خاص قسم کی عمدگی جلوہ افروز ہوتی ہے تجربہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ وہ زمین جو عمدہ قسم کی ہوتی ہے اور اس کا محل وقوع بھی ایسی جگہ پر ہوتا ہے جہاں کا موسم معتدل ہوتا ہے، معمولی سی سیرابی یا رطوبت اس کی قوتِ نامیہ کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ فصل لہلہاتی نظر آتی ہے۔ مزید برآں فضا میں گرمی کم ہوتی ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس طرح پودوں کو ہوا سے غذا ملتی ہے اسی طرح زمین سے بھی غذائیت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس قسم کا باغیچہ سال بھر بار آور رہتا ہے اور اس کے درختوں کے پتے اور شاخیں ہری بھری رہتی ہیں اگر کہیں کسی باغیچہ میں دیگر عام زمین سے دوگنا پھل نہیں بھی ملتا ہے تو کم از کم یہ تو ہوتا ہے کہ سال بھر اس کا پھل دستیاب رہتا ہے اور ضرورت منداس سے اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

وجہ تشبیہ کی مزید وضاحت

جو شخص اللہ پاک کی خوشنودی کے حصول اور دلجمعی کے ساتھ مال و دولت کو خرچ کرتا رہتا ہے اس کے اخلاص، سخاوتِ نفس اور خلوصِ قلب کی مثال اس باغیچہ کی مانند ہے جس کے پودے سر سبز و شاداب رہتے ہیں اس لئے کہ وہ زرخیز زمین پر واقع ہیں ان کا پھل جہاں مقدار میں زیادہ ہوتا ہے وہاں وہ عمدہ نوعیت کا بھی ہوتا ہے تو باغ کا مالک فراخ دلی سے پھل کو تقسیم کرتا ہے لیکن اگر پھل عام انداز کے ساتھ حاصل ہوتا ہے تو آمدن کے حساب سے وہ خرچ کرتا ہے، اس کی سخاوت ہمیشہ جلوہ فگن نہیں رہتی اس میں انقطاع بھی آتا ہے۔ جب کہ ریاکاری کرنے والے، احسان جتانے والے اور صدقہ خیرات کے بعد جن پر صدقہ کیا ہے انہیں اذیت سے ہم کنار کرنے والے لوگوں کا صدقہ ضائع ہو جاتا ہے پھر اس میں اشارہ ہے کہ اگر زمین کو موسلادھار بارش دستیاب نہ ہو تو شبنم بھی اس زمین میں روئیدگی کا سبب بنتی ہے۔ (المنار ۳ / ۶۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو اچھا سمجھتا ہے کہ اس کا باغ ہو اس میں کھجور انگور کے (درخت ہوں) اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہیں اور وہ شخص بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے اور اس کی اولاد کمزور ہے پس (اس حالت میں) باغ آندھی کی زد میں آتا ہے جس میں آگ ہے جس سے وہ جل کر (راکھ) ہو جاتا ہے، اسی طرح اللہ تمہارے لئے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

لغوی تحقیق: وَدَّ الشَّیَٔ کسی چیز کے ساتھ آرزو اور خواہش کے ساتھ محبت کرنا۔ "اَلنَّخِيلُ" اسم جمع ہے کھجور کے درخت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کا واحد "نَخْلَةٌ" ہے۔

فائدہ علمیہ: خیال رہے قرآن پاک میں جب کھجور کا تذکرہ آتا ہے تو اس کے پھل کا تذکرہ نہیں ہوتا بلکہ کھجور کے درخت کا ہی ذکر ہوتا ہے، جب کہ انگور کے پھل کا ذکر ہوتا ہے اس کے درخت کا ذکر نہیں ہوتا، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھجور کی ہر چیز لوگوں کو فائدہ بخشتی ہے اس کے پتے، اس کی جڑ، اس کا تنا اس کی شاخیں اور ٹہنیاں وغیرہ جن سے ٹوکریاں، رسے، صفیں، مکانوں کی چھتیں، دستی پنکھے اور جھاڑو و دیگر مصنوعات خورد و نوش کے برتن وغیرہ استعمالات میں آتے ہیں۔ نیز کھجور کا درخت لمبا ہونے کے لحاظ سے آدمی کے قد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اس کی ایک ایک جز کار آمد ہے جب کہ اس کی لکڑی کھانے میں بھی استعمال ہوتی ہے، اس کا پھل سالن کے طور پر استعمال ہوتا ہے، بلکہ ایک حدیث میں کھجور کے درخت کی تشبیہ مومن شخص کے ساتھ دی گئی ہے، جس طرح مومن شخص ہر لحاظ سے فائدہ بخش ہے اس کی پرہیزگاری کے سبب اس کی عزت ہوتی ہے اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز فائدہ بخش بھی ہے اور اس کی عزت بھی ہے۔

"اَعْنَابٌ" کا واحد "عِنَبٌ" ہے اس سے مقصود انگور کا درخت ہے جو کھجور کی طرح اونچائی میں زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا بلکہ دائیں بائیں پھیلتا جاتا ہے بلندی اور نیچائی میں بھی اس کا کچھ پھیلاؤ ہوتا ہے۔ ''اِعْصَارٌ'' آگ کے بگولے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس بگولے میں تیز ہوا ہوتی ہے وہ انچائی کی جانب گرد و غبار سمیت چلا جاتا ہے اور اس بگولے میں آگ ہوتی ہے جو شدید گرم ہوتی ہے یا شدید ٹھنڈی ہوتی ہے، جب کہ شدید ٹھنڈک بھی جلانے میں آگ سے کم نہیں ہوتی۔ اور لفظ ''عَصَرٌ'' سے مقصود سخت گرمی یا شدت کی سردی ہے جو درختوں اور باغات کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ ''اَيَوَدُّ'' میں استفہام انکاری ہے، مفہوم یہ ہے کہ انسان اس بات کو محبوب جانتا ہے اور آرزومند ہے کاش اس کے قبضہ میں ایسا باغ ہو جس میں کثرت سے کھجور اور انگور کے پودے ہوں جب کہ ان دونوں درختوں کے پھلوں کی آمدن بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جب کہ پودوں کو کثرت کے ساتھ پانی دستیاب ہو اس کی امیدیں اور آرزوئیں باغ کی آمدن کے ساتھ معلق ہوتی ہیں اور بار بار ذہن میں اس تصور سے خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے کہ اب کی بار میرے اہل و عیال باغ کے متنوع قسم کے پھلوں کی آمدن سے بہرہ ور ہوں گے اور زندگی آسائش و آرام سے ہمکنار ہو گی جب کہ باغ کا مالک بوڑھا ہو چکا ہے، اس کی اولاد بھی نابالغ ہے وہ خود بھی زیادہ محنت کی ہمت نہیں پاتا ہے اور اس کے بچے ابھی بچپن کی زندگی گزار رہے ہیں ان کی آمدن کا ذریعہ بس وہ باغ ہے۔ اس کے علاوہ آمدن کا کوئی وسیلہ نہیں ہے اچانک آگ کا بگولا باغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جس کے سبب باغیچہ جل کر خاکستر بن جاتا ہے، اس کی امیدوں کا لہلہاتا ہوا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا بلکہ حادثہ کی نظر ہو جاتا ہے۔

تمثیل کی مزید وضاحت

دراصل ذکر کردہ تمثیل بالخصوص صدقات و خیرات میں ریاکار لوگوں کے بارے میں ذکر ہوئی ہے کہ وہ ریا اور نمود کے سبب ثواب سے بالکل محروم ہوں گے بلکہ افسوس کیساتھ اپنے کیئے پر نادم ہوں گے جس طرح تمثیل میں اس بوڑھے انسان کے باغیچہ کے تباہ و برباد ہونے کا ذکر ہے جس کی اولاد کمزور ہے اور باغیچہ کی بربادی پر وہ کفِ افسوس مل رہا ہے، بلکہ ریاکار انسان کے علاوہ صدقات خیرات کرنے کے بعد احسان جتانے والے اور جن پر صدقہ کیا ہے انہیں اذیتوں سے دوچار کرنیوالے لوگوں کا صدقہ و خیرات بھی ضائع ہو گا انکے نامہ اعمال میں اسکا اجر و ثواب درج نہیں ہو گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں اس عمل کے نتیجہ پر غور و فکر کی تلقین کی ہے کہ تمہاری نظر انجام پر رہے کہ تم خلوص کیساتھ ایسے مقامات پر مال خرچ کرو جہاں مال خرچ کرنے سے اللہ پاک خوش ہوں اور تمہیں بھی اطمینان حاصل ہو۔ (المنار ۳ ۶۹، ۷۰)

شان نزول اور تشریح : امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس آیت مبارکہ کے ساتھ عنوان منعقد کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجمعین سے دریافت کیا: ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ .... الآیۃ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے ؟انہوں نے جواب دیا"اللہ اعلم" یعنی انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ان کے اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طیش آ گیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہیں درست جواب دینا چاہئے اگر علم ہے تو بتاؤ وگرنہ صاف الفاظ میں اپنی لاعلمی کا ذکر کرو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ جملہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہ جو مجلس میں موجود تھے کہنے لگے "اے امیر المومنین! میرے دل میں اس کے بارے میں کچھ علم ہے" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے بھتیجے! آپ کو جو معلوم ہے بتائیں خود کو حقیر نہ سمجھیں" ابن عباس نے واضح کیا، اس آیت میں (عمل صالح) کی مثال پیش کی گئی ہے عمر رضی اللہ عنہ نے ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا کہا تو ابن عباسؓ نے عرض کیا میرے دل میں یہ خیال ابھرا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کا اہل و عیال زیادہ ہوتا ہے تو وہ عمل کے لحاظ سے جنت کا زیادہ حریص ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اے میرے بھتیجے! آپ درست فرما رہے ہیں البتہ وضاحت مطلوب ہے" فتح الباری میں وضاحت ہے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت میں اس شخص کی مثال ذکر ہوئی ہے جو زندگی بھر اعمال صالح کرتا ہے جب وہ عمر کی آخری منزل میں ہوتا ہے تو اسے اعمال صالحہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے اس وقت وہ برا عمل کر بیٹھتا ہے جو اس کے انجام کو برباد کر دیتا ہے یعنی وہ ریاکاری، یا صدقہ خیرات کرنے کے بعد احسان جتاتا ہے یا جن پر صدقہ کیا ہے انہیں اذیت سے ہمکنار کرتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اخلاص کی ضرورت ہے، اس حدیث سے عبداللہ بن عباس کے فہم کا اندازہ ہوتا ہے نیز عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کا مقام کس قدر اونچا تھا، باوجود اس بات کے کہ وہ عمر میں صغار صحابہ میں شمار ہوتے تھے لیکن علم و فہم کے لحاظ سے ان کا مقام کبار صحابہ میں تھا۔ (فتح الباری ۸: ۲۰۱، ۲۰۲)

کذالک یبین اللہ: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام الہیہ کے حقائق کو واضح فرما رہے ہیں نیز ان کے مقاصد ان کے فوائد اور ان کے مطابق عملی زندگی نہ گزارنے کے نقصانات کو نہایت واضح تمثیلی انداز میں بیان فرما رہے ہیں تاکہ تم غور و فکر کرو اور اپنا مال ان کاموں میں خرچ کرو جو اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوں۔

مزید برآں مال خرچ کرنے میں اخلاص اور اطمینان قلب ضروری ہے جب کہ چھچھوراپن اور کبر و عجب کا انداز کہیں ثواب سے محروم نہ کر دے پس مال خرچ کرنے میں نہ تو احسان کا داعیہ ابھرنے پائے اور نہ ہی اذیت و تکلیف سے اس شخص کو دوچار کیا جائے جس پر آپ مال خرچ کر رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

ترجمہ : اے ایمان والو ! ان پاکیزہ چیزوں سے خرچ کرو جن کو تم نے حاصل کیا اور ان چیزوں سے جن کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اُگایا اور تم اس سے ردّی چیز کے خرچ کا ارادہ نہ کرو جب کہ تم اسے پکڑتے نہیں ہو البتہ اس کے پکڑنے میں چشم پوشی کرتے ہو اور جان لو کہ اللہ بے نیاز تعریف والا ہے۔

تناسب : مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ کے راستہ میں صدقات خیرات کرنے پر زبردست رغبت دلائی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ کہ جب کوئی شخص مال خرچ کر رہا ہے تو ضروری ہے کہ اس میں اخلاص موجود ہو نیز دل میں اطمینان کا داعیہ موجزن ہو اور مال خرچ کرنے کے بعد اس کا انداز محتاط نہ ہو وہ خرچ کرنے کا احسان جتلائے اور نہ وہ ان لوگوں کو تکلیف سے دوچار کرے جن پر اس نے صدقہ کیا ہے۔

وضاحت : اس آیت میں اللہ پاک ہمارے لئے واضح کر رہے ہیں کہ آپ کو کون سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے ، چنانچہ اللہ پاک ایمان داروں کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دے رہے ہیں کہ مال پاکیزہ ہونا چاہئے یعنی اگر وہ جنس ہے تو عمدہ کوالٹی کی ہو ، گھٹیا کوالٹی کی نہ ہو لیکن طیب سے مراد حلال چیز ہے اور حلال چیزوں میں اچھی نوعیت کا مال ہو۔ خبیث سے یہاں گھٹیا کوالٹی کا مال مراد ہے۔

شان نزول : جب ہم اس آیت کے شان نزول پر غور کرتے ہیں تو ہمیں تفاسیر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمان صدقات میں ردّی کھجوریں صدقہ کرتے تھے جب کہ عُشر میں ردّی جنس کو الگ رکھتے اور عمدہ جنس کو الگ رکھتے اور جب خیرات مانگنے والا آتا تو اسے ردّی کھجور کے ڈھیر سے صدقہ دیا جاتا ، اس سے منع کر دیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو ! عمدہ قسم کا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو ، خبیث سے مراد حرام مال لینا درست نہیں اس لئے کہ ردّی مال کو فروخت بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کا صدقہ بھی دیا جا سکتا ہے جب کہ مالِ حرام کا کاروبار ہی ناجائز ہے اس کی تائید دوسری آیت سے ہو رہی ہے ملاحظہ فرمائیں :

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران : ٩٢)

”تم ہر گز نیکی حاصل نہیں کر سکتے ہو یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس سے جس کو تم محبوب جانتے ہو۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رزق کا لفظ عام ہے اور حلال اور طیب دونوں کو شامل ہے اور طیب کے مقابلہ میں خبیث کا لفظ ہے جس کا معنی حرام ہے۔ بعض حرام چیزیں وہ ہیں جو اس قدر فاسد ہیں کہ وہ صحت کے لئے بھی مضر ہیں، جیسے خون، خنزیر کا گوشت اور مردار ہے، اللہ پاک ان لوگوں کو تنبیہ فرمارہے ہیں بلکہ ڈانٹ پلارہے ہیں " تعجب ہے کہ تم کیسے خبیث مال کا عطیہ کسی کو دیتے ہو یا اس کا صدقہ کرتے ہو جب کہ تم خود اس کو پسند نہیں کرتے ہو اس قسم کا مال لیتے وقت تم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو" اس میں اشارہ ہے کہ تم بخوشی وہ مال قبول نہیں کر رہے ہو۔ بڑی واضح بات ہے کہ عمدہ مال کا عطیہ تو بخوشی قبول کیا جاتا ہے جب کہ گھٹیا مال کا عطیہ کراہت کے ساتھ اور آنکھیں بند کرتے ہوئے ہی لیا جاتا ہے جس کی جانب اس کا ہدیہ بھیجا گیا ہو وہ خوب سمجھتا ہے کہ اس قسم کا مال میری طرف ہدیہ بھیج کر میرے احترام کو پامال کیا گیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ محتاج لوگ آنکھیں بند کر کے گھٹیا نوعیت کا مال قبول کر لیتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ تو محتاج نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا ہدیہ آنکھیں بند کر کے قبول کرے اس لئے آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ وضاحت فرمارہے ہیں کہ تم یقین کرو کہ اللہ اس قسم کے مال سے بے پرواہ ہے فقیر نہیں ہے۔ اس قسم کا ہدیہ دینا اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور احترام کے منافی ہے، مال کئی قسم کا ہوتا ہے جسے خرچ کیا جاتا ہے، مثلاً ایک مزدور آدمی محنت مشقت کر کے کچھ پیسے حاصل کرتا ہے ایک تاجر تجارت کرنے سے مال حاصل کرتا ہے، ایک زمیندار جسے زمین کی کاشت سے غلہ حاصل ہوتا ہے۔ بہر حال یہ تمام مال بہتر مال ہیں لیکن سب سے بہتر مال وہ مال ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے کام کر کے حاصل کرتا ہے۔ زمین سے جو اجناس پیدا ہوتی ہیں اگر وہ روزمرہ کی خوراک میں داخل ہیں تو ان سے عشر ادا کیا جائے لیکن اگر وہ فروٹ اور ترکاریاں ہیں تو اس کاروبار میں سال کے بعد جب مال نصاب کو پہنچ جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے جس کا تعین ایک حدیث میں کیا گیا ہے کہ چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں دیا جائے جس قدر کوئی شخص مالی لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے اسی قدر اسے فراوانی کے ساتھ مال خرچ کرنا چاہئے لیکن احسان جتانا اور اذیت پہنچانا اور ریاء کاری کرنا، ان سے بچاؤ اختیار کیا جائے اور جو لوگ بخل کا مزاج رکھتے ہیں وہ انتہائی طور پر مغرور ہیں، انہیں اس سے باز رہنے کی نصیحت کی جائے اگر وہ باز نہ آئیں تو اسلامی حکومت ان سے مقاطعہ کرے گی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد اعلان فرمایا تھا کہ :

لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا

" اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق پیدا کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اس لئے کہ زکوٰۃ ادا کرنا مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے کوئی بھیڑ کا بچہ جو بیت المال کو بھیجنا چاہئے اگر نہیں دیں گے تو میں ان سے لڑائی کروں گا جسے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔"

(المنار ۳ ۷۲، ۷۳)

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلاً ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲۶۸)

ترجمہ : شیطان تمہیں تنگ دستی کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تمہیں اپنی جانب سے بخشش اور نعمتیں دینے کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ فراخی والا، جاننے والا ہے۔

تناسب اور تشریح : اس سے پہلی آیت میں مال خرچ کرنے کی ترغیب موجود ہے، آخر میں اللہ پاک کے وصف غنا کو بیان کیا ہے اور دونوں جہانوں میں مال خرچ کرنے والوں کو اللہ پاک مزید مال و دولت سے نوازتا ہے اس کے بعد اس آیت میں شیطان جو انسان کا دشمن ہے اور جھوٹا ہے، وہ چونکہ انسان کو بخل پر آمادہ کرتا ہے۔ تو اس سے ڈرایا گیا ہے جس کے نام کے معنی میں تباہی و بربادی اور اللہ پاک کی رحمت سے دوری کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ تمہیں کہتا ہے کہ اگر تم مال خرچ کرو گے تو تم فقیر و محتاج ہو جاؤ گے لہٰذا تم مال کا ذخیرہ بڑھاتے رہو کہیں تم کسی وقت افلاس کا نشانہ نہ بن جاؤ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حریص انسان اگرچہ دنیا کا مالک ہو جائے وہ فقیر ہی ہے اور جس شخص میں قناعت ہے اگرچہ اس کے پاس مال کی بہتات نہیں ہے وہ غنی ہے اصل غنا تو دل کا غنا ہے۔

وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ: شیطان بے حیائی پر ابھارتا ہے جس میں نہ صرف یہ کہ مال ضائع ہوتا ہے بلکہ سکون برباد ہوتا ہے جس کام کو عقل، شریعت اور ذوق سلیم قبیح گردانتے ہوں اس کا نام "اَلْفَحْشَاءُ" ہے اور اس سے مقصود بخل ہے، ظاہر ہے کہ بخل سے زیادہ خطرناک کوئی اور بیماری نہیں ہے۔ دنیوی اخروی برائیوں کی بنیاد ہے، اور ہر بخیل شخص کا حریص ہونا لازم و ملزوم ہے جب کہ حسد اس کے توابع سے ہے بلکہ وہ تو دنیوی اخروی شر ور کا مجموعہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً: اللہ پاک نے وحی کے ذریعہ بھی آگاہ فرمایا ہے اور پاکیزہ سرشت انسانوں کے دلوں میں صحیح کاموں کا الہام فرمایا اس کے ساتھ ساتھ عقل سے نوازا ہے، فطرتِ سلیمہ پر پیدا فرمایا ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کے نزدیک مال خرچ کرنا پسندیدہ ہے اور پھر مال خرچ کرنا بہت سے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور قبیلہ میں اس شخص کو منصبِ سیادت حاصل ہوتا ہے۔ جو مال خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا، حقیقت یہ ہے کہ سخاوت ایسا وصف ہے کہ لوگوں کے دل اس وصف کے سبب اس شخص کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ انسان جب خرچ کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو مزید عطیات سے نوازتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سورۃ سبا: ۳۹)

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

نیز صحیحین میں مرفوع حدیث اس مفہوم کی ہے کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے آسمانوں سے زمین پر نازل ہوتے ہیں ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے انسان کے مال میں اضافہ فرما اور دوسرا فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو ضائع کر۔ (فتح الباری، کتاب الزکوۃ ۳/ ۳۰۴)

دعائیہ کلمات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک مال خرچ کرنے والے انسان کے لئے رزق کے اسباب آسان فرمادیتے ہیں لوگوں کے دلوں میں اس شخص کا مقام اونچا ہوتا ہے جب کہ بخیل انسان اس نعمت سے محروم رہتا ہے، عطیات دینے والے شخص سے دو چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے آخرت میں اس کو مغفرت سے ڈھانپ دیا جائے گا اور دنیا میں اسے اس کا بدلا دیا جائے گا اس کے مال میں برکت ہوگی بلکہ اس کے خرچ کرنے کے سبب لوگوں کے دلوں پر اس کی حکومت ہو جاتی ہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ: اللہ پاک کا فضل وکرم وسعت کا حامل ہے وہ کئے گئے وعدہ کو پورا فرماتا ہے اور علم رکھتا ہے کہ کون لوگ اس کی مغفرت اور اس کے فضل کے مستحق ہیں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

اللہ پاک ہر انسان کے مستقبل سے باخبر ہے جب کہ شیطان کو ہرگز اس کا علم نہیں تو شیطان کا وعدہ دھوکا بازی ہے، کوئی بھی سمجھ دار شخص شیطان کے فریب میں نہیں آتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

ترجمہ : وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جو شخص حکمت دیا گیا تو وہ بہت زیادہ بھلائی دیا گیا اور نصیحت قبول نہیں کرتے ہیں مگر عقل مند لوگ ۔

تناسب : سابقہ آیت مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ شیطان انسان کے ساتھ کیا وعدہ کرتا ہے اور اللہ پاک انسان کو کس راہ کی ترغیب دلاتے ہیں اب ان دونوں کی کشمکش کے درمیان انسان گھرا ہوا ہے جب اس کی راہ نمائی اللہ پاک کیجانب سے ہوتی ہے تو اس کے دل میں سنتِ محکمہ کی جانب رجحان کا داعیہ ابھارنے والی چیز کا نام حکمت ہے جب دل پر اس کا ظہور ہوتا ہے تو شیطانی تصورات اور خیالات غائب ہو جاتے ہیں عقلِ شرعی کا تسلط ہو جاتا ہے اسی کا نام حکمت ہے، اسی کا نام فہمِ صحیح اور توفیق الٰہی ہے۔ دراصل عقل شرعی ایک ایسا صحیح ترازو ہے جس کے ساتھ حقائق اور اوہام کا وزن کیا جاتا ہے، چنانچہ حقائق کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور اوہام کا پلڑا اٹھا رہتا ہے۔ اس کی وضاحت کی روشنی میں وسوسہ اور الہام کے درمیان فیصلہ کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے، پس الہام کا دوسرا نام حکمت ہے۔ جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں حکمت سے مقصود فہم قرآن اور فہم سنت محکمہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری، کتاب العلم میں اس حدیث کی وضاحت کے ضمن میں فرمایا ہے

”صحیح بات یہ ہے کہ حکمت سے مقصود فہم قرآن ہے۔“ (فتح الباری ۱/ ۱۷۰)

فہم قرآن کے لئے عقلِ صحیح اور ذوقِ سلیم ضروری ہیں

جبکہ فہم قرآن کے لئے عقل کامل کا ہونا ضروری ہے اسکے استعمال سے احکام الٰہیہ کے فوائد، دلائل اور براہین کو معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ خیال رکھیں اس آیت میں حکمت کی شان کو عظمت عطا کی گئی ہے اسکے حصول کیلئے عقل صحیح اور ذوق سلیم کا ہونا ضروری ہے، جب کہ تقلید پر قناعت اختیار کرنے والا شخص نہ صرف عقل شرعی کے استعمال سے محروم ہوتا ہے بلکہ ہر قسم کی بھلائی اور حکمت سے محروم ہوتا ہے جبکہ ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ میں حکمت کو خیر کثیر کے شرف سے مشرف فرمایا گیا ہے اسکے بالمقابل نہ صرف وہ شیطان جو انسانوں میں سے ہیں یا جنات سے ہیں وہ فہم قرآن سے خود بھی دور رہتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بھی اس چشمہ شیریں سے پیاس بجھانے سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں وہ بزعم خویش سمجھتے ہیں کہ جو کچھ قرآن پاک میں ہے انہیں اس کا بھی علم ہے۔ نیز انہیں قوتِ بیانیہ کا شرف بھی حاصل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقلدین کا انداز استدلال

اس وقت علمی دنیا میں علم فقہ پر مشتمل کتب کثرت کے ساتھ متداول ہیں جن کو مقلدین احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جنہیں مذاہب اربعہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، جب ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اللہ پاک کی راہ میں مال خرچ کرنے کے فضائل کا ذکر قرآن پاک میں جس کثرت کے ساتھ موجود ہے فقہ کی کتب میں ان کا دسواں حصہ بھی دیکھنے میں نہیں آتا، اسی طرح بخل کی مذمت اور اس سے نفرت دلاتے ہوئے اسے کفر کی علامت قرار دیا گیا ہو، ہرگز نہیں بلکہ کھلے بندوں لوگوں کو زکوٰۃ نہ دینے کے حیلوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ کس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے بچاؤ اختیار کر سکتے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے چنانچہ فقہ کی کتب میں مرقوم ہے کہ کسی مسلمان شخص کے مال میں صرف زکوٰۃ واجب ہے جب کہ مال نصاب کو پہنچ چکا ہے اور اس پر سال بھی گزر چکا ہے لیکن اگر وہ شخص اپنا مال سال گزرنے سے ایک دن پہلے اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتا ہے تو اس مال سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور سال گزرنے کے ایک روز یا دو روز بعد خاوند اپنی بیوی سے مال کے ہبہ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ خاوند کو ہبہ کر دیتی ہے تو اب زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس کیفیت کے ساتھ اگرچہ اس کی ملکیت میں لاکھوں روپے جمع ہو جائیں تو اس حیلہ کے ساتھ زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے بلکہ انہیں تحفظ حاصل رہے گا اور زکوٰۃ نہ دینے والا انسان صحیح معنی میں ایمان دار متصور ہوگا۔ جب کہ قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ایسا شخص اللہ پاک اور اللہ پاک کی نازل کردہ کتاب قرآن پاک کا دشمن ہے اور خیر کثیر سے محروم ہے۔ (المنار ۳ ۷۶، ۷۷)

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ: سنت الٰہیہ یہ ہے کہ علم و عمل کی دولت سے وہی شخص اپنے دامن کو بھر سکتا ہے جو قلب سلیم رکھتا ہو جس کا دل شیطان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ ہو۔ دراصل آیت کے آخر کا جملہ ذکر کردہ حکمت کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ‌ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

ترجمہ : اور تم جو خیرات خرچ کرو گے یا کوئی نذر (اپنے اوپر) لازم کرو گے، پس بے شک اللہ کو اس کا علم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

کلمات کی تشریح :"مِنۡ نَّفَقَةٍ" مال یا جنس کم ہو یا زیادہ ہو، عمدہ ہو یا غیر عمدہ "نَّذۡرٍ" ایمان دار شخص کسی اچھے یا غلط کام کرنے کی نذر مان لیتا ہے یعنی ایک مباح یا غلط کام کے سرانجام دینے کو اپنے اوپر لازم قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ کہے "مجھ پر ضروری ہے کہ میں ایک ہزار روپے خیرات کروں گا، یا میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا، یا چالیس رکعات نوافل ادا کروں گا یا کوئی شخص اس بات کا زبان سے اقرار کرے کہ اگر میرا فلاں کام جو اچھا ہے ہو جائے تو میں اتنا روپیہ خیرات کروں گا" تو اسے اس نذر کو پورا کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نافرمانی کی نذر مانتا ہے تو نذر صحیح نہیں ہے وہ نذر کو پورا نہ کرے البتہ اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ (ایسر التفاسیر ا ٢١٨)

اس آیت میں اللہ پاک نے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ پاک مومن شخص کو اس کے صدقہ خیرات کرنے یا اس کا التزام کرنے پر خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، پوشیدہ خیرات کرے یا اعلانیہ کرے صحیح مصرف ہے یا غلط مصرف ہے، اخلاص جلوہ فرما ہے یا ریاکاری مدنظر ہے، احسان جتانا مقصود ہے یا مقصود کسی کو تکلیف پہنچانا ہے یا احسان اور تکلیف پہنچانا مقصود نہیں یا نذر مانتا ہے۔ عام ہے کہ نذر میں تقرب الٰہی ہے یا لڑائی وغیرہ کی نذر ہے۔ اگر مقصود اللہ کی اطاعت ہے تو ہرگز کسی شرط لگانے کی ضرورت نہیں یا کسی نعمت کے حصول کی شرط ہے یا کسی بیماری کے دور ہونے کی شرط لگائے کہ اگر اللہ پاک نے فلاں شخص کو بیماری سے شفاء عطا کی تو مجھ پر ضروری ہے کہ میں ایک ہزار روپیہ فلاں دینی مدرسہ میں طلبہ کو دوں گا۔ تو اس قسم کی نذر کو سرانجام نہ دیا جائے البتہ قسم کا کفارہ دیا جائے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ : جملہ شرط کا جواب ہے، اللہ کو علم ہے جو وہ خرچ کر رہا ہے یا نذر مان رہا ہے اللہ پاک اس کا بدلہ دے گا، اگر خرچ یا نذر ماننا درست ہے تو بدلہ اچھا ہے وگرنہ بدلہ برا ہے۔

وَمَا لِلظَّالِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ: جب کہ جزا سزا کے دن ظالم انسانوں کی کوئی بھی مدد نہ کر سکے گا کہ وہ انہیں اللہ کے عذاب سے رستگاری دلائیں۔

ذہن نشیں فرمائیں وہ لوگ ظالم ہیں جن کے خزانوں میں مال کثرت کے ساتھ موجود ہے لیکن اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے بلکہ بخل کی رذالت سے خود کو تحفظ عطا نہیں کرتے یا ریاکار ہیں، مال خرچ کر کے احسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتانے والے ہیں، فقراء و مساکین کو تکالیف سے دوچار کرتے ہیں اگرچہ ان پر خرچ بھی کرتے ہیں یا امت مسلمہ کے مصالح میں خرچ نہیں کرتے ہیں، اس طرح وہ اُمتِ مسلمہ پر ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ دوسرے مال دار لوگوں کے لئے بُرا نمونہ بن رہے ہیں۔ خیال رہے امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر امت ہے لیکن جب اصحاب ثروت لوگ بخل سے کام لیتے ہیں تو چونکہ کسی اسلامی معاشرہ کے امن و سکون کے لئے ضروری ہے کہ مال دار لوگ اپنے مال کو تجوریوں میں بند نہ رکھیں بلکہ اسلامی معاشرہ کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنا مال خرچ کریں۔ اگر وہ بخل سے کام لے کر اپنے روپے کو گردش میں نہیں لائیں گے تو مال و دولت جس کو معاشرہ کی اصلاح میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، تمام مصالح کا دار و مدار مال و دولت پر ہے تو امت مسلمہ ذلت کے گڑھے میں گر جائے گی ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ امت مسلمہ کو پستی سے نکال کر انہیں دوبارہ عزت و سیادت سے نوازیں جب کہ سرمایہ دار تو اتنے شقی القلب ہوتے ہیں کہ سسکتی ہوئی انسانیت جو موت سے ہم آغوش ہو رہی ہوتی ہے ان پر بھی انہیں ترس نہیں آتا۔ (المنار ۴ ۷۸، ۷۹)

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

ترجمہ: اگر تم کھلے بندوں خیرات کرو تو وہ اچھا ہے اور اگر پوشیدہ دو اور خیرات فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ تم سے تمہارے گناہوں کو دُور کرے گا، اور اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

تناسب: صدقات و خیرات کے احکام بیان ہو رہے ہیں اس آیت میں یہ حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ مخلص لوگ جو خود کو ریاکاری سے تحفظ عطا کرنا چاہتے ہیں وہ پوشیدہ صدقہ کرتے ہیں جب کہ کھلے بندوں بھی دیا جا سکتا ہے۔ نیز پوشیدہ صدقہ دینے میں فقراء کی عزت کا تحفظ ہوتا ہے جب کہ ظاہر صدقہ دینے میں دیگر مال دار لوگوں میں ترغیب کے داعیہ کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ جہاں صدقات سے فقراء کا فقر دور ہوتا ہے وہاں صدقہ دینے والوں کے بعض گناہ بھی دور ہوتے ہیں۔

تشریح: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صدقات سے مقصود عام صدقہ ہے؟ جو فرض، نفل دونوں صدقات کو شامل ہے جب کہ اکثر مفسرین اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اس سے مقصود نفلی صدقات ہیں ظاہر ہے کہ فرض صدقات تو ریا سے خالی ہوتے ہیں فرض زکوٰۃ کا شمار تو شعائر اسلام سے ہوتا ہے۔ جب کہ شعائر اسلام کو چھپانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب نہیں جب کہ پوشیدہ دینے میں خدشہ باقی رہتا ہے کہ شاید اس شخص نے فرض صدقہ کو ادا ہی نہیں کیا لیکن فرض زکوۃ کے ظاہراً ادا کرنے میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ تو فرض ہے اس کا ادا کرنا تو ضروری ہے اور پھر ریا کی صورت میں گویا کہ ریاکار شخص زکوۃ کی فرضیت کا قائل نہیں ہے اور اس شخص کے کافر ہونے میں شبہ نہیں ہے جو زکوۃ کو فرض نہیں سمجھتا۔

حقیقت یہ ہے کہ زکوۃ کو ظاہراً ہی ادا کرنا افضل ہے اس لئے کہ اسلام کے غلبہ کے بعد اس کے شعائر کو چھپانا نہیں چاہئے بلکہ مدارس دینیہ اور فری علاج وغیرہ کے شفاخانوں، دعوت الی اللہ اور جہاد وغیرہ کے لئے کھلے بندوں زکوۃ کا مال دیا جائے۔ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سات اشخاص ہیں جو قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ان میں ایک وہ شخص ہے جو اس قدر پوشیدہ صدقہ دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم ہی نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' (المنار ۳ ۸۰، ۸۱)

آیت میں ''لِلْفُقَرَاءِ'' کا لفظ پتہ دیتا ہے کہ فقراء عام ہیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں، معلوم ہوا کہ عام صدقات کا مال کافر فقیر کو بھی دیا جا سکتا ہے خاص طور پر جب اس کی کوشش کے باوجود اس کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں۔ جب کہ زکوۃ کا مال صرف مسلمانوں پر ہی خرچ کیا جائے جب وہ مستحق ہوں اور پھر انسان ہونے کے لحاظ سے جب وہ ضرورت مند ہیں تو ان کی بنیادی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ کے نصوص اس پر دلالت کر رہے ہیں، ایک حدیث کے الفاظ ہیں ''اللہ پاک نے فرض قرار دیا ہے کہ ہر زندہ انسان یا حیوان پر رحمت اور شفقت کا داعیہ ظہور پذیر ہو۔'' صحیحین کی حدیث کے الفاظ ہیں فی کل کبدٍ ذات رطبۃ اجر یعنی جو بھی جان دار ہے اس پر خرچ کرنا باعث ثواب ہے (المنار ۳ ۸۲)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) تجھ پر ان کو ہدایت دینا لازم نہیں ہے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جو مال تم خرچ کرو گے تو (اس کا فائدہ) تمہاری ذات کے لئے ہے اور تم خرچ نہ کرو مگر اللہ کی رضاجوئی کے لئے اور جو مال تم خرچ کرو گے تو تمہیں (اس کا بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا۔

شانِ نزول اور تشریح: کلام کے سیاق وسباق میں ان لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے جن کو اللہ پاک نے مال ودولت سے نوازا ہے کہ وہ بخل کو خیرباد کہیں اور فقراء ومساکین پر مال خرچ کریں ان کی جائز ضرورتوں میں ان کے ساتھ دست تعاون دراز کرتے رہا کریں۔ خیال رہے جس دور میں قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں تو اس وقت اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اسلام کے مخالف تھے لیکن رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ کاش یہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کے فقر وفاقہ کو دور کیا جائے۔ آپ انتہائی شفیق تھے لیکن جو لوگ ابھی اسلام نہیں لائے تھے ان پر صدقات خیرات کرنے سے آپ نے روک دیا تھا کہ جب تک وہ اسلام نہیں لاتے ہیں ان پر مال خرچ نہ کیا جائے تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا اے محمد! ﷺ ان کو راہ ہدایت پر لانا آپ کے بس میں نہیں ہے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اسلام کے احکام لوگوں تک پہنچائیں آپ ہر گز ان کو راہ ہدایت پر گامزن نہیں کر سکتے، جب کہ اللہ پاک جس کی ذات بے مثال ہے جس کے برابر کوئی نہیں ہے وہی صرف اس پر قادر ہے اس کی مشیت شامل حال ہوگی تو وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (یونس: ۹۹)

"اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لاتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔"

پس اہل اسلام کے لئے ہر گز جائز نہیں کہ وہ کفار کو ان کے کفر کے سبب سزا دیتے ہوئے انہیں ان کی بنیادی ضرورتوں میں ان کا تعاون نہ کریں جب کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جب ہم ان کے ساتھ مالی تعاون کریں گے تو وہ لازماً ایمان لے آئیں گے اس لئے کہ ہدایت دینا تو اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا تُنفِقُونَ اِلاَّ ابتِغَاءَ وَجهِ اللّٰہِ : جملہ خبریہ کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ تم کسی ذاتی وجاہت کے حصول کے لئے تو خرچ نہیں کر رہے ہو یا احسان جتانے کے لئے تو نہیں محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے خرچ کر رہے ہو تو تمہیں کچھ امتیاز نہیں کرنا چاہئے کہ تم کس کو اپنے عطیات سے نواز رہے ہو ہر ضرورت مند انسان مستحق ہے کہ تم اس کی پریشانی اور بے چارگی پر رحم کرتے ہوئے رضائے الٰہی کے حصول کے پیش نظر اس پر خرچ کرو۔ ارشاد ربانی ہے :

كُلاًّ نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (الاسراء : ۲۰)

"ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں۔"

لیکن اگر وہ مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہوئے کفار کے ساتھ معاونت کرتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ ہرگز تمہارے تعاون کے مستحق نہیں ہیں ان پر مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيرٍ يُّوَفَّ اِلَيكُم : تمہارے صدقات خیرات کا بدلہ تمہیں آخرت میں پورا پورا ملے گا ہرگز کچھ کمی نہ ہوگی جب کہ دنیا میں بھی ہم تمہارے صدقات کے سبب تمہیں اطمینان قلب کی دولت سے نوازیں گے ہرگز تمہیں خوف اور غم لاحق نہ ہوگا جبکہ اللہ کی خوشنودی تمہارا مَطمحِ نظر ہوگا۔ (المنار ۳ / ۸۳)

علمی فائدہ : تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۴ پر مسلم شریف کے حوالہ سے ایک مرفوع حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے رات کی تاریکی میں پہلی رات ایک زانیہ عورت کو صدقہ دیا دوسری رات ایک متمول شخص کو صدقہ سے نوازا تیسری رات ایک چور شخص کو صدقہ دیا لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا کہ زانیہ، مالدار، چور شخص کو صدقہ دیا گیا اس پر تعجب کا اظہار کیا گیا تو اس شخص کو کہا گیا کہ "تیرا صدقہ عنداللہ مقبول ہے۔" ممکن ہے چور شخص اس کے بعد چوری کرنے سے باز آجائے، زانیہ عورت زنا جیسے خبیث جرم سے تائب ہو جائے اور مالدار شخص شاید اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِينَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ز يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيمٰهُمْ ج لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيمٌ (۲۷۳)

ترجمہ : ان فقیروں پر (مال خرچ کرو) جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں وہ زمین میں سفر نہیں کر سکتے ہیں، ناواقف شخص انہیں مال دار سمجھتا ہے اس لئے کہ وہ طمع نہیں کرتے ہیں تو ان کو ان کی علامت کے ساتھ پہچانتا ہے وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے ہیں اور جو مال تم خرچ کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے۔

تناسب : قبل ازیں بالعموم فقیر لوگوں پر مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد دو مسئلوں پر متنبہ کیا گیا اولاً : غیر مسلم پر مال خرچ کرنے میں کچھ گناہ نہیں۔ ثانیاً : تمہارے صدقات کے زیادہ مستحق کون لوگ ہیں اس آیت میں ان کا ذکر وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے ان سے مراد وہ بے نوا فقیر لوگ ہیں جن کے حالات کا اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے ان میں پانچ عمدہ قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

اصحاب صفہ کا بیان

کتب تفاسیر میں وارد ہے کہ ان عمدہ اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ وہ تھے جنہیں اسلامی تاریخ میں اصحاب صفہ کے لقب سے پہچانا جاتا ہے ان کی تعداد چہار صد سے زائد تھی۔ ''صُفَّۃ'' سے چھپر، ڈھاری مراد ہے جسے مسجد نبوی کے ساتھ بنایا گیا تھا اس میں طلبہ کا قیام تھا اور وہ طلبہ مسجد نبوی میں آپ سے طلب علم کرنے اور قرآن پاک کی تحفیظ میں مصروف رہتے، ضرورت کے مطابق اسلامی لشکر کے ساتھ بھی جایا کرتے تھے۔ ان کا اپنا ذاتی ٹھکانہ نہ تھا ان کی جملہ ضرورتوں اور خورد و نوش کا اہتمام رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے ان کا شمار مہاجرین فقراء میں ہوتا تھا، تحفیظ قرآن کے ساتھ ساتھ فہم قرآن میں مصروف رہتے در حقیقت مسجد نبوی کے وہ پہلے طلبہ تھے جو علم و عمل کے لحاظ سے بہترین نمونہ تھے ان میں جس طالب علم کا نکاح ہو جاتا وہ اپنی رہائش وہاں سے منتقل کر لیتا تھا، دراصل ان لوگوں کی رہائش کا مسجد نبوی کے علاوہ کوئی دوسرا انتظام نہیں تھا وہ مسجد نبوی میں ہی رات کو نیند کرتے کبھی رات کو کھانے کے وقت آپ انہیں مختلف صحابہ کرامؓ کے گھروں میں بھیج دیتے تھے۔ جبکہ ان میں سے کچھ افراد رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصحابِ صفہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شدید انداز کی تھی بالخصوص ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ پر اپنی فریفتگی کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے مخاطب ہو کر اظہار کرتے ہیں "اے اللہ کے رسول ﷺ! جب میں آپ کی شخصیت کو دیکھتا ہوں تو مجھے ازحد خوشی حاصل ہوتی ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زبان یا کبار صحابہ کی زبان سے ایک حدیث کے سننے کو ہزار رکعت نوافل ادا کرنے پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ امام بخاری نے تعلیقاً اس عنوان کے ساتھ باب منعقد کیا ہے "بَابٌ مِنَ الْعِلْمِ نَتَعَلَّمُهُ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنَ اَلْفِ رَكْعَةٍ "یعنی جس علم کو ہم حاصل کر رہے ہیں وہ علم ہمیں ایک ہزار نوافل رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تمام صحابہ کرام بالعموم اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں بالخصوص آپ ﷺ کی محبت کا داعیہ اس قدر زوردار تھا کہ جب وہ قال رسول اللہ ﷺ کا جملہ زبان پر لاتے تو بے قابو ہو جاتے تھے اور جس طرح دودھ پیتا بچہ اپنی والدہ کی جدائی میں ہچکیاں لے لے کر زور زور سے روتا ہے اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی، ایک بار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر شدید بے ہوشی کا دورہ پڑا اور وہ چہرے کے بل زمین پر گر پڑے کافی عرصہ کے بعد جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ پاک لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حشر کے میدان میں آئیں گے تو اس دوران آپ نے اس قاری کا ذکر کیا جو قرآن پاک کی تلاوت میں یا مال خرچ کرتے ہوئے یا جہاد کرتے ہوئے ریاکاری کا مرتکب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں تو ایسا شخص اللہ کے عذاب کی گرفت میں آجائے گا۔

اصحاب صُفّہ کے بارے میں مزید معلومات کے لئے "دِفَاع عَنَ اَبِی هُرَيرَة ، تالیف عبدالمنعم صالح العلی الغزی "کا مطالعہ کریں۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ : ان کی کیفیت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی روزی خود حاصل نہیں کرتے تھے اسی طرح تجارت کے لئے سفر نہیں کرتے تھے جب کہ وہ شخص جو کوئی کام کرتا ہے تو وہ خود اپنی خوراک کا انتظام کرے اس کے لئے دست سوال دراز کرنا جائز نہیں۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ : ان سے ناواقف شخص جب انہیں دیکھتا تو چونکہ وہ لوگ دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے وہ انہیں مال دار خیال کرتا ہے اس لئے کہ وہ طمع ولالچ کرتے ہوئے سوال کرنے کو قبیح ہی نہیں بلکہ حرام سمجھتے ہیں ان میں غایت درجہ کا صبر ہے، اور وہ اپنے دامن کو سوال کی لعنت سے آلودہ نہیں کرتے ہیں۔ ان کی یہ کیفیت تکلف سے بالکل مبرا ہے، ظاہر ہے کہ تکلف کا وصف اصل حقیقت کو اجاگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیتا ہے اگر تکلف کا شائبہ تک بھی راہ نہ پائے تو پھر استغناء کا وصف سورج کی مانند تاباں اور روشن ہوتا ہے۔

مِنَ التَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ لَا يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا : چونکہ ان کی جبلت میں خشوع وخضوع ہے ان کا لباس معمولی نوعیت کا ہے ان کے خدوخال سے ان کی مسکنت نمایاں نظر آتی ہے اس لئے عوام الناس تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرپاتے ہیں جب کہ ایمان دار لوگ جن کی فراست سے بچاؤ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ فوراً بھانپ جاتے ہیں کہ یہ لوگ غربت اور مسکنت کے سبب تعاون کے مستحق ہیں ظاہر ہے کہ ضرورت مند شخص تو فوراً پہچان لیا جاتا ہے اگرچہ وہ خود کو کتنا ہی چھپانے کی کوشش کیوں نہ کرے کیا یہ حقیقت نہیں کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جن کا لباس پھٹا پرانا ہوتا ہے ان کی آواز اور ان کی بصارت میں تواضع دکھائی دیتی ہے لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرورت مند نہیں بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ مال دار ہونے کا جنون ہے۔ حالانکہ درحقیقت وہ مال دار ہوتا ہے اور کتنے ہی ایسے اشخاص دیکھنے میں نظر آتے ہیں جو وضع قطع اور لباس سے خوشحال دکھائی دیتے ہیں لیکن آپ کی فراست ان کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے کہ واقعتاً یہ لوگ مسکین ہیں اپنی عزت کے تحفظ کے لئے کھل کر گداگر نہیں ہیں اس لئے کہ وہ بوجہ مجبوری اگر دست سوال دراز بھی کرتے ہیں تو ان کی کیفیت مبالغہ آمیزی سے عاری ہوتی ہے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مسکین وہ شخص نہیں جس کو ایک کھجور دو کھجور، ایک لقمہ دو لقمے دستیاب ہوتے ہیں بلکہ مسکین وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے خود کو بچاتا ہے۔'' (فتح الباری ۸ ۲۰۲)

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے ''مسکین وہ نہیں جو گداگر ہے بازاروں اور گلیوں میں گداگری کے لئے گھوم رہا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس مال کی فراوانی نہیں جس سے اس کی ضرورتیں پوری ہوں پھر اس کی مسکنت اور احتیاج کا کسی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ اس پر صدقہ کیا جائے اس کے ساتھ ساتھ وہ اتنی جرأت بھی نہیں کرتا ہے کہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔''

ذہن نشیں کریں کہ اسلام میں بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے، مالدار شخص، صحت مند قوت والے ہنرمند کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ بخاری ومسلم میں ایک حدیث وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''جو شخص علی الصبح روزگار کے لئے جنگل کا رخ کرتا ہے وہاں لکڑیاں کاٹتا ہے اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لاتا ہے اپنی ذات اور اہل خانہ کی ضرورتوں کو اس سے پورا کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ صدقہ بھی کرتا ہے'' اس کی یہ کیفیت نہایت بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔ نتیجۃً کوئی ایک شخص اس کے ساتھ تعاون کرے گا جب کہ بعض دیگر شرکاء اس کی اپیل پر توجہ بھی نہیں کریں گے ۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ ''بلا اشد ضرورت سوال کرنے والا شخص انگاروں سے اپنے دامن کو بھر رہا ہے اب وہ جس قدر انگارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دامن میں ڈالنا چاہتا ہے ڈال لے۔" (المنار ۳ / ۸۸، ۹۰)

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ : کسی شخص کی نیت، اس کا ارادہ اللہ پاک سے مخفی نہیں نیز آپ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہیں، کیا آپ بر محل خرچ کر رہے ہیں، کیا ذاتی ضرورت تو مقدم نہیں ہے؟ اس لئے کہ مال خرچ کرنے میں اخلاص کے دامن کو ہرگز چھوڑنا جائز نہیں ہے بہر حال جو لوگ نسبتاً زیادہ مستحق ہوں انہیں مقدم رکھا جائے۔

اَلَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ : وہ لوگ جو رات دن اپنا مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کی مزدوری ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تناسب اور تشریح : قبل ازیں آیات میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے بلکہ تمثیلات کے ساتھ اس کے فضائل کو اجاگر کیا گیا ہے جب کہ مال خرچ کرنے کے اوقات کا ذکر نہیں کیا گیا اب اس آیت میں جامعیت کے ساتھ تمام اموال کے خرچ کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہر وقت اور ہر حال میں خرچ کرنا اچھا عمل ہے۔ جب کہ اخلاص کے ساتھ ریاکاری سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے احسان جتلانے اور اذیت دینے سے بھی تحفظ حاصل کرتے ہوئے مال خرچ کیا جائے اس کا ثواب اللہ پاک کے ہاں متحقق ہوگا، نہ انہیں کچھ خوف لاحق ہوگا اور نہ خرچ کرنے کے بعد انہیں کسی قسم کا غم لاحق ہوگا۔ گویا کہ وہ عظیم ثواب سے ہمکنار ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

ترجمہ : وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان نے پاگل بنادیا ہے بوجہ اس کے چمٹ جانے کے یہ اس وجہ سے ہے کہ سود خوروں نے کہا سوائے اس کے نہیں کہ کاروبار بھی سود کی مانند ہے ، حالانکہ اللہ نے کاروبار کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے پس جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی جانب سے نصیحت آئے تو وہ (اس سے) رُک گیا تو اس کے لئے ہے جو گزر گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو شخص پھر سود خوری کی جانب لوٹا پس وہ لوگ دوزخ میں رہیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لُغوی تحقیق : "اکل" سے مقصود مال کے تصرف پر اپنا ہولڈ بر قرار رکھنا ہے۔ "اَلرِّبَا" سے مراد زیادتی ہے عربی زبان میں ٹیلے کو اسلئے "رَابِيَة" کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی جگہ سے اونچا ہوتا ہے۔ جب کہ "اَلرِّبَا" پر الف لام سے مقصود یہ ہے کہ تم سود کے مال سے خود کو تحفظ عطا کرو جس سے تم جاہلیت کے دور سے آشنا ہو۔

تناسب : ذکر کردہ آیت مبارکہ اور اس کے بعد والی چند آیات سود کی حرمت کے بارے میں نازل ہوئیں دور جاہلیت میں یہودی اور مشرکین ، سودی کاروبار کرتے تھے۔ سود کی حرمت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں وہ دیگر تمام آیات قرآنیہ سے آخر میں نازل ہوئیں اس مقام پر یہ آیات صدقات کی آیات کے بعد ذکر ہوئی ہیں۔

خیال رہے صدقات خیرات کی آیات میں سے جو آیت آخر میں ذکر ہوئی ہے اس میں ان سخی لوگوں کا تذکرہ ہے جو سخاوت اور صدقہ خیرات کے میدان میں سربر آوردہ ہیں جن کا معمول یہ ہے کہ وہ رات دن کے تمام لمحات بلکہ نامناسب حالات میں بھی خیرات جیسے بہترین مشغلہ کو جاری وساری رکھتے ہیں ان دونوں احکام میں باہم تضاد کی مناسبت واضح ہے جب کہ صدقات کرنے والے لوگ بلا معاوضہ مال خرچ کرتے ہیں۔

لیکن سودی کاروبار والے بلا معاوضہ ظلما مال حاصل کر کے اپنی ہوس زر کو تسکین بخشتے ہیں پس اولاً آیات قرآنیہ کی تفسیر پیش کی جارہی ہے بعد ازاں مسئلہ سود پر تحقیقی بحث کی روشنی میں سود کی حرمت کو واضح کیا جائے گا ان شاء اللہ اس لئے کہ اولاً تو ہر دور میں جب کہ بالخصوص اس دور میں سیاسی اور اجتماعی لحاظ سے امت اسلامیہ کی عظمت اور ارتقاء کا دارومدار اس بات پر ہے کہ سود کی حرمت کو نصوص الٰہیہ کی روشنی میں واشگاف کیا جائے۔ جب کہ بعض یورپ زدہ مسلمان اس بات کا غلط پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف عمل ہیں کہ سود کی حرمت نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو مقام ارتقاء سے نیچے گرا دیا ہے اور موجودہ دور میں دیگر ترقی یافتہ قوموں اور ملکوں کے مقابلہ میں سود کی حرمت کا مسئلہ بہت بڑی رکاوٹ ہے اس کی حرمت کے سبب مسلمانوں کو وہ غلبہ اور قوت حاصل نہیں ہے مسلمان ہونے کے لحاظ سے وہ جس کا استحقاق رکھتے تھے۔

علامہ ابن جریر کی سود کے بارے میں وضاحت

چنانچہ علامہ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں سود کے کوائف کا ذکر کیا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے انسان سے قرض لیا کہ فلاں تاریخ کو واپس کردوں گا جب وقت آجاتا تو قرض لینے والا شخص قرض دینے والے سے ہم کلام ہوتا کہ مجھے کچھ اور مہلت دیجئے فلاں تاریخ کو تمہارا اصل مال اور اتنا زائد مال آپ کو پیش کروں گا اس شرط پر دونوں کا اتفاق ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ سود میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اللہ پاک نے اس سے منع فرمایا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ (المنار ۳ / ۹۴)

چنانچہ بخاری شریف میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی خواب کی طویل حدیث میں خون کی ایک نہر کا ذکر ہے اس میں ایک شخص کا تذکرہ ہے جو اس نہر میں تیراکی کر رہا تھا جب کہ نہر کے کنارے پر ایک شخص تھا جس نے اپنے قریب زیادہ تعداد میں پتھر اکٹھے کر رکھے تھے۔ نہر میں تیرنے والا شخص جب تیرتے ہوئے نہر کے کنارے پہنچتا تو نہر کے کنارے پر بیٹھنے والا شخص آنے والے شخص کے منہ میں پتھر ڈال دیتا جب کہ اس نے پہلے سے منہ کھولا ہوا تھا، اس حدیث کی وضاحت میں بتایا گیا ہے کہ یہ شخص سود خور ہے۔
(فتح الباری ۴ / ۳۱۳، ابن کثیر ۱ / ۴۸۸)

ذہن نشین کریں کہ سود کا مسئلہ اسلام میں مشکل ترین مسائل میں شمار ہوتا ہے اور حرام چیز کی جانب پہنچانے والے وسائل سے اجتناب ضروری ہے اسی لئے ایک حدیث میں وارد ہے کہ "مشتبہ کاموں سے بھی بچاؤ اختیار کیا جائے اس لئے کہ شبہات میں داخل ہونے والا شخص حرام کام میں داخل ہوتا ہے۔" حدیث نبوی کے الفاظ ہیں: دَعْ مَا یُرِیبُكَ اِلیٰ مَالَا یُرِیبُكَ (ترمذی، نسائی، ابن حبان، حاکم، فتح الباری ۴ ۲۹۳)
"شک و شبہ کو چھوڑ کر یقین پر عمل پیرا رہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے "شکوک و شبہات سے کنارہ کش رہو اور وہ کام کرو جو شکوک و شبہات سے دور ہو بلکہ جس کام کے کرنے میں تردد ہو اسے بھی نہ کرو نیز آپ جس کام کے بارے میں رائے رکھتے ہیں کہ لوگوں کو میرے اس عمل پر باخبر نہیں رہنا چاہئے اسے بھی نہ کیا جائے۔" ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ "آپ سود اور شکوک کو بھی چھوڑیں بلکہ آپ نے فرمایا ایک دور آئے گا جب کہ ایک شخص سود سے بچاؤ اختیار کرے گا لیکن اس کے غبار سے اس کو تحفظ نہیں ہوگا۔" (ابن کثیر ۱ / ۴۸۹، ۴۹۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا يَقُومُونَ اِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ : سود خوروں کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس شخص کو شیطان نے پاگل بنادیا ہے۔ جیسا کہ صرع بیماری میں مبتلا شخص مختلف حرکات کا مرتکب ہوتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مال ودولت کے فتنہ کی زد میں آجاتے ہیں بلکہ مال ودولت کو خدا سمجھتے ہوئے اس کے بندے بن جاتے ہیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے :

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ تَعِسَ عَبْدُالدِّرهَمِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ

"جو شخص دراہم ودنانیر کا غلام بن گیا وہ بد قسمت ہے اگر دولت اسکے دامن میں ہوتی ہے تو وہ خوش وخرم رہتا ہے اگر نہیں ہے تو اللہ پر ناراض ہوتا ہے" (فتح الباری ۱۱/ ۲۵۳)

ایسے لوگوں کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ مال جمع کیا جائے وہ حد اعتدال سے آگے ہوتے ہیں دولت کے حصول میں دیوانے دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو دیوانہ ہے یا شراب کے نشہ میں پاگل دکھائی دیتا ہے حرکات وسکنات میں اعتدال نہیں ہوتا اضطرابی کیفیت کے سبب چلنے پھرنے میں وہ دیوانے نظر آتے ہیں جیسا کہ جس شخص پر جنون کا تسلط ہو جاتا ہے وہ بھی بظاہر مخبوط الحواس یعنی پاگل معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح فرشتوں کا وجود ہے اسی طرح جنوں اور شیطانوں کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

جنوں کے بارے میں علامہ تفتازانی کا قول

جنوں کے اجسام لطیف اور ہوائی ہیں مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتے ہیں عجیب وغریب واقعات کا ان سے ظہور ہوتا ہے۔ جب کہ شیاطین آگ سے پیدا کئے گئے ہیں ان کا کام لوگوں کو گمراہ کرنا ہے چونکہ ہوا اور آگ دونوں کے اجسام لطیف ہیں جیسا کہ فرشتوں کے اجسام لطیف ہیں وہ تنگ مقام میں بھی داخل ہو جاتے ہیں بلکہ لوگوں کے پیٹوں میں بھی داخل ہو جاتے ہیں جب کہ ان کو دیکھنا ممکن نہیں۔ ارشاد نبوی ہے "شیطان انسان کے رگ وریشہ میں یوں جاری وساری رہتا ہے جیسا کہ خون انسان کے رگ وریشہ میں گردش کرتا رہتا ہے۔" مزید تفصیل کے لئے دیکھیں "نظم الدرر ج ۴ ص ۱۱۴ ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا : ان کا سودی کاروبار کرنا، اس کو حلال سمجھنا اس کے ذریعہ اپنی معیشت کو برقرار رکھنا گویا کہ سودی کاروبار کو منفعت کے لحاظ سے خرید وفروخت کے برابر سمجھتا ہے اور اپنے پیٹوں میں آگ داخل کرنے کے مترادف ہے جب کہ سودی رقم بوجہ مدت کے زیادہ ہونے کے ان کے قرض سے زائد ہے وہ کسی چیز کے مقابلہ میں نہیں ہے اس کے حرام ہونے اور باطل ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا : اگر خرید و فروخت اور سودی کاروبار ایک جیسے ہوتے تو پھر اللہ احکم الحاکمین کے ہاں انکے احکام میں اختلاف نہ ہوتا پس ہر وہ چیز جس کا معاوضہ صحیح ہے اس کا نام خرید و فروخت ہے وہ حلال ہے البتہ وہ مال جو اصل مال سے زائد لیا گیا ہے اس لئے کہ اصل مال کو اس مدت میں واپس نہیں کیا گیا جو مدت آپس میں طے ہوئی تھی پس وہ مال سود ہے جو کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں ہے دونوں میں معاوضہ برابر نہیں ہے جب کہ اللہ پاک نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سودی رقم کو حرام قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حکم اللہ پاک کا نافذ ہوگا جب کہ وہ حکم جس مخلوق پر لگایا جارہا ہے وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اللہ پاک جسے چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے حرام کر دیتا ہے، اللہ پاک کے فیصلوں پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا بلکہ اللہ پاک نے جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ محض اسلئے حلال ہے کہ اس سے لوگوں کو فوائد حاصل ہوتے ہیں اور جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اس سے لوگوں کو نقصانات ہوں گے۔ بلکہ تکالیف اور مصائب سے دوچار ہونا ہوگا جب کہ مشکوک کاموں سے بھی بچاؤ کرنا چاہئے کیونکہ ان میں مضرت کا پہلو غالب ہے اگر منفعت کا پہلو غالب ہو تو اس میں اللہ پاک کے عفو کا پہلو غالب ہوتا ہے۔(المنار ۳ / ۹۷)

البتہ خرید و فروخت کے مسائل تفصیل کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور ہیں، خرید و فروخت کی جو صورتیں ناجائز ہیں ان کو معلوم کرنے کے لئے کتبِ حدیث اور شروح کی جانب رجوع کیا جائے تا کہ جو صورتیں جائز ہیں ان کی روشنی میں کاروبار کیا جائے اور جو صورتیں ناجائز ہیں ان سے دور رہا جائے جب کہ سُودی کاروبار مکمل طور پر ایسا ہے جس سے بچنا ضروری ہے بلکہ سُودی کاروبار کرنے والا شخص اللہ اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کررہا ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى : پس جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی جانب سے سُود کی حرمت کا حکم پہنچ چکا ہے جو اللہ پاک کی جانب سے خیر خواہی اور نصیحت ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوراً بلاتردد سُودی کاروبار کو ترک کرے اس سے وہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے جو زمانہ ماضی میں اس سے صادر ہوئے جن کا تعلق سُودی کاروبار سے تھا۔ مقصود یہ ہے کہ جس قدر وہ سُودی رقم لے چکا ہے اب وہ اس بات کا مکلّف نہیں ہے کہ اس نے جس سے سُودی رقم لی ہے وہ اسے واپس کرے البتہ اس حکم کے بعد اگر سُود کی کچھ رقم باقی ہے جو ابھی تک اس نے وصول نہیں کی ہے تو اس حکم کے آنے کے بعد اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ سُود کی رقم کو وصول کرے اور ایسے شخص کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ پاک اس کے بارے میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ فرمائیں گے۔

خیال رہے کہ ضرورت کے پیشِ نظر سابقہ رقم کو جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص سُودی رقم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممانعت کے آنے کے بعد واپس لوٹا دیتا ہے تو اس کا واپس لوٹانا بہت بڑی قربانی ہے اور اُس کی عزیمت ہے البتہ جو نقد مال سُود کا اس وقت اس کے پاس ہے اگر وہ اسے اس شخص کی جانب بھیج دیتا ہے جس سے اس نے حاصل کیا ہے تو یہ معاشرہ کے لحاظ سے نہایت بہتر اقدام ہے۔ جب کہ جو شخص اس نہی کے بعد سُود کی رقم اپنے استعمال میں لاتا ہے اور واپس نہیں کرتا اس کے لئے شدید وعید کا ذکر کرتے ہوئے اسے جہنمی قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

لیکن مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ وہ شخص جو کسی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص سُود کی حلت کا نظریہ رکھتا ہے اور اسے اعتقاداً جائز قرار دیتا ہے تو اس قماش کے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ قرآن پاک سے اس بارے میں فیصلہ کرانا چاہئے اس میں ہرگز تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ جب کہ قرآن پاک کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ہمیشگی سے اس طرح کی ہمیشگی مراد ہے جس طرح کی قتلِ عمد کی آیت میں ہے۔ محدثین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کبائر کا مرتکب شخص ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان دو قسم کا ہے، ایک ایمان اجمالی ہے کہ جس ایمان میں انسان نشوونما پاتا ہے جسے ظاہری ایمان کہا جاتا ہے جب کہ ایمان کی دوسری قسم دینِ اسلام کی صحیح معرفت کا نام ہے اس ایمان کے بعد دلائل مومن شخص کے دل و دماغ میں جاگزیں ہوتے ہیں اور اس کا ایمان اس کے ارادے پر حاکم ہوتا ہے اور وہ ایسا ایمان ہے کہ جو اس کے اعضاء اور جوارح پر کنٹرول کرتا ہے وہ زندگی کے ہر موڑ پر ایمان کی بادشاہت کو اپنے اوپر حاکم سمجھتا ہے۔ البتہ کسی جہالت یا نسیان کی وجہ سے انسان ایمان کے منافی کچھ کام کر بیٹھتا ہے۔ جب کہ سُودی کاروبار ایک ایسی معصیت ہے جو نفس امارہ میں موثر کردار ادا کرتی ہے جیسا کہ شہوتِ نفسانی، انسان کو معاصی کے سمندر میں غرقاب کر دیتی ہے دراصل ایمان ایک ایسی قوت کا نام ہے جو مومن کو اللہ کے حکم کے ساتھ اللہ کی ہمیشہ ہمیشہ ناراضگی سے تحفظ عطا کرتی ہے لیکن کبائر گناہوں کے ارتکاب کے اقدام سے رکاوٹ بنتی ہے جب کہ ظاہری ایمان اور زبان سے اقرار کرنا اللہ پاک کے ہاں اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اللہ پاک کی نظر تو دلوں پر اور انسان کی عملی زندگی پر ہے۔

سلف صالحین کا مسلک

چنانچہ سلف صالحین کا یہی مسلک ہے اگرچہ وہ لوگ جو اتباع سنت کے مدعی ہیں ان میں کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جنہیں اس کا علم نہیں ہے جب کہ انہوں نے لوگوں کو دین اسلام کے انہدام پر دلیر بنا دیا ہے ان کا موقف یہ ہے کہ سعادت کے حصول کا دارومدار صرف دین اسلام کے اعتراف اور تصدیق کا نام ہے اگرچہ اسکے احکام پر اس کا عمل نہیں ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ کچھ لوگ کبائر گناہوں کے ارتکاب پر مسرت محسوس کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ کبائر گناہوں کی ہلاکت آفرینی ظاہر ہے وہ کھلے بندوں کہتے ہیں کہ میں سُود خوری کا انکار نہیں کرتا جبکہ میں مسلمان ہوں اور مجھے تسلیم ہے کہ سُود خوری حرام ہے ایسے لوگ فراموش کر جاتے ہیں کہ انکا یہ اقرار کہیں انہیں ان لوگوں کی فہرست میں داخل نہ کر دے جو اس وعید کے مستحق ہیں اور اس کے اس اقرار سے اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کی فہرست میں داخل نہ کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

ترجمہ: اللہ سود کی (برکت) کو مٹاتا ہے اور صدقات کی برکت میں اضافہ کرتا ہے اور اللہ ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو ناشکر گزار گناہگار ہے۔

سود کے مال اور صدقہ میں نمایاں فرق کا بیان

سُود اور صدقہ میں جو نمایاں فرق ہے اللہ پاک اسے بیان فرما رہے ہیں کہ سُود کے اثرات کتنے مہلک ہیں۔ جب کہ صدقہ کے اثرات کس قدر منفعت بخش ہیں۔ چنانچہ سُود ایسا منحوس مال ہے جو مال کی برکت کو ختم کر دیتا ہے بلکہ دوسرے مال کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ یعنی جس مال میں سُود کی آمیزش ہوتی ہے وہ مال بھی تباہ و برباد ہو جاتا ہے، چنانچہ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ سُود کے مال میں وقتی طور پر کتنا ہی اضافہ کیوں نہ ہو جائے لیکن انجام کار مال میں کمی واقع ہوتی ہے اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سُودی کاروبار کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا اس کا ایک اور مفہوم بھی لیا جاتا ہے کہ سُودی کاروبار کرنے والا شخص لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے عوام الناس اس سے دشمنی رکھتے ہیں اس کے نتیجہ میں وہ مختلف قسم کے وسوسوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے جن کے سبب اس کی زندگی باوقار نہیں ہوتی اور نہ اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ ایسا شخص محتاج اور فقراء لوگوں کی نظر میں کانشانہ شماتت ہوتا ہے۔ سُود کے نشہ میں آکر وہ اسلامی معاشرہ میں فساد برپا کرتا ہے لوگوں کے مالوں پر زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے، ان کے درمیان اور فقراء کے درمیان دشمنی کی خلیج بڑھتی چلی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ بے یقینی اور عدم اطمینان کی نذر ہو جاتا ہے۔

خیال رہے کہ لغت میں "اَلْمَحْقُ" کا معنی کسی چیز کو مٹانا اور ختم کرنا ہے اور انسان جس کسی کام کو اچھے انداز سے نہیں کرتا ہے گویا کہ اس نے اس کام کو ختم کر دیا جس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ سُودی کاروبار کرنے والے مال و دولت کی زیادتی کو دیکھتے ہوئے آرام کی زندگی کے متلاشی ہوتے ہیں۔ لیکن سُودی کاروبار ایسا ملعون کاروبار ہے کہ سُود خور انسان ہر قسم کی لذت اور آرام سے محروم رہتا ہے، لوگ اسے نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراہت دیکھتے ہیں۔(المنار ۳ / ۱۰۰)

امام بخاری نے اس آیت پر باب کا انعقاد کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا "کاروبار میں قسم اٹھانا بظاہر کاروبار میں اضافہ کرتا ہے جب کہ درحقیقت کاروبار میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ برکت اٹھ جاتی ہے" مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ جس طرح سُود میں بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے مگر درحقیقت مال کم ہوتا ہے اسی طرح قسم اٹھا کر فروخت کرنے سے بظاہر کاروبار چلتا نظر آتا ہے جب کہ اس میں برکت نہیں ہوتی اسی طرح سُودی کاروبار میں برکت کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔(فتح الباری ۴ / ۳۱۵)

جب کہ صدقات سے مال میں اضافہ ہوتا ہے نہ صرف یہ کہ صدقات کا ثواب اخروی زندگی میں حاصل ہوگا بلکہ اس کے فوائد سے دنیوی زندگی میں بھی وہ انسان محظوظ ہوگا اور مال بھی کئی گنا زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص حلال روزی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک تو حلال مال سے ہی صدقہ قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کھجور کے برابر صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑتا ہے اس کے بعد صدقہ دینے والے کے اجر و ثواب میں اضافہ کرتا رہتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ ایک کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيمٍ : اللہ پاک کسی بھی ایسے شخص کو جو سُود کو حلال گردانتا ہے اس لحاظ سے وہ کافر ہے۔ چونکہ وہ گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے تو ایسے شخص کو اللہ پاک اچھا نہیں جانتا، ظاہر ہے کہ اللہ پاک کی محبت اس انسان کے ساتھ ہے جو انسان اللہ کے بندوں کی اصلاح کے لئے اللہ کے احکام کی ادائیگی کرتا ہے تو ایسے انسان سے اللہ کی محبت ہے اور جو انسان اس کے خلاف ہے تو اس کے ساتھ اللہ کی محبت نہیں ہے یعنی جو اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا نہیں کرتا جبکہ اللہ نے اُسے مال و دولت سے نوازا ہے تو وہ مال کو فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتا بلکہ محتاج، بے نوا قسم کے انسانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا ہے اس لحاظ سے اسے گنہگار قرار دیا گیا ہے کہ اس نے مال کے بل بوتے پر لوگوں سے مال کو حاصل کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا، سرمایہ داری کے اس نتیجہ میں وہ لوگوں کو مالی مشکلات میں مبتلا کر رہا ہے اور ان کی اضطراری کیفیت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔(اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے اور نماز کو قائم کرتے رہے اور زکوۃ ادا کرتے رہے انکے لئے ان کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ہے، انہیں کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تشریح: اللہ پاک مطلع فرمارہے ہیں کہ جو لوگ اللہ پاک اور اس کے فرستادہ پیغمبر محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لائے اور اللہ کے پیغمبر نے اللہ پاک کی جانب سے جو احکام بتائے جیسے سُودی کاروبار کی حرمت اور سودی مال سے دور رہنے کا حکم دیا دیگر دین اسلام کے تمام احکام پر ایمان لائے اور ان کے مطابق زندگی گزارتے رہے۔ مزید اقامت نماز پر مداومت کی سُنت نبوی کے مطابق اس کی ادائیگی میں سرگرم عمل رہے اور اپنے مال سے زکوۃ ادا کرتے رہے جب کہ وہ گذشتہ زندگی میں سُودی کاروبار میں ملوث رہے اس لئے کہ اس وقت اس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا تو ان کو ان کے اعمال صالحہ پر اجر و ثواب عطا ہوگا ان کی نمازیں ان کے صدقات قبول ہوں گے اور قیامت کے دن انہیں ان کا اجر و ثواب ملے گا جب انہیں ان کے ثواب کی ضرورت بھی ہوگی اس روز انہیں اللہ کے عذاب سے کچھ ڈر نہیں ہوگا جب کہ دور جاہلیت میں ان سے گناہ سرزد ہوتے رہے، سودی کاروبار کرتے رہے اور اس سے اپنی مالی ضرورتوں کو پورا کرتے رہے۔

جب کہ انہیں ابھی سُود کی حرمت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا تو اللہ پاک ان کے سُودی کاروبار اور سُودی مال کو ضروریات زندگی میں صرف کرنے پر انہیں معاف فرمائے گا جب کہ وہ مکمل طور پر تائب ہو کر انابت الی اللہ کے جذبہ سے بارگاہ الٰہی میں پُرنم آنکھوں اور کانپتے ہوئے دل کے ساتھ عفو و درگزر کی بھیک مانگتے ہوئے پہنچ جائیں اب انہیں ہرگز کسی قسم کا خوف لاحق نہیں ہوگا۔

مزید برآں سودی دولت سے دست کش ہونے پر انہیں ہرگز حزن و ملال نہیں ہوگا جب وہ اللہ پاک کی بے پایاں رحمت کی فیاضی کا مشاہدہ کریں گے در اصل انہوں نے آخرت کے دن میں اللہ پاک کی رضا طلبی کے لئے سُودی کاروبار اور اس کی منفعت سے خود کو دور رکھا پس سودی زندگی سے بچاؤ پر اللہ پاک نے جو حسین و جمیل وعدہ فرمایا ہے، اس سے ہمکنار ہو کر ان کی خوشیوں میں ناقابل تصور اضافہ ہوگا۔

(تفسیر ابن جریر ۳/ ۱۴۵، ۱۴۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم اللہ سے ڈرو اور سُود سے جو باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان دار ہو۔ پس اگر تم نے نہ کیا تو اللہ کے ساتھ اور اسکے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے خبر دار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے تمہارا اصل مال ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہو گا۔

تشریح: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب فرمانے کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہے ہیں کہ سُود کی حرمت کے بعد جو تمہارا سُودی مال لوگوں کے پاس باقی ہے تم اسے وصول نہ کرو اگر تم اس تمام شریعت پر ایمان رکھتے ہو جسے محمد ﷺ نے پیش کیا ہے۔ دراصل کلام کا یہ اسلوب عربی زبان میں متعارف ہے یوں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ فلاں وصف کے ساتھ متصف ہونا چاہتے ہیں تو آپ فلاں کام کریں گویا کہ اب تمہارے لئے سُودی مال لینا حرام ہے بلکہ اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس نہی کے بعد سُودی مال وصول کر رہا ہے تو اسے ایمان داروں کے زمرہ میں شمار نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ انسان ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر کرتے ہوئے باب کا عنوان منعقد کیا ہے کہ "سُود کھلانے والے کا کیا حکم ہے؟" تو اس عنوان کے تحت انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں بتایا کہ قرآن پاک میں سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ سود کی یہ آیت ہے، اسی باب کے ضمن میں عون بن جُحیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جس میں بعض دیگر منہیات کے ساتھ ساتھ سُودی مال کے کھانے اور کھلانے والے کو اس سے روکا ہے۔ (فتح الباری ۴/۳۱۴)

اس سے بعد والی آیت میں حکم دیا کہ سُود کی حرمت کے نازل ہونے کے بعد جو تمہارا مال کسی کے ذمہ ہے اگر تم نے اس سے وصول کرنا چاہا تو سمجھ لو کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور تم نے خود کو شریعت اسلامیہ سے خارج کر دیا ہے جب کہ تم احکام الٰہیہ کے مطابق عملی زندگی نہیں گزار رہے ہو۔

خیال رہے اللہ کے ساتھ جنگ کرنے سے مقصود اللہ کا ناراض ہونا ہے اور اللہ اس سے اس غیر انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جُرم پر انتقام لے گا۔ چنانچہ معاشرہ میں دیکھا گیا ہے کہ سُودی کاروبار میں ملوث لوگ پہلے مال ودولت میں کھیلتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اس قدر محتاج ہو جاتے ہیں کہ انہیں بازاروں اور گلیوں میں ایک ایک پیسے کی بھیک مانگتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ لیکن اگر تم اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے سُودی کاروبار کو ختم کر دو گے اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر صدقِ دل سے توبہ کرو گے تو تمہیں اصل مال لینے کا تو حق ہے لیکن اُس سے زائد لو گے تو تم ظالم کہلاؤ گے اور اگر وہ تمہیں اصل مال دینے میں کمی کریں گے تو ان کے ظالم ہونے میں بھی کچھ شبہ نہیں۔

(المنار ۳/ ۱۰۲)

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں جو طویل خطبہ ارشاد فرمایا اس میں جہاں آپ نے دیگر ضروری احکامات کا نفاذ فرمایا وہاں آپ نے یہ بھی فرمایا "کہ دورِ جاہلیت کے سُود کو میں آج کے دن ختم کر رہا ہوں اب کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی شخص سے سُودی رقم کا مطالبہ کرے جو اس نے اس سے وصول کرنی تھی۔ چنانچہ اس قانون کو میں عملی شکل دیتے ہوئے اولاً عباس بن عبدالمطلب اپنے چچا کا سُود معاف کرتا ہوں اب عباس کی جانب سے اس سُود کا مطالبہ نہیں ہو گا اب اس قانون کے نفاذ کے بعد سبھی لوگوں کے سُود ختم ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ، علامہ البانی ۲/ ۷۸۵)

چنانچہ ابن جریر نے ان دونوں آیتوں کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیات عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے نیز بنو مغیرہ کے ایک آدمی کے بارے میں ان کا نزول ہوا ان دونوں نے سُود کی کثیر رقم لوگوں سے لینی تھی۔ (المنار ۳/ ۱۰۳)

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

ترجمہ : اور اگر کوئی تنگ دست ہے پس (اسے) آسانی تک مہلت دینا ہے اور اگر تم صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تشریح : اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے اس وقت تک مہلت دو جب تک کہ اس کی تنگ دستی دور نہیں ہوتی لیکن اگر تم تنگ دست مقروض کا قرض معاف کر دیتے ہو تو تمہارا یہ عمل تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ اس آیت میں ترغیب دلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں شفقت، محبت، رحمدلی سے رہنا چاہئے اگر صاحبِ ثروت لوگ اس انداز کو اپنا لیتے ہیں تو اس کے فوائد مستقبل میں دور رس ہوں گے۔ اسلامی معاشرہ کی معیشت نہ صرف یہ کہ سُود کی لعنت سے پاک ہو گی بلکہ انسانیت کا صحیح تصور اُجاگر ہو گا اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ پاک ان لوگوں پر رحم نہیں فرماتا جو اللہ کی مخلوق پر شفقت نہیں کرتے ہیں۔ مشہور حدیث ہے :
"اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ" "تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو وہ ذات جو آسمانوں میں ہے وہ تم پر رحم فرمائے گی۔"

جیسا کہ اقبالؒ نے اس کی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : میں اشارہ ہے کہ جو شخص کسی کام کے بہتر ہونے کو نہیں جانتا وہ ہرگز اس کام کو سرانجام نہیں دے گا اور جو شخص جانتا ہے وہ لازماً اسے کر گزرے گا۔ بلکہ آپس میں عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے، بدلہ لینا اور دل میں بُغض رکھنا انسانیت کے خلاف ہے۔ غور فرمائیں کیا اخلاقیات کی ترغیب دینے والی احادیث کا کثیر مجموعہ کتبِ حدیث میں موجود نہیں ہے اگر معاف نہیں کر سکتے ہو تو کچھ مدت تک مہلت تو دی جانی چاہئے۔ اللہ کے ہاں بہترین انسان وہ ہے جس کے مزاج میں نرمی ہو، تُرش روئی نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتا اور اس کے چہرے کے خدوخال سے مسکراہٹ نمودار ہوتی ہو۔

مزید اللہ پاک ترغیب کے ساتھ ساتھ ترہیب کا پہلو اختیار فرماتے ہوئے خیر خواہانہ انداز میں حکم دے رہے ہیں کہ تمہیں قیامت کے دن سے خود کو تحفظ دینا ہے اور دنیوی مشاغل سے چند لمحات خود کو الگ کر کے روزِ قیامت کی ہولناکیوں سے نفس امارہ کو کچلنا ہوگا سبھی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے کوئی شخص کہیں چھپ نہیں سکے گا، اس روز صرف اللہ پاک کی بادشاہت ہوگی اس ذات کے علاوہ سبھی بارگاہ الٰہی میں درانگندہ ہوں گے۔ خیال رہے اللہ پاک کی نظر سے ہم لمحہ بھر بھی پردے میں نہیں ہیں نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں پردے میں ہوں گے کہ ہم پردے سے نکل کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ ارشاد باری ہے :

﴿مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا﴾ (سورۃ المجادلہ : ۷)

"(کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔"

جب کہ دنیوی زندگی کے مشاغل میں انسان اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ اللہ پاک کی ذات کا تصور اس کے دل و دماغ سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اس کی بادشاہت کا خیال طاق نسیاں کے سپرد ہو جاتا ہے۔ وہ خود کو مستقل حیثیت دے دیتا ہے دنیوی حکمرانوں سے خوفزدہ رہتا ہے اور ان سے امیدیں بھی وابستہ رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

ترجمہ : اور تم اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی جانب لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو پورا
پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے عمل کیا ہو گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح : اس آیت کے بارے میں تفسیر کی کتابوں میں وضاحت موجود ہے کہ سب آیات کے بعد یہ آیت
نازل ہوئی، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ نو راتیں زندہ رہے۔ (المنار ۱/ ۴۹۸)

مسئلہ سود پر مزید تفصیلات سورۂ آل عمران کی آیت "لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً" کی
تفسیر کے ضمن میں ذکر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ص وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ
اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ
مِنْهُ شَيْئًا ط فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ
يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ط وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ج
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ
تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا
دُعُوْا ط وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ط ذٰلِكُمْ
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ط وَاَشْهِدُوْٓا
اِذَا تَبَايَعْتُمْ ص وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ط وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ ط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ترجمہ : اے ایمان والو !اگر تم آپس میں قرض کا لین دین متعین مدت تک کرو تو تم اسے تحریر کرلیا کرو اور تمہارے درمیان تحریر کرنے والا انصاف کے ساتھ تحریر کرے اور تحریر کرنے والا تحریر سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو تعلیم دی ہے اسے تحریر کرنا چاہئے اور وہ شخص تحریر کرائے جس کے ذمہ قرض ہے اور چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے وہ قرض سے کچھ کمی نہ کرے اگر جس شخص کے ذمہ قرض ہے وہ بے وقوف ہے یا کمزور ہے یا اس میں تحریر کرانے کی استطاعت نہیں تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ تحریر کرائے اور تم مردوں سے دو گواہ بناؤ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (کفایت کر جائیں گی) ان لوگوں سے جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو (تاکہ اگر ان میں سے) ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دہانی کرائے اور گواہوں کو انکار نہیں کرنا چاہئے جب انہیں (گواہی کے لئے) طلب کیا جائے اور تمہیں اکتانا نہیں چاہئے کہ تم قرض کو تحریر کرو تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی مدت تک یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف والی بات ہے اور گواہی کے لئے بہت دُرست ہے اور اس سے زیادہ قریب کہ تم شک میں واقع نہ ہو گے البتہ جب تجارت کا معاملہ نقد بنقد ہو کہ تم آپس میں گھمار ہے ہو پھر تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم تحریر نہ کرو اور تم گواہ بنالیا کرو جب تم خرید و فروخت کرو اور تحریر کرنے والے اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے اور اگر تم (ایسا کام) کرو گے تو بلاشبہ تم پر اسکا گناہ ہوگا اور تم اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

تناسب : مذکورہ دونوں آیتوں کے درمیان اور ان دونوں سے پہلے ذکر کردہ آیات میں ربط و مناسبت کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مفسرین نے جو وضاحت فرمائی ہے ہم اس کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

غور فرمائیں کلام کے آغاز میں صدقات وخیرات کی ترغیب کا تذکرہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو ایسی صورت میں وہ مال خالصۃً رحمت ہے اس کے بعد سُود سے منع فرمایا جو دلوں میں شدید قسم کے بخل کو جنم دیتا ہے بلکہ غربت زدہ انسانیت کو ظلم وستم کی چکی میں پیس دیتا ہے۔ جب کہ اس کے بعد قرض اور رہن کے احکام ذکر ہوئے ہیں ان دونوں صورتوں میں غریب، مفلوک الحال لوگوں کو اُمید کی کرن سے مطمئن کیا گیا ہے جب کہ اللہ پاک نے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے جہاں مال خرچ کرنے کے مواقع موجود ہیں لیکن جہاں مواقع نہیں ہیں وہاں مال خرچ نہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ سُود پر اُدھار لینا مظلوم انسانیت کو کُند چھری سے ذبح کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ جب آپ نے کسی غربت زدہ انسان کو کچھ مدت کے لئے قرض دیا ہے تو اگر وہ اس مدت کے اندر ادا نہیں کر پاتا تو آپ کے لئے نہایت مناسب یہ ہے کہ آپ اسے مزید وقت دیں اور اس کی تنگ دستی کا خیال رکھتے ہوئے اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کی بجائے اسے حوصلہ دیں۔

اور اس کو تحریر میں لے آئیں جبکہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ فلاں انسان کو اتنا روپیہ قرض دیا گیا اور فلاں انسان اس پر گواہ ہے اگر گواہی کا معاملہ میسر نہ آئے اور نہ ہی تحریر کرنے کے انتظامات ہوں تو ایسی صورت میں قرض لینے والا انسان مقروض کے پاس قرض کے برابر مالیت کا کوئی زیور یا کوئی اور چیز گروی رکھے۔ قرض مال کے واپس نہ ملنے کی صورت میں گروی چیز سے قرض پورا کیا جا سکتا ہے۔

سُود پر اُدھار رقم لینے والے انسان دراصل سُود کی حرمت کی وجہ سے اس کا تسلط سُود کی رقم پر ختم ہو جاتا ہے صرف اصل مال اسے ملنا چاہئے لیکن اگر قرض لینے والا انسان تنگ دست ہے تو پھر قرض دینے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے اتنا عرصہ مہلت دے کہ وہ آسانی کے ساتھ قرض ادا کر سکے۔ اس آیت سے یہ حکم مترشح ہو رہا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ میں مبالغہ کی حد تک رغبت دلائی گئی ہے جب کہ سُود کی حرمت کے بارے میں بھی زبردست تہدید مذکور ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مال کو فراہم کرنا اور اس کی حفاظت کرنا مطلق طور پر مذموم ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ پاک حکم دے رہے ہیں کہ جس طرح مال ودولت کو ضائع کرنا اچھا کام نہیں ہے اسی طرح مال ودولت میں بے تحاشا اضافہ کرتے جانا بھی مناسب نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ تم جائز ذرائع سے مال ودولت حاصل کرو اور بھلائی اور نیکی کی راہوں میں خرچ کرو۔ ارشاد باری ہے :

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ (النساء : ۵)

"اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی مال ودولت ایسی چیز ہے جس پر تمہارا کاروبار معیشت اور زندگی گزارنے کا انحصار ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ "نِعِمَّا الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرءِ الصَّالِحِ" یعنی بہترین مال وہ ہے جس کو صلاحیتوں سے موصوف انسان اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ جب کہ شریعت اسلامیہ میں وہ انسان قابل مذمت ہے جو مال کا غلام بن جاتا ہے، بخل کرتا ہے اور وہ حلال اور حرام میں کچھ امتیاز نہیں کرتا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تَعِسَ عبدُ الدِّینَارِ تَعِسَ عَبدُ الدِّرهَمِ "یعنی مال ودولت کا غلام بد نصیب ہے۔" (فتح الباری ۱۱/۲۵۳)

اگر اس وہم کا ازالہ مقصود نہ ہوتا تو آیت (مداینہ) میں اس قدر مبالغہ کے انداز کے ساتھ قرض کی رقم کی کتابت اور اس پر گواہ بنانے کا ذکر نہ ہوتا جب کہ قرآن پاک کے اسلوب بیان میں بالخصوص ایجاز کے پہلو کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں نوبار تاکیدات کا ذکر ہے بلکہ اس میں امر اور نہی پر مشتمل احکام گنتی میں پندرہ تک موجود ہیں۔

امام رازی کا قول

آیت مداینہ سے پہلے سُود سے منع کیا گیا ہے جب کہ آیت مداینہ میں بیع سلم کے جواز کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس قدر منفعت بظاہر سُود میں ہے اس سے کہیں زیادہ منفعت بیع سلم میں موجود ہے۔ البتہ سُود میں بالخصوص ادھار کی شکل میں اصل مال کئی گنا ہو جاتا ہے جب کہ بیع سلم میں سُود جیسی کیفیت نہیں ہے اس لئے کہ سُود قطعی طور پر حرام ہے جب کہ بیع سلم میں منفعت کی پوزیشن سُود جیسی نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ میں بیع سلم کا جواز ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی ایک سال، دو سال، تین سال تک کی مدت کے لئے پھلوں کو خرید لیتے تھے، جب کہ وزن، ناپ اور مدت کا تعین ہوتا تھا۔ اور ان کے پاس پھل وغیرہ موجود نہیں ہوتا تھا البتہ نرخ متعین ہوتا تھا جس کی قیمت انہیں پہلے ادا کی جاتی تھی۔ (فتح الباری ۴/۴۳۴)

لفظ "دین" سے مقصود ادھار ہے مثلاً بیع سلم میں کسی چیز کو اس کی رقم حاصل کر کے معین وقت پر خریدار کے سپرد کرنا ہے تاہم اس قسم کے معاملہ کو تحریر میں لانا چاہئے جب کہ تحریر کرنے والا انسان عدل وانصاف کے ساتھ موصوف ہو۔ مال کے خریدار اور فروخت کرنے والے کے ساتھ اس کی خیر خواہی مساوی انداز کی ہو اور تحریر کرنے والے انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تحریر کرنے سے انکار کرے جب کہ اللہ پاک نے اس کو فن کتابت کے علم سے نوازا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ وصف عدالت کے ساتھ موصوف ہو دونوں اوصاف اس میں موجود ہوں اور تحریر کرنے والے کو وہ شخص تحریر کرائے جس کے ذمہ ادائیگی ہے اور اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستخط حاصل کئے جائیں وہ تحریر کراتے وقت اپنے پروردگار اللہ پاک کے جلال سے خوفزدہ ہو کر صحیح صحیح تحریر کروائے۔ ہرگز کمی بیشی کا شائبہ تک راہ نہ پائے اگر وہ شخص جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح صحیح املاء کروائے اس کی عقل میں نقص ہے، احمق ہے، فضول خرچ ہے، تحریر کروانے کی صلاحیت نہیں ہے یا گونگا ہے بولنا ممکن نہیں تو اس کا ولی عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تحریر کرائے۔

دو اشخاص کی گواہی کا بیان

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ : اس پر دو مرد گواہوں کی گواہی تحریر کراؤ جو ضرورت کے وقت گواہی دیں۔ خیال رہے لفظ شہادت میں امانت داری کا مفہوم بھی ملحوظ خاطر ہے جیسا کہ قاموس میں اس کی وضاحت موجود ہے دونوں گواہ ایمان دار ہوں، جو ایمان کے وصف کے ساتھ موصوف نہ ہوں انہیں گواہ نہ بنایا جائے۔

دو مردوں کی عدم موجودگی میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہیں

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ :اگر دو مرد موجود نہیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں ایک مرد کے برابر دو عورتوں کی گواہی کو قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ وہ گواہی میں کمزور سمجھی جاتی ہیں۔ جب کہ عام طور پر لوگ بھی ان پر کم اعتماد کرتے ہیں اور گواہ ایسے ہوں جن کی گواہی کو تم قبول کرتے ہو اگر ایک عورت کسی وجہ سے بھول جائے گی تو دوسری عورت اس کو یاد دلا سکے گی۔ عورتوں کے بارے میں اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہ کیا جائے کہ معاملات کے بارے میں ان کی مشغولیت عام طور پر نہیں ہوتی، جب کہ گھریلو معاملات میں ان کی قوتِ حافظہ مردوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کچھ عورتیں معاشرہ میں مالیاتی امور میں بھی سربر آوردہ ہیں تو چونکہ ان کی تعداد نہایت قلیل ہے اس لئے عام احکام میں اکثریت پر ہی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

نیز جب گواہوں کو گواہی کے لئے طلب کیا جائے تو ان کے لئے شرعاً انکار کی گنجائش نہیں ہے نہ وہ گواہی دینے سے پہلو تہی کریں اس لئے کہ گواہی نہ دینا جرم ہے، جب کہ گواہی دینا ضروری ہے البتہ گواہی فرض کفایہ ہے اسی شخص پر گواہی دینا ضروری ہے جسے گواہی دینے کے لئے مدعو کیا جائے البتہ اگر اس کے علاوہ کوئی گواہ موجود نہیں ہے تو پھر اس کے لئے گواہی دینا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

تحریر کرنے میں سستی نہ کی جائے

وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ : مقصود یہ ہے کہ قرض یا کسی حق کے لکھنے سے اکتاہٹ کا شکار نہ ہو اور نہ سستی اور غفلت کو رکاوٹ بننے دیا جائے، خواہ وہ معاملہ جس کے لکھنے کا حکم دیا ہے اس کی حیثیت معمولی کیوں نہ ہو یا اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت نہایت عظیم کیوں نہ ہو اس کے بارے میں متعین وقت کو ضرور تحریر کیا جائے۔ تاکہ آپس میں جھگڑا رونما نہ ہونے پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریر بھی ایسی دلیل ہے جس کا شرعاً اعتبار کیا جاتا ہے، جب کہ تحریر کرتے ہوئے معاملہ کی تمام شرائط کو مکمل طور پر تحریر کیا جائے بلکہ اس آیت میں ''صغیرًا'' کا لفظ مقدم ہے اس میں وضاحت موجود ہے کہ نہ صرف اہم معاملات کو تحریر میں لایا جائے بلکہ معمولی معاملات کو بھی ورطہ تحریر میں لایا جائے۔

جب کہ عام طور پر لوگ اس کے لکھنے میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے نتیجۃً اندیشہ ہے کہ کہیں تحریر کے عدم ثبوت کی بناء پر کسی مالی نقصان کے برداشت کرنے کی پریشانی ذہن پر سوار نہ ہو جائے۔ دراصل اقتصادی معاملات کو صحیح سمت پر رواں دواں رکھنے کے لئے یہ ایک ایسا عظیم قاعدہ ہے کہ جس کا خیال رکھنے سے انسان ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ذَالِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ: ایمان داروں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ جس قدر اس آیت میں احکام کو ذکر کیا گیا ہے یہ کسی ایک فرد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام اہلِ اسلام کے لئے یہ احکام ہیں یعنی تحریر کرنا ایسا نفیس عمل ہے کہ اس سے معاملات میں عدل وانصاف کا پہلو غالب رہتا ہے اور تحریر کے ہوتے ہوئے گواہوں کی گواہی سے مزید تقویت حاصل ہوتی ہے اور شکوک وشبہات کے تمام بادل چھٹ جاتے ہیں۔

إِلاَّ أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً: البتہ اگر لین دین دست بدست ہو کہ خریدنے والا چیز کو خرید رہا ہے اور خریدی ہوئی چیز کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور اس چیز کے عوض میں فروخت کرنے والے نے اس کی رقم کو نقد وصول کر لیا ہے تو اگر اس حالت میں تحریر نہ کی جائے تو پھر کچھ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جب کہ فریقین کے مابین جھگڑے کی بنیاد شبہات ہوتے ہیں۔ (المنار ۳ / ۱۲۲، ۱۲۶)

خرید وفروخت کے وقت گواہ بنائے جائیں

وَأَشْهِدُوا اِذَا تَبَايَعْتُمْ: اور جب تم خرید وفروخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو، خرید وفروخت کرتے وقت خواہ نقد ہو یا ادھار بہر حال گواہ بنا لیا کرو۔ جب کہ ادھار میں گواہ بنانے کا حکم ضروری ہے اور نقد میں ضرورت ہی نہیں ہے، تاہم اگر ضرورت محسوس کی جائے تو گواہ بنائے جائیں اور یہ حکم استحباب پر مبنی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مسند احمد بن حنبل سے ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بدوی سے گھوڑا خرید فرمایا اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے آپ نے اس سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں، راستے میں ہی بعض لوگوں نے اس کی قیمت میں اضافہ کر دیا جب کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ گھوڑا خریدا جا چکا ہے تو اعرابی نے چیخنا شروع کر دیا اگر آپ مجھ سے گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں وگرنہ میں اس کو فروخت کر رہا ہوں آپ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا میں نے تو خرید کیا ہوا ہے اس نے کہا آپ گواہ پیش کریں۔ جب کہ حاضر کاروبار میں گواہی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ حیران ہوئے، چنانچہ خزیمہ بن ثابت انصاری نے گواہی دی کہ آپ نے خرید کیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے استفسار کیا آپ تو موجود نہ تھے پھر کیسے گواہی دے رہے ہیں اس نے عرض کیا آپ کی تصدیق کر رہا ہوں تو آپ ﷺ نے خزیمہ کی شہادت کو دو انسانوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۰۳)

وَلاَ يُضَارَّ كَاتِبٌ وَّلاَ شَهِيْد : خیال رہے "وَلَا يُضَارَّ" میں نہی معلوم اور نہی مجہول کے لحاظ سے معنی میں تفاوت ہے، قرأت میں تفاوت نہیں ہے۔ معلوم کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ تحریر کرنے والا اور گواہ فروخت کرنے والے اور خریدار کو نقصان نہ پہنچائیں کہ بلانے پر وہ نہ آئیں یا تحریر یا گواہی میں تحریف کا ارتکاب نہ کریں۔ جب کہ مجہول کی صورت میں خریدار اور فروخت کنندہ تحریر کرنے والے اور گواہ کو اپنی ضرورت کے پیش نظر اس وقت بلائیں جب کہ وہ خود کسی مشکل کام میں مصروف ہیں اور ان کے لئے آنا ممکن نہ ہو یا بلا اُجرت آپ انہیں تکلیف دیں کہ وہ فلاں وقت پر آئیں جب کہ انہیں اس وقت اپنا ضروری کام چھوڑ کر آنا محال ہو۔ اس حقیقت کو ذہن نشین فرمائیں کہ لفظ "يُضَارَّ" باب مفاعلہ سے ہے جس میں شرکت کا خاصہ پایا جاتا ہے کہ اگر تحریر کرنے والا اور گواہ اس کے ساتھ ساتھ اگر فروخت کرنے والا اور خریدار اپنے بالمقابل بھائی کو مضرت سے ہمکنار کر رہے ہیں تو وہ اس کو نہیں بلکہ خود کو مضرت اور تکلیف سے ہمکنار کر رہے ہیں وہ بھی برابر کے شریک ہیں اور ان میں اسلامی اخوت کا رشتہ موجود ہے۔

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ : جن کاموں سے تمہیں روکا گیا ہے کہ تم تحریر کنندہ اور گواہ کو مضرت سے ہمکنار نہ کرو، لیکن اگر تم اس کا ارتکاب کرو گے تو تمہارا یہ کردار تمہیں اللہ پاک کی اطاعت کے حدود سے خارج کر دے گا اور تمہیں معصیت کے گڑھے میں گرا دے گا۔ بلکہ تمہارا کردار فاسقانہ انداز کا ہو گا، ایمان داروں سے ہرگز اس کردار کے وقوع کی امید نہیں ہوتی ہے۔

وَاتَّقُوْا اللّٰهَ : تم اسلام کے تمام مامورات پر عمل پیرا رہتے ہوئے منہیات سے خود کو تحفظ عطا کرو۔ اللہ پاک تمہیں ان راہوں پر رواں دواں رہنے کی تعلیم سے ہمکنار فرما رہے ہیں جن پر مسلسل ثابت قدمی کے ساتھ عملی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے سے نہ صرف یہ کہ تمہیں تحفظ حاصل ہو گا اور باہم دگر رابطہ مضبوط ہو گا اور ہر لحاظ سے تمہارا مستقبل روشن ہو گا اللہ پاک نے تمہیں علم سے نوازا ہے۔ اللہ پاک اگر تمہاری راہ نمائی نہ فرماتے تو تم جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں پریشان حال رہتے بلکہ تم میں اور جانوروں میں کچھ فرق نہ ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ پاک کی ذات جہاں دیگر اوصاف کے ساتھ موصوف ہے وہاں اسے کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے جب وہ کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اس کام کے بجالانے میں کس قدر افادیت ہے۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور نقصانات سے تحفظ عطا کرتے ہوئے احکامات اوامر و نواہی کا سلسلہ کتاب اللہ اور سُنّتِ صحیحہ میں بار بار موجود ہے۔

غور فرمائیں آیت کے اس حصہ میں تین بار لفظ "اللہ" کا تکرار ہے، مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک بار بار اپنا نام ذکر کر کے اس لئے حکم دے رہے ہیں کہ تمہارے دل ودماغ پر اللہ کا تصور اتنا مضبوط ہو کہ اس کے غیر کا خیال تک بھی راہ نہ پائے اور اللہ کا خوف ایسا کامیاب ہتھیار ہے جس کے نتیجہ میں علم کی روشنی سے دل ودماغ راحت محسوس کرتے ہیں بلکہ اللہ کا جلال تمام ظاہری اور باطنی اعضاء پر حاوی رہتا ہے۔ (المنار ۳/ ۱۲۷، ۱۲۸)

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

ترجمہ: اور اگر تم سفر میں ہو اور تم تحریر کرنے والے کو نہیں پاتے ہو پس (ضروری ہے) گروی کو ہاتھ میں رکھا جائے اگر تمہارے ایک گروہ کو دوسرے سے اطمینان ہو تو جس شخص کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت کو ادا کرے اور وہ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا پروردگار ہے اور تم گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا تو بلاشبہ اس کا دل گناہگار ہے اور اللہ کو علم ہے جو تم عمل کرتے ہو۔

تشریح: سفر کی حالت میں جب آپس میں لین دین کی صورت میں تحریر کرنے والا موجود نہیں ہے جو قرض کو تحریر کرے تاکہ وقت معین پر قرض لینے والا مدیُون کو قرض کی رقم واپس کرے یا کاتب تو موجود ہے لیکن کاغذ یا قلم دوات نہیں ہے تو ایسی صورت میں قرض لینے والا مدیُون کے پاس قرض کے برابر یا زائد قیمت والی چیز گروی رکھے تاکہ اگر قرض لینے والا بھول جائے تو اس وقت گروی چیز تحریر کے برابر سمجھی جائے گی لیکن گروی رکھنے کا یہ حکم سفر کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ اپنے شہر میں رہتے ہوئے بھی بطور رہن کے قرض کے برابر قیمت والی چیز کو رہن رکھنا ثابت ہے۔ جب کہ تحریر کے مواقع موجود نہ ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی سے قرض لیا جب کہ آپ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے اور اپنی زرہ یہودی کے پاس بطور رہن رکھی تھی۔

دراصل سفر میں تو تحریر کنندہ کا نہ ملنا اور ادواتِ تحریر کا موجود نہ ہونا ممکن ہے لیکن آبادی میں رہائش رکھتے ہوئے تحریر کے آلات کا نہ ملنا یا تحریر کنندہ کا نہ ہونا فرض تو کیا جاسکتا ہے جب کہ امکان ان چیزوں کے ملنے کا ہے۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا : اگر قرض لینے والا اور قرض دینے والا دونوں مطمئن ہوں تو چاہئے کہ جس نے قرض لیا ہے وہ قرض مدیون کو ادا کرے اور اس کے بارے میں اللہ کا ڈر اس کے دل ودماغ پر حاوی ہو۔

پس اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی آدمی نے کسی دوسرے انسان کو امین سمجھ کر اُسے کچھ مال دیا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہوا امانت کے مال کو واپس لوٹائے اور امانت سے ہرگز کچھ خیانت نہ کرے ، ایسی صورت میں بظاہر لین دین میں کوئی گواہ نہیں ہے اور کوئی دلیل بھی نہیں ہے ، صرف اللہ پاک کی ذات گواہ ہے تو اللہ پاک کی ذات زیادہ لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے احکامات کی اطاعت کی جائے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ : اللہ پاک نے تحریر کرنے والوں کو اور گواہی دینے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے مال ومتاع کی حفاظت پر ان کے ساتھ تعاون کریں اور اس کے بارے میں ان کا کوتاہی کرنا درست نہیں ہے۔ پس شریعت نے تمام لوگوں کے مصالح کا لحاظ رکھا ہے اور مصالح کا تعلق مرکزیت کے لحاظ سے انسان کے دل کے ساتھ ہے جو عقل وفہم کا مرکز ہے تو اللہ پاک نے اس حکم کو واضح کیا ہے کہ جو شخص معاملات میں گواہی کو چھپاتا ہے وہ انسان گنہگار ہے۔ لیکن شرعاً جس طرح دل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اسے چھپانے کی صورت میں گنہگار کہا گیا ہے اسی طرح انسان کے جوارح اور اعضاء بھی مکلّف ہیں اور ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے :

﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (الاسراء ۳۶)

”بے شک کان، آنکھ، دل ان میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔“

پس کچھ اعمال کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے، ان میں کان اور آنکھیں ہیں اور ہاتھوں اور پاؤں کا ذکر دیگر نصوص میں موجود ہے۔ دل کی اہمیت کا واضح ثبوت ایک حدیث میں مذکور ہے ارشادِ نبوی ہے : ﴿ اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ ﴾ (المنار ۳ / ۱۲۲، صحیح المسلم مع شرح الاکمال للنووی ۴ / ۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمام جسم تندرست ہے اور اگر اس میں فساد رونما ہو جاتا ہے تو تمام اعضاء فساد زدہ ہو جاتے ہیں۔ خبردار وہ دل ہے۔"

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمہ: اللہ کے لئے ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اگر تم اس چیز کو ظاہر کرو گے جو تمہارے دل میں ہے یا اس کو چھپاؤ گے (البتہ) اللہ تم سے اس کا حساب لے گا پھر معاف کر دے گا جس کو چاہے اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

تناسب: اس آیت کا ربط سابقہ آیت کے ساتھ واضح ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے اس کی دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ جب اللہ کو ہر چیز کا علم ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ زمین و آسمان پر اللہ کا ملک اور تصرف ہے اور جس ذات کا ملک اور تصرف ہے اس کو اس کا علم بھی ہے۔ اس لحاظ سے سمجھ لیں کہ اگر تم اپنے دلوں میں آنے والے خیالات کو ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ پاک ان کا محاسبہ فرمائے گا ان کو معاف کرنا یا عذاب میں مبتلا کرنا اللہ کی مشیت کے ساتھ ہے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرامؓ میں اضطرابی کی لہر سرایت کر گئی، چنانچہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں افسردگی کی کیفیت میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا "اے اللہ کے رسول! ہمیں جن اعمال کے بجالانے کی استطاعت تھی وہ نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ خیرات ہیں ان پر ہم عمل پیرا ہیں۔ اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اشارہ اس آیت کی جانب ہے جس کی تفسیر کی جا رہی ہے اس آیت پر عمل کرنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کیا تم اہل کتاب کی روش پر چلنا چاہتے ہو انہوں نے احکام الٰہیہ کو سننے کے بعد کہا ہم ان احکام کو بجالانے سے قاصر ہیں انہوں نے نافرمانی کی تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم سمع و اطاعت کے الفاظ زبان پر لاؤ جب صحابہ کرام نے ان کلمات کو دہرایا اور روانی کے ساتھ یہ کلمات ان کی زبان سے ادا ہوئے تو اللہ پاک نے اس کے بعد والی آیت کو نازل فرمایا ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ﴾ ابھی صحابہ کرام نے ان کلمات کو دہرایا ہی تھا کہ اللہ پاک نے پہلی آیت کو منسوخ قرار دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ .... الخ "آخر سورہ تک آیت نازل ہوئی جس میں اللہ پاک کی بارگاہ میں عفو و مغفرت کی بھیک مانگی گئی ہے اور خطا و نسیان پر عدم مواخذہ کے دعائیہ کلمات ہیں تو اللہ پاک نے ایک ایک جملہ پر اپنی بخشش رحمت اور عفو کا حکم صادر فرمایا۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۴ /۹۹، ۱۰۰)

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے دلوں میں جو وسوسے نمودار ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیا ہے اگر وہ ان کے مطابق عمل پیرا نہیں ہوتے اور انہیں زبان پر لاتے نہیں ہیں۔ (فتح الباری ۵ /۱۶۰، ابن کثیر ۱ /۵۰۷ بحوالہ بخاری و مسلم)

کسی مسلمان بھائی کے بارے میں دشمنی نہیں ہونی چاہیے

البتہ کسی مسلمان بھائی کے بارے میں دل میں دشمنی کا شعلہ مشتعل ہے وہ اس کے ساتھ عداوت میں اس قدر سر برآوردہ ہے کہ جب بھی اسے موقع ملے گا اسے جانی مالی خطرات میں مبتلا کرے گا یا کسی مسلمان بھائی کے ساتھ حسد میں اس قدر پیش پیش ہے کہ اسے آرام میں دیکھنا برداشت نہیں یا اگرچہ منکرات کا ارتکاب تو اس سے نہیں ہوا لیکن ان کے ساتھ محبت دیوانگی کی حد تک ہے جب کہ ان منکرات کا ملاحظہ کرنے والا مومن اگر اس میں اس کو ختم کرنے کی غیرت مفقود ہے تو یقیناً اس قماش کے لوگ عفو و کرم کے اہل نہیں ہیں۔ جب تک کہ وہ ان گھناؤنے گناہوں کی تکمیل کے اسباب سے روگردانی نہیں کرتے اور بارگاہ الٰہی میں مغفرت و عفو کی بھیک نہیں مانگتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ﴾ (المائدہ: ۷۹)

"وہ منکر کاموں سے رکتے نہیں تھے جن کو وہ کرتے تھے۔"

ارشاد الٰہی ہے :

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۵)

"اللہ لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں کرے گا البتہ اس قسم پر مؤاخذہ کرے گا جس پر تمہارے دل ساتھ تھے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النور: ۱۹)

"بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان داروں میں زنا عام ہو جائے انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہونا ہوگا اور اللہ کو علم ہے جب کہ تم علم نہیں رکھتے ہو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون نہیں جانتا کہ عشق و محبت دل کا فعل ہے جس کو نفس امارہ مشتعل کرتا ہے، اس فہرست میں گواہی کو چھپانا بھی آتا ہے البتہ وہ وسوسے جو عارضی طور پر رونما ہوتے ہیں عزم راسخ کی صورت اختیار نہیں کرتے وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ جب کہ بدنیتی اور باطنی خباثت وغیرہ یہ سب برائی میں شمار ہوتی ہیں ان کا محاسبہ ہوگا اور ان گناہوں پر سزا کا عمل وقوع پذیر ہوگا۔

فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ: اللہ پاک مالک الملک ہے جس شخص کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے عذاب میں گرفتار کرے جب کہ اللہ کی مشیت رحمت، عدل اور حکمت پر مبنی ہے جب کہ عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ بُرائی کے برابر بدلہ دیا جائے لیکن نیکی کے برابر بلکہ اس کے اثرات کے لحاظ سے بدلہ دیا جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ جس قدر چاہتا ہے بلا حساب بھی دیتا ہے۔ ذیل میں دو آیات ذکر کی جارہی ہیں جن میں ذکر ہے کہ فرشتے ایمان داروں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں:

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِي وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (المومن: ۷، ۸)

"اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم (کے لحاظ سے) گھیرا ہوا ہے پس تو ان لوگوں کو معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کرتے ہیں انہیں دوزخ کے عذاب سے تحفظ فرما۔ اے ہمارے پروردگار! انہیں جنت عدن میں داخل کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور ان سے جو صالح اعمال والے ہیں ان کے والدین اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد سے بلاشبہ تو غالب حکمت والا ہے۔ اور انہیں برائیوں سے تحفظ عطا فرما اور جن کو تو نے اس دن برائیوں سے تحفظ عطا کیا تو یقیناً تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

ترجمہ : پیغمبر کا اس پر ایمان ہے جو اس کے پروردگار کی جانب سے اس پر اتارا گیا ہے اور ایمان والوں کا بھی اللہ پر ایمان ہے اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر (وہ کہتے ہیں) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی بھی پیغمبر کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہم نے سُنا اور ہم فرماں بردار ہیں ہم تجھ سے معافی چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اور تیری ہی طرف پھر جانا ہے۔

تناسب : ان دونوں آیات کا ارتباط ما قبل کے ساتھ واضح ہے سابقہ آیت میں اللہ پاک کی الوہیت کاملہ کا ذکر ہے جب کہ ان دونوں میں اکمل ترین ایمان اور ایمان کے لحاظ سے دعا کا انداز مترشح ہو رہا ہے جب کہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں قرآن پاک کے بارے میں قطعی انداز میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن پاک کی صداقت میں ہرگز کچھ شک نہیں مزید برآں قرآن پاک پرہیزگاروں کو ہدایت سے نوازتا ہے۔ بعد ازاں ایمان کے جن اصولوں پر پرہیزگار رواں دواں رہتے ہیں۔ جب کہ سورۃ کے آخر میں بھی ایمان کے جن اصولوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ پر جو قرآن پاک نازل کیا گیا ہے اس پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں اس وصف کے ساتھ موصوف افراد کو ان کے ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور سورۃ کے اختتام میں ان کو ایک خاص قسم کی دعا سے نوازا گیا ہے جس کی حکمت اور فلسفہ سے آگاہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

(المنار ۳ / ۱۴۳)

بلاغت : لَهَا مَا كَسَبَتْ اور وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں دونوں افعال کا مادہ "کسب" ہے جب کہ "کسب" سے مقصود اچھا کام ہے اور "اِکتَسَبَ" سے مقصود برا کام ہے بالکل اسی طرح لام جارہ سے مقصود فائدہ ہے اور "عَلَيْهَا" میں لفظ "علیٰ" سے مقصود نقصان ہے۔ (اعراب القرآن ۲ / ۱۰۲)

ان دونوں آیات میں ارکان ایمان کا ذکر ہے اور وہ چار ہیں :

(۱) اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) تمام پیغمبروں پر ایمان لانا لیکن بعض پیغمبروں کا احترام کرنا اور بعض کا احترام نہ کرنا کفر ہے، اللہ پاک اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

(۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کا فرض ہونا نیز اللہ اور اس کے آخر الزماں پیغمبر ﷺ نے جن احکام کو شریعت قرار دیا ہے اس کا واجب ہونا اور اسے تسلیم کرنا خوشی ان کو قبول کرنا جب کہ کسی ایک حکم کا انکار کرنا یا اسے بنظر کراہت دیکھنا کفر ہے۔

(۴) اُمتِ محمدیہ سے مشقت کے بعض کاموں کو ختم کیا گیا ہے، یہ اللہ پاک کی خاص رحمت ہے۔

(۵) امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ بھول جانے یا غلطی کے ارتکاب پر ان سے مواخذہ نہیں جیسا کہ اگر روزہ دار انسان بھول کر کچھ کھالیتا ہے یا پی لیتا ہے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا نہ اس پر کچھ گناہ ہے اسی طرح اگر اس سے قتل خطا ہو جاتا ہے تو بھی اس سے مواخذہ نہیں ہے۔

(۶) نفسیاتی تخیلات پر بھی مواخذہ نہیں، جب تک انہیں عملی جامہ نہیں پہناتا یا زبان پر انہیں نہیں لاتا۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۲۳)

مسلم شریف میں سورۂ بقرہ کی ان آخری دو آیات کی فضیلت کے بارے میں ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں آپ نے فرمایا "سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیات مجھے معراج کی رات سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مقام کے قریب عطا کی گئیں جب کہ آپ پر اور آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔" (سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ ص ۵۲)

امتِ محمدیہ کے افراد کو جس خصوصیت کے ساتھ نوازا گیا وہ یہ ہے کہ امت محمدیہ کا جو فرد اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائے گا تو اس کے کبائر گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۱۰)

نیز مسلم شریف سے مروی ایک حدیث میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیات کو نور کہا گیا ہے اور ان کی بشارت امت محمدیہ کو دی گئی ہے۔ مزید یہ صرف امت محمدیہ کی خصوصیت ہے **کسی جماعت کو** اس خصوصیت سے نہیں نوازا گیا ہے اور پھر اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ان دونوں کی قرأت فرما کر اللہ پاک سے دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہو گی۔ (مسلم)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ترجمہ : اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق اس کے لئے ہے جو اس نے عمل کیا اور اسی پر ہو گا جو اس نے گناہ کیا (انہوں نے کہا) اے ہمارے پروردگار! ہمیں سزا نہ دینا اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں اے ہمارے پروردگار! ہمارے (سر) پر بھاری بوجھ نہ رکھنا جیسا کہ تو نے ان لوگوں پر رکھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے پروردگار ہمارے سر پر اتنا بوجھ نہ رکھنا (جس کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہیں اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما اور ہم پر بخشش کر تو ہی ہمارا مالک ہے، پس ہمیں کفار کے گروہ پر غلبہ عطا فرما۔

تشریح : جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر " منَ الرسول " آیت نازل ہوئی تو جبرئیل نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اللہ پاک نے آپ کی اور آپ کی امت کی تعریف نہایت عمدہ انداز میں فرمائی ہے۔ آپ اللہ پاک سے دعا فرمائیں، اللہ پاک آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کریں گے، تو اللہ پاک نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت لایکلف اللّٰه نازل کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امت محمدیہ پر اللہ پاک کی خاص مہربانی اور شفقت ہے بلکہ احسان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلی آیت وَاِنْ تُبْدُوا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ آیت کے حکم کو منسوخ قرار دیا کہ اللہ پاک محاسبہ کرے گا، صرف دریافت فرمائے گا لیکن جس وسوسہ کے ختم کرنے پر انسان قادر نہیں اس پر عذاب نہیں دے گا۔ تکلیف مالایطاق سے اللہ پاک مستغنی ہے۔ اس کے بعد امتِ محمدیہ کو دعائیہ کلمات کی تلقین کی ہے وہ عجز و تضرع کی کیفیت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر دعا کریں کہ :

اے اللہ! اگر بالفرض بھول کر ہم نے کسی فرض کو چھوڑ دیا یا ہم نے اس طرح کوئی ناجائز کام کر لیا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں معاف فرما۔ اس پر اللہ پاک نے فرمایا "ہاں! میں نے تمہیں معاف کر دیا" چنانچہ بھول کر یا غلطی سے بحالت مجبوری کوئی ناجائز کام امت محمدیہ کے کسی فرد سے ظہور پذیر ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کو معاف کر دیں گے۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا :اے ہمارے پروردگار! ہمیں مشکل کاموں کی تکلیف سے بچائیے اگرچہ مشقت کے ساتھ انہیں ادا کیا جاسکتا ہے جیسا کہ گذشتہ امتوں کو ان کا مکلّف بنایا لیکن ہمارے پیغمبر کا لقب تو رسول رحمت ہے جسے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا جس میں سہولتیں ہیں اور آسانیاں رکھی گئی ہیں، اس پر بھی اللہ پاک نے اپنی وسیع رحمت اور فضل کے ساتھ فرمایا "ہاں! میں نے تمہاری دعا کو قبول کیا" چنانچہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں "میں جس دین کو لایا ہوں وہ دین آسانی والا ہے روشن ہے، ملت حنیفیہ والا ہے۔"

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ :اے اللہ! ہمیں مصائب، تکالیف، آزمائشوں میں مبتلا نہ کرنا جن کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔ اس کے جواب میں بھی اللہ پاک نے فرمایا "میں نے آپ کی دعا کو قبول کیا"

وَاعْفُ عَنَّا :اے اللہ! ہماری کوتاہیوں، خطاؤں کو معاف فرما نیز ہمارے بھائیوں کو ہمارے عیوب سے مطلع نہ کرنا۔

وَارْحَمْنَا : مستقبل میں ہمیں کسی گناہ میں آلودہ ہونے سے بچانا، چنانچہ حقیقت ہے کہ گنہگار انسان تین چیزوں کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ اللہ ہمارے گناہ معاف کرے نیز ہمارے بھائیوں کو ہمارے گناہوں کا علم نہ ہو، یعنی ہمارے گناہ پردے میں رہیں، نیز آئندہ ہمیں ان گناہوں سے تحفظ عطا ہو۔ اس دعا پر بھی اللہ پاک نے مہر تصدیق ثبت فرمائی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

أَنْتَ مَوْلَانَا :اے اللہ! تو ہمارا مددگار ہے تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے، تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں ہم میں برائی سے رکنے اور نیکی کرنے کی قوت نہیں صرف تجھ سے ہی ان کی بھیک مانگتے ہیں۔

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ :ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرما جنہوں نے دین اسلام کا انکار کیا تیری توحید سے دور رہے اور آپ کے فرستادہ آخری پیغمبر محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا بلکہ انہوں نے تیرے غیر کو اپنا معبود بنایا اور تیرے بندوں کو تیرا شریک ٹھہرایا۔

اے اللہ! ہمیں ان پر غلبہ عطا کر دنیا اور آخرت میں ہمارا انجام بہتر فرما مسلم شریف میں وارد ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا میں نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیات کی فضیلت کے بارے میں مزید ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جبرئیل موجود تھے کہ اچانک جبرئیل نے فضا سے ایک آواز کو سنا تو اس آواز پر جبرئیل نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا تو اللہ پاک نے جبرئیل کو بتایا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو دو روشنیوں کی خوشخبری عطا کریں جن سے آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں نوازا گیا، وہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات ہیں ان کے ہر ہر لفظ کے پڑھنے سے جو دعائیہ کلمات کہے جائیں گے تو ان سے انہیں شرف قبولیت حاصل ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۱۱، مسلم، نسائی)

نیز جبرئیل علیہ السلام والی حدیث جس میں جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے اور اسلام، ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ایمان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ، فرشتوں، آسمان سے نازل کردہ کتابوں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تیرا ایمان ہو ان میں ہرگز تفریق کو روا رکھنا جائز نہیں اگرچہ مراتب کے لحاظ سے تفاوت ضرور ہے۔ (صحیح مسلم اصح المطابع ص ۲۷، فتح الباری ۱/۱۱۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۵﴾

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ ذات اللہ ہے زندہ تمام عالم کی تدبیر کرنے والا ہے۔ اس نے تجھ پر کتاب (قرآن مجید) کو سچائی کے ساتھ اتارا ان کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے ہیں اور اس نے تورات اور انجیل کو اس سے پہلے اتارا۔ لوگوں کی راہنمائی کے لئے اور اس نے معجزہ کو اتارا بلا شبہ جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ بے شک اللہ پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں پوشیدہ نہیں ہے۔

تفسیر: "الٓمّٓ" حروف تہجی سے ہیں، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن پاک اعجاز کے وصف کے ساتھ موصوف ہے جب کہ قرآن پاک حروف تہجی سے مرتب ہے، حروف تہجی کے بارے میں تفصیلاً بحث سورۂ بقرہ کے آغاز میں ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ آل عمران کے مطالب کا مختصر خاکہ

سورۂ آلِ عمران کا شمار طویل ترین مدنی سورتوں میں ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ سورت اسلام کے دو اہم ارکان پر مشتمل ہے پہلا رکن "اسلامی عقیدہ" ہے۔
جب کہ اس سورت میں اللہ عزوجل کی وحدانیت پر دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں۔ دوسرا رکن "شریعت اسلامیہ" ہے بالخصوص وہ احکام جن کا تعلق جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ ہے ان کا بہترین انداز میں ذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے جب کہ اسلامی عقائد کے سلسلہ میں کثرت کے ساتھ آیات کریمہ موجود ہیں جو اللہ کی وحدانیت آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ کا خاتم النبیین ہونا نیز قرآن پاک کی صداقت کو ثابت کرنا، اس کے ساتھ ساتھ ان شبہات اور غلط فہمیوں کو ختم کیا گیا ہے جن کے اہل کتاب مرتکب ہوئے انہوں نے بلا دلیل اسلام، قرآن اور محمد ﷺ کے بارے میں اعتراضات اور شبہات کو اٹھایا ہے۔ جب کہ سورۂ بقرہ میں یہودیوں کے گروہ کو ہدف بنا کر ان کی اصلیت کو واشگاف الفاظ میں پیش کیا گیا ہے اور ان کی دسیسہ کاریوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ جب کہ سورۂ آل عمران میں نہایت کھلے انداز میں عیسائیوں کے طلسمات اور مکروفریب کو طشت ازبام کیا ہے اس لئے کہ عیسائیوں نے مسیح کے مقام کو نہ صرف یہ کہ اللہ کے برابر بنا دیا بلکہ انہے الوہیت کے مقام پر بٹھا دیا اس کے ساتھ ساتھ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آپ پر نازل کردہ قرآن پاک کی تکذیب کا شرمناک کردار ادا کرنے سے باز نہیں رہے ہیں۔ جب کہ اس سورت میں دوسرا مضمون بعض احکام شرعیہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے مثال کے طور پر فریضہ حج کے احکام، جہاد کی اہمیت اور تقاضوں کو پُرکشش اسلوب میں پیش کیا ہے، نیز سُود جیسے ملعون کاروبار اور منکرین زکوٰۃ کے بارے میں وعید الٰہی کو خوفناک انداز میں ذکر کیا ہے ان کے ساتھ ساتھ اسلامی غزوات، جنگ بدر، اور جنگ اُحد کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان غزوات سے ایمان واروں میں شجاعت و مردانگی کے کیسے کیسے ولولوں نے جنم لیا کہ ان کے لئے میدان کارزار میں جامِ شہادت نوش کرنے کی ایک ایسی خوش کن تحریک نے جنم لیا جس کے نتیجہ میں انہوں نے جاں فروشی اور جاں سپاری کے ایسے تابناک مناظر تاریخ کے صفحات پر نقش کئے جن کی یاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نشان راہ کی حیثیت سے متعارف ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے ایثار و قربانی کے ان مٹ نقوش مرتسم کر گئے۔

چنانچہ جنگ بدر میں معمولی تعداد میں اسلامی لشکر کامیابی سے ہمکنار ہوا جب کہ جنگ احد میں جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی پرواہ نہ کی، حکم عدولی کے سبب شکست سے دوچار ہوئے۔ نتیجتاً انہیں کفار اور منافقین کی جانب سے جارحانہ گفتگو نے بے چین کر دیا اور کامیابی پر ان کے خوشی کے شادیانوں نے پریشان کر دیا جب کہ ان کی بے بسی کا منظر دیدنی تھا۔

اللہ پاک نے انہیں خبردار کیا کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور مستقبل میں اپنے ایمان میں پختگی لانے کے ساتھ ساتھ منافقین سے اپنی جماعت کو ملوث ہونے سے بچائیں، مخلص قسم کے لوگ الگ کیمپ میں رہیں اور منافقین کے ساتھ ہرگز نرم لہجہ اختیار نہ کریں۔ البتہ سورت کے آخر میں آسمان وزمین اور ان میں جو بھی قدرت الہیہ کے مناظر ہیں ان میں غور و فکر پر زور دیا گیا ہے، سورت کے اختتام پر ایک بار پھر جہاد اور مجاہدین کے بارے میں پر مغز، جامع اور بے مثال وصیت کے انداز میں تاکید ہے تاکہ رضائے الٰہی اور فتح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونصرت ان کا مقدر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

"اے مومنو! تم صبر کرو اور محنت کرو اور (جہاد کے لئے) آمادہ ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرو شاید تم نجات حاصل کر سکو۔"

سورۂ بقرہ اور آل عمران میں مناسبت کی وضاحت

ان دونوں سورتوں میں مناسبت چند وجوہ کے لحاظ سے ہے، چنانچہ دونوں سورتوں کے آغاز میں قرآن پاک کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت ہے کہ قرآن پاک تمام لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ سورۂ بقرہ میں ایمان لانے والوں کے ساتھ کفار کا ذکر ہے جب کہ آل عمران میں ایمان لانے والوں کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے دلوں میں کجی ہے اور وہ متشابہات کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں جب کہ علم میں ملکہء رسوخ کے حاملین کا محکم اور متشابہ دونوں پر ان کا ایمان ہے۔ مزید برآں دونوں سورتوں میں یہود و نصاریٰ دونوں گروہوں کے ساتھ اختلاف کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں سورۂ بقرہ میں آدم کی تخلیق والدہ اور والد کے بغیر کا ذکر ہے جب کہ آل عمران میں عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر ہے کہ انہیں بلا والد کے پیدا فرمایا جب کہ فطرت الٰہیہ میں ہر بچہ کی پیدائش میں والد اور والدہ دونوں شریک ہوتے ہیں نیز دونوں سورتوں کے مضامین میں مماثلت کے ساتھ ساتھ آخر میں دعا قبولیت کے اسباب کیا ہیں اور کامیابی کے لئے کن مقاصد کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے، ان کا ذکر کیا ہے۔ (المنار ۴ / ۱۵۳)

وجہ تسمیہ: آلِ عمران نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس سورت میں عمران علیہ السلام اور ان کی بیٹی مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں اس شریف گھرانے کو آل عمران کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں قدرت الٰہیہ کے مظاہر مریم علیہا السلام کی تربیت اور کفالت کا تذکرہ مبارک انداز میں ہے پھر ان کے بطن مبارک سے عیسیٰ علیہ السلام کا والد کے بغیر پیدا ہونا بہت بڑا عجوبہ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر ۳ / ۴)

شانِ نزول: تفسیر ابن جریر طبری میں صحیح اسانید کے ساتھ روایت ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا ان میں دیگر سربر آوردہ ارباب حل وعقد بھی تھے، بصورت وفد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کرنے لگے ان کا موقف یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقام الوہیت پر فائز ہیں جب کہ بعض کا موقف یہ تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض تثلیث کے مدعی تھے کہ الوہیت کے تین اقانیم اللہ، عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ہیں جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے مقام پر اس لئے بٹھاتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر لیتے، بیماروں کو شفایاب کرتے، غیب کی خبریں بتاتے تھے اور مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ پرندہ کی شکل دھار لیتا جب کہ یہ سب کچھ اللہ پاک کے حکم سے تھا اور اللہ کا بیٹا اس لئے قرار دیتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہ وہ شیر خوارگی کے عالم میں تھے انہوں نے کلام کیا جب کہ اس عمر میں کسی بچے نے اس طرح گفتگو نہیں کی اور تثلیث کے قائل اس لئے تھے کہ اللہ پاک نے متعدد مقامات میں اپنے افعال کا ذکر کرتے ہوئے جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے جیسا کہ "فَعَلْنَا"، "اَمَرْنَا" کے صیغے ہیں کہ ہم نے کیا، ہم نے حکم دیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری ۳/ ۲۲۴)

اس پر سورۂ آلِ عمران کے آغاز میں کچھ آیات نازل ہوئیں لیکن انہوں نے قرآن پاک کی آیات کے احکام کا انکار کیا اور اپنے کفر اور گمراہی پر قائم رہے بعد ازاں انہیں دعوت مباہلہ دی گئی، لیکن انہوں نے مباہلہ سے انکار کیا اور جزیہ، ٹیکس کی ادائیگی کے ساتھ عیسائیت پر برقرار رہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری ۳/ ۲۲۰، ۲۲۱)

تشریح: اللہ ہی معبود برحق ہے اس جملہ سے مسیح علیہ السلام کا معبود ہونا باطل ہو گیا بلکہ اللہ کے سوا تمام معبود باطل قرار پائے اس کے بعد دلیل ذکر کی گئی ہے کہ اس کی ذات ہی کیوں معبود برحق ہے اس لئے کہ وہ ازل سے ابد تک زندہ ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا ہر زندہ چیز پر پہلے عدم طاری ہوا ہے اور زندگی کے بعد پھر اس نے مستقبل میں ضرور فنا ہونا ہے تو وہ الوہیت کا استحقاق نہیں رکھتا ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی معبود برحق نہیں ہیں ایک دور میں ان کا وجود نہیں تھا پھر انہیں پیدا کیا گیا اس کے بعد انہوں نے قیامت سے پہلے فوت ہونا ہے جب کہ اللہ کا وصف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا مزید اس کا وصف قیوم ہے کہ وہ تمام کائنات کا خالق، مربی، نگہبان، مدبر اور رازق ہے، اللہ کے سوا میں یہ اوصاف نہیں ہیں وہ سب اللہ کے محتاج ہیں تو انہیں کیسے معبود برحق قرار دیا جاسکتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی الوہیت پر دلیل

اے محمد! ﷺ اللہ پاک نے آپ کے قلب اطہر پر تدریجاً قرآن پاک کو نازل فرمایا جو حق وصداقت کے ساتھ موصوف ہے اس میں ہرگز کوئی جھوٹ نہیں جب کہ قرآن پاک کی تمام آیات اللہ پاک کی الوہیت کو واضح کر رہی ہیں اور اللہ کے سوا سے الوہیت کی نفی کر رہی ہیں تو پھر تعجب ہے مسیح علیہ السلام کو کیسے اللہ قرار دیا جاسکتا ہے یا اسے اللہ کا بیٹا کہا جاسکتا ہے یا اس کو اللہ کا شریک بنایا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ نجران کے عیسائی علاوہ ازیں یونان کے عیسائی اور رومی کہتے ہیں اللہ پاک نے قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے وہ اس سے پہلے منزل من اللہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے ان سب میں ہرگز تناقض اور مخالفت نہیں ہے معلوم ہوا قرآن پاک اللہ کی جانب سے وحی ہے اللہ پاک نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا جو لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت

www.KitaboSunnat.com

تھے، ان کے بعد قرآن پاک کو نازل فرمایا جس نے حق وباطل کے درمیان امتیاز قائم کیا۔ معلوم ہوا کہ پروردگار عالم، خالق کائنات جو تمام عالم کا رازق، زندگی عطا کرنے والا فوت کرنے والا ہے خود ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس پر کبھی موت طاری نہ ہوگی وہی ذات معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ اس کی مخلوق ہے، اسے الوہیت کے مقام پر نہیں بٹھایا جاسکتا نہ وہ عبادت کے لائق ہے اگر مخلوق میں سے کسی نے اللہ کے حکم کے ساتھ کسی مریض کو شفا عطا کی یا جو چیز کلام کرنے کی سکت نہیں رکھتی اس نے اللہ کے حکم سے کلام کیا یا کسی مردہ کو زندہ کیا تو وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اسے معبود حقیقی کے مقام پر بٹھایا جائے یا اسے اللہ کا شریک سمجھا جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اگرچہ ان کے توسط سے مادرزاد اندھے بینا ہوئے برص کی بیماری میں مبتلا شفایاب ہوئے اور بعض فوت شدہ لوگ زندہ ہوئے تو یہ سب کچھ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے ہوا ہے کہ اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی اجازت عطا کی اگر اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی اجازت عطا نہ کرتے تو وہ ہرگز ان کاموں پر قدرت نہ پاتے اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا شمار بھی اللہ کے بندوں سے ہوتا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا وہ اپنے سے پہلے منزل من اللہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، باہم ان کتابوں میں ہرگز تخالف اور تناقض نہیں ہے معلوم ہوا قرآن پاک کی وحی بھی اللہ کی جانب سے ہے اللہ نے اس سے پہلے تورات، انجیل کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور اللہ نے قرآن پاک جس کا ایک نام فرقان بھی ہے اس لئے کہ اس نے حق وباطل کے درمیان خطِ امتیاز قائم کردیا کو بھی نازل فرمایا ہے نیز فرقان سے مقصود عقل شرعی ہے اس سے بھی حق وباطل کے درمیان امتیاز ہوتا ہے، عقل شرعی کا عطیہ اللہ پاک کی جانب سے ہے تو جس طرح کتاب اللہ اس حقیقت کو اجاگر کررہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ اللہ نہ اس کا جز نہ اس کا بیٹا قرار دیا جائے اسی طرح عقل شرعی بھی اس کا انکار کرتی ہے۔ پس اللہ پاک اولاد سے پاک ہے اسی طرح حلول اور اتحاد سے پاک ہے وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور اللہ کی قدرت کا عجوبہ تھے کہ بلا والد کے پیدا ہوئے اللہ پاک اس پر قادر ہے۔ تو انہیں اللہ نہیں کہا جاسکتا جب وہ پیدا ہوئے تو وہ مخلوق ہونے کے لحاظ سے اللہ کا بیٹا بھی نہیں قرار پاتے ہیں۔ (المنار ۳ ۱۶۲)

معلوم ہوا کہ اللہ پاک جو پروردگار عالم ہے جو خالق اور رازق ہے جس کا وصف زندہ کرنا اور فوت کرنا ہے وہ خود ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس پر ہرگز موت طاری نہ ہوگی وہی سچا معبود ہے اس کے سوا تمام کائنات اس کی مخلوق ہے اس کی مخلوق میں سے کسی کو ہرگز الوہیت کے وصف کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا نہ کسی کو معبود قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ کوئی ذات جس کا شمار مخلوق سے ہے اس کے سبب کسی بیمار کو شفا حاصل ہوئی یا کسی بے زبان جانور نے گفتگو کی یا کسی مردہ کو زندہ کردیا یہ سب کچھ اللہ کی اجازت کے ساتھ تو ممکن ہے اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت کے بغیر کسی میں ان اوصاف کی صلاحیتیں موجود نہیں ہیں نہ کسی کو اللہ پاک کے ساتھ شریک کیا جا سکتا ہے یہی کیفیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے ان سے محیر العقول واقعات کا صادر ہونا مادر زاد اندھوں کا دیکھنے والا ہونا، برص کے بیمار کا شفایاب ہونا، فوت شدہ لوگوں کا زندہ ہونا یہ سب کام اللہ کی اجازت کے بغیر انجام نہیں پائے ہیں اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت تفویض کی پھر اللہ کے حکم کے ساتھ ان کا ظہور ہوا وگرنہ یہ کام نہ کرتے ان کا حال بھی دیگر اللہ کے بندوں پیغمبروں جیسا ہے لیکن جب عیسائیوں کے وفد نے اللہ کے پیغمبر کے دلائل کا رد کیا تو اس سے ان کے کفر میں مزید اضافہ ہوا تو اللہ پاک نے ان کو تہدید انداز میں مخاطب کیا۔(ایسر التفاسیر ا ۲۳۵)

اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ : اس سے پہلی آیت میں فرقان سے مقصود قرآن پاک ہے جس نے حق وباطل کے درمیان خطِ تنسیخ قائم کر دیا ہے۔ حلال چیزوں کو حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا ہے، شرائع اسلامیہ کو بیان کر دیا ہے، حدود الٰہیہ کو مقرر فرمادیا ہے، فرائض کو کھلے لفظوں میں بیان کر دیا ہے اس کے احکام کی اطاعت کو فرض اور نافرمانی کو جرم قرار دیا ہے تو اب قرآن پاک کی وضاحت کے بعد اگر کوئی شخص وضاحت کو تسلیم نہیں کرتا بدستور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا یا اس کا جزیا اللہ ہی قرار دیتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں ہرگز کچھ شک نہیں کرنا چاہئے۔

اللہ پاک غالب ہے شہنشاہ ہے اس کے کسی کام میں ہرگز کوئی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتا اس کا وصف عزیز ہے یعنی وہ ذات غالب ہے کسی میں بھی ہرگز قوت نہیں کہ وہ اللہ کی مخالفت کر سکے اور اللہ کے عذاب سے رستگاری حاصل کر لے اور اللہ پاک اس انسان سے بدلہ لینے پر قادر ہے جو علم و معرفت کے باوجود اس کے احکام کی مخالفت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ : سے مقصود یہ ہے کہ زمین آسمان کی کوئی بھی چیز اللہ کے علم سے مخفی نہیں ہے اور مخفی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے یہ لوگ جو آپ کے ساتھ مجادلہ کر رہے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ، اس کا بیٹا یا اس کا جز قرار دے رہے ہیں یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے ان کے مکروفریب سے اللہ خوب واقف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ط لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾

ترجمہ: وہ وہ ذات ہے جو رحم میں تمہاری تصویریں بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، غالب حکمت والا ہے۔

تشریح: مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان پر تیسری دلیل ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام مخلوق ہیں اپنی والدہ مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے رحم میں ان کی تصویر کشی ہوئی جیسے دیگر بچوں کی قاعدہ قانون کے مطابق ہوتی ہے اللہ پاک نے جیسے چاہا ان کی تصویر بنائی تو اس کے بعد انہیں کیسے معبود قرار دیا جا سکتا ہے یا اسے اللہ کا بیٹا کہا جا سکتا ہے اللہ پاک کی ذات اس سے بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو، اللہ کا وصف سورۂ اخلاص میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

"کہو! اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ جنا گیا ہے اور کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں ہے۔" (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۴۷)

فضیلت: سورۂ آل عمران کی فضیلت میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے اس نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا میدان حشر میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کو اور اس کے معانی سے دلچسپی، عمل اور محبت رکھنے والوں کو حشر کے میدان میں عزت واکرام کے ساتھ لایا جائے گا جب کہ سورۂ بقرہ اور آلِ عمران ان کے آگے آگے ہوگی۔ (مسلم شریف اصح المطابع ۱/ ۲۷۰)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ط فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ج وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ م وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ لا كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾

ترجمہ: وہ وہ ذات ہے جس نے تجھ پر کتاب کو نازل فرمایا اس کی بعض آیات واضح ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور کچھ دوسری بہت معانی کا احتمال رکھتی ہیں باہم متشابہ ہیں، پس لیکن وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ ان آیات کی پیروی کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں فتنہ تلاش کرتے ہوئے اور اس کی تاویل کی جستجو کرتے ہوئے اور اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں رسوخ رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم متشابہ پر ایمان لاتے ہیں یہ سبھی ہمارے پروردگار کے پاس سے ہیں اور نصیحت نہیں پکڑتے ہیں مگر عقل والے۔

تشریح: ذکر کردہ آیات مبارکہ میں "الکتاب" سے مقصود قرآن پاک ہے گویا کہ قرآن پاک ہی اس لائق ہے کہ اسے کتاب کہا جائے۔ اس کی بعض آیات محکم ہیں جن میں احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور احکام کے دلائل کو پختہ انداز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ حلال، حرام، وعدہ، وعید، ثواب، عقاب، امر، نہی وغیرہ کو واضح کیا گیا ہے ان کو اصل کتاب قرار دیا ہے جن پر دین اسلام کا قیام ہے۔ فرائض، حدود دیگر ضروری امور کو واضح کیا گیا ہے ان ہی پر دین اسلام کا دارومدار ہے۔ سوال مترشح ہو رہا ہے کہ لفظ "هُنَّ" جمع کا صیغہ ہے جب کہ لفظ "اُمُّ الْكِتَابِ" واحد ہے، مقصود یہ ہے کہ تمام محکم آیات ام الکتاب ہیں، ہر ہر آیت ام الکتاب نہیں ہے جیسا کہ ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ﴾ (المؤمنون: ۵۰) "اور ہم نے مریم کے بیٹے اور مریم کو علامت بنایا" اس آیت میں بھی "آیة" لفظ واحد ہے جب کہ عیسیٰ بن مریم اور اس کی والدہ دو ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ وہ دونوں اللہ کی نشانی ہیں کہ وہ دونوں تمام لوگوں کے لئے عبرت ہیں اس لئے کہ مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو خاوند کے بغیر جنا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ وہ ابھی شیر خوار بچے تھے انہوں نے کلام کیا تو وہ دونوں اللہ کی نشانی ہیں۔

متشابہات سے کیا مراد ہے؟

البتہ کچھ آیات متشابہ ہیں ایک معنی یہ ہے کہ وہ تلاوت میں متشابہ ہیں اور معنی میں مختلف ہیں جیسا کہ جنت والوں کو جب پہلے پھلوں کے مشابہ کوئی پھل دیا جائے گا جن میں بظاہر دیکھنے میں یکسانیت ہو گی، لیکن ذائقہ میں اختلاف ہو گا پس مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اے محمد! تجھ پر قرآن پاک کو نازل فرمایا جس کی کچھ آیات وضاحت اور بیان کے لحاظ سے محکم ہیں وہی اصل کتاب ہیں، انہیں پر دین اسلام کے احکام کا انحصار ہے۔ نیز آپ کی امت بھی انہیں پر انحصار کرے جب کہ کچھ آیات ایسی بھی ہیں جو محکم ہیں وہ ناسخ ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ محکم آیات سے مراد ناسخ ہیں۔ نیز وہ آیات ہیں جن میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود الٰہیہ اور فرائض کا ذکر ہے، نیز وہ آیات جن پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ عمل بھی کیا جاتا ہے جب کہ متشابہات سے مقصود منسوخ اور تمثیلات والی آیات اور وہ آیات ہیں جن پر ایمان تو رکھنا ضروری ہے ان کی حقیقت کا علم نہیں، بعض علماء کا قول ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کی تاویل سے اہل علم باخبر ہیں ان کے معانی سمجھتے ہیں۔ اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا علم اللہ ہی کو ہے، اس کی مخلوق کو ان کا علم نہیں ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کب آسمان سے نازل ہوں گے، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا کب ہوگا، قیامت کب قائم ہوگی ان سب کا علم اللہ ہی کو ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے :

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ﴾(لقمان : ۳۴)

”بلاشبہ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے اور اسے علم ہے جو رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور وہ نہیں جانتا ہے کہ کوئی شخص کس زمین میں فوت ہوگا بے شک اللہ علم والا اور خبر دار ہے۔“

اسی طرح حروفِ مقطّعات جو قرآن پاک کی بعض سورتوں کے آغاز میں ہیں ان کا علم بھی صرف اللہ ہی کو ہے۔(تفسیر طبری ۳ /۱۲۹، ۱۳۰)

جب کہ قرآن پاک کی ایک آیت میں تمام قرآنِ پاک کو متشابہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے :

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾(الزمر : ۲۳)

”اللہ نے بہترین باتوں والی کتاب کو نازل فرمایا ہے جس کی بعض آیات دوسری آیات کی طرح ہیں۔“

اس آیت میں متشابہ سے مقصود وہ آیات قرآنیہ جو ہدایت و بلاغت کے ساتھ موصوف ہیں تناقض سے محفوظ ہونے کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ متشابہ ہیں ہرگز ان میں اختلاف نہیں ہے جب کہ اگر قرآن پاک اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا نیز سورۂ بقرہ میں ﴿وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾(البقرۃ : ۲۵) وارد ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جنت والوں کو جو پھل بعد میں دیئے جائیں گے وہ اس پھل کے متشابہ ہوں گے جو انہیں پہلے دیئے گئے تھے یعنی وہ شکل و شباہت میں ایک جیسے ہوں گے، جب کہ ذائقہ کے لحاظ سے تفاوت ہوگا بلکہ جن احکام کے دلائل واضح ہیں وہ محکم ہیں۔ قرآن پاک کی جس آیت کی ایک ہی تاویل ہے وہ محکم ہے اور جس میں متعدد احتمالات ہیں وہ متشابہ ہے۔

پس متشابہ آیت کا وہ احتمال جو محکم آیت کے موافق ہوگا اس کو قبول کیا جائے گا، صفات الٰہیہ کا جن آیات میں ذکر ہے وہ سب متشابہات ہیں اس لئے کہ ان کی کیفیت معلوم نہیں۔ چنانچہ اللہ کے عرش پر مستوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے بارے میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے :

اَلْاِسْتِوَاءُ مَعلُومٌ وَالْكَيْفُ مَجهُولٌ وَالسُّؤالُ عَنهُ بِدعَةٌ

”کہ اللہ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے البتہ کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔“

اسی طرح قرآن پاک میں عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے یہ سب متشابہات سے ہیں جن کی تاویل کا علم اللہ پاک کو ہی ہے۔ واللہ اعلم

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ :البتہ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ متشابہ آیات کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں تاکہ ان کا ذکر کر کے انہیں شریعت اسلامیہ کے جادۂ مستقیم سے باز رکھیں اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کی تعلیمات کے بارے میں شبہات ڈالیں وہ ان سے کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ جب انہیں ان آیات کے مقاصد معلوم نہیں تو انہیں ان کا انکار نہیں کرنا چاہئے بالخصوص جب کہ وہ حواس خمسہ کے ادراک کے احاطہ سے باہر ہیں جیسے مرنے کے بعد زندہ کیا جانے کا عقیدہ ہے اور آخرت کی زندگی کی تفاصیل ہیں جن کو ہمارا شعور بظاہر باور نہیں کرتا ہے اس طرح وہ لوگ جو مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کی خلیج کو مزید وسیع کر رہے ہیں اور ان کی تاویل میں محکم آیات کے معانی و مطالب سے الگ ہو کر فتنہ برپا کرتے ہیں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں (رُوحٌ مِنهُ) کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ اللہ پاک روح ہے اور مسیح علیہ السلام اللہ کی روح سے ہیں گویا کہ ان دونوں کی جنس ایک ہے اس طرح عیسیٰ علیہ السلام دراصل اللہ ہی ہیں جب کہ وہ اس متشابہ آیت کو محکم آیات کے مطابق بنانے کی جانب التفات ہی نہیں کرتے کہ اسے متشابہ قرار دے کر اس کی تاویل نہ کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے تاویل کا یہ انداز تو عیسائیوں کے نظریات کی عکاسی ہے جیسا کہ موت کے بعد زندگی ہے اور جنت دوزخ کا وجود اور محاسبہ کی خبریں ہیں ان سب کے حقائق کا مشاہدہ جب وہ نہیں کرپاتے ہیں تو ان کا انکار کرتے ہیں جب کہ قرآن پاک میں ان کا رد نہایت کھلے الفاظ میں بار بار کیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں اس آیت پر باب کا انعقاد فرمانے کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث لائے ہیں وہ بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے تلاوت فرمانے کے بعد فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی اتباع کریں تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ پاک نے حکم دیا کہ تمہیں ان سے کنارہ کش رہنا چاہئے۔ چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جو جادۂ استقامت سے دور ہیں ان کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی اتباع کرتے ہیں جب کہ محکم آیات کی جانب التفات نہیں کرتے ہیں جیسا کہ اولاً یہودیوں نے حروف مقطعات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تاویل میں جمل کے حساب کا سہارا لیا اور امت محمدیہ کے بارے میں جمل کے حساب کا شوشہ چھوڑا کہ ان کے اقتدار کی مدت سات سو سال سے زیادہ نہیں ہے بہر حال متشابہات کی تاویل کا علم صرف اللہ پاک کی ذات کو ہے۔(فتح الباری ۸/ ۲۱۱)

وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلاَّ اللهُ وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِه : بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "وَالرَّاسِخُون "کا جملہ مستانفہ ہے اس کا عطف لفظ "اللہ" پر نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ متشابہات کا علم صرف اللہ پاک کی ذات کو ہے جب کہ وہ لوگ جنہیں علم میں رسوخ حاصل ہے وہ متشابہات کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی جانب سے نازل ہوا ہے البتہ اگر "اَلرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ "کا عطف لفظ اللہ پر ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ متشابہات آیات کی تاویل کا علم اللہ پاک کی ذات کو حاصل ہے، مزید ان لوگوں کو بھی اس کا علم ہے جو علم شریعت میں رسوخ رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

پس متشابہات جن کے معانی میں ایک سے زیادہ احتمالات ہیں ان میں سے جو معنی محکم آیت کے موافق ہوگا اس کو قبول کیا جائے دیگر احتمالات کو رد کیا جائے گا حقیقت یہ ہے کہ جو شخص علم کے سرچشمہ کے حقائق سے آگاہ ہے اسے معلوم ہے کہ اس چشمہ سے علم کی کتنی نہریں پھوٹ رہی ہیں وہ حق وصداقت کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان پر ذیل کے الفاظ ہوتے ہیں کہ میرا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ پروردگار عالم کی جانب سے ہے علامہ رشید رضا مرحوم نے اس مقام پر اس بحث کو نہایت خوب صورتی کے ساتھ مدلل پیش کیا ہے۔

(المنار ۳/ ۱۶۵،۱۶۶)

متشابہ آیات کی چند امثلہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَاِنَّا اَوْ اِيَّاكُم لَعَلٰى هُدًى اَو فِى ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾(السباء : ۲۴)

"اور بے شک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا ظاہر گمراہی میں ہیں۔"

تثلیث کے اثبات میں عیسائیت کے علم بردار کہتے ہیں کہ جب اللہ پاک جمع کا صیغہ اپنے حق میں استعمال فرماتے ہیں جیسا کہ "نَخْلُقُ"اور" نُحْيِ" کے صیغے ہیں کہ ہم پیدا کرتے ہیں، ہم زندہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ پیدا کرنے اور زندہ کرنے کے فعل میں اللہ پاک اکیلا نہیں ہے وگرنہ واحد کا صیغہ استعمال ہوتا نیز جیسا کہ خوارج نے مسئلہ تحکیم میں علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا اس لئے کہ ارشاد الٰہی ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف : ۶۷) کی روشنی میں اللہ کے غیر کو حاکم تسلیم کرنا جائز نہیں جب کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ اشعری کو حاکم تسلیم کیا جب جنگ صفین میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف رونما ہوا۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۲۸)

مزید وضاحت کے لئے ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے ، غور فرمائیں قرآن پاک نے نمازوں کے اوقات کو ایک حکمت کے پیش نظر بصورت ابہام ذکر کیا ہے ارشاد الٰہی ہے :

﴿فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِينَ تُمۡسُونَ وَحِينَ تُصۡبِحُونَ ، وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّ حِينَ تُظۡهِرُوۡنَ﴾(الروم : ۱۸،۱۷)

"پس اللہ پاک کی پاکیزگی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور اسی کے لئے تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور دن کے آخری حصے میں اور جب تم زوال کرتے ہو۔"

ابہام کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک قیامت تک کے لئے رشد وہدایت کا منبع ہے اور پوری دنیا میں آباد مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل ہے ، صرف عرب کے باشندوں کے لئے خاص نہیں ہے اس لحاظ سے احکام کے بیان کرنے کا انداز وہ اختیار کیا ہے جو بلا تفریق سبھی لوگوں کے لئے قابل تسلیم ہے اس اجمال اور ابہام کی وضاحت ان لوگوں نے پیش کر دی ہے جو راسخ فی العلم ہیں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث سے اوقات نماز کی وضاحت کا استخراج کیا ہے جو آپ ﷺ سے پانچ نمازوں کے اوقات کی تفصیل پر مشتمل ہے جب کہ عرب دنیا کے لوگ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ دنیا میں بعض ممالک ایسے ہیں جہاں سورج صرف دو گھنٹے رہنے کے بعد غروب ہو جاتا ہے گویا کہ ان کا دن صرف دو گھنٹہ وقت پر حاوی ہے وہ اس لحاظ سے پانچوں نمازوں کے اوقات کا تعین کریں گے تو کیا یہ ابہام اللہ پاک کی جانب سے بہت بڑی نعمت نہیں ہے ہرگز اس اشتباہ پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ پس اس منطقہ کے مسلمان باشندے دن کے دو گھنٹوں میں ظہر ، عصر کی نماز ادا کریں گے جب کہ رات کے بائیس گھنٹوں میں مغرب ، عشاء اور فجر کی نماز ادا کریں گے۔(المنار ۳ /۱۷۱)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا بعد اس کے کہ تو نے ہمیں راہ دکھایا ہے اور ہمارے لئے اپنی جانب سے نعمت عطا کر بلا شبہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

تشریح: چونکہ متشابہ آیات کا مسئلہ خاصا نازک تھا، خطرہ تھا کہ جادۂ مستقیم سے پاؤں نہ پھسل جائیں اور جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ وفساد کی نذر نہ ہو جائیں تو ان لوگوں کو حکم دیا گیا جو علم کے لحاظ سے راسخ العقیدہ تھے کہ وہ ہدایت کے بعد گمراہی کے راہ پر رواں دواں ہونے سے محفوظ رہیں چونکہ علم کے لحاظ سے اگرچہ وہ راسخ العقیدہ ہیں لیکن بشری تقاضوں کے سبب کہیں بھول کر بھی ان میں تبدیلی نہ آجائے، انہیں اللہ پاک سے استقامت کی دعا کرنی چاہئے اس لئے کہ قدرت الٰہیہ ہر چیز پر حاوی ہے اور اللہ کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، جب کہ اللہ کا علم تمام کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہیں کہ کہیں ان کے پاؤں ڈگمگا نہ جائیں اور وہ خطرات کی نذر نہ ہو جائیں ان حالات میں بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھاتے ہوئے استقامت کی دعا کی جائے خیال رہے ایسی حالت میں استقامت کا حاصل ہونا اللہ پاک کی جانب سے نزول رحمت ہے، تاکہ آیت قرآنیہ ﴿فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (سورۃ الصف: ۵) "جب وہ ٹیڑھے ہونے کی جانب مائل ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔" کا ہم مصداق نہ بن جائیں۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کثرت کے ساتھ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ "جب انہوں نے ٹیڑھا پن اختیار کیا تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا" کے کلمات کے ساتھ دعا فرماتے رہتے تھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ اے وہ ذات جو دلوں کو پھیرنے والی ہے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔ (ابن کثیر ۱/۵۲۲)

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب: آیت مبارکہ میں نہایت لطیف اشارہ ہے کہ اس مقام میں جس رحمت کو طلب کیا جا رہا ہے دراصل اس سے مقصود عنایت الٰہیہ ہے اور توفیق کی ایسی منزل ہے جہاں کوئی شخص اپنی کد وکاوش سے رسائی حاصل نہیں کر سکتا اسی لئے اس وصف کو ھبہ سے تعبیر کیا گیا ہے ظاہر ہے عربی زبان میں ھبہ سے مقصود عطیہ ہوتا ہے جو کسی عمل کے بدلہ میں نہیں ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۹﴾

ترجمہ: اے پروردگار! بے شک تو لوگوں کو اس روز اکٹھا کرنے والا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں بے شک اللہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے۔

تشریح: اے ہمارے پروردگار! اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ تو سب لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا تاکہ سب کا محاسبہ کیا جائے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ، جزاء، سزا دی جائے اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالنا اور ہم پر رحمت کا نزول فرمانا جبکہ ہمارا تجھ پر تیرے پیغمبروں اور تیری کتاب کی محکم متشابہ آیات پر ایمان ہے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ تو وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے ذہن نشین فرمائیں کہ قیامت کے وقوع کے بارے میں ہمیں یقین ہے ہرگز شک نہیں ہے کہ ﴿ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ﴾(البقرۃ:۱) کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے اس کی شان کے خلاف ہے کہ اس میں شک کیا جائے جب کہ قیامت کے وقوع کے بارے میں اس مقام پر ایسے ایمان والون کا وصف بیان کیا جارہا ہے جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہے اور ممکن نہیں کہ راسخ العقیدہ لوگ قیامت کے وقوع میں شک و تذبذب کریں قیامت کے وقوع کے یقین نے ہی تو ان کو راسخ العقیدہ کے منصب پر لا کھڑا کیا ہے۔ واللہ اعلم

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ شَيۡـئًا وَاُولٰٓـئِكَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے ان سے ان کا مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ کے عذاب سے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ان کا حال آل فرعون کے لوگوں کی طرح ہے اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملوں کی وضاحت

اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا : سے مقصود نجران کے عیسائیوں کا وفد، مدینہ کے یہودی، مشرکین اور منافق مراد ہیں۔

لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُم : سے مقصود یہ ہے کہ جب اللہ کا عذاب ان پر نازل ہو جائے گا تو ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے بچانہ سکیں گے۔

وَقُوۡد : سے مقصود وہ ایندھن ہوتا ہے خواہ لکڑی ہو یا کوئلہ یا گیس وغیرہ جس سے آگ کو جلایا جاتا ہے۔

کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ : سے مقصود یہ ہے کہ ان کفار کی عادات اور ان کا انداز کفر، تکذیب اور اس عذاب کے بارے میں جو ان پر دنیا میں نازل ہوا اور آخرت میں نازل ہوگا فرعون کے لاؤ لشکر کی مانند ہے، اس کے بعد مکمل وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

تشریح : جب نجران کے عیسائیوں کے وفد نے کفر، تکذیب اور کتاب اللہ کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہوئے فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرتے ہوئے اور غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے حق و صداقت سے انحراف کیا بلکہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے بیٹے ہیں، اللہ پاک کی وحدانیت کو پارہ پارہ کرتے ہوئے تثلیث کا نعرہ لگایا تو اللہ پاک نے نہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں میں سے کفار کو زبردست شدت آمیز انداز کے ساتھ ڈانٹ پلاتے ہوئے بلکہ عرب، عجم کے تمام کفار کو دھمکی دیتے ہوئے آگاہ کیا اس میں ہرگز کچھ شک و شبہ نہیں کہ جو لوگ بھی تثلیث کا نعرہ لگائیں گے، نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام بلکہ کسی بھی دوسرے پیغمبر کو اللہ کا بیٹا یا اس کا جز قرار دیں گے جب کہ ان کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے بندے ہونے کے دلائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ پھر ان دلائل کی روشنی میں انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے ہرگز کچھ خفا نہیں ہے نہ پیچیدگی کا کچھ شائبہ ہے، اگر انہیں اس حقیقت سے انکار کا کوئی داعیہ نظر آتا ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ دنیوی مال و متاع اور اپنے منصب کے تحفظ کے لئے انکار پر اتر آئے ہیں ان کا یہ طرز عمل ناقابل برداشت ہے اللہ پاک انہیں مستقبل میں ضرور عذاب الیم میں مبتلا کریں گے اور انہیں ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے بچانہ سکے گی بلکہ انہیں دوزخ کے ایندھن کی حیثیت سے دوزخ میں رہنا ہوگا جس سے آگ کو مشتعل کیا جاتا ہے ان کی یہ کیفیت نہایت تلخ ہوگی، جس کو خود انہوں نے اپنے لئے پسند کیا۔

اللہ پاک نے ان کے حالات کے بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے بیان کیا کہ ان کی پوزیشن تو آل فرعون اور ان جیسے لوگوں کی ہے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کے فرستادہ پیغمبروں کو جھٹلایا جیسے قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح ہیں جب کہ اللہ پاک نے ان کو ان کی نافرمانیوں کے سبب دنیا میں تباہ و برباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جب کہ آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا عذاب کا چکھنا بہت برا چکھنا ہے جس سے انہیں مفر نہیں ہو گا بلکہ وہ ان کے ساتھ لازم وملزوم ہو گا لیکن ان کا دردناک عذاب میں مبتلا رہنا ان کے گناہوں کے سبب ہے ہرگز ظلم نہیں، اللہ پاک تو ذرہ کے برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۴۰)

"اللہ کسی کی ذرہ بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہو گی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔"

وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ : اللہ پاک کا پکڑنا اور اس کا عذاب دینا شدید ہے اللہ پاک کے عذاب سے تحفظ نہیں ہو سکتا، اللہ پاک جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی پروردگار نہیں ہے۔

قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلٰى جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: آپ ان لوگوں سے کہیں جو کافر ہیں کہ تم مغلوب کئے جاؤ گے اور تمہیں دوزخ کی جانب اکٹھا کیا جائے گا اور وہ بری جگہ ہے۔

تناسب: پہلی آیت میں آل فرعون اور اس سے پہلے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی تو اللہ پاک نے انہیں عبرت ناک عذاب سے دوچار کیا ان کا مال اور ان کی اولاد نے انہیں تحفظ عطا نہ کیا بلکہ انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا جب کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو اللہ پاک نے غلبہ عطا کیا اللہ پاک کی سنت ہے کہ اللہ پاک کے احکام کی نافرمانی کے ارتکاب کے بعد اللہ نے ہیبت ناک عذاب اتار کر انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔
اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مغرور لوگوں کو مطلع کریں جنہیں اپنی قوت پر ناز ہے اور وہ نہایت بے باکی کے ساتھ اللہ پاک کی نافرمانی پر اتر آئے ہیں کہ دنیوی زندگی میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہو گا اور آخرت میں وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے انہوں نے حماقت کے ساتھ بھرپور انداز میں دعویٰ کیا، اللہ پاک ان کے قول کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ﴾ (السباء: ۳۵)

"اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہو گا۔"

ان کا دعویٰ احمقانہ ہے یعنی دنیوی زندگی میں ان سے ان کی راحت کے سامان کو چھین لیں گے اور ان کی تباہی وبربادی آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرے گی ان کی اولاد اور ان کا مال انہیں عذاب الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچا نہ سکے گا۔

شان نزول : علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے کامیاب لوٹنے کے بعد مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ نے بنو قینقاع یہودیوں کی منڈی میں تمام یہودیوں کو جمع کیا اور انہیں وارننگ دی اے یہودیو! تم اسلام لے آؤ اس سے پہلے کہ تمہیں اسی طرح کی تباہی وبربادی کا سامنا کرنا پڑے گا جس طرح جنگ بدر میں قریش کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا ،ان کے ستر آدمی میدان کارزار میں جہنم رسید ہوئے اور کچھ لوگ گرفتار ہوئے۔ یہودیوں نے جواب دیا :

"اے محمد! تجھے دھوکے میں نہیں آنا چاہئے کہ تو نے قریش کی بہت بڑی تعداد کو قتل کیا وہ لوگ لڑائی کرنا جانتے نہیں تھے ، سن لیں ، اللہ کی قسم !اگر تو نے ہم سے لڑائی کا آغاز کیا تو تجھے پتہ چل جائے گا کہ ہم کمزور نہیں ہیں ہم میں لڑائی کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں اور زندگی بھر آپ کہتے رہیں گے کہ یہودی عظیم قوت کے مالک تھے ،وہ شجاعت ومردانگی میں بے مثل تھے۔"

ان کی اس وارننگ پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۲۴)

مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ آپ کفار کو وارننگ دیتے ہوئے انہیں دھمکی دیں کہ جس طرح قریش مکہ ہمارا مقابلہ نہ کر سکے ،انہیں شکست فاش ہوئی اسی طرح تم بھی شکست سے دوچار ہو جاؤ گے اگرچہ تمہاری تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ تم میرے ساتھ جنگ نہیں کر رہے ہو بلکہ تم اپنے خالق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جنگ کر رہے ہو اور اللہ ہر چیز پر غالب ہے ، کعب بن مالکؓ کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں :

هَمَّتْ سَخِينَةُ اَنْ تُغَالِبَ رَبَّهَا   وَ لَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلاَّبِ

" قریش کا پختہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے پروردگار پر غالب آجائیں گے ، لیکن اللہ پاک جو سب پر غالب ہے اس کو مغلوب کرنے والے یقیناً خود مغلوب ہوں گے۔"

مقصود یہ ہے کہ جنگ بدر میں آپ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ،اللہ پاک نے نبی ﷺ کے شرف کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح سے ہمکنار کیا ، چنانچہ اسلام میں کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لشکر نے پہلی فتح حاصل کی ، گویا کہ نہ صرف مکہ مکرمہ کے باسیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ مکہ مکرمہ کا ایک نام چونکہ ام القریٰ بھی ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ مسلمانوں نے گویا کہ تمام روئے زمین پر اپنی کامیابی کا جھنڈا لہرا دیا۔ پھر تم مرنے کے بعد زندہ ہو جاؤ گے جیسا کہ تم موت سے پہلے زندہ تھے اور تمہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا وہ تمہارا اوڑھنا بچھونا ہے لیکن جہنم نہایت ہی تکلیف دہ رہائش ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: بلا شبہ تمہارے لئے دو جماعتوں میں علامت ہے جو باہم لڑ پڑے ایک جماعت اللہ کے راستہ میں لڑائی کر رہی تھی اور دوسری جماعت کافر تھی، مسلمان ان کافروں کو دیکھنے کے لحاظ سے اپنے سے دوگنا خیال کرتے تھے، اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہتا ہے قوت عطا کرتا ہے بے شک اس واقعہ میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمارہے ہیں اے محمد! ﷺ آپ ان لوگوں کو خبردار کردیجئے جو مال واولاد اور دیگر معاونین کے بل بوتے پر مغرور ہیں کہ وہ اپنی تعداد کی کثرت پر دھوکہ میں نہ آجائیں اور مالی قوت کے زیادہ ہونے کے سبب مغرور نہ ہو جائیں، تم نے ہرگز اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا ہے کہ مال اور افراد کی کثرت تمہیں ہم پر غالب کردے گی، جمہور محدثین نے اس سے مراد غزوۂ بدر کی جانب اشارہ کیا ہے بالخصوص یہ آیت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور صحیح روایات میں کفار کے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے لشکر سے تین گنا تھی جب کہ صحابہ کرام کا احساس یہ تھا کہ کفار کے لشکر کی تعداد ہم سے دوگنا ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے کفار کی تعداد کو مسلمانوں کی آنکھوں میں کم تعداد میں دکھایا، اس لئے کہ ایک مسلمان مومن شخص دو افراد کے برابر سمجھا گیا ہے ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں:

﴿ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (الانفال: ٦٦)

”پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔“

وضاحت: اللہ پاک کی جانب سے اولاً مسلمانوں کی تعداد مشرکین کو کم دکھائی گئی تاکہ وہ حملہ کرنے کی جرأت کریں اور ان کے بارے میں اللہ کا جو فیصلہ ہے کہ ان میں ستر کے قریب موت کے گھاٹ اتریں گے وہ پورا ہو جائے، اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا، اے مسلمانو! تم مشرکین کو اپنے سے دوگنا سمجھتے تھے جب کہ حقیقت یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ تعداد میں تم سے تین گنا تھے، عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں "میں نے اپنے ایک ساتھی سے استفسار کیا جو میرے پہلو میں لڑائی کرتا رہا، کیا کفار کی تعداد ستر تھی؟ اس نے جواب دیا نہیں وہ تعداد میں یک صد کے قریب تھے، پھر میں نے ایک قیدی کافر سے استفسار کیا، تمہارے لشکر کی تعداد کتنی تھی؟ اس نے بتایا کہ ایک ہزار تھی، جب کہ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی گویا کہ کفار کا لشکر تعداد میں تین گنا زیادہ تھا۔ جب کہ انہیں اپنے سے دوگنا دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ سورۂ انفال میں وارد ہے: ﴿اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً وَلَو اَرٰكَهُم كَثِيرًا لَّفَشِلتُم وَ لَتَنَازَعتُم فِي الاَمرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ٠ وَاِذْ يُرِيكُمُوهُم اِذِ الْتَقَيتُمْ فِيٓ اَعيُنِكُمْ قَلِيلاً وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيٓ اَعيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمرًا كَانَ مَفعُولاً وَاِلَى اللّٰهِ تُرجَعُ الاُمُورُ﴾ (الانفال: ۴۳،۴۴)

"اس وقت اللہ نے تمہیں خواب میں تھوڑی تعداد میں دکھایا اور اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور جو کام درپیش تھا اس میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا بے شک وہ سینے کی باتوں تک سے واقف ہے اور اسوقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا، تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔"

اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ پاک ایمان داروں کو فتح و نصرت سے نوازتا ہے اگرچہ وہ تعداد میں اپنے مخالفین سے کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُل لاَّ يَستَوِي الخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَو اَعجَبَكَ كَثرَةُ الخَبِيثِ﴾ (المائدہ: ۱۰۰)

"کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں گو ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں خوش ہی لگے۔"

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: دونوں جماعتوں میں سے جس جماعت کی مدد کرنا چاہتا ہے اس کو غلبہ عطا کرتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ واقعہ عبرت اور موعظت کا مقام رکھتا ہے جب کہ وہ جماعت جو تعداد میں کم تھی اس کو ایسی جماعت پر غلبہ حاصل ہوا جو تعداد میں زیادہ تھی، لیکن یہ غلبہ اللہ کی مدد کا نتیجہ ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے نوازتا ہے۔

اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الاَبْصَارِ: بلاشبہ اس واقعہ سے صاحب بصیرت لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جب کہ وہ واقعات میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں جب کہ وہ ان لوگوں کے زمرہ سے کنارہ کش رہتے ہیں جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایجادات سے معاشرہ کو مالا مال کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو طبعیات کے حسن سے محبت کا بہرہ وافر عطا ہوا ہے، پانی کی روانی، ہواؤں کی سرسراہٹ کے مطالعہ سے وہ اپنی بساط کے مطابق دولت خرچ کر کے حیران کن مصنوعات، فیکٹریز، بحری، بری جہاز اور مختلف قسم کے حیوانات اور پرندوں کو قدرت کے مخفی خزانوں سے نکال کر اس دنیا کی رونق اور کشش کو بڑھا رہا ہے۔ ان تمام ایجادات اور اکتشافات سے اللہ پاک کی ذات کی معرفت سے زیادہ تعلق اور محبت کا اضافہ ہو رہا ہے، بنیادی شخص انسان ہے جس نے اللہ کی ذات کو روشناس کرانے میں وہ کردار ادا کیا ہے کہ پوری دنیا جدید، حیران کن ایجادات، الیکٹرانک نظام کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد پکار اٹھی ہے کہ اے اللہ! ہم فی الحقیقت اب بھی تجھے مکمل طور پر معلوم نہیں کر سکتے ہیں۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان واقعتاً اشرف المخلوقات ہے۔ درست ہے کہ ایک دن انسان کو بھی فنا ہونا ہے لیکن اس نے ہر میدان میں جو ترقی کے مراحل طے کئے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ انسان فنا ہونے کے باوجود زندہ ہے اگرچہ ازل سے ابد تک بقا کا وصف اللہ کا ہے لیکن اپنی ان تھک مساعی اور کوششوں سے انسان باقی ہے اب بھی باقی ہے مرنے کے فوراً بعد جب اس کو زندگی ملے گی وہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ جب کہ کچھ لوگ سعادتوں سے ہم کنار ہوں گے اور اکثر شقاوتوں کی نذر ہوں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَاَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُم فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ۙ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالاَرضُ اِلاَّ مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ، وَاَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الجَنَّةِ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالاَرضُ اِلاَّ مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيرَ مَجذُوذٍ ﴾ (سورۂ ہود: ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸)

"جو لوگ بدبخت ہوں گے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اس میں انہیں چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔ اور جب تک آسمان و زمین ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے بے شک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو نیک بخت ہوں گے وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور جب تک آسمان و زمین رہیں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے، یہ اللہ کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔"

خیال رہے انسان کو اللہ پاک نے جس استعداد اور بے مثال قوت و فراست سے نوازا ہے وہ اللہ پاک کا انسان پر خاص فضل و کرم ہے۔

اسی بناء پر وہ اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب ہے میدان تحقیق میں اس کی مساعی کہیں رکتی دکھائی نہیں دیتی ہیں وہ روزمرہ مجہولات کو معلوم کرنے کی فکر میں مستغرق دکھائی دیتا ہے زمین و آسمان میں مخفی قدرت کے ذخائر سے پردہ کشائی میں مضطرب دکھائی دیتا ہے اس کی مساعی کی کچھ انتہاء نہیں ہے قطب شمالی جو ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے اس کے حقائق سے پردہ کشائی کے لئے دوڑ دھوپ میں برابر کوشاں ہے۔ افریقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جنگلات اور اس میں چھپے ہوئے خونخوار درندوں اور شیروں کے حقائق سے پردہ کشائی کے لئے سرگرم عمل ہے، ہندوستان میں متعدد اقسام کے سانپوں ۔ ان کی ماہیت معلوم کرنے سمندروں کی لہروں اور اندھیری راتوں میں ستاروں کی گردش سے مستقبل میں ہونے والے حیران کن واقعات سے پردہ کشائی کرتا ہے تاکہ اللہ کے وصف تکوین اور تخلیق کے اسرار سے آگاہ کرے۔ جب کہ مستقبل کے بارے میں بحث و مناقشہ کی محفلیں اس لئے منعقد کرواتا ہے تاکہ خالق حقیقی کی حقیقت سے لوگوں کو روشناس کرائے اصل بات یہ ہے کہ انسان ان اشیاء کو محبوب جانتا ہے جن کا سلسلہ لامتناہی ہے اس لئے کہ انسان میں ایسی استعداد موجود ہے جس کی انتہاء نہیں ہے البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بعض اشیاء میں اس قدر غلو کر جاتا ہے اور ان کی محبت میں اس کا استغراق اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ اس کے ماسوا سے وہ بالکل غافل ہوتا ہے۔ اور اس کی محبت کا دائرہ کار جس قدر بلند ہوگا اسی قدر وہ محبوب چیز بھی بلند ہوگی انسان کے ارتقاء کی آخری منزل یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز میں اس حسن اور کشش کا ملاحظہ کرتا ہے جو اس میں خالق کائنات کی جانب سے ودیعت کردہ ہے اس کا اصطلاحی نام بے مثال صنعت کاری ہے اور بے مثال نظام الٰہی ہے زمین پر تعمیر کردہ بلڈ نگیں جن کی منزلیں یک صد سے متجاوز ہیں جن کا مشاہدہ کرنے سے انسان حیران ہو جاتا ہے ۔ مزید برآں انسان تو کائنات کے ذرہ ذرہ میں بے مثال حسن وجمال کا ملاحظہ کر رہا ہے جس کا حسن وجمال اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے اور ہر با کمال چیز میں جو کمال پوشیدہ ہے۔ انسان اس کے جلال کا ملاحظہ کرتے ہوئے اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے ایک شاعر کے کلام میں اشارۃً اس کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

اِذَا لَمْ تُشَاهِدْ غَيرَ حُسْنِ شَيَاتِهَا وَاَعْضَائِهَا فَالْحُسْنُ مِنْكَ مُغَيَّبٌ

"اگر آپ کسی خوب صورت عورت کے ظاہری اعضاء وغیرہ کے حسن کے علاوہ حقیقی حسن کا مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں تو اصل حسن پر کشش آپ کی نظر سے اوجھل ہے اور وہ حسن جو آپ کی نظر سے اوجھل ہے۔ وہی حقیقی حسن ہے اور اس حسن کی عمدگی کا تصور آپ کے دل و دماغ میں اللہ پاک کی محبت کو اجاگر کرے گا اس لئے کہ حسن کی کشش میں اللہ پاک کی صنعت گری جلوہ فرما ہے وہی ہر چیز کا منبع و مصدر ہے اسی نے تمام مخلوق میں الگ الگ حسن وجمال کو ودیعت کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿هُوَ الاَوَّلُ والاخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ﴾ (الحدید : ۳)

اللہ پاک کا اپنے بندوں سے محبت کرنا

البتہ اللہ پاک اپنے ان بندوں سے محبت فرماتا ہے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اس کے رسول کی پیروی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جس نے ان کو اللہ کی معرفت کا راہ دکھایا اور انہیں آگاہ کیا کہ اللہ کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے اور صحیح محبت اور عبادت کیا ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی محبت عظیم الشان نعمت ہے اللہ کے ان بندوں کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے جو اس کا استحقاق رکھتے ہوں اور جن کا ذوق بلند ہو اور جو محبوب کے وصال اور اس کی جدائی سے کما حقہ آشنا ہوں بلکہ یہ تو اللہ کی حکمت کے مظاہر سے ایک اعلیٰ قسم کا انعام ہے اور دلوں کی تسکین ہے۔

ضروری ہے کہ محبوب کے اخلاق کا اس میں عکس ہو اور اللہ کے اسماء اور صفات کی جلوہ گری ہو اور اسے اللہ کا خلیفہ ہونے کا استحقاق حاصل ہو بس یہ ایسا بلند مقام ہے جس کی مکمل تفصیل ممکن نہیں البتہ ذوقِ سلیم اس کو بھانپ جاتا ہے وہ محبوب کے وصال اور اس کی جدائی سے مکمل واقفیت رکھتا ہے ۔ ایک شاعر کا قول ہے :ـــ

تَحَبَّبْ فَاِنَّ الْحُبَّ دَاعِيَةُ الْحُبِّ وَكَمْ مِن بَعِيدِ الدَّارِ مُسْتَوجَبِ الْقُرْبِ

امکانی حد تک محبت کو اپنے دل میں پیوست رکھیں جب کہ محبت کے تقاضے محبت کی جانب دھکیلتے ہیں خیال کریں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کی رہائش گاہ دور دراز علاقہ میں ہوتی ہے۔ لیکن محبت کے سبب وہ نہایت قریب ہوتے ہیں۔ (المنار ۳/ ۲۸۶، ۲۸۷)

فَاِنْ تَوَلَّوْافَاِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ : اگر اہل کتاب اور مشرکین مکہ اطاعت سے انحراف کریں اور ہٹ دھرمی پر اتر آئیں۔ حالانکہ دنیوی، اخروی کمال اور سعادت کا حصول اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نبی ﷺ کی اطاعت میں پوشیدہ ہے تو وہ اللہ کی ناراضگی اور اسکے غصہ سے محفوظ نہ رہیں گے جب کہ انہوں نے کفر کیا اور اللہ کفار کو محبوب نہیں رکھتا ہے۔

معلوم ہوا جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہونا ضروری ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث نبوی ہے : ”کوئی شخص اس وقت تک صحیح طور پر صحیح معنی میں ایمان دار نہیں جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا داعیہ ان کے سوا سے فائق نہ ہو۔“

جب کہ اللہ کی محبت کا اثبات رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا رہین منت ہے۔ لیکن زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا اور عملی زندگی میں ان کے احکام کی مخالفت کرنا اس کے دعویٰ کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔

(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۵۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو تمام جہان والوں پر چن لیا ہے۔ اس حال میں کہ یہ جماعت ایسی اولاد ہے کہ اس کا بعض اس کے بعض سے پیدا ہوا اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔

تناسب: قبل ازیں آیت میں اللہ پاک نے واضح کیا کہ اللہ کی محبت اتباع رسول میں منحصر ہے جو شخص بھی اللہ کی جانب سے فرستادہ پیغمبر کی اطاعت کرتا ہے اس کی محبت سچی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ اسے اللہ کا محبوب تسلیم کیا جائے اس فارمولا کے مطابق ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ کے محبوب تھے اور جن کو اللہ پاک نے منتخب فرمایا ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں جو محبت الہیہ کے ساتھ موصوف ہیں وہ ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ اطاعت الہیہ کے ساتھ بھی موصوف ہیں ان کا اللہ پاک نے انتخاب فرمایا اور انہیں اپنا محبوب قرار دیا بلکہ انہیں نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا ان میں پہلے آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جو پہلے انسان ہیں۔ سورۂ طٰہٰ میں ان کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ﴾ (طٰه: ۱۲۲)

"بعد ازاں اس کے پروردگار نے اس کا انتخاب کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور اسے ہدایت دی۔"

اس آیت کی روشنی میں آدم علیہ السلام ہدایت دینے والے بھی اور خود بھی ہدایت یافتہ تھے پھر ان کی اولاد میں پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا جیسے اللہ کی مشیت کا تقاضا ہوا ان کے بعد نوح علیہ السلام کا لقب آدم ثانی ہے ان کے دور میں عظیم طوفان آیا جس کے سبب کثرت کے ساتھ لوگ طوفان کی نذر ہوئے ان کا بیٹا بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

پسر نوح با بداں بنشت خاندان نبوتش گم شد

البتہ نوح علیہ السلام اور اس پر ایمان لانے والے محفوظ رہے ان کی اولاد کثرت کے ساتھ پھیل گئی۔ ان میں بعض کو نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا کچھ عرصہ کے بعد ان کی اولاد میں بت پرستی کا دور دورہ ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو خلیل اللہ کے لقب سے موصوف تھے ان کے بعد ان کی اولاد سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا ان میں سب سے زیادہ عظمت اور شہرت اور بلند مرتبہ آل عمران

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرگوشی کو سنا اور مجھے علم ہے کہ دعا کرنے والے انسانوں کے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔؟

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثٰى ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: تو جب اس نے لڑکی کو جنا اس نے کہا اے میرے پروردگار! بے شک میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے اور اللہ کو علم ہے جس کو اس نے جنم دیا اس نے کہا لڑکا، لڑکی کی مانند نہیں ہوتا بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کرتی ہوں ۔

تشریح: جب عمران کی بیوی کا حمل وضع ہوا تو اس نے لڑکی کو دیکھتے ہی بطور غم اور افسوس کہا "اے میرے پروردگار! کہ اس نے تو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں نذر مان رکھی تھی کہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی، لیکن افسوس وہ تو لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کم از کم ایام ماہواری میں وہ بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ: جب کہ اللہ پاک کو خوب علم ہے کہ اس کی منشاء کے خلاف لڑکی پیدا ہوئی ہے جب کہ اگرچہ وہ مادہ ہے لیکن اکثر وبیشتر مردوں سے اس میں خیر کا پہلو زیادہ ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى: جس لڑکے کے متعلق اپنے خیال میں تولد ہونے کی اس نے نذر مان رکھی تھی وہ ہرگز اس لڑکی کا مثل نہیں ہو سکتا جو اس کے ہاں تولد پذیر ہوئی ہے۔ جب کہ یہ لڑکی تو اس لڑکے سے بدرجہا بہتر ہوئی ہے جس کی آرزو اس کے دل ودماغ پر حاوی تھی۔

وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ: عمران کی بیوی نے کہا اب میں اس کا نام مریم تجویز کرتی ہوں اور میں اس کے بارے میں ہی نہیں بلکہ اس کی اولاد کے بارے میں بھی یہ کلمہ کہتی ہوں کہ وہ شیطان مردود کے وسوسوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ایک حدیث وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ "جب بھی کسی انسان کا کوئی بچہ بچی پیدا ہوتے ہیں تو شیطان اس تگ ودو میں ہوتا ہے کہ اس کو فطرت سلیمہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگا تار رہا بلکہ اس کو اپنا غلام بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو حاصل ہوا ان کے بعد اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ مبعوث ہوئے جو سید الاولین والآخرین کے اعزاز کے ساتھ موصوف ہیں۔

ذریۃ: اصل مادہ کے لحاظ سے اس سے مقصود چھوٹی اولاد ہوتی ہے اگرچہ عرف عام میں اس کا اطلاق چھوٹی بڑی سب اولاد پر ہوتا ہے۔ مقصود انبیاء علیہم السلام ہیں جو آل ابراہیم اور آل عمران سے مبعوث ہوئے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ☆ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ☆ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

(سورۃ الانعام: ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷)

"اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب علیہم السلام عطا کئے (اور) سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکوکار تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا۔"

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اس چیز کی جو میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے نذر مان لی ہے اسے آزاد کیا گیا ہوگا پس تو مجھ سے قبول فرما بے شک تو سننے والا علم والا ہے۔

لغوی تحقیق: "عمران" ایک صالح پرہیزگار انسان تھے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام کے والد تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا : عمران کی بیوی نے خود پر اس بات کو لازم قرار دیا تھا کہ اسکے بطن سے لڑکی یا لڑکا جو پیدا ہو گا اسکو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کریں گے اور وہ عبادت الٰہی میں مصروف رہیں گے۔ "مُحَرَّرًا"، آزاد، مادہ (حَرَّ) ہے اس کا معنی گرمی ہے "رَجُلٌ حَرَّانٌ" بہت پیاسا، "الحُرِّيَّةُ" آزادی، شرافت، "حَرُورِيٌّ" خارجی شخص "اِستَحَرَّ الْقِتَالُ" لڑائی نے شدت اختیار کی۔ "اَلْحَرِيْرُ" ریشم۔

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جائے گا۔

تشریح : مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ "لسان القرآن" میں رقم طراز ہیں کہ "اس قصے کا تعلق جناب مریم علیہا السلام کی والدہ کی اس آرزو سے ہے کہ اگر میرے ہاں بچہ پیدا ہو تو میں اسے دنیا کے کام کاج سے آزاد کر کے ہیکل سلیمانی کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ اس دور میں یہودیوں میں یہ عام رواج تھا کہ کچھ دین دار لوگ ایسے رہیں جو دنیا کے جھمیلوں سے آزاد رہ کر اپنی زندگی کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اسی رواج نے بعد کو عیسائیوں میں ایک باقاعدہ ادارے کی شکل اختیار کر لی جو کلیسا کی زیر نگرانی عیسائیت کی اشاعت و فروغ کے لئے کام کرتا۔ آج بھی ایسے عیسائی راہب اور راہبات دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں جو شادی بیاہ کی ذمہ داریوں سے آزاد رہ کر اہل کنیسہ کی ہدایت پر عیسائیت کی تبلیغ کے لئے شب و روز کوشاں ہیں اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ مسلمان علماء اور دانشور ایک عالمی ادارہ اور جماعت کی شکل میں اپنے آپکو منظم کریں اور اسلام کی اشاعت کے لئے دنیا کے گوشوں اور کونوں میں پھیل جائیں اور اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دیں کہ اس دور میں تنہا یہی وہ دین ہے جو ہماری فکری و عملی تشویش کو دور کر کے اطمینان کی دولت سے انسانوں کو مالا مال کر سکتا ہے۔ لیکن اس غرض کے لئے راہبانہ زندگی اختیار کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اسلام جدوجہد عمل اور زندگی کے ہر گوشے میں جہاد و سعی کا حامل ہے، فرار اور کنارہ کشی کا حامل نہیں ہے۔ (لسان القرآن ۲/ ۲۳۵)

تناسب ذہن نشین فرمائیں کہ سابقہ آیت مبارکہ کے آخر میں وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ کا تعلق اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ کے ساتھ ہے، مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک نے عمران کی بیوی کے قول کو سنا اور اس کی وہ بات اللہ کے علم میں ہے جب اس نے اللہ پاک کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا وہ اس وقت حاملہ تھیں کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے بارے میں اس نے نذر کا ذکر کیا کہ وہ ہرگز اس کی غلامی میں زندگی بسر نہیں کرے گا بلکہ پیدا ہونے والا بچہ اللہ پاک کی عبادت کے لئے وقف ہو گا اور اس کے گھر کا خادم ہو گا اس کی مشغولیت اس کے علاوہ کسی دوسرے کام سے نہ ہو گی۔ تو اللہ پاک نے اس کی سرگوشی کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ "میں نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرگوشی کو سنا اور مجھے علم ہے کہ دعا کرنے والے انسانوں کے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔؟

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثٰى ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳٦﴾

ترجمہ: تو جب اس نے لڑکی کو جنا اس نے کہا اے میرے پروردگار! بے شک میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے اور اللہ کو علم ہے جس کو اس نے جنم دیا اس نے کہا لڑکا، لڑکی کی مانند نہیں ہوتا بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کرتی ہوں۔

تشریح: جب عمران کی بیوی کا حمل وضع ہوا تو اس نے لڑکی کو دیکھتے ہی بطور غم اور افسوس کہا "اے میرے پروردگار! کہ اس نے تو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں نذر مان رکھی تھی کہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی، لیکن افسوس وہ تو لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کم از کم ایام ماہواری میں وہ بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکے گی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ: جب کہ اللہ پاک کو خوب علم ہے کہ اس کی منشاء کے خلاف لڑکی پیدا ہوئی ہے جب کہ اگرچہ وہ مادہ ہے لیکن اکثر و بیشتر مردوں سے اس میں خیر کا پہلو زیادہ ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى: جس لڑکے کے متعلق اپنے خیال میں تولد ہونے کی اس نے نذر مان رکھی تھی وہ ہرگز اس لڑکی کا مثل نہیں ہو سکتا جو اس کے ہاں تولد پذیر ہوئی ہے۔ جب کہ یہ لڑکی تو اس لڑکے سے بدرجہا بہتر ہوئی ہے جس کی آرزو اس کے دل و دماغ پر حاوی تھی۔

وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ: عمران کی بیوی نے کہا اب میں اس کا نام مریم تجویز کرتی ہوں اور میں اس کے بارے میں ہی نہیں بلکہ اس کی اولاد کے بارے میں بھی یہ کلمہ کہتی ہوں کہ وہ شیطان مردود کے وسوسوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ایک حدیث وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ "جب بھی کسی انسان کا کوئی بچہ بچی پیدا ہوتے ہیں تو شیطان اس تگ و دو میں ہوتا ہے کہ اس کو فطرت سلیمہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگا تار رہا بلکہ اس کو اپنا غلام بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سر گوشی کو سنا اور مجھے علم ہے کہ دعا کرنے والے انسانوں کے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔؟

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (٣٦)

ترجمہ: تو جب اس نے لڑکی کو جنا اس نے کہا اے میرے پروردگار! بے شک میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے اور اللہ کو علم ہے جس کو اس نے جنم دیا اس نے کہا لڑکا، لڑکی کی مانند نہیں ہوتا بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کرتی ہوں۔

تشریح: جب عمران کی بیوی کا حمل وضع ہوا تو اس نے لڑکی کو دیکھتے ہی بطور غم اور افسوس کہا "اے میرے پروردگار! کہ اس نے تو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں نذر مان رکھی تھی کہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی، لیکن افسوس وہ تو لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کم از کم ایام ماہواری میں وہ بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکے گی۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ: جب کہ اللہ پاک کو خوب علم ہے کہ اس کی منشاء کے خلاف لڑکی پیدا ہوئی ہے جب کہ اگرچہ وہ مادہ ہے لیکن اکثر و بیشتر مردوں سے اس میں خیر کا پہلو زیادہ ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ: جس لڑکے کے متعلق اپنے خیال میں تولد ہونے کی اس نے نذر مان رکھی تھی وہ ہرگز اس لڑکی کا مثل نہیں ہو سکتا جو اس کے ہاں تولد پذیر ہوئی ہے۔ جب کہ یہ لڑکی تو اس لڑکے سے بدرجہا بہتر ہوئی ہے جس کی آرزو اس کے دل و دماغ پر حاوی تھی۔

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ: عمران کی بیوی نے کہا اب میں اس کا نام مریم تجویز کرتی ہوں اور میں اس کے بارے میں ہی نہیں بلکہ اس کی اولاد کے بارے میں بھی یہ کلمہ کہتی ہوں کہ وہ شیطان مردود کے وسوسوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ایک حدیث وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ "جب بھی کسی انسان کا کوئی بچہ بچی پیدا ہوتے ہیں تو شیطان اس تگ و دو میں ہوتا ہے کہ اس کو فطرت سلیمہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگا تار رہا بلکہ اس کو اپنا غلام بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریم علیہا الصلوۃ والسلام جو عمران کی بیٹی ہے اور مریم علیہم الصلوۃ والسلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تحفظ حاصل رہا اور شیطان کا ان پر کوئی مکرو فریب کامیاب نہیں رہا۔ اس حدیث کی صحت میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے ایک دوسری حدیث کی صحت اس کی شاہد ہے جب رسول اکرم ﷺ کو اسراء کرایا گیا تو آپ کا سینہ چاک کرکے آپ کے دل کو آب زمزم کے ساتھ غسل دیا گیا لیکن دھونے سے پہلے دل سے شیطان کے حصہ کو نکال کر پھینک دیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ کے دل مبارک کے ساتھ شیطان کا کچھ تعلق نہ رہا بلکہ وہ آپ کے دل میں کوئی وسوسہ بھی نہیں ڈال سکا اسی لئے ایک حدیث میں وارد ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے ساتھ مقرر شیطان کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے یا میں اس کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہوں وہ مجھے اچھے کام کرنے کا ہی مشورہ دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ باب فی الوسوسۃ)

ایک سوال اور اس کی وضاحت

یہاں ایک سوال مترشح ہو رہا ہے کہ آپ کے دل سے شیطان کے حصہ کو یقیناً نکال دیا گیا لیکن اس سے پہلے تو اس کا وجود آپ کے دل میں موجود رہا۔ مزید بر آں اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو ارشاد باری:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيسَ لَكَ عَلَيهِم سُلطَانٌ﴾ (الحجر: ۴۲)

"بے شک میرے بندے تجھے ان پر تسلط نہیں ہوگا۔"

کے مخالف ہے جب کہ نبی ﷺ تمام پیغمبروں سے اونچے مقام پر فائز تھے آپ خاتم النبیین افضل الرسل کے لقب کے ساتھ متعارف تھے جب کہ ذکر کردہ آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندوں پر کسی وقت بھی شیطان کا تسلط نہیں ہوتا اس اشکال کا حل یہ ہے کہ ذکر کردہ آیت قرآنیہ شیطان کے تغلب کی نفی تو کرتی ہے اس کے وسوسہ ڈالنے کی نفی نہیں کرتی فرض کیجئے، شیطان نے اللہ کے نیک بندے کے دل میں وسوسہ ڈالا لیکن جب اللہ کے بندے نے اس کے وسوسہ کو قبول نہ کیا تو ہرگز شیطان کا اس پر غلبہ نہیں ہے۔ مزید بر آں مسلم شریف میں ذکر کردہ حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ آپ کے ساتھ متعین شیطان آپ کو اچھے کام کا ہی مشورہ دیتا ہے اس لئے کہ وہ آپ کا مطیع ہو گیا اور آپ کا یہ اتنا بلند مرتبہ ہے جہاں کسی دوسرے پیغمبر کی بھی رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ محدثین نے آپ کی خصوصیات میں اس خصوصیت کا بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے ساتھ متعین شیطان مسلمان ہو گیا تھا اس بناء پر آپ کا دل مبارک ہمیشہ نور نبوت سے روشن رہا اور شیطان نے مایوس ہو کر اپنا مشن ختم کر دیا اور آپ کا فرماں بردار ہو گیا۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ:

اس مفہوم کی احادیث کے علم اور کیفیت کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ تفویض کیا جائے اور مزید وضاحت سے احتراز کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: پس مریم کو اس کے پروردگار نے اچھا قبول کیا اور اس کی اچھے انداز کے ساتھ پرورش کی اور اس کی ذمہ داری زکریا کے سپرد کر دی، جب بھی زکریا مریم پر داخل ہوتا مسجد میں، تو اس کے پاس رزق پاتا اس نے کہا اے مریم! تجھے کہاں سے ہے یہ رزق؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

لغوی تحقیق: "تَقَبَّلَ" میں بہ نسبت "قَبِلَ" کے مبالغہ ہے یعنی اللہ پاک نے قبولیت کے ساتھ نوازاتے ہوئے اس کے لئے پسند کیا کہ وہ اللہ کی عبادت میں اور اللہ کے گھر کی خدمت میں مصروف رہے پھر اس کو نہایت خوبصورتی کے انداز کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی تربیت میں زبردست اہتمام کیا گیا نہ صرف یہ کہ اس کی جسمانی کیفیت کو دونوں میں ہی نہایت عمدہ اور قابل رشک بنایا بلکہ روحانیت کی تربیت میں بھی فطرت کا خاص خیال رکھا گیا جیسا کہ وہ پودا جو کہ عمدہ زمین میں کاشت کیا گیا ہو جس میں نمو کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت موجود ہو اور اس کا پھل اس قدر عمدہ ہو کہ موسم کے غلط اثرات سے اسے تحفظ حاصل ہو اور لفظ "اِنْبَات" سے اس کی جسمانی، روحانی تربیت مقصود ہے کہ وہ فطرت کے اصول و ضوابط کی روشنی میں ظہور پذیر ہو۔

وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا: سے مقصود یہ ہے کہ مریم علیہا السلام کے خالو زکریا علیہ السلام نے اس کی کفالت کی ذمہ داری کو احسن انداز سے نبایا جب زکریا علیہ السلام اس کے الگ مقصورہ میں جہاں وہ سکونت پذیر تھی اس میں تشریف لے جاتے تو اس کے گردونواح میں پھل فروٹ وغیرہ کا ذخیرہ پاتے تو فروٹ کی بہتات کو دیکھ کر وہ ان سے استفسار کرتے کہ آپ کے ہاں یہ فروٹ کہاں سے آتے ہیں تو وہ جواب دیتی کہ یہ انتظام اللہ پاک کی جانب سے ہیں بلاشبہ اللہ کی مشیت جب کسی شخص کے لئے فیصلہ کر لیتی ہے کہ اس کو بے شمار انعامات سے نوازنا ہے تو اللہ پاک کے لئے کچھ مشکل نہیں وہ ذات اپنے ارادہ، اختیار، مشیت میں ہرگز کسی کی پابند نہیں۔

ذہن نشین فرمائیں قرآن پاک آسان واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بلا تکلف ہر مکلف شخص اس کے معانی کے فہم کی صلاحیت رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس وضاحت کی روشنی میں ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ کسی مقام میں بھی ظاہر کے خلاف کوئی دشوار اور مشکل معنی مراد لینا درست نہیں اس عام فہم اسلوب اور انداز سے ہم خود کو غلط راہ پر نہ ڈالیں اور قرآن پاک کے فہم میں اسرائیلی و غیر اسرائیلی روایات کا سہارا تلاش نہ کریں۔ مریم علیہا السلام عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں ان کے پاس رزق کیسے آتا تھا اور وہ کیا تھا، ہمیں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہئے اس کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر اللہ پاک اس کی تفصیل میں کسی فائدہ کی ضرورت سمجھتے تو ضرور بیان فرماتے۔ البتہ یہ واقعہ کس مقصد کے لئے ذکر کیا گیا ہے ہم اس کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل اس واقعہ کے ضمن میں نبی ﷺ کی نبوت کو مدلل انداز کے ساتھ ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور اہل کتاب کے اس غلط پروپیگنڈا کو ختم کرنا مقصود ہے، جنہوں نے منصب نبوت کو صرف اسرائیلیوں کے ساتھ مختص کیا ہوا تھا نیز مشرکین کی اس غلط فہمی کو دور کرنا مقصود ہے جو آپ کی نبوت کا انکار اس لئے کرتے تھے کہ آپ بشر ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں وہ انسان تھے اور انسان کو تمام حیوانات سے بہتر قرار دیا ہے۔

مزید برآں آدم کی اولاد سے ایسے انبیاء بھی گزرے ہیں جو پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی تھے ان کی عظمت اور قوت تسخیر کا انکار ممکن نہیں اس کے ساتھ ساتھ منتخب انبیاء اولوالعزم کا تذکرہ کیا ہے۔ نوح علیہ السلام کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے دور کے لوگ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ وہ ابراہیم کی اولاد سے ہیں جب کہ بعد والے آپ ﷺ کے دور میں بنی اسرائیل اور آل عمران کو نہایت فخریہ انداز میں پیش کرتے تھے کہ وہ اسماعیل کی اولاد سے ہیں اور ملت ابراہیمی پر ہیں پس اللہ سبحانہ آپ ﷺ کے دور کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کو آگاہ فرمارہے ہیں کہ اس نے جن انسانوں کو عظمت سے نوازا ہے وہ اس کی مشیت کے ساتھ ہیں تو اگر اس نے آپ ﷺ کو سید الاولین والآخرین کے لقب سے نوازا ہے اور اسے خاتم النبیین کا مرتبہ عطا کیا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ﴾ (الانبیاء: ۲۳)

"جو وہ کرتا ہے اس سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا جا سکتا جب کہ ان سے پوچھ گچھ ہو گی۔"

آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کو ایک مثال کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اگر وہ اسرائیلی شعب سے نہیں ہیں تو تمہیں ہرگز اللہ کے کاموں میں خود کو دخیل نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے تو اللہ پاک نے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اس اعزاز میں وہ منفرد ہیں اور آپ ﷺ کے علاوہ آل ابراہیم اور آل عمران سے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کے علم کی روشنی سے پورا عالم مستفید ہو رہا ہو۔ اس لحاظ سے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہے بلکہ مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے اس واقعہ میں جہاں ندرت موجود ہے کہ اس نے کائنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نظام کے خلاف اسے اسکی والدہ کے شکم سے بلا خاوند کے پیدا فرمایا اور اللہ پاک نے مریم علیہا السلام کو شرف قبولیت سے نوازا اور پھر وہ اللہ کے گھر کی خادمہ کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے یہ کیفیت بھی عام معمول کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ اللہ کے گھر کی خدمت کی ذمہ داری عام طور پر کسی مرد کے ذمہ ہی ڈالی جاتی ہے تو تم نے اس نادر واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اگر اللہ پاک نے آخری پیغمبر محمد ﷺ کو بنی اسرائیل سے مبعوث نہیں کیا تو اس پر تم تعجب کا اظہار کیوں کر رہے ہو اسی انداز کا واقعہ زکریا علیہ السلام کا ہے جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا، معلوم ہوا اللہ پاک کے جملہ معاملات ہمیشہ اسی انداز پر ظہور پذیر نہیں ہوتے جن سے عام طور پر لوگ مانوس نہ ہوں۔ (المنار ۳/۲۹۴)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ لا أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَّ حَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ط قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا کر، بلاشبہ تو سننے والا علم والا ہے۔ پس فرشتوں نے اس کو آواز دی اور عبادت گاہ میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے، وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہے وہ سردار ہے، عورتوں سے بے رغبت ہے اور پیغمبر ہے، صالحین سے ہے۔ اس نے کہا اے پروردگار! میرے ہاں کیسے لڑکا پیدا ہو سکتا ہے جب کہ میں بڑھاپے میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

لغوی تحقیق: "دَعَا" پکارنا، التجا کرنا، دعا کرنا، نام رکھنا "دَوَاعِي الدَّهرِ" زمانے کے تغیرات "تَدَاعَتْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ الْقَبَائِلُ" اس پر قبائل ٹوٹ پڑے۔ " الدَّعِيُّ " لے پالک، جس کا نسب معلوم نہ ہو (جمع) "ادعیاءٌ" ہے۔

(لسان القرآن ۲ ۵۶۷)

تناسب : زکریا علیہ السلام نے مشاہدہ کیا کہ مریم علیہا الصلوۃ والسلام کو اللہ پاک نے اعزاز واکرام کے ساتھ نوازا ہے کہ بلا ظاہری اسباب کے ان کے ہاں صبح، شام رزق پہنچ رہا ہے تو انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اسباب ظاہری کے نہ ہونے کی صورت میں انہیں رزق پہنچ رہا ہے تو کچھ مشکل نہیں اگر چہ میں عالم پیری میں ہوں اور میرے جوڑ اور ہڈیاں انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے خشک نظر آتی ہیں ان میں طراوت نہیں ہے پھر بھی کچھ مشکل نہیں کہ اللہ پاک ان کو بلا ظاہری اسباب کے اولاد عطا کر سکتا ہے۔ تو مجھے بھی لڑکا عطا کیجئے۔ چنانچہ سورۂ مریم میں وارد ہے :

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴾ (مریم : ۳)

"جب اس نے اپنے پروردگار کو آہستہ آواز میں پکارا اس نے کہا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تمام سر بڑھاپے کے سبب بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے دعا کرنے میں بد نصیب نہ رہوں۔"

اعجاز کی واضح صورت

اس آیت میں اعجاز کی صورت نہایت واضح ہے کہ زکریا علیہ السلام نے جہاں اپنے ضعف کے اظہار میں اپنی ہڈیوں کے ضعف و اضمحلال کا ذکر کیا ہے، وہاں بڑھاپے کو زیادہ نمایاں انداز میں بیان کرتے ہوئے فعل "اِشْتَعَلَ" کی نسبت سر کی جانب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ میرے سر کے تمام جوانب کے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن اگر یہ جملہ اس اسلوب کے ساتھ ہوتا کہ " اِشْتَعَلَ" کی نسبت شیب کی جانب ہوتی اور "اَلرَّأْسُ" کا لفظ شیب کا مضاف الیہ ہوتا تو پھر مقصود یہ ہوتا کہ سر میں بڑھاپا نمودار ہوا ہے۔ وضاحت علامہ عبدالقاہر جرجانی کی تالیف "دلائل الاعجاز" میں ملاحظہ فرمائیں :

تو اس وقت انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر جو صالح ہو۔ اگر چہ کائنات کے نظام کے لحاظ سے مجھ پر بڑھاپا طاری ہے اور میری بیوی بانجھ ہے ان رکاوٹوں کے باوجود تو قادر ہے کہ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا فرشتوں نے انہیں لڑکے کی بشارت سے نوازا جب کہ وہ عبادت کے کمرے میں کھڑے تھے۔ اگر چہ انہیں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتے نے آواز دی تھی صرف شرف کے اظہار کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے گویا سبھی فرشتوں نے اسے اس بشارت کے ساتھ نوازا۔

اللہ کے پیغمبروں کا مقام

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کا اللہ کے ہاں ایک خاص مقام ہوتا ہے جس کا اظہار جمع کے صیغہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہاں جب وہ اللہ پاک کی عبادت میں مصروف تھے تو گویا کہ وہ جہاں اللہ پاک کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے وہاں وہ شیطان سے جنگ کر رہے تھے، اسی لئے خاص عبادت گاہ کی جگہ کے لئے "محراب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ نماز میں قیام کے علاوہ رکوع، سجود اور جلوس بھی ہوتا ہے لیکن اصل نماز قیام کا نام ہے اور نماز میں قیام کا حصہ بہ نسبت رکوع سجود کے زیادہ ہوتا ہے، فرشتوں نے انہیں آواز دی اور بتایا کہ اللہ پاک آپ کو ایک لڑکے کے تولد کی خوشخبری دے رہے ہیں ان کا نام یحییٰ رکھا گیا ہے چونکہ انہیں شہادت نصیب ہوئی اور شہداء کے زندہ ہونے کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے اور زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ انہیں اللہ پاک کی جانب سے رزق کے انتظامات کر دیئے جاتے ہیں۔

جب کہ یہ بات واضح ہے کہ لفظ یحییٰ سے مقصود زندہ رہنا ہے ان پر شہادت کی موت طاری ہو گی اس جانب اشارہ ہے اور اسی طرح وہ شہید ہوئے، یحییٰ علیہ السلام کا ایک مزید وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب "كلمة الله" اس لئے ہے کہ وہ بلا ظاہری اسباب کے یعنی بغیر باپ کے مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے بطن مبارک سے تولد ہوئے۔

سید اور حصور سے کیا مراد ہے؟

سَيِّدًا وَّ حَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ: وہ علم، حلم اور تقویٰ کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہونے کے لحاظ سے اونچے مقام پر فائز ہوں گے۔ تبھی انہیں "سید" کے لقب کے ساتھ ملقب کیا ہے نیز وہ صنف نازک سے دور رہیں گے اور انہیں نبوت کے اعزاز کے ساتھ نوازا جائے گا ان کے صالح ہونے میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہو گی اس مقام پر ایک سوال ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے کہ جب اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا تو انہوں نے اس کے بعد کس بات کا اظہار کیا اس کا جواب واضح ہے کہ انہوں نے مزید اطمینان کے حصول کے لئے اللہ پاک کو پکارا کہ اے میرے پروردگار! میرا مقصد یہ ہے کہ ایسا لڑکا عطا فرمائیں جو میرے بعد میرا قائم مقام ہو اور میرے مشن کو آگے بڑھائے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی صلاحیت والا انسان نہایت مضبوط ہونا چاہئے۔ جب کہ میں بوڑھا ہوں اور بڑھاپے کے عالم میں جو بچہ پیدا ہو گا وہ قدرتی طور پر کمزور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا جب کہ میرے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے مضبوط اعصاب والے انسان کی ضرورت ہے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

لفظ غلام کی تحقیق

اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ :اس جملہ میں لفظ "غلام" عربی زبان کی روشنی میں اس لڑکے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو صحت، توانائی کے لحاظ سے انتہائی قوت کا حامل ہوتا ہے بالخصوص جس میں نکاح کی رغبت شدت کے ساتھ ہو لیکن وہ اس پر کنٹرول کرتا ہو اور ایک دائرے تک اسے محدود رکھتا ہو جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا جسم اس کی روح مکمل طور پر اس کی عبادت میں منہمک رہیں اور ان رکاوٹوں سے اعراض ہو جو اسے اللہ کی عبادت سے دور کرتی ہوں بالخصوص اسے قوت شہویہ پر اتنا کنٹرول حاصل ہو کہ وہ اس کی چنداں ضرورت ہی محسوس نہ کرتا ہو اس لحاظ سے وہ صاحب عزیمت ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کی قوت کا کمال دراصل نکاح کے ساتھ ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ میں یہ قوت نہایت شدت کے ساتھ موجود تھی بلکہ جو شخص جتنا زیادہ محرمات سے اجتناب کرتا ہے اس میں قوت شہویہ شباب پر ہی رہتی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی جب قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ نکاح کریں گے۔

زکریا علیہ السلام نے مزید سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں اس وقت بڑھاپے کے عالم میں ہوں ایسے وقت میں عام طور پر اولاد کا تولد نہیں ہوا کرتا مزید برآں میری عورت بانجھ ہے وہ بڑھاپے کی عمر گزار رہی ہے اس میں نسل کا عام طور پر انقطاع ہو جاتا ہے اگر انقطاع نہ بھی ہو تاہم پیدا ہونے والا بچہ عموماً کمزور ہوتا ہے لیکن زکریا علیہ السلام نے اس آرزو کا اظہار کیا اور بطور حسرت کے اپنے اس عندیہ کا اظہار کیا کہ کیسے تنومند، صحت مند، قوت شباب سے بھرپور بچہ میرے نطفہ سے جنم لے سکتا ہے جب کہ میں بڑھاپے میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو کیسے میری یہ آرزو عملی تصویر کا نمونہ بن سکتی ہے اللہ پاک نے فرمایا اسی طرح اللہ پاک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کی مشیت میں ہرگز تقدم تاخر ممکن نہیں مشیت اللہ پاک کا خاص وصف ہے، جس کے ہوتے ہوئے تمام رکاوٹیں کافور اور معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ (نظم الدرر ۳/ ۲۶۷)

ایک سوال اور اس کا جواب

لیکن یہاں ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں تو زکریا علیہ السلام کو اللہ کی قدرت میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ کبرسنی کے باوجود اللہ پاک ان کو لڑکا عطا کرنے پر قادر ہیں جب کہ اس کے بعد والی آیت میں اس کے خلاف وہم دکھائی دیتا ہے جس کا مفہوم یہ کہ میرے ہاں لڑکا کیسے تولد ہو سکتا ہے۔ جب کہ میں بوڑھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام کو جب فرشتوں نے مخاطب کیا اور وہ محراب میں نماز ادا کرنے میں مشغول تھے کہ اللہ پاک تجھے یحییٰ کے تولد کی خوش خبری دیتے ہیں تو شیطان نے زکریا علیہ السلام کو خبر دار کیا کہ یہ آواز فرشتوں کی نہیں ہے بلکہ شیطان کی ہے تو اس پر انہیں شک لاحق ہوا کہ شاید یہ آواز شیطان کی ہی ہو تو اس شک کے بعد جو شیطان کے وسوسہ سے لاحق ہوا اس سے پہلے کہ انہیں یقین حاصل ہو کہ اللہ کی جانب سے ہے تو انہوں نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے اس شک کے پیش نظر انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ سے نشان علامت کا مطالبہ کیا۔

لیکن اس قسم کی روایت پر یقین نہ کیا جائے یہ خیال غلط ہے کہ زکریا علیہ السلام کو شبہ ہوا کہ یہ فرشتہ کی وحی ہے یا شیطان کی وحی ہے گویا کہ شیطان نے اس کو شک میں مبتلا کیا۔ اس قسم کی احادیث کو ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ مشہور مفسر ابن جریر سے بھی غلطی ہوئی، عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی ہے۔(المنار ۳/ ۲۹۸)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ (۴۱)

ترجمہ: اس نے کہا اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت مقرر کر اللہ نے فرمایا تیری علامت یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے گفتگو نہیں کرے گا مگر اشارے کے ساتھ اور اپنے پروردگار کا ذکر کثرت کے ساتھ کریں اور شام، صبح کے وقت اللہ کی تسبیح کریں۔

تشریح: اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی علامت متعین کریں اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ استفہام میں اللہ پاک سے معلوم کرنا ہے کہ لڑکا کیسے پیدا ہوگا کیا اسی بوڑھی عورت سے پیدا ہوگا یا اللہ پاک زکریا علیہ السلام کو حکم کریں گے کہ کسی نوجوان عورت سے نکاح کریں یا ان دونوں کو جوان بنادیں گے تیسرا جواب یہ ہے کہ استفہام میں تعجب ہے اللہ کی قدرت کاملہ کے عظیم ہونے کا اقرار ہے۔

(دَفْعُ إِيهَامِ الْاِضْطِرَابِ عَنْ آيَاتِ الْكِتَابِ ص ۴۹)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً: زکریا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے ہوئے عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت متعین فرمائیں جو لڑکے کی خوشخبری کا پیش خیمہ ہو اللہ پاک نے فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ تین دن تک آپ لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکیں گے لیکن گفتگو نہ کرنا عادت کے خلاف ہوگا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں اشارات کے ساتھ اپنا مقصود بیان کر سکتے ہیں، مزید بر آں سورۂ مریم میں ہے کہ آپ کا کلام نہ کرنا کسی عیب کے سبب نہیں آپ کے تمام اعضاء صحیح ہوں گے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اٰيَتُكَ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴾ (مریم: ۱۰)

"تیری علامت یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں کلام نہیں کرے گا جب کہ تو اعضاء کے لحاظ سے بالکل درست ہوگا۔"

بلکہ سورۂ مریم آیت ۱۱ میں ہے زکریا علیہ السلام محراب سے باہر آئے انہوں نے حاضرین کو اشارہ سے بتایا کہ تم صبح وشام اللہ پاک کی تسبیح کرو۔

البتہ اس خاموشی میں آپ خود کو اللہ کی عبادت اور ذکر و اذکار میں مصروف رکھ سکیں گے اس لئے ضروری ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ خود کو اللہ کے ذکر میں محو رکھیں اور پچھلے پہر نیز صبح کے اوقات میں اللہ پاک کی تسبیح و تحمید میں آپ کی زبان مصروف رہے تسبیح سے مقصود اللہ کی ذات کو ہر نقص اور عیب سے پاک سمجھنا ہے۔ لفظ "عَشِيًّا" سے مقصود سورج غروب ہونے کے بعد کا وقت ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں "اَلْعَشَاءُ" اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو سورج کے غروب کے بعد تناول کیا جاتا ہے۔ جب کہ "اَلْاِبْكَار" سے مقصود دن کا اول حصہ ہے اس کا اصل معنی جلدی کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں "اَلْبَاكُوْرَة" کا اطلاق پھل دار درخت کے پہلے پھل پر ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور جس وقت فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے دنیا کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر اور سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر۔ (اے محمد!) یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کی تیری جانب وحی کرتے ہیں اور تو ان لوگوں کے پاس نہ تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیز نے دھوکے میں رکھا جو وہ جھوٹ بنا کر کہہ رہے تھے۔

تشریح : اہل کتاب کو ان کے جرائم اور ان کے گناہوں کے باعث انہیں ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہمکنار کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ آپ کو اہل کتاب کی کیفیت پر متعجب ہونا چاہئے کہ جب انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کے فیصلہ کو تسلیم کریں، جس سے انکار اور اختلاف کی ہرگز گنجائش نہیں، اس میں آپ کے اوصاف اور آپ کی رسالت کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے لیکن ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ کی کتاب کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور آپ کو پیغمبر باور نہیں کرتا ہے جب کہ آپ کے پیغمبر ہونے کو وہ اتنا ہی درست سمجھتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کے بارے میں ہرگز متردد نہیں ہیں۔ دراصل یہ لوگ حق و صداقت کے قبول کرنے سے ایک فاسد عقیدہ کے پیش نظر انکار کرتے ہیں۔

ان کا فاسد عقیدہ یہ ہے کہ دوزخ کی آگ میں وہ صرف چالیس دن رہیں گے اس لئے کہ ان کے اسلاف (جب موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک کے ساتھ مناجات کے لئے کوہ طور پر گئے) تو بچھڑے کی عبادت کرنے لگے، لیکن ان کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے، اس میں ہرگز صداقت نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس لئے کہ وہ نہ صرف یہ کہ کفر کے مرتکب ہوئے بلکہ حق و صداقت کا انکار کیا اور اس کی دشمنی پر اُتر آئے۔

چنانچہ اللہ پاک اپنے پیغمبر ﷺ اور ایمان داروں کے لئے اس حقیقت کو واضح فرمارہے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، یہودیوں کا یہ دعویٰ جھوٹ ہے ان کے علماء نے افتراء باندھا ہے، تاکہ یہودیوں میں جرائم اور گناہوں کے ارتکاب کی جرأت اور زیادہ ہو جائے جیسا کہ تاریخ اسلام اس حقیقت سے پردہ کشائی کررہی ہے کہ مشائخ، صوفیہ نے اپنے عقیدت مندوں کو جرائم کے ارتکاب پر دلیر بنادیا ہے کہ اگرچہ وہ گناہوں میں مستغرق رہیں کچھ حرج نہیں وہ ان کو اللہ پاک سے معافی دلائیں گے جب کہ وہ شب و روز ان کے حق میں مغفرت کی دعا کررہے ہیں، جب کہ ان کی سفارش ان کی نجات کا باعث ہوگی ان کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے اللہ پاک نے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ ان کے لیڈروں نے اپنے عقیدت مندوں کو اس دھوکہ میں مسلسل رکھا کہ وہ ان کے مکر و فریب کی نذر ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔ اگر نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو آگ کے عذاب سے تحفظ نہیں دے سکے، اگر ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کی سفارش میں ناکام رہتے ہیں تو پھر ان کے یہ دعاوی جھوٹ کے پلندے ہیں۔

مزید وضاحت کے لئے سورۂ بقرہ (آیت ۸۰، ۸۱، ۸۲) کی تفسیر ملاحظ فرمائیں جس کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ قف وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ : پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایسے دن میں اکٹھا کریں گے جس میں ہرگز کچھ شک نہیں اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح : اللہ پاک انہیں اس سفید جھوٹ پر دھمکی دے رہے ہیں کہ جس روز ہم ان کو جزا سزا کے لئے جمع کریں گے جس کے وقوع پذیر ہونے میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں ہر شخص کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے۔ اعمال کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہرگز کچھ کمی نہ ہوگی کسی عظیم شخص کی جانب نسبت یا کسی مذہب کے ساتھ وابستگی بلکہ انبیاء کرام اور صالحین کی جانب بھی نسبت کچھ کام نہ دے گی اعمال صالحہ کا بدلہ خوشگن ہوگا اور برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا نہ کسی کا یہ دعویٰ کام آئے گا کہ وہ اللہ کا بیٹا ہے وہاں تو مکمل عدل وانصاف کے ساتھ اعمال کا موازنہ کر کے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ (الانبیاء : ۴۷)

"اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرہ بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا حاضر کھڑا کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔"

نجات کا دارومدار توحید اور آخر الزماں پیغمبر کی رسالت پر ایمان لانا

نجات کے لئے اللہ وحدہ لا شریک کی الوہیت کا اقرار اور اس کی عبادت جس میں ہرگز شرک کا شائبہ نہ ہو اس کے ساتھ ساتھ آخر الزماں پیغمبر ﷺ کی رسالت پر ایمان اور ان پر منزل من اللہ کتاب پر ایمان اور احادیث صحیحہ کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی بھر ان دونوں کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنا باعث نجات ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شفقت بھرے لہجہ میں خبردار فرما رہے ہیں :

سَلِيْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتِ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (سنن دارمی، کتاب الرقاق ص ۴۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" بیٹی ! جس قدر مال کی ضرورت ہو مجھ سے حاصل کر و لیکن قیامت کے دن میں تجھے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا اس دن تو ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا وہ دن تو مکافات عمل کا ہے۔"

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶)

ترجمہ : آپ کہیں، اے اللہ ! بادشاہی والے تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور بادشاہی چھین لیتا ہے جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تناسب : سابقہ آیت کی تفسیر میں اس وضاحت کو پیش کیا جا چکا ہے کہ ہر شخص بلکہ ہر قوم کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا کسی پیغمبر کی جانب نسبت کچھ فائدہ نہ دے گی کسی دین کی جانب نسبت سے اصل کامیابی حاصل نہ ہو گی، سعادت، شقاوت کا دارومدار اعمال پر ہے اگر بنو اسرائیل یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں ہمیں صرف چند روز دوزخ میں رہنا ہے اس کے بعد ہم جنت کے مستحق ہوں گے یہ دعویٰ تو خیال و وہم و گمان سے زیادہ نہیں ہے، جس طرح آخرت کی کامیابی کا انحصار انبیاء علیہم السلام کی اطاعت پر ہے اسی طرح دنیوی سلطنت اور حکمرانی کسی کی وراثت نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح کے مطابق جو لوگ زندگی بسر کرتے ہیں اللہ پاک انہیں بادشاہت سے نوازتا ہے اور جو لوگ اوامر الٰہیہ کا کچھ خیال نہیں رکھتے اگرچہ وہ خود کو اسرائیلی کہنے پر فخر کرتے ہیں ان کو ان کی یہ نسبت کچھ کام نہ آئے گی تو جس طرح آخرت میں انہیں ذلت سے ہمکنار ہونا ہے اسی طرح دنیوی عزت ، جاہ و جلال اور بادشاہت کی زمام اقتدار ان لوگوں سے چھین لی جاتی ہے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے ہیں، اس تمہید کی روشنی میں وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح : گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو مخاطب کر کے اس حقیقت کو الم نشرح فرما رہے ہیں کہ تمام معاملات کی باگ ڈور اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ شہنشاہ ہے۔

اور بادشاہت سے مقصود نبوت ہے یا جس طرح نبوت میں انبیاء کو معاشرہ میں غلبہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے والوں کو اللہ پاک اقتدار کی نعمت سے نوازتے ہیں آل ابراہیم کے بارے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۵۴)

”ہم نے خاندان ابراہیم کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی، اور سلطنت عظیم بھی عطا کی تھی۔“

نبوت عظیم بادشاہت ہے

ظاہر ہے کہ نبوت عظیم بادشاہت بھی ہے جب کہ اس کا تغلب صرف روحانی زندگی پر ہی نہیں ہوتا بلکہ جسمانی، روحانی دونوں لحاظ سے نبوت کے احکامات کے مطابق رواں دواں رہنے میں مسرت محسوس کی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے اس وضاحت سے روشناس کرا رہے ہیں کہ اگر کفار لوگ آپ کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ کی نبوت کے دلائل براہین پر سوچ بچار بھی نہیں کر رہے ہیں جہالت و حماقت پر ڈٹے ہوئے ہیں، اور اہل کتاب کو غرور اور پندار نے آپ کے ارشادات سننے سے محروم کر دیا ہے تو آپ اللہ پاک کی بارگاہ میں التجا کریں، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے اس کی جانب رجوع کریں اور اس نظریہ کو ذہن میں پختہ کریں کہ تمام معاملات اس کے ہاتھ میں ہیں ان کی حیثیت کا جو تقاضا ہوتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے اس کے فیصلہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سے پہلے بنی اسرائیل سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا، لیکن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آپ کو منصب نبوت پر سرفراز فرماتے ہوئے ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس عظمت کو چھین لیا گیا جب کہ منصب کے چھیننے سے یہ بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک جس کو چاہتا ہے نبوت کے منصب پر سرفراز فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس سے محروم رکھتا ہے۔ ایک سوال ذہن میں باربار ظہور پذیر ہوتا ہے کہ عربی زبان میں لفظ ”نزع“ کا استعمال ایسی چیز کو سلب کرنا ہے جو پہلے موجود تھی تو اسکا جواب اس انداز سے دینا درست ہے جیسا کہ اللہ پاک کے پیغمبروں کی زبان سے جو کلمات نکلے ہیں ملاحظہ فرمائیں انہوں نے کہا:

﴿قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا﴾ (الاعراف: ۸۹)

”اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹ، افتراء باندھا۔“

جب کہ انبیاء علیہم السلام تو ان کے دین پر نہ تھے یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کفر صادر ہونا محال ہے۔

خیال کریں کہ آیت قرآنیہ جس کا ذکر ابھی ہوا ہے اس میں شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام اور ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے دھمکی دی ان کے جواب میں ایمان والوں کے قول کا ملاحظہ کریں جب کہ شعیب علیہ السلام کو اس کی قوم نے دھمکی دیتے ہوئے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا﴾(الاعراف:۸۸)

"(تو) ان کی قوم میں جو لوگ سر دار اور بڑے آدمی تھے وہ کہنے لگے کہ شعیب (یا تو) ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔"

گویا کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام اور ان کے رفقاء سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے مذہب میں واپس آجائیں جب کہ ایمان دار پہلے ہی ان کی ملت پہ تھے اس لحاظ سے شعیب علیہ السلام کا جواب اکثریت کو غلبہ عطا کرنے پر محمول ہے جب کہ بظاہر جو کچھ معلوم ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ بادشاہت سے مقصود تسلط اور اختیارات میں کامل تصرف ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کا تصرف تو اللہ پاک کی ذات کے لئے ہی لائق ہے تمام کائنات میں جو نظام مربوط ہے اس پر اس کا کنٹرول ہے وہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نبوت کے مقام پر سرفراز فرماتا ہے جیسا کہ آل ابراہیم علیہ السلام سے محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا اس کا ہر فعل عدل اور حکمت پر مبنی ہے جب ہم دور گذشتہ اور دور حاضرہ کے حالات کا جائزہ لیں گے تو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ سب کچھ سنت الہیہ کے مطابق ہو رہا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾(آل عمران:۱۳۷)

" تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔"

تناسب: چنانچہ اس وضاحت کے بعد اس آیت کا ربط سابقہ آیت کے ساتھ واضح ہے اس کی تبیین ذیل میں ذکر کردہ آیت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ، وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾(ابراہیم:۱۳،۱۴)

"اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ (یا تو) ہم تم کو اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ تو پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو اس زمین میں آباد کریں گے۔"

چنانچہ اللہ پاک کا وعدہ پورا ہوا اللہ پاک نے آپ کو فتح و نصرت سے نوازا جب کہ دشمنان اسلام کو شکست سے دوچار کیا جیسا کہ فتح مکہ کے دن ابو سفیان نے شکست خوردگی کے عالم میں مکہ کی جانب واپس لوٹتے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ کلمہ کہا آج تیرے بھتیجے کو عظیم بادشاہت عطا ہوئی ہے۔ عباس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوراً جواب دیا "بادشاہت ہر گز نہیں بلکہ نبوت کی برکات ہیں جب کہ دونوں میں عظیم تفاوت ہے "اصل بنیادی چیز نبوت ہے اور بادشاہت اس کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اپنے رئیس مملکت کا لقب بادشاہ نہیں رکھا بلکہ خلیفہ نامزد کیا ہے۔ (المنار)

حافظ ابن کثیر کا قول

حافظ ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ "اس آیت میں انعامات الٰہیہ سے نہ صرف یہ کہ خبردار کیا گیا ہے اور انعامات کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو بالخصوص محمد ﷺ اور آپ کی امت پر ہیں عظیم نعمت یہ ہے کہ اللہ پاک نے بنی اسرائیل کے خاندان سے منصب نبوت کو چھین کر محمد ﷺ کو اس سے نوازا ہے بلکہ امت محمدیہ پر آپ کی رسالت کا احسان ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء کے لقب کے ساتھ ملقب فرما کر آپ کی بعثت تمام انس و جن کی جانب ہے آپ میں وہ تمام محاسن ہیں جو پہلے تمام انبیاء میں انفرادی لحاظ سے تھے، ان سب کو آپ کی ذات میں سمیٹ دیا ہے نیز آپ کو ایسی خصوصیات کے ساتھ خاص کیا جن کے ساتھ آپ سے پہلے کسی پیغمبر، رسول کو خاص نہیں کیا۔ گذشتہ امتوں کے واقعات اور مستقبل میں ہونے والے واقعات کے علم سے نوازا بلکہ عالم آخرت کے حقائق سے پردہ کشائی کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ کو تمام ممالک مشرق، مغرب میں پھیلا دیا اور آپ کی شریعت کو تمام شریعتوں پر غالب کیا آپ ﷺ پر قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ اللہ پاک کی جانب سے اس کی رحمتوں اور اس کا سلام برستا رہے گا۔ جب تک کہ رات دن باقی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ا ۵۳۴)

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ : دعوت الی اللہ کے میدان میں جو لوگ حق صداقت کی اشاعت اور باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر رہتے ہیں اور سامان ضرورت کی تحصیل میں شب روز مشغول رہتے ہیں وہ لوگ واقعتاً غالب رہتے ہیں انہیں عزت حاصل ہوتی ہے۔

جب کہ منافقین، مشرکین عرب اپنی کثرت پر فخر کرتے ہوئے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں اللہ پاک ان کی حکایت بیان فرمارہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (المنافقون : ۸)

"کہتے ہیں اگر لوٹ کر ہم مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے، حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی، لیکن منافق نہیں جانتے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اصل غلبہ تو اللہ اس کے پیغمبر اور ایمان داروں کو حاصل ہے انہیں سوچنا چاہئے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کا مقام و مرتبہ ایمان کے لحاظ سے کتنا اونچا ہے کہ اس کے سبب انہیں تمام اقوام پر غلبہ حاصل ہوگا، پس قرآن پاک کے مطالب و واقعات پر تدبر کی ضرورت ہے۔ (المنار ۳ ۲۷۲)

بِيَدِكَ الْخَيْرُ: اس ٹکڑے میں اس چیز کا اثبات مقصود ہے کہ ہر قسم کی خیر اللہ کے ہاتھ میں ہے، لیکن اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ شر اس کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے البتہ صرف شر کی نسبت اللہ کی جانب نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ جس طرح خیر کا خالق اللہ ہے شر کا خالق بھی وہی ہے، بلکہ بندر خنزیر کا خالق بھی وہی ہے لیکن جب شر کی نسبت اللہ پاک کی جانب کرنا مقصود ہو کہ وہ اس کا خالق ہے تو اس کے ساتھ خیر کو بھی ملا کر ذکر کیا جائے۔ لیکن قرآن پاک کا اسلوب متقاضی تھا کہ یہاں صرف خیر کا ذکر ہو، خواہ اس کا شان نزول واقعہ خندق ہو جو کہ خاص ہے کہ پریشانی، بھوک، شدید سردی کے پیش نظر اللہ پاک نے بشارت عطا کی کہ امت محمدیہ کی بادشاہت مستقبل قریب میں بہت زیادہ وسعت پذیر ہوگی یا اس کا شان نزول عام ہو تو اس صورت میں آپ کی نبوت کا انکار کرنے والوں اور دعوت حقہ کو معمولی قرار دینے والوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنے مشن میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں جب کہ اس دعوت کا داعی فقیر مسکین شخص ہے، اور اس کے لشکر میں شامل لوگ کمزور ہیں۔ مزید برآں ان کی تعداد بھی کم ہے جب کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء کا انحصار اللہ مالک الملک کی ذات پر ہو جب کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے، جب کہ انسان کا ہر چیز پر قادر ہونا ممکن نہیں۔ شاعر کے ایک شعر میں اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: ؎

إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ شَيْئاً فَدَعْهُ   وَ جَاوِزْهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ

"جب آپ میں کسی کام کے کرنے کی استطاعت نہیں تو اسے نہ کریں جس کی استطاعت ہے اس کو سرانجام دیں۔"

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُولِجُ الَّيۡلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيۡلِ ۫ وَتُخۡرِجُ الۡحَيَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ ۫ وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

ترجمہ : تو دن میں رات داخل کرتا ہے اور رات میں دن داخل کرتا ہے اور مردے سے زندہ نکالتا ہے، اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق عطا کرتا ہے۔

تشریح : رات کو دن میں داخل کرنے سے رات پہلے سے کم ہو گی اور دن پہلے سے لمبا ہو گا اسی طرح دن کو رات میں داخل کرنے سے دن پہلے سے کم ہو گا اور رات پہلے سے لمبی ہو گی، یہ تفاوت اللہ سبحانہ کی حکمت کے تابع ہے۔ دراصل اللہ پاک کا قائم کردہ نظام شمسی نہایت اعلیٰ اور استوار نظام ہے اس کی روشنی میں دن، رات کی نمازوں کے اوقات میں ایسا نقشہ معرض وجود میں آچکا ہے جس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَالشَّمۡسُ تَجۡرِي لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقۡدِيرُ الۡعَزِيزِ الۡعَلِيمِ﴾ (یٰس: ٣٨)

”سورج اپنی قرار گاہ کی طرف جاتا ہے یہ اس ذات کا اندازہ ہے جو غالب علم والا ہے۔“

پس جو ذات وحدہ لاشریک اس تفاوت کو قائم کرنے کی قدرت رکھتی ہے اس کی قدرت اور حکمت سے بعید نہیں کہ جس شخص کے بارے میں اس کی مشیت اس کے بادشاہ بنانے کی متقاضی ہو تو اللہ پاک اس کو بادشاہت کے اعزاز سے نہ نوازے۔ نیز اللہ پاک بے جان چیز سے جان دار کو نکالتا ہے جیسے دانے سے لہلہاتے ہوئے کھیت تیار ہو جاتے ہیں۔ گٹھلی سے کھجور کا درخت اور اس کے درخت سے گٹھلی کو نکالتا ہے بالکل اسی طرح مومن شخص کو کافر سے اور کافر شخص کو مؤمن کے نطفہ سے نکالتا ہے، مرغ کے بچے کو انڈے سے اور انڈے کو مرغ سے نکالتا ہے۔ بلکہ دنیا کا تمام نظام اسی فارمولہ کے مطابق گردش کرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے اس عالمی نظام کا مشاہدہ کرنے کے بعد اللہ پاک کا تمام کائنات پر ایک متعین ضابطہ کی صورت میں ہولڈ نظر آتا ہے اسی طرح اللہ پاک نے اہل عرب اُمّی لوگوں میں سے ایک شخص کے نطفہ سے آخر الزماں پیغمبر کو پیدا فرما کر مبعوث فرمایا جو خاتم النبیین، سید المرسلین کے اعزاز سے متعارف ہیں (اللہ پاک کی طرف سے ان پر ان گنت رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی)۔

جب کہ نوح علیہ السلام سے کنعان کو پیدا فرمایا جو سرکش، متکبر بلکہ کفر پر فوت ہوا۔

وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ : جس کو چاہتا ہے ان گنت دولت سے نواز تا ہے جب کہ کسی شخص کو فقیر محتاج بنا دیتا ہے سب کچھ اللہ پاک کی حکمت اس کے ارداہ، اس کی مشیت ہی کے تابع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاَ يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلاَّ اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه‘ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ : ایمان دار لوگ سوائے ایمان والوں کے کفار کو دوست نہ بنائیں اور جو شخص یہ کام کرے گا تو اس کے لئے اللہ کی جانب سے کوئی چیز نہیں مگر یہ ہے کہ تم ان کے شر سے کسی طرح کا بچاؤ اختیار کرو اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی جانب واپسی ہے۔

تناسب : ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ سب کچھ اللہ پاک کی قدرت کے ساتھ ہے پس صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر انحصار کیا جائے بلکہ اس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ غلبہ عزت صرف اللہ پاک کو ہی حاصل ہے اس کے بعد اگر اللہ کے سوا کسی دوسری طاقت کے بارے میں اس کی سطوت کو اللہ پاک کی ذات کے جلال پر ترجیح دیتا ہے تو یہ اس کے نفس کا دھوکا ہے۔ چنانچہ سیرت کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی کفار کا سہارا ڈھونڈتے اور اس مقصد کے لئے ان سے دوستانہ قائم کر کے ان کے دروازوں پر دستک دیتے تاکہ وہ ان کے ساتھ موالات کریں، ان کی جانب دست تعاون بڑھائیں۔ ان کے اس جھکاؤ اور وابستگی سے اللہ پاک نے منع فرمایا لیکن جو مسلمان شخص ان سے محبت کرتا ہے بلکہ اپنے ایمان دار بھائیوں پر ان کو ترجیح دیتے ہوئے ان سے تعلقات قائم رکھتا ہے، صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اپنے ایمان دار بھائیوں کے خلاف ان کے ساتھ معاونت کرتا ہے تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک خبر دے رہے ہیں کہ اللہ پاک ان سے بری ہیں ان کے کفر اور مرتد ہونے کے لحاظ سے وہ اللہ کے بھی دشمن ہیں اور اللہ کے اولیاء کے بھی دشمن ہیں۔ البتہ ان ایمان داروں کو اجازت ہے جو معاشرہ میں کمزور سمجھے جاتے ہیں۔ بالخصوص جو مسلمان کسی کافر بادشاہ کی حکومت کے زیر نگیں رہتے ہیں کہ وہ زبان کے ساتھ (دل کے ساتھ نہیں) ان کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کریں تاکہ وہ ان کے شر و فساد سے محفوظ رہیں یعنی ان کے لئے تقیہ حسب ضرورت جائز ہے۔ اس لئے کہ بعض اوقات حکام اور امراء کا رویہ عظیم خطرات کا پیش خیمہ ہوتا ہے بہر حال اس صورت میں بھی تمہارے دلوں پر اللہ کا ڈر غالب ہو۔

تم نے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم نہیں کرنے ہوں گے اس لئے وہ جب اللہ کے دشمن ہیں تو وہ اللہ کے دوستوں کے بھی دشمن ہیں جب تم سب نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے تو تم جائز حد تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ساتھ مجاملت کرو۔ یادرکھو تم نے ایک دن بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے۔(احسن التفاسیر ۱/۲۵۴)

اس حکم کی بنیاد ایک قاعدہ کلیہ پر ہے کہ اولاً مفاسد کو ختم کیا جائے بعد ازاں منفعت بخش رویہ کو اپنایا جائے ان کے نقصانات سے بچاؤ کے لئے مدارات جائز ہے، فارسی زبان میں ایک قول متعارف ہے۔

با دوستاں تلطّف با دشمناں مُدارا

"دوستوں کے ساتھ لطیف پہلو اختیار کیا جائے جب کہ دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ اپنایا جائے۔"

اسی اصول کے پیش نظر اسلامی حکمرانوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ غیر اسلامی حکومتوں کے ساتھ نرم گوشہ اختیار کئے رکھیں تاکہ مسلمانوں کو ان سے فوائد حاصل ہوں اور ان کے نقصانات سے بچاؤ رہے۔ لیکن موالات کی یہ صورت ضرورت کے پیش نظر صحیح ہے، عام حالات میں اس طرح کمزوری دکھانا مناسب نہیں۔

تقیہ کا کیا حکم ہے؟

اس آیت کے مفہوم کے پیش نظر بعض علماء تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں یعنی ایسا قول یا عمل جو حق و صداقت کے منافی ہو بوقت ضرورت اس سبب سے کہ ضرر سے بچاؤ حاصل کرنا چاہئے۔ جب کہ خوارج نے تقیہ کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے اگرچہ مؤمن کو جان کا خطرہ بھی کیوں نہ ہو ظاہر ہے کہ دین اسلام ہر چیز سے مقدم ہے لیکن ذیل کی آیت قرآنیہ ان کا رد کر رہی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾(النحل: ۱۰۶)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو کفر پر زبردستی مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جو دل سے اور دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔"

جیسا کہ عمار بن یاسر صحابی کو معذور گردانا گیا جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی بالکل اسی طرح اس صحابی کو معذور باور کیا گیا جس کو مخاطب کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب نے کہا کیا تو میرے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا اس پر مسیلمہ کذاب نے اسے چھوڑنے کا حکم صادر کیا۔

لیکن اسکے ایک ساتھی کو قتل کر دیا جس نے اس کو اللہ کا پیغمبر تسلیم نہ کیا بلکہ خود کو بہرہ قرار دیا تین بار یہی جملہ دہرایا گیا جب کہ شیعہ تقیہ کو دین کا ایک ضابطہ قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلہ پر مکمل بحث کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ کریں جن میں مناقشات اور مجادلات کو بالدلائل تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔(المنار ۳/۲۸۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ قرآن پاک میں ایمان داروں کی علامت یہ قرار پائی ہے کہ وہ ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے نیز ارشاد ربانی ہے :

﴿ فَلاَ تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِي ﴾(المائدہ: ۴۴)

" تو تم نے لوگوں سے نہیں ڈرنا ہے مجھ سے ہی ڈرنا ہے۔"

جبکہ تاریخ اسلام کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اللہ کی راہ میں شدید تکالیف سے دوچار رہے لیکن صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا البتہ مدارات کی اجازت ہے اگر حق کا انہدام نہیں ہوتا یا باطل اس کے سبب باقی نہیں رہتا، تاہم نفاق سے بچاؤ ضروری ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جب کہ میں بھی آپ کی مجلس میں موجود تھی تو آپ کی زبان سے اس کے بارے میں یہ الفاظ سنے گئے کہ یہ شخص اپنے قبیلہ میں بدترین لوگوں سے شمار ہوتا ہے اس کے بعد آپ نے اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت عطا کی اور اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اس کے بارے بارے میں فلاں فلاں جملہ کہا، پھر آپ نے اس کے بارے میں اس کے خلاف کہا آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا۔ سمجھ لیں کہ سب سے برا انسان وہ ہے جس کو اس کی فحش کلامی کے پیش نظر چھوڑ دیا جائے۔ (المنار ۳/ ۲۸۱، موطا امام مالک باب حسن الخلق ص ۲۱۰، طبع مصر)

اس مضمون کی ایک اور حدیث ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جن کو ہم ملعون سمجھتے ہیں بظاہر ہم ان کو خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں اور یہ حقیقت قرین قیاس ہے کہ ان کو خندہ پیشانی سے ملنا اسلامی معاشرہ کے آداب میں داخل ہے اس کو منافقت قرار دینا یا مداہنت کا اس پر فتویٰ لگانا اللہ پاک کے اس ارشاد مبارک کے خلاف نہیں ہے جس میں اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے اور انہیں دوزخی قرار دیا ہے اس لئے کہ اس حکم کا اطلاق ان کافروں پر ہے جن کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے۔

مقصود دعوت اسلامی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کے نقصانات سے تحفظ کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے جب کہ آپ ﷺ کی مجلس میں شریک ہونے والے اور آپ کی گفتگو سننے والے آپ کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ شگفتہ اخلاق کے پیکر اور ہنس مکھ انسان تھے۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ : اور اللہ تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے عذاب الٰہی مراد لیا ہے لیکن تعبیر میں لفظ (نفس) کا اس لئے استعمال ہوا ہے تاکہ بتایا جائے کہ عذاب اللہ پاک کی ذات کی جانب سے ہے یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی کام کے صادر کرنے میں اللہ کی ذات عجز سے پاک ہے جب کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد والی آیت میں لفظ ''نفس'' سے مقصود اللہ پاک کی ذات ہے۔ مزید وضاحت اگلی آیت میں ملاحظہ فرمائیں
وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ : مقصود یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اللہ پاک کے سامنے حاضری دینے سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا بھاگنے کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے اس میں زبردست توبیخ کا پہلو نمایاں ہے تاکہ جن کاموں کے کرنے سے روکا گیا ہے ان سے دور رہنا ہے بلکہ بد کردار لوگوں کے ساتھ رشتہ موالات سے بھی دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْتُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ : آپ کہیں اگر تم اس چیز کو چھپاؤ گے جو تمہارے سینوں میں یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے اور اللہ کو علم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح : **قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ**: لفظ ''صدور'' سے مقصود دل ہیں اور ان میں کفر کی جانب اگر میلان ہے یا انشراح ہے یا نفرت اور کدورت ہے اللہ پاک کے علم میں ہے کہ تم کفار کے ساتھ رشتہ موالات قائم کئے ہو یا تم ان سے کنارہ کشی رکھتے ہو لیکن رشتہ موالات میں اگر میلان کفر کی جانب ہے تو اس پر عذاب الٰہی کے مستحق سمجھے جاؤ گے لیکن اگر تمہارے دلوں میں اطمینان کا جذبہ کار فرما ہے تو اللہ پاک تمہارے گناہ کو معاف کرے گا اور تمہارے اس عمل پر ہرگز مواخذہ نہیں ہوگا جس کے اثرات تمہارے دین اسلام پر نہیں ہو رہے ہیں اور نہ ہی ان سے مسلمانوں کو کچھ تکلیف ہو رہی ہے تو اللہ پاک اپنے علم کے مطابق بدلہ دے گا جب کہ اس کا علم آسمانوں زمین سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے کہ اللہ پاک آسمانوں زمین کا خالق ہے اور اللہ پاک کو اپنی مخلوق کا علم ہے جب کہ وہ اس کا خالق ہے۔
وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ : نہ اللہ پاک کی قدرت سے کوئی چیز مستثنیٰ ہے نہ کوئی چیز اس کو عاجز کر سکتی ہے۔ (المنار)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

ترجمہ :اس دن کہ ہر شخص حاضر پائے گا جو اس نے بھلائی کا کام کیا ہے اور جو اس نے برا کام کیا ہے وہ دوست رکھے گا کاش اس کے درمیان اور اس کے برے عمل کے درمیان دور کی مسافت ہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔

تشریح :اللہ پاک کی عظیم قوت کے تذکرہ میں اللہ پاک کے علم اور اس کی قدرت کی تبیین کے آخر میں فرمایا کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے اس پر زمین، آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں اور اس کی مشیت ہی ہمیشہ کار فرما ہی اور مستقبل میں بھی اسی طرح ہمیشہ جلوہ افروز رہے گی لیکن اس دنیا کے اختتام پر سبھی نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے جب کہ وہاں پر عمل اچھا یا برا ہے اس کا شمار ہوگا اور ہر شخص کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق برتاؤ ہوگا ہر نیکی اور ہر گناہ موجود ہوگا اس میں ذرہ بھر کمی، بیشی نہیں ہوگی، نیکی کے بارے میں ہر شخص کا نظریہ یہ ہوگا کہ ذرہ بھر نیکی کا بدلہ بھی دیا جائے جب کہ برائی کے بارے میں ہر شخص آرزو مند ہوگا کاش اس کے اور اس کی برائی کے درمیان طویل مدت فاصل ہو جس کا طے کرنا ممکن ہی نہ ہو اور نیکی کا بدلہ ہمیشہ ساتھ ساتھ ہی ہو اس کے بعد میدان حشر کی خوفناکیوں سے اللہ پاک تمہیں ڈرا رہے ہیں جس ذات کا کوئی بھی ذی روح احاطہ نہیں کرسکتا پس اللہ پاک ظالم انسان سے اس کے ظلم کے سبب انتقام لے گا جو ظلم وستم کرتے وقت خود کو اللہ کے مقام پر سمجھتا رہا اور اس کے ذہن سے اس کی اصل حقیقت مخفی رہی کہ وہ بھی مظلوم بندوں کی طرح اللہ پاک کا بندہ ہے۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ :اس جملہ میں اس خدشہ کو دور کرنا مقصود ہے کہ اللہ پاک تمہیں اپنی جیسی مخلوق پر ظلم وستم کرنے کے باعث کہیں تمہیں عذاب ہی میں گرفتار نہ کردے اسلئے اللہ پاک نے بالخصوص اپنے وصف شفقت ورافت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنی ذات کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اللہ پاک کی توحید کو مدلل انداز میں پیش کیا اور اللہ کی اطاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ترغیب اور اس کی نافرمانی سے مبالغہ کی حد تک آگاہ کیا یہ سب کچھ اللہ پاک کی اس کے بندوں پر شفقت کا تقاضا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر اللہ پاک اپنے بندوں پر شفیق ہے اس قدر بندے اپنی ذات پر شفیق نہیں ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اے محمد! ﷺ آپ کہیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ تمہیں اللہ دوست بنائے اور تمہارے گناہ معاف کرے اور اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے واشگاف الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ آخر الزماں پیغمبر ﷺ کی اتباع ایسا مبارک عمل ہے جس سے اللہ پاک کے ساتھ محبت کا رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا آپ ﷺ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایک کا اصول ذکر فرمایا:

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾(النساء: ۸۰)

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾(الحشر: ۷)

"سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔"

سچی محبت کی علامت

اس مضمون کی آیات قرآن پاک میں کثرت سے وارد ہیں، پس آپ کے ساتھ سچی محبت کی علامت اللہ پاک اور آپ ﷺ کی اطاعت میں ہے اور اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ آپ کی جس سے محبت ہو آپ اس کی اطاعت کو فرض سمجھتے ہیں۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعُ

جس شخص کے ساتھ آپ کی محبت سچی ہے اس کے سچے ہونے کی علامت یہ ہے کہ آپ اس کے فرمودات کی پیروی کریں بلکہ ایک شاعر نے سچی محبت کی علامت یہ قرار دی کہ آپ کو شدت کی پیاس ہے اگر آپ پانی حلق سے نیچے نہیں اُتاریں گے تو آپ کا رشتہ حیات منقطع ہو کر رہ جائے گا اس خوفناک، جان لیوا کیفیت میں محبوب کی اطاعت کرتے ہوئے جان شیریں جانِ آفریں اللہ کے سپرد کر دیں اور ہرگز پس و پیش کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال راہ نہ پائے بلکہ نہایت استقامت اور پامردی کے ساتھ زندگی ہار جائیں۔ (اضواء البیان ۱/ ۲۴۰)

مزید وضاحت کے لئے سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ فرمائیں جو آبِ زر کے ساتھ لکھنے کا استحقاق رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں اللہ پاک سے محبت کی علامت یہ ہے کہ قرآن پاک سے محبت کی جائے جب کہ قرآن سے محبت کی علامت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام سے محبت کی جائے اور نبی علیہ السلام سے محبت کی علامت یہ ہے کہ سنت نبوی، حدیث پاک سے محبت کی جائے اور ان سب سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آخرت کے ساتھ محبت کی جائے جب کہ آخرت کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ دنیائے دوں سے دشمنی کی جائے اور دنیائے دوں سے دشمنی کی یہ صورت ہے کہ دنیا سے اس قدر تعلق ہو کہ جس سے دنیوی امور بلا تکلف سرانجام پائیں۔

(تفسیر قرطبی ۴/ ۶۱)

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے ارشاد نبوی ہے:

"جب اللہ پاک کسی انسان کو محبوب سمجھتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اسے بتاتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص محبوب ہے پس آپ بھی اس سے محبت کریں اللہ پاک کے فرمان پر جبرئیل علیہ السلام اس شخص کو اپنا محبوب سمجھتے ہیں بعد ازاں آسمانوں میں منادی کرائی جاتی ہے کہ اللہ پاک فلاں شخص کو محبوب سمجھتے ہیں تم سب اس کو اپنا محبوب سمجھو۔ چنانچہ اللہ پاک کا حکم بجالاتے ہوئے آسمانوں کے تمام فرشتے اسے اپنا محبوب سمجھتے ہیں بالآخر اس کی قبولیت کو زمین پر آباد انسانوں کے دلوں میں پیوست کر دیا جاتا ہے یہی کیفیت تفصیل کے ساتھ اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جس سے اللہ پاک دشمنی رکھتے ہیں نیز اللہ کے پیغمبر علیہ السلام کی اتباع کے باعث تمہارے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ نیز ان کا محاسبہ نہیں ہوگا۔" (صحیح بخاری ج ۵ ۱۲۸، طبع دار السلام الریاض)

توجہ فرمائیں "فَاتَّبِعُوْنِی" کا جملہ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ بنیادی چیز رسول اکرم علیہ السلام کی اتباع ہے جہاں حدیث رسول علیہ السلام حجت ہے وہاں قرآن پاک کی تفہیم کے سلسلہ میں آپ کی وضاحتیں بھی حجت ہیں۔ بشرطیکہ اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہوں، ظاہر ہے کہ جس ذات پر قرآن پاک نازل ہوا اس سے زیادہ بہتر تفہیم اور کس کی ہو سکتی ہے لیکن اس سے اعراض کر کے ارباب دانش و عقل کی وضاحتوں کو صحیح باور کرنا آپ علیہ السلام سے بغاوت کے مترادف ہے پس آپ کی وضاحت کو مقدم کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۳۲)

ترجمہ : کہہ دو اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرو لیکن اگر وہ روگردانی کریں تو بلاشبہ اللہ کفار کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

تشریح : اللہ کی اطاعت سے مقصود اللہ پاک کی منزل من اللہ کتاب کے احکام کی اطاعت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے مقصود آپ کی سنت کی پیروی کرنا اور اس کی روشنی میں رواں دواں رہنا ہے۔ ارشاد نبوی ہے : " میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا جب تک تم ان دونوں سے ہدایت حاصل کرتے رہو گے تم ہرگز صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر نہیں جاؤ گے۔"

لیکن اگر لوگ آپ کی دعوت سے اعراض اختیار کریں گے کہ ہم تو امت محمدیہ میں داخل ہیں ، ہمیں اعمال کی ضرورت نہیں ہے ہم آپ کی سفارش سے نجات پا جائیں گے تو اس قسم کے غلط نظریات رکھنے والے لوگوں کو اللہ پاک نے کافر کا لقب دیا ہے ان سے ہرگز اللہ پاک خوش نہیں ہیں نہ ان سے محبت ہے ان کا ادعا کذب پر مبنی ہے۔

تنبیہ : جو لوگ چارپایوں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح صرف اپنے جسم کی پرورش میں لگے رہتے ہیں انہیں ہرگز پتہ نہیں کہ انسان کا مقام کیا ہے البتہ علماء ربانی اور نیک بخت ایمان دار افراد جو کتاب و سنت کے مطابق زندگی کے تمام گوشوں میں راہ نمائی حاصل کرتے ہیں وہ فطرت کے اسرار و رموز سے نہ صرف یہ کہ وہ اسباب کی دنیا میں ان سے آشنائی حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں بلکہ عملاً ان سے فوائد حاصل کرنے میں برابر رواں دواں رہتے ہیں۔

ہر زندہ فرد اپنی استطاعت کے مطابق اس رجحان کو مزید اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں کن اسباب کو بروئے کار لانے سے کمال حاصل ہو گا جب کہ چارپائے تو صرف اپنی زندگی کے تحفظ کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ وہ زندہ رہیں اور ان کی نوع کو بقا حاصل رہے انہیں غذائیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ خود زندہ رہیں اور نسل کی بقا کے لئے نر مادہ کا اختلاط ضروری ہے تاکہ نسل کا انقطاع نہ ہو۔ لیکن انسان جو تمام کائنات سے اشرف ہے اس کو اللہ پاک کی جانب سے بے انتہاء استعداد اور صلاحیتیں عطا ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے مقاصد محدود نہیں۔

انسان کا سائنسی میدان میں ترقی کرنا

اسی استعداد کا یہ ثمرہ ہے کہ انسان سائنس کے میدان میں دن رات برابر ترقی کر رہا ہے اور محیر العقول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایجادات سے معاشرہ کو مالا مال کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو طبعیات کے حسن سے محبت کا بہرۂ وافر عطا ہوا ہے ، پانی کی روانی ، ہواؤں کی سرسراہٹ کے مطالعہ سے وہ اپنی بساط کے مطابق دولت خرچ کر کے حیران کن مصنوعات ، فیکٹریز ، بحری ، بری جہاز اور مختلف قسم کے حیوانات اور پرندوں کو قدرت کے مخفی خزانوں سے نکال کر اس دنیا کی رونق اور کشش کو بڑھا رہا ہے۔ ان تمام ایجادات اور انکشافات سے اللہ پاک کی ذات کی معرفت سے زیادہ تعلق اور محبت کا اضافہ ہو رہا ہے ، بنیادی شخص انسان ہے جس نے اللہ کی ذات کو روشناس کرانے میں وہ کردار ادا کیا ہے کہ پوری دنیا جدید ، حیران کن ایجادات ، الیکٹرانک نظام کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد پکار اٹھی ہے کہ اے اللہ ! ہم فی الحقیقت اب بھی تجھے مکمل طور پر معلوم نہیں کر سکتے ہیں۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان واقعتاً اشرف المخلوقات ہے۔ درست ہے کہ ایک دن انسان کو بھی فنا ہونا ہے لیکن اس نے ہر میدان میں جو ترقی کے مراحل طے کیے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ انسان فنا ہونے کے باوجود زندہ ہے اگرچہ ازل سے ابد تک بقا کا وصف اللہ کا ہے لیکن اپنی ان تھک مساعی اور کوششوں سے انسان باقی ہے اب بھی باقی ہے مرنے کے فوراً بعد جب اس کو زندگی ملے گی وہ ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔ جب کہ کچھ لوگ سعادتوں سے ہم کنار ہوں گے اور اکثر شقاوتوں کی نذر ہوں گے۔ ارشاد الٰہی ہے :

﴿ فَاَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ، خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ، وَاَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴾ (سورۂ ہود : ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸)

”جو لوگ بد بخت ہوں گے دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اس میں انہیں چلانا اور دھاڑنا ہو گا۔ اور جب تک آسمان و زمین ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے بے شک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو نیک بخت ہوں گے وہ بہشت میں داخل کیے جائیں گے اور جب تک آسمان و زمین رہیں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے ، یہ اللہ کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہو گی۔“

خیال رہے انسان کو اللہ پاک نے جس استعداد اور بے مثال قوت و فراست سے نوازا ہے وہ اللہ پاک کا انسان پر خاص فضل و کرم ہے۔

اسی بناء پر وہ اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب ہے میدان تحقیق میں اس کی مساعی کہیں رکتی دکھائی نہیں دیتی ہیں وہ روزمرہ مجہولات کو معلوم کرنے کی فکر میں مستغرق دکھائی دیتا ہے زمین و آسمان میں مخفی قدرت کے ذخائر سے پردہ کشائی میں مضطرب دکھائی دیتا ہے اس کی مساعی کی کچھ انتہاء نہیں ہے قطب شمالی جو ہمیشہ برف سے ڈھکا رہتا ہے اس کے حقائق سے پردہ کشائی کے لئے دوڑ دھوپ میں برابر کوشاں ہے۔ افریقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جنگلات اور اس میں چھپے ہوئے خونخوار درندوں اور شیروں کے حقائق سے پردہ کشائی کے لئے سرگرم عمل ہے، ہندوستان میں متعدد اقسام کے سانپوں ،ان کی ماہیت معلوم کرنے سمندروں کی لہروں اور اندھیری راتوں میں ستاروں کی گردش سے مستقبل میں ہونے والے حیران کن واقعات سے پردہ کشائی کرتا ہے تاکہ اللہ کے وصف تکوین اور تخلیق کے اسرار سے آگاہ کرے۔ جب کہ مستقبل کے بارے میں بحث و مناقشہ کی محفلیں اس لئے منعقد کرواتا ہے تاکہ خالق حقیقی کی حقیقت سے لوگوں کو روشناس کرائے اصل بات یہ ہے کہ انسان ان اشیاء کو محبوب جانتا ہے جن کا سلسلہ لامتناہی ہے اس لئے کہ انسان میں ایسی استعداد موجود ہے جس کی انتہاء نہیں ہے البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بعض اشیاء میں اس قدر غلو کر جاتا ہے اور ان کی محبت میں اس کا استغراق اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ اس کے ماسوا سے وہ بالکل غافل ہوتا ہے۔ اور اس کی محبت کا دائرہ کار جس قدر بلند ہوگا اسی قدر وہ محبوب چیز بھی بلند ہوگی انسان کے ارتقاء کی آخری منزل یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز میں اس حسن اور کشش کا ملاحظہ کرتا ہے جو اس میں خالق کائنات کی جانب سے ودیعت کردہ ہے اس کا اصطلاحی نام بے مثال صنعت کاری ہے اور بے مثال نظام الٰہی ہے زمین پر تعمیر کردہ بلڈ نگیں جن کی منزلیں یک صد سے متجاوز ہیں جن کا مشاہدہ کرنے سے انسان حیران ہو جاتا ہے ۔ مزید برآں انسان تو کائنات کے ذرہ ذرہ میں بے مثال حسن وجمال کا ملاحظہ کر رہا ہے جس کا حسن وجمال اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے اور ہر باکمال چیز میں جو کمال پوشیدہ ہے۔ انسان اس کے جلال کا ملاحظہ کرتے ہوئے اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے ایک شاعر کے کلام میں اشارۃً اس کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

إِذَا لَمْ تُشَاهِدْ غَيرَ حُسْنِ شَيَاتِهَا وَاَعْضَائِهَا فَالْحُسْنُ مِنْكَ مُغَيَّبُ

”اگر آپ کسی خوب صورت عورت کے ظاہری اعضاء وغیرہ کے حسن کے علاوہ حقیقی حسن کا مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں تو اصل حسن پر کشش آپ کی نظر سے اوجھل ہے اور وہ حسن جو آپ کی نظر سے اوجھل ہے۔

وہی حقیقی حسن ہے اور اس حسن کی عمدگی کا تصور آپ کے دل ودماغ میں اللہ پاک کی محبت کو اجاگر کرے گا اس لئے کہ حسن کی کشش میں اللہ پاک کی صنعت گری جلوہ فرما ہے وہی ہر چیز کا منبع و مصدر ہے اسی نے تمام مخلوق میں الگ الگ حسن وجمال کو ودیعت کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ هُوَ الاَوَّلُ والاخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ ﴾(الحدید: ٣)

اللہ پاک کا اپنے بندوں سے محبت کرنا

البتہ اللہ پاک اپنے ان بندوں سے محبت فرماتا ہے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اس کے رسول کی پیروی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جس نے ان کو اللہ کی معرفت کا راہ دکھایا اور انہیں آگاہ کیا کہ اللہ کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے اور صحیح محبت اور عبادت کیا ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی محبت عظیم الشان نعمت ہے اللہ کے ان بندوں کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے جو اس کا استحقاق رکھتے ہوں اور جن کا ذوق بلند ہو اور جو محبوب کے وصال اور اس کی جدائی سے کما حقہ آشنا ہوں بلکہ یہ تو اللہ کی حکمت کے مظاہر سے ایک اعلیٰ قسم کا انعام ہے اور دلوں کی تسکین ہے۔

ضروری ہے کہ محبوب کے اخلاق کا اس میں عکس ہو اور اللہ کے اسماء اور صفات کی جلوہ گری ہو اور اسے اللہ کا خلیفہ ہونے کا استحقاق حاصل ہو بس یہ ایسا بلند مقام ہے جس کی مکمل تفصیل ممکن نہیں البتہ ذوقِ سلیم اس کو بھانپ جاتا ہے وہ محبوب کے وصال اور اس کی جدائی سے مکمل واقفیت رکھتا ہے ۔ ایک شاعر کا قول ہے:

تَحَبَّبْ فَاِنَّ الْحُبَّ دَاعِیَةُ الْحُبِّ وَکَم مِن بَعِیدِ الدَّارِ مُسْتَوجَبِ القُربِ

امکانی حد تک محبت کو اپنے دل میں پیوست رکھیں جب کہ محبت کے تقاضے محبت کی جانب دھکیلتے ہیں خیال کریں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کی رہائش گاہ دور دراز علاقہ میں ہوتی ہے۔ لیکن محبت کے سبب وہ نہایت قریب ہوتے ہیں۔ (المنار ۳/ ۲۸۶، ۲۸۷)

فَاِنْ تَوَلَّوْافَاِنَّ اللّٰهَ لاَ یُحِبُّ الْكَافِرِینَ : اگر اہل کتاب اور مشرکین مکہ اطاعت سے انحراف کریں اور ہٹ دھرمی پر اتر آئیں۔ حالانکہ دنیوی، اخروی کمال اور سعادت کا حصول اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نبی ﷺ کی اطاعت میں پوشیدہ ہے تو وہ اللہ کی ناراضگی اور اسکے غصہ سے محفوظ نہ رہیں گے جب کہ انہوں نے کفر کیا اور اللہ کفار کو محبوب نہیں رکھتا ہے۔

معلوم ہوا جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہونا ضروری ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث نبوی ہے: ”کوئی شخص اس وقت تک صحیح طور پر صحیح معنی میں ایمان دار نہیں جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا داعیہ ان کے سواسے فائق نہ ہو۔“

جب کہ اللہ کی محبت کا اثبات رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا رہین منت ہے۔ لیکن زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا اور عملی زندگی میں ان کے احکام کی مخالفت کرنا اس کے دعویٰ کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔

(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۵۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾
ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو تمام جہان والوں پر چن لیا ہے۔ اس حال میں کہ یہ جماعت ایسی اولاد ہے کہ اس کا بعض اس کے بعض سے پیدا ہوا اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔

تناسب: قبل ازیں آیت میں اللہ پاک نے واضح کیا کہ اللہ کی محبت اتباع رسول میں منحصر ہے جو شخص بھی اللہ کی جانب سے فرستادہ پیغمبر کی اطاعت کرتا ہے اس کی محبت سچی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ اسے اللہ کا محبوب تسلیم کیا جائے اس فارمولا کے مطابق ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ کے محبوب تھے اور جن کو اللہ پاک نے منتخب فرمایا ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں جو محبت الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہیں وہ ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ اطاعت الٰہیہ کے ساتھ بھی موصوف ہیں ان کا اللہ پاک نے انتخاب فرمایا اور انہیں اپنا محبوب قرار دیا بلکہ انہیں نبوت کے منصب پر سرفراز فرمایا ان میں پہلے آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جو پہلے انسان ہیں۔ سورۃ طٰہٰ میں ان کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴾ (طه: ۱۲۲)

"بعد ازاں اس کے پروردگار نے اس کا انتخاب کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور اسے ہدایت دی۔"

اس آیت کی روشنی میں آدم علیہ السلام ہدایت دینے والے بھی اور خود بھی ہدایت یافتہ تھے پھر ان کی اولاد میں پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا جیسے اللہ کی مشیت کا تقاضا ہوا ان کے بعد نوح علیہ السلام کا لقب آدم ثانی ہے ان کے دور میں عظیم طوفان آیا جس کے سبب کثرت کے ساتھ لوگ طوفان کی نذر ہوئے ان کا بیٹا بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

پسر نوح با بداں بنشست خاندان نبوتش گم شد

البتہ نوح علیہ السلام اور اس پر ایمان لانے والے محفوظ رہے ان کی اولاد کثرت کے ساتھ پھیل گئی۔ ان میں بعض کو نبوت کے مقام پر سرفراز فرمایا کچھ عرصہ کے بعد ان کی اولاد میں بت پرستی کا دور دورہ ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو خلیل اللہ کے لقب سے موصوف تھے ان کے بعد ان کی اولاد سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا ان میں سب سے زیادہ عظمت اور شہرت اور بلند مرتبہ آل عمران

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو حاصل ہوا ان کے بعد اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ مبعوث ہوئے جو سید الاولین والآخرین کے اعزاز کے ساتھ موصوف ہیں۔

ذریۃ: اصل مادہ کے لحاظ سے اس سے مقصود چھوٹی اولاد ہوتی ہے اگرچہ عرف عام میں اس کا اطلاق چھوٹی بڑی سب اولاد پر ہوتا ہے۔ مقصود انبیاء علیہم السلام ہیں جو آل ابراہیم اور آل عمران سے مبعوث ہوئے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَرُونَ وَكَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ☆ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَالْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ☆ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

(سورۃ الانعام: ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷)

"اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب علیہم السلام عطا کئے (اور) سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکوکار تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا۔"

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ج إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اس چیز کی جو میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے نذر مان لی ہے اسے آزاد کیا گیا ہوگا پس تو مجھ سے قبول فرما بے شک تو سننے والا علم والا ہے۔

لغوی تحقیق: "عمران" ایک صالح پرہیزگار انسان تھے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام کے والد تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا : عمران کی بیوی نے خود پر اس بات کو لازم قرار دیا تھا کہ اسکے بطن سے لڑکی یا لڑکا جو پیدا ہوگا اسکو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کریں گے اور وہ عبادت الٰہی میں مصروف رہیں گے۔ "مُحَرَّرٌ"، آزاد، مادہ (حَرّ) ہے اس کا معنی گرمی ہے "رَجُلٌ حَرَّانٌ" بہت پیاسا، "الحُرِّيَّةُ" آزادی، شرافت، "حَرُورِيٌّ" خارجی شخص "اِستَحَرَّ الْقِتَالُ" لڑائی نے شدت اختیار کی۔ "اَلْحَرِيْرُ" ریشم۔

نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا عمران کی بیوی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جائے گا۔

تشریح : مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ "لسان القرآن" میں رقم طراز ہیں کہ "اس قصے کا تعلق جناب مریم علیہا السلام کی والدہ کی اس آرزو سے ہے کہ اگر میرے ہاں بچہ پیدا ہو تو میں اسے دنیا کے کام کاج سے آزاد کر کے ہیکل سلیمانی کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ اس دور میں یہودیوں میں یہ عام رواج تھا کہ کچھ دین دار لوگ ایسے رہیں جو دنیا کے جھمیلوں سے آزاد رہ کر اپنی زندگی کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اسی رواج نے بعد کو عیسائیوں میں ایک باقاعدہ ادارے کی شکل اختیار کر لی جو کلیسا کی زیر نگرانی عیسائیت کی اشاعت و فروغ کے لئے کام کرتا۔ آج بھی ایسے عیسائی راہب اور راہبات دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں جو شادی بیاہ کی ذمہ داریوں سے آزاد رہ کر اہل کنیسہ کی ہدایت پر عیسائیت کی تبلیغ کے لئے شب و روز کوشاں ہیں اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ مسلمان علماء اور دانشور ایک عالمی ادارہ اور جماعت کی شکل میں اپنے آپکو منظم کریں اور اسلام کی اشاعت کے لئے دنیا کے گوشوں اور کونوں میں پھیل جائیں اور اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دیں کہ اس دور میں تنہا یہی وہ دین ہے جو ہماری فکری و عملی تشویش کو دور کر کے اطمینان کی دولت سے انسانوں کو مالا مال کر سکتا ہے۔ لیکن اس غرض کے لئے راہبانہ زندگی اختیار کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اسلام جد و جہد عمل اور زندگی کے ہر گوشے میں جہاد و سعی کا حامل ہے، فرار اور کنارہ کشی کا حامل نہیں ہے۔ (لسان القرآن ۲ / ۳۵۴)

تناسب ذہن نشین فرمائیں کہ سابقہ آیت مبارکہ کے آخر میں **وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** کا تعلق **اِذْ قَالَتِ امْرَءَةُ عِمْرَانَ** کے ساتھ ہے، مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک نے عمران کی بیوی کے قول کو سنا اور اس کی وہ بات اللہ کے علم میں ہے جب اس نے اللہ پاک کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا وہ اس وقت حاملہ تھیں کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے بارے میں اس نے نذر کا ذکر کیا کہ وہ ہرگز اس کی غلامی میں زندگی بسر نہیں کرے گا بلکہ پیدا ہونے والا بچہ اللہ پاک کی عبادت کے لئے وقف ہوگا اور اس کے گھر کا خادم ہوگا اس کی مشغولیت اس کے علاوہ کسی دوسرے کام سے نہ ہوگی۔ تو اللہ پاک نے اس کی سرگوشی کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ "میں نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سرگوشی کو سنا اور مجھے علم ہے کہ دعا کرنے والے انسانوں کے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔؟

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾

ترجمہ : تو جب اس نے لڑکی کو جنا اس نے کہا اے میرے پروردگار! بے شک میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے اور اللہ کو علم ہے جس کو اس نے جنم دیا اس نے کہا لڑکا، لڑکی کی مانند نہیں ہوتا بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کرتی ہوں ۔

تشریح : جب عمران کی بیوی کا حمل وضع ہوا تو اس نے لڑکی کو دیکھتے ہی بطور غم اور افسوس کہا "اے میرے پروردگار! کہ اس نے تو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں نذر مان رکھی تھی کہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی، لیکن افسوس وہ تو لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کم از کم ایام ماہواری میں وہ بیت المقدس کی خدمت کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکے گی۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ : جب کہ اللہ پاک کو خوب علم ہے کہ اس کی منشاء کے خلاف لڑکی پیدا ہوئی ہے جب کہ اگرچہ وہ مادہ ہے لیکن اکثر وبیشتر مردوں سے اس میں خیر کا پہلو زیادہ ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ : جس لڑکے کے متعلق اپنے خیال میں تولد ہونے کی اس نے نذر مان رکھی تھی وہ ہرگز اس لڑکی کا مثل نہیں ہو سکتا جو اس کے ہاں تولد پذیر ہوئی ہے۔ جب کہ یہ لڑکی تو اس لڑکے سے بدرجہا بہتر ہوئی ہے جس کی آرزو اس کے دل ودماغ پر حاوی تھی۔

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ : عمران کی بیوی نے کہا اب میں اس کا نام مریم تجویز کرتی ہوں اور میں اس کے بارے میں ہی نہیں بلکہ اس کی اولاد کے بارے میں بھی یہ کلمہ کہتی ہوں کہ وہ شیطان مردود کے وسوسوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ایک حدیث وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ "جب بھی کسی انسان کا کوئی بچہ بچی پیدا ہوتے ہیں تو شیطان اس تگ ودو میں ہوتا ہے کہ اس کو فطرت سلیمہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگا تار رہا بلکہ اس کو اپنا غلام بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریم علیہا الصلوۃ والسلام جو عمران کی بیٹی ہے اور مریم علیہم الصلوۃ والسلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تحفظ حاصل رہا اور شیطان کا ان پر کوئی مکر و فریب کامیاب نہیں رہا۔ اس حدیث کی صحت میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے ایک دوسری حدیث کی صحت اس کی شاہد ہے جب رسول اکرم ﷺ کو اسراء کرایا گیا تو آپ کا سینہ چاک کر کے آپ کے دل کو آب زمزم کے ساتھ غسل دیا گیا لیکن دھونے سے پہلے دل سے شیطان کے حصہ کو نکال کر پھینک دیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ کے دل مبارک کے ساتھ شیطان کا کچھ تعلق نہ رہا بلکہ وہ آپ کے دل میں کوئی وسوسہ بھی نہیں ڈال سکا اسی لئے ایک حدیث میں وارد ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے ساتھ مقرر شیطان کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے یا میں اس کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہوں وہ مجھے اچھے کام کرنے کا ہی مشورہ دیتا ہے۔(بخاری ،مسلم ،مشکوۃ باب فی الوسوسۃ)

ایک سوال اور اس کی وضاحت

یہاں ایک سوال مترشح ہو رہا ہے کہ آپ کے دل سے شیطان کے حصہ کو یقیناً نکال دیا گیا لیکن اس سے پہلے تو اس کا وجود آپ کے دل میں موجود رہا۔ مزید بر آں اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو ارشاد باری :

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾(الحجر:۴۲)

”بے شک میرے بندے تجھے ان پر تسلط نہیں ہوگا۔“

کے مخالف ہے جب کہ نبی ﷺ تمام پیغمبروں سے اونچے مقام پر فائز تھے آپ خاتم النبیین افضل الرسل کے لقب کے ساتھ متعارف تھے جب کہ ذکر کردہ آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندوں پر کسی وقت بھی شیطان کا تسلط نہیں ہوتا اس اشکال کا حل یہ ہے کہ ذکر کردہ آیت قرآنیہ شیطان کے تغلب کی نفی تو کرتی ہے اس کے وسوسہ ڈالنے کی نفی نہیں کرتی فرض کیجئے، شیطان نے اللہ کے نیک بندے کے دل میں وسوسہ ڈالا لیکن جب اللہ کے بندے نے اس کے وسوسہ کو قبول نہ کیا تو ہرگز شیطان کا اس پر غلبہ نہیں ہے۔ مزید بر آں مسلم شریف میں ذکر کردہ حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ آپ کے ساتھ متعین شیطان آپ کو اچھے کام کا ہی مشورہ دیتا ہے اس لئے کہ وہ آپ کا مطیع ہو گیا اور آپ کا یہ اتنا بلند مرتبہ ہے جہاں کسی دوسرے پیغمبر کی رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ محدثین نے آپ کی خصوصیات میں اس خصوصیت کا بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کے ساتھ متعین شیطان مسلمان ہو گیا تھا اس بناء پر آپ کا دل مبارک ہمیشہ نور نبوت سے روشن رہا اور شیطان نے مایوس ہو کر اپنا مشن ختم کر دیا اور آپ کا فرماں بردار ہو گیا۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ :

اس مفہوم کی احادیث کے علم اور کیفیت کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ تفویض کیا جائے اور مزید وضاحت سے احتراز کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۡبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

ترجمہ : پس مریم کو اس کے پروردگار نے اچھا قبول کیا اور اس کی اچھے انداز کے ساتھ پرورش کی اور اس کی ذمہ داری زکریا کے سپرد کر دی، جب بھی زکریا مریم پر داخل ہوتا مسجد میں، تو اس کے پاس رزق پاتا اس نے کہا اے مریم! تجھے کہاں سے ہے یہ رزق؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

لغوی تحقیق :"تَقَبَّلَ" میں بہ نسبت " قَبِلَ" کے مبالغہ ہے یعنی اللہ پاک نے قبولیت کے ساتھ نوازاتے ہوئے اس کے لئے پسند کیا کہ وہ اللہ کی عبادت میں اور اللہ کے گھر کی خدمت میں مصروف رہے پھر اس کو نہایت خوبصورتی کے انداز کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی تربیت میں زبردست اہتمام کیا گیا نہ صرف یہ کہ اس کی جسمانی کیفیت کو دونوں میں ہی نہایت عمدہ اور قابل رشک بنایا بلکہ روحانیت کی تربیت میں بھی فطرت کا خاص خیال رکھا گیا جیسا کہ وہ پودا جو عمدہ زمین میں کاشت کیا گیا ہو جس میں نمو کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت موجود ہو اور اس کا پھل اس قدر عمدہ ہو کہ موسم کے غلط اثرات سے اسے تحفظ حاصل ہو اور لفظ "اِنۡبَات" سے اس کی جسمانی، روحانی تربیت مقصود ہے کہ وہ فطرت کے اصول وضوابط کی روشنی میں ظہور پذیر ہو۔

وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا : سے مقصود یہ ہے کہ مریم علیہا السلام کے خالو زکریا علیہ السلام نے اس کی کفالت کی ذمہ داری کو احسن انداز سے نبایا جب زکریا علیہ السلام اس کے الگ مقصورہ میں جہاں وہ سکونت پذیر تھی اس میں تشریف لے جاتے تو اس کے گردونواح میں پھل فروٹ وغیرہ کا ذخیرہ پاتے تو فروٹ کی بہتات کو دیکھ کر وہ ان سے استفسار کرتے کہ آپ کے ہاں یہ فروٹ کہاں سے آتے ہیں تو وہ جواب دیتی کہ یہ انتظام اللہ پاک کی جانب سے ہیں بلاشبہ اللہ کی مشیت جب کسی شخص کے لئے فیصلہ کر لیتی ہے کہ اس کو بے شمار انعامات سے نوازنا ہے تو اللہ پاک کے لئے کچھ مشکل نہیں وہ ذات اپنے ارادہ، اختیار، مشیت میں ہرگز کسی کی پابند نہیں۔

ذہن نشین فرمائیں قرآن پاک آسان واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بلا تکلف ہر مکلف شخص اس کے معانی کے فہم کی صلاحیت رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس وضاحت کی روشنی میں ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ کسی مقام میں بھی ظاہر کے خلاف کوئی دشوار اور مشکل معنیٰ مراد لینا درست نہیں اس عام فہم اسلوب اور انداز سے ہم خود کو غلط راہ پر نہ ڈالیں اور قرآن پاک کے فہم میں اسرائیلی وغیر اسرائیلی روایات کا سہارا تلاش نہ کریں۔ مریم علیہا السلام عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں ان کے پاس رزق کیسے آتا تھا اور وہ کیا تھا، ہمیں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہئے اس کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر اللہ پاک اس کی تفصیل میں کسی فائدہ کی ضرورت سمجھتے تو ضرور بیان فرماتے۔ البتہ یہ واقعہ کس مقصد کے لئے ذکر کیا گیا ہے ہم اس کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل اس واقعہ کے ضمن میں نبی ﷺ کی نبوت کو مدلل انداز کے ساتھ ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور اہل کتاب کے اس غلط پروپیگنڈا کو ختم کرنا مقصود ہے، جنہوں نے منصب نبوت کو صرف اسرائیلیوں کے ساتھ مختص کیا ہوا تھا نیز مشرکین کی اس غلط فہمی کو دور کرنا مقصود ہے جو آپ کی نبوت کا انکار اس لئے کرتے تھے کہ آپ بشر ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں وہ انسان تھے اور انسان کو تمام حیوانات سے بہتر قرار دیا ہے۔

مزید بر آں آدم کی اولاد سے ایسے انبیاء بھی گزرے ہیں جو پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی تھے ان کی عظمت اور قوت تسخیر کا انکار ممکن نہیں اس کے ساتھ ساتھ منتخب انبیاء اولوالعزم کا تذکرہ کیا ہے۔ نوح علیہ السلام کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے دور کے لوگ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ وہ ابراہیم کی اولاد سے ہیں جب کہ بعد والے آپ ﷺ کے دور میں بنی اسرائیل اور آل عمران کو نہایت فخریہ انداز میں پیش کرتے تھے کہ وہ اسماعیل کی اولاد سے ہیں اور ملت ابراہیمی پر ہیں پس اللہ سبحانہ آپ ﷺ کے دور کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ اس نے جن انسانوں کو عظمت سے نوازا ہے وہ اس کی مشیت کے ساتھ ہیں تو اگر اس نے آپ ﷺ کو سید الاولین والآخرین کے لقب سے نوازا ہے اور اسے خاتم النبیین کا مرتبہ عطا کیا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴾(الانبیاء: ۲۳)

"جو وہ کرتا ہے اس سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا جا سکتا جب کہ ان سے پوچھ گچھ ہو گی۔"

آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کو ایک مثال کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اگر وہ اسرائیلی شعب سے نہیں ہیں تو تمہیں ہرگز اللہ کے کاموں میں خود کو دخیل نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے تو اللہ پاک نے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اس اعزاز میں وہ منفرد ہیں اور آپ ﷺ کے علاوہ آل ابراہیم اور آل عمران سے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کے علم کی روشنی سے پورا عالم مستفید ہو رہا ہو۔ اس لحاظ سے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہے بلکہ مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے اس واقعہ میں جہاں ندرت موجود ہے کہ اس نے کائنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نظام کے خلاف اسے اسکی والدہ کے شکم سے بلا خاوند کے پیدا فرمایا اور اللہ پاک نے مریم علیہا السلام کو شرف قبولیت سے نوازا اور پھر وہ اللہ کے گھر کی خادمہ کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے یہ کیفیت بھی عام معمول کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ اللہ کے گھر کی خدمت کی ذمہ داری عام طور پر کسی مرد کے ذمہ ہی ڈالی جاتی ہے تو تم نے اس نادر واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اگر اللہ پاک نے آخری پیغمبر محمد ﷺ کو بنی اسرائیل سے مبعوث نہیں کیا تو اس پر تم تعجب کا اظہار کیوں کر رہے ہو اسی انداز کا واقعہ زکریا علیہ السلام کا ہے جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا، معلوم ہوا اللہ پاک کے جملہ معاملات ہمیشہ اسی انداز پر ظہور پذیر نہیں ہوتے جن سے عام طور پر لوگ مانوس نہ ہوں۔ (المنار ۳/ ۲۹۴)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ
سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ لا اَنَّ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ
وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ط قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا کر، بلاشبہ تو سننے والا علم والا ہے۔ پس فرشتوں نے اس کو آواز دی اور عبادت گاہ میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے، وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہے وہ سردار ہے، عورتوں سے بے رغبت ہے اور پیغمبر ہے، صالحین سے ہے۔ اس نے کہا اے پروردگار! میرے ہاں کیسے لڑکا پیدا ہو سکتا ہے جب کہ میں بڑھاپے میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

لغوی تحقیق: "دَعَا" پکارنا، التجا کرنا، دعا کرنا، نام رکھنا "دَوَاعِي الدَّهْرِ" زمانے کے تغیرات "تَدَاعَتْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ الْقَبَائِلُ "اس پر قبائل ٹوٹ پڑے۔" اَلدَّعِیُّ "لے پالک، جس کا نسب معلوم نہ ہو (جمع) "ادعیاء" ہے۔

(لسان القرآن ۲ ۵۶ ۔)

تناسب: زکریا علیہ السلام نے مشاہدہ کیا کہ مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ پاک نے اعزاز و اکرام کے ساتھ نوازا ہے کہ بلا ظاہری اسباب کے ان کے ہاں صبح، شام رزق پہنچ رہا ہے تو انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اسباب ظاہری کے نہ ہونے کی صورت میں انہیں رزق پہنچ رہا ہے تو کچھ مشکل نہیں اگرچہ میں عالم پیری میں ہوں اور میرے جوڑ اور ہڈیاں انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے خشک نظر آتی ہیں ان میں طراوت نہیں ہے پھر بھی کچھ مشکل نہیں کہ اللہ پاک ان کو بلا ظاہری اسباب کے اولاد عطا کر سکتا ہے۔ تو مجھے بھی لڑکا عطا کیجئے۔ چنانچہ سورۂ مریم میں وارد ہے:

﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴾ (مریم: ۳)

"جب اس نے اپنے پروردگار کو آہستہ آواز میں پکارا اس نے کہا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تمام سر بڑھاپے کے سبب بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے دعا کرنے میں بدنصیب نہ رہوں۔"

اعجاز کی واضح صورت

اس آیت میں اعجاز کی صورت نہایت واضح ہے کہ زکریا علیہ السلام نے جہاں اپنے ضعف کے اظہار میں اپنی ہڈیوں کے ضعف واضمحلال کا ذکر کیا ہے، وہاں بڑھاپے کو زیادہ نمایاں انداز میں بیان کرتے ہوئے فعل "اِشْتَعَلَ" کی نسبت سر کی جانب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ میرے سر کے تمام جوانب کے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن اگر یہ جملہ اس اسلوب کے ساتھ ہوتا کہ "اِشْتَعَلَ" کی نسبت شیب کی جانب ہوتی اور "اَلرَّأْس" کا لفظ شیب کا مضاف الیہ ہوتا تو پھر مقصود یہ ہوتا کہ سر میں بڑھاپا نمودار ہوا ہے۔ وضاحت علامہ عبدالقاہر جرجانی کی تالیف "دلائل الاعجاز" میں ملاحظہ فرمائیں:

تو اس وقت انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر جو صالح ہو۔ اگرچہ کائنات کے نظام کے لحاظ سے مجھ پر بڑھاپا طاری ہے اور میری بیوی بانجھ ہے ان رکاوٹوں کے باوجود تو قادر ہے کہ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا فرشتوں نے انہیں لڑکے کی بشارت سے نوازا جب کہ وہ عبادت کے کمرے میں کھڑے تھے۔ اگرچہ انہیں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتے نے آواز دی تھی صرف شرف کے اظہار کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے گویا سبھی فرشتوں نے اسے اس بشارت کے ساتھ نوازا۔

اللہ کے پیغمبروں کا مقام

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کا اللہ کے ہاں ایک خاص مقام ہوتا ہے جس کا اظہار جمع کے صیغہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہاں جب وہ اللہ پاک کی عبادت میں مصروف تھے تو گویا کہ وہ جہاں اللہ پاک کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے وہاں وہ شیطان سے جنگ کر رہے تھے، اسی لئے خاص عبادت گاہ کی جگہ کے لئے "محراب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ نماز میں قیام کے علاوہ رکوع، سجود اور جلوس بھی ہوتا ہے لیکن اصل نماز قیام کا نام ہے اور نماز میں قیام کا حصہ بہ نسبت رکوع سجود کے زیادہ ہوتا ہے، فرشتوں نے انہیں آواز دی اور بتایا کہ اللہ پاک آپ کو ایک لڑکے کے تولد کی خوشخبری دے رہے ہیں ان کا نام یحییٰ رکھا گیا ہے چونکہ انہیں شہادت نصیب ہوئی اور شہداء کے زندہ ہونے کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے اور زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ انہیں اللہ پاک کی جانب سے رزق کے انتظامات کر دیئے جاتے ہیں۔

جب کہ یہ بات واضح ہے کہ لفظ یحییٰ سے مقصود زندہ رہنا ہے ان پر شہادت کی موت طاری ہوگی اس جانب اشارہ ہے اور اسی طرح وہ شہید ہوئے، یحییٰ علیہ السلام کا ایک مزید وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب "كلمة الله" اس لئے ہے کہ وہ بلا ظاہری اسباب کے یعنی بغیر باپ کے مریم علیہا الصلوۃ والسلام کے بطن مبارک سے تولد ہوئے۔

سید اور حصور سے کیا مراد ہے؟

سَيِّدًا وَّ حَصُورًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ: وہ علم، حلم اور تقویٰ کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہونے کے لحاظ سے اونچے مقام پر فائز ہوں گے۔ تبھی انہیں "سید" کے لقب کے ساتھ ملقب کیا ہے نیز وہ صنف نازک سے دور رہیں گے اور انہیں نبوت کے اعزاز کے ساتھ نوازا جائے گا ان کے صالح ہونے میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوگی اس مقام پر ایک سوال ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے کہ جب اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا تو انہوں نے اس کے بعد کس بات کا اظہار کیا اس کا جواب واضح ہے کہ انہوں نے مزید اطمینان کے حصول کے لئے اللہ پاک کو پکارا کہ اے میرے پروردگار! میرا مقصد یہ ہے کہ ایسا لڑکا عطا فرمائیں جو میرے بعد میرا قائم مقام ہو اور میرے مشن کو آگے بڑھائے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی صلاحیت والا انسان نہایت مضبوط ہونا چاہئے۔ جب کہ میں بوڑھا ہوں اور بڑھاپے کے عالم میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ قدرتی طور پر کمزور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا جب کہ میرے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے مضبوط اعصاب والے انسان کی ضرورت ہے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

لفظ غلام کی تحقیق

اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ: اس جملہ میں لفظ "غلام" عربی زبان کی روشنی میں اس لڑکے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو صحت، توانائی کے لحاظ سے انتہائی قوت کا حامل ہوتا ہے بالخصوص جس میں نکاح کی رغبت شدت کے ساتھ ہو لیکن وہ اس پر کنٹرول کرتا ہو اور ایک دائرے تک اسے محدود رکھتا ہو جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا جسم اس کی روح مکمل طور پر اس کی عبادت میں منہمک رہیں اور ان رکاوٹوں سے اعراض ہو جو اسے اللہ کی عبادت سے دور کرتی ہوں بالخصوص اسے قوت شہویہ پر اتنا کنٹرول حاصل ہو کہ وہ اس کی چنداں ضرورت ہی محسوس نہ کرتا ہو اس لحاظ سے وہ صاحب عزیمت ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کی قوت کا کمال دراصل نکاح کے ساتھ ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ میں یہ قوت نہایت شدت کے ساتھ موجود تھی بلکہ جو شخص جتنا زیادہ محرمات سے اجتناب کرتا ہے اس میں قوت شہویہ شباب پر ہی رہتی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی جب قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ نکاح کریں گے۔

زکریا علیہ السلام نے مزید سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں اس وقت بڑھاپے کے عالم میں ہوں ایسے وقت میں عام طور پر اولاد کا تولد نہیں ہوا کرتا مزید برآں میری عورت بانجھ ہے وہ بڑھاپے کی عمر گزار رہی ہے اس میں نسل کا عام طور پر انقطاع ہو جاتا ہے اگر انقطاع نہ بھی ہو تاہم پیدا ہونے والا بچہ عموماً کمزور ہوتا ہے لیکن زکریا علیہ السلام نے اس آرزو کا اظہار کیا اور بطور حسرت کے اپنے اس عندیہ کا اظہار کیا کہ کیسے تومند، صحت مند، قوت شباب سے بھرپور بچہ میرے نطفہ سے جنم لے سکتا ہے جب کہ میں بڑھاپے میں ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو کیسے میری یہ آرزو عملی تصویر کا نمونہ بن سکتی ہے اللہ پاک نے فرمایا اسی طرح اللہ پاک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کی مشیت میں ہرگز تقدم تاخر ممکن نہیں مشیت اللہ پاک کا خاص وصف ہے، جس کے ہوتے ہوئے تمام رکاوٹیں کافور اور معدوم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ (نظم الدرر ۳/ ۲۶۷)

ایک سوال اور اس کا جواب

لیکن یہاں ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں تو زکریا علیہ السلام کو اللہ کی قدرت میں ہرگز شک و شبہ نہیں کہ کبر سنی کے باوجود اللہ پاک ان کو لڑکا عطا کرنے پر قادر ہیں جب کہ اس کے بعد والی آیت میں اس کے خلاف وہم دکھائی دیتا ہے جس کا مفہوم یہ کہ میرے ہاں لڑکا کیسے تولد ہو سکتا ہے۔ جب کہ میں بوڑھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام کو جب فرشتوں نے مخاطب کیا اور وہ محراب میں نماز ادا کرنے میں مشغول تھے کہ اللہ پاک تجھے یحییٰ کے تولد کی خوش خبری دیتے ہیں تو شیطان نے زکریا علیہ السلام کو خبردار کیا کہ یہ آواز فرشتوں کی نہیں ہے بلکہ شیطان کی ہے تو اس پر انہیں شک لاحق ہوا کہ شاید یہ آواز شیطان کی ہی ہو تو اس شک کے بعد جو شیطان کے وسوسہ سے لاحق ہوا اس سے پہلے کہ انہیں یقین حاصل ہو کہ اللہ کی جانب سے ہے تو انہوں نے کہا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے اس شک کے پیش نظر انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ سے نشان علامت کا مطالبہ کیا۔

لیکن اس قسم کی روایت پر یقین نہ کیا جائے یہ خیال غلط ہے کہ زکریا علیہ السلام کو شبہ ہوا کہ یہ فرشتہ کی وحی ہے یا شیطان کی وحی ہے گویا کہ شیطان نے اس کو شک میں مبتلا کیا۔ اس قسم کی احادیث کو ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ مشہور مفسر ابن جریر سے بھی غلطی ہوئی، عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی ہے۔(المنار ۳/ ۲۹۸)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اس نے کہا اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت مقرر کر اللہ نے فرمایا تیری علامت یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے گفتگو نہیں کرے گا مگر اشارے کے ساتھ اور اپنے پروردگار کا ذکر کثرت کے ساتھ کریں اور شام، صبح کے وقت اللہ کی تسبیح کریں۔

تشریح: اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی علامت متعین کریں اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ استفہام میں اللہ پاک سے معلوم کرنا ہے کہ لڑکا کیسے پیدا ہو گا کیا اسی بوڑھی عورت سے پیدا ہو گا یا اللہ پاک زکریا علیہ السلام کو حکم کریں گے کہ کسی نوجوان عورت سے نکاح کریں یا ان دونوں کو جوان بنا دیں گے تیسرا جواب یہ ہے کہ استفہام میں تعجب ہے اللہ کی قدرت کاملہ کے عظیم ہونے کا اقرار ہے۔

(دَفْعُ اِیهَامِ الْاِضْطِرَابِ عَنْ آیَاتِ الْكِتَابِ ص ٤٩)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً: زکریا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے ہوئے عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت متعین فرمائیں جو لڑکے کی خوشخبری کا پیش خیمہ ہو اللہ پاک نے فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ تین دن تک آپ لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکیں گے لیکن گفتگو نہ کرنا عادت کے خلاف ہو گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں اشارات کے ساتھ اپنا مقصود بیان کر سکتے ہیں، مزید بر آں سورۂ مریم میں ہے کہ آپ کا کلام نہ کرنا کسی عیب کے سبب نہیں آپ کے تمام اعضاء صحیح ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اٰيَتُكَ اَنۡ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴾ (مریم: ۱۰)

"تیری علامت یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں کلام نہیں کرے گا جب کہ تو اعضاء کے لحاظ سے بالکل درست ہوگا۔"

بلکہ سورۂ مریم آیت ۱۱ میں ہے زکریا علیہ السلام محراب سے باہر آئے انہوں نے حاضرین کو اشارہ سے بتایا کہ تم صبح و شام اللہ پاک کی تسبیح کرو۔

البتہ اس خاموشی میں آپ خود کو اللہ کی عبادت اور ذکر و اذکار میں مصروف رکھ سکیں گے اس لئے ضروری ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ خود کو اللہ کے ذکر میں محو رکھیں اور پچھلے پہر نیز صبح کے اوقات میں اللہ پاک کی تسبیح و تحمید میں آپ کی زبان مصروف رہے تسبیح سے مقصود اللہ کی ذات کو ہر نقص اور عیب سے پاک سمجھنا ہے۔ لفظ "عَشِيّاً" سے مقصود سورج غروب ہونے کے بعد کا وقت ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں "اَلْعَشَاءُ" اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو سورج کے غروب کے بعد تناول کیا جاتا ہے۔ جب کہ "اَلْاِبْكَار" سے مقصود دن کا اول حصہ ہے اس کا اصل معنی جلدی کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں "اَلْبَاكُوْرَة" کا اطلاق پھل دار درخت کے پہلے پھل پر ہوتا ہے۔

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ ۖ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور جس وقت فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے دنیا کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ اے مریم! اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر اور سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر۔ (اے محمد!) یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کی تیری جانب وحی کرتے ہیں اور تو ان لوگوں کے پاس نہ تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ اپنی قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور تو ان کے پاس نہیں تھا جس وقت وہ آپس میں جھگڑا کر رہے تھے۔

تشریح : اللہ پاک اپنے پیغمبر ﷺ کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ آپ نجران کے عیسائیوں کے وفد کو اس بات سے آگاہ کریں جو آپ سے مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں جھگڑتے ہیں جب کہ فرشتوں نے مسیح علیہ السلام کی والدہ مریم کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا جس مقام و مرتبہ سے اللہ پاک نے اسے نوازا اور اس کا انتخاب کرتے ہوئے اسے عزت واکرام سے سے نوازا تاکہ اس کا شمار اللہ پاک کے صالحین بندوں سے ہو اسی لئے انہیں ہر قسم کے گناہوں اور آلودگیوں سے پاک رکھا بلکہ عیوب اور کمزوریوں سے بھی اسے دور رکھا۔ اسے اس دور کی تمام عورتوں پر فضیلت و برتری عطا کی جبکہ اسے نہ صرف یہ کہ کمزوریوں سے دور رکھا بلکہ اس کی عظمت افزائی کرتے ہوئے اسے اللہ پاک کی قدرت کا عظیم نشان قرار دیا اس کے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ پاک کے کلمہ کن سے بلا باپ کے ہوئی جب کہ انسانوں کی نسل میں کوئی لڑکا یا لڑکی کی اس طرح پیدائش نہیں ہوئی جس طرح اس کی پیدائش ہوئی پھر اسے حکم دیا کہ وہ مسلسل و پیہم اللہ پاک کی اطاعت میں سرگرم عمل رہے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں اس کا جھکاؤ اور خشیت کا جذبہ وافر حصہ میں موجود ہو تو اللہ پاک نے مریم علیہا السلام کو مخاطب کرتے ہوئے اس اعزاز سے نوازا کہ اللہ پاک نے تیرا انتخاب فرمایا ہے اور تجھے ہر قسم کی معصیت وغیرہ سے پاک قرار دیا ہے بلکہ تمام جہان کی عورتوں پر تجھے برتری عطا کی ہے۔ اے مریم! اس اعزاز و اکرام کے نتیجہ میں تجھے اپنے پروردگار کی ذات کیلئے مجسمہ اطاعت و وفا بنے رہنا چاہئے بلکہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے کے ساتھ ساتھ اس انسان کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حالت رکوع میں اپنی محبت اور وفا شعاری کا ثبوت دینا چاہئے یہاں عبادات میں سے بالخصوص نماز کی اہمیت کے پیش نظر اس کا تذکرہ فرمایا اور نماز کے عظیم ترین ارکان سجدہ اور رکوع کا ذکر کیا کہ وہ بیت المقدس میں رکوع کرنیوالے اللہ کے بندوں کی معیت میں بحالت رکوع میں اپنی وفا شعاری کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔

جب کہ تیسری آیت میں اللہ پاک نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ان واقعات کی جانب اشارہ فرمایا جن کا تعلق آل عمران، خاندان سے تھا مقصود عمران کی بیوی، مریم، زکریا، یحییٰ علیہم السلام ہیں کہ ان کے بارے میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں وہ غیب کی باتیں ہیں جن کی وحی آپ کی جانب کی گئی۔ پس آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جس دین کو آپ نے پیش فرمایا ہے وہ سچا دین ہے اس کے سوا سبھی ادیان باطل ہیں۔

اس وضاحت کے بعد مسئلہ توحید کا اثبات ہوتا ہے کہ صرف اللہ ہی وحدہ لاشریک معبود برحق ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کتاب کا دین باطل ہے نہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں نہ وہ اللہ کے ساتھ معبود ہیں بلکہ ان کا اعزاز یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بعد ازاں ان کی جانب وحی کے مسئلہ کو تاکید کے ساتھ واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بنی اسرائیل کے علماء کے پاس نہ تھے جب وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے؟ انہوں نے قرعہ اندازی میں اپنی قلمیں نہر میں پھینکیں کہ جس کا قلم پانی میں ٹھہر جاتا ہے اسے اللہ کے حکم کے ساتھ مریم کی کفالت کا حق ہے تو زکریا علیہ السلام کا قلم پانی میں ٹھہر گیا قبل ازیں اللہ پاک کا ارشاد گزر چکا ہے کہ زکریا نے مریم کی کفالت کی اس پر اہل کتاب اور دوسرے لوگوں کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اللہ پاک کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام سچا دین ہے اسلام کے سوا سبھی ادیان باطل ہیں۔ معلوم ہوا قرعہ اندازی سے بھی اختلاف کا ختم کرنا درست ہے۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۶۲)

عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کا شمار اللہ پاک کے صالحین اور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے ان کی فضیلت کے بارے میں کچھ احادیث مروی ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ بخاری شریف باب بدء الخلق میں ایک حدیث میں مریم کو تمام جہان کی عورتوں پر برتری حاصل ہونے کا ذکر ہے، نیز صحیح بخاری میں وارد ہے کہ:

ان عورتوں کا بیان جو امتیازی خصوصیات کی حامل تھیں

"آدمی تو کثرت کے ساتھ ایسے ہوئے ہیں جو باکمال تھے لیکن عورتوں میں مریم علیہا السلام کو برتری حاصل ہے ایک دوسری حدیث میں جو ترمذی ابواب المناقب میں وارد ہے اس مفہوم کی حدیث وارد ہے کہ تمام عورتوں سے بہتر عورتیں چار ہیں، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد (آپ ﷺ کی پہلی بیوی) آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ اور فرعون کی بیوی آسیہ ہے۔"

تیسری آیت میں اختلاف کی صورت میں قرعہ اندازی سے اختلاف کو دور کرنے کا ذکر ہے اس کے جواز میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ ج ۱ ص ۵۹ ا پر ارشاد نبوی ہے کہ:

"اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں شامل ہونے میں کتنا اجر و ثواب ہے بعد ازاں انہیں اس کے فیصلہ میں قرعہ اندازی کے علاوہ چارۂ کار نہ ہو تو ضرور قرعہ اندازی سے فیصلہ کریں گے نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب سفر پر نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی فرماتے جس بیوی کا قرعہ نکل آتا اسے اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔"

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی سے عرصہ طویل تک افتراق رکھنا منشا شارع کے خلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جانبین سے پاکدامنی کا تقاضا یہی ہے کہ کم از کم چند دنوں کی مفارقت تو شرعاً درست ہے مزید عرصہ ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنا خطرات سے خالی نہیں ہے اور شہوت کا غلبہ کہیں جانبین کو ناجائز تعلقات قائم کرنے کی دلدل میں (نہ پھنسادے)۔ واللہ اعلم

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ صلے اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ط قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: جس وقت فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی جانب سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ہے، مریم کا بیٹا ہے دنیا اور آخرت میں عزت والا ہے اور وہ (اللہ کے) مقربین سے ہے۔ اور لوگوں سے گھوارے اور بڑھاپے میں کلام کرے گا اور نیکو کاروں سے ہے۔ اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے کیسے لڑکا ہوگا جبکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا؟ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بس اس کے لئے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

لغوی تحقیق: اَلْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مادہ (م۔س۔ح) ہے کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا، آلائش صاف کرنا، کسی اثر کو زائل کرنا۔

"مسحت للصلوٰۃ" میں نے نماز کے لئے مسح کیا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴾ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ دجال کا نام مسیح اس لئے ہے کہ اس کی ایک جانب کی آنکھ اور بھوؤں کا نشان تک نہ ہو گا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیاحت کرتے تھے یا ان کے ہاتھ پھیرنے سے کوڑھی تندرست ہو جاتے تھے۔ بعض نے بیان کیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے بطن سے باہر آئے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے بدن پر تیل کی مالش کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مِسْح" میم کے کسرہ کے ساتھ ٹاٹ کو کہا جاتا ہے اس کی جمع "مُسُوح" ہے۔ (مفردات امام راغب ۲ ۸۶۸)

تشریح : ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بیمار کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا تھا جب کہ دجال کے لئے "اَلْمَسِیْحُ الْاَعْوَرُ" کی اصطلاح ہے اس لئے کہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ تمام روئے زمین پر پھر جائے گا۔

مسیح علیہ السلام کے نزول کا بیان

صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی وضاحت ہے اور وہ دجال کو "لُد" دروازہ کے پاس قتل کریں گے، دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس ہی مسیح ابن مریم کا آسمان سے نزول ہوگا گیرو رنگ کی دو چادروں میں خود کو لپیٹا ہوا ہوگا دو فرشتوں کے کندھوں پر ان کے ہاتھ ہوں گے جب اپنا سر نیچا کریں گے تو سر سے پانی کے قطرات گریں گے اور جب سر کو اونچا کریں گے تو قطرات رک کر موتیوں کی طرح دکھائی دیں گے ان کا سانس جہاں تک پہنچے گا وہاں تک کوئی کافر زندہ نہ رہے گا۔ (تفسیر قرطبی ۴ ۸۹، ۹۰، ابن ماجہ ۲ ۳۰۶)

عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے تذکرہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے جب کہ آیت مبارکہ میں لفظ "ملائکہ" سے مقصود جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کا لقب روح بھی ہے ملاحظہ فرمائیں :

﴿ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ (سورۃ مریم : ۱۷)

"(اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔"

البتہ جمع کا صیغہ "فرشتے" ذکر کیا اس کی وضاحت زکریا علیہ السلام کے واقعہ میں ہو چکی ہے۔ لفظ کلمہ سے مقصود کَلِمَةُ التَّكْوِيْن ہے یعنی انہیں کلمہ کن سے پیدا کیا گیا یعنی بلا باپ پیدا ہوئے اللہ پاک کے امر سے ان کی پیدائش ہوئی انسان کی عقل وہاں تک رسائی نہیں کر پاتی ہے ظاہر ہے کہ عام طور پر ہر چیز کی تخلیق اسباب کے ساتھ ہوتی ہے جب کہ مسیح علیہ السلام کی تخلیق میں اسباب مفقود ہیں، ظاہری اسباب سے مقصود خاوند کا پانی اس کی بیوی کے رحم میں پہنچتا ہے تو عورت کے رحم میں انڈے ہوتے ہیں جن سے بچہ جنم پاتا ہے جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تکوین کو کلمۃ اللہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کی تخلیق بلا والد کے ہے یہی وجہ ہے کہ انہیں ابن مریم کے لقب کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ (المنار ۳ ۳۰۴)

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ : عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی صاحب وجاہت ہوں گے ان کے احترام واجلال میں ہرگز کبھی بھی کمی نہیں آئے گی۔ خیال رہے دراصل وجیہ دنیوی لحاظ سے وہ شخص ہوتا ہے جس کا احترام لوگوں کے دلوں میں ہو اور جس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس کے اثرات طویل عرصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک قائم رہتے ہیں، کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ مسیح علیہ السلام کا مقام ایمان داروں کے دلوں میں کس قدر بلند ہے کہ ان کے احترام میں لوگ اپنی آنکھیں ان کے استقبال میں فرش راہ کر دیتے ہیں۔

امراء اور بادشاہوں کی وجاہت

حقیقت یہ ہے کہ ان کی وجاہت سے کہیں زیادہ عوام خواص کے دلوں میں موجزن ہے جب کہ امراء کی وجاہت تو ان کے ظلم سے بچاؤ کے سبب ہوتی ہے یا ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ ان سے فوائد حاصل کئے جاسکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ وجاہت تو نمود و نمائش کے لئے ہوتی ہے دلوں کی گہرائیوں میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا جب کہ مسیح علیہ السلام کی عظمت کے اثرات سے لوگوں کے دلوں میں خاص قسم کا کیف اور سکون جلوہ افروز رہتا ہے۔

بلکہ اگر اس حقیقت کا اظہار کیا جائے تو ہرگز کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ دنیوی لحاظ سے ان کی وجاہت میں تو لوگوں نے غلو سے کام لیا جبکہ مسیح علیہ السلام کو اللہ یا اس کا جز قرار دیا (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن ذَالِكَ) اس لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم نے میری تعریف میں غلو نہیں کرنا ہوگا جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کو اللہ کے مقام پر بٹھادیا یا اللہ کا بیٹا یا اس کا جز قرار دیا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ص ۷۰، دار السلام)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا ہرگز کوئی شریک نہیں اس کی ذات عظیم ذات ہے۔ (المنار ۳ ۳۰۲)

عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا: عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف پیش کیا جارہا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ عالم شباب اور کہولت میں لوگوں سے جیسے گفتگو کریں گے بلکہ سن رضاعت میں بھی سمجھ بوجھ کے ساتھ کلام کریں گے ان کا شمار صالحین سے ہے جو نہ صرف یہ کہ اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں بلکہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوتے سن رضاعت میں ان کا کلام کرنا ان کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ پاک کی جانب سے خاص امتیاز کے حامل ہیں جب کہ عادتاً دودھ پیتا بچہ گفتگو نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو اس میں سلیقہ اور ہوش مندی کا داعیہ نہیں ہوتا جب کہ ان کی گفتگو سن رضاعت اور کہولت میں سمجھ بوجھ کے لحاظ سے یکساں تھی۔ سورۂ مریم کی تفسیر میں مزید وضاحت پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا ''دودھ پینے کی مدت میں جب بچے پنگوڑے میں ہوتے ہیں صرف تین بچوں نے کلام کیا عیسیٰ ابن مریم، جریج راہب کے واقعہ میں بچے کا کلام کرنا ایک اور بچے کا [illegible] ہے۔ (المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوي ۶ ۲۸۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تفصیل سورۂ مریم کی آیت نمبر ۳۰ میں ذکر ہوگی۔ ان شاء اللہ

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ : مریم نے عرض کیا مجھے لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے جبکہ میں نے کسی مرد سے نکاح نہیں کیا پھر میرا پروگرام بھی نکاح کرنے کا نہیں ہے اور بحمد اللہ میں غلط کیریکٹر (Character) بھی نہیں رکھتی ہوں فرشتے نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے عرض کیا اسی طرح اللہ پاک جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے، اللہ کا حکم غالب ہوتا ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے جیسا کہ زکریا علیہ السلام کو اللہ پاک نے بڑھاپے میں لڑکا عطا فرمایا بلکہ لفظ "یخلق" اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ وہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے ہرگز کچھ شک و شبہ نہ کیا جائے۔ مزید تاکید کے لئے فرمایا اللہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ صادر فرماتا ہے تو وہ کلمہ کن کے ساتھ اسے پیدا فرما دیتا ہے اس میں ہرگز تاخیر نہیں ہوتی اللہ کے حکم کے فوراً بعد بلا تاخیر وہ کام ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ (القمر : ۵۰)

"ہم ایک بار ہی حکم دیتے ہیں استثناء کا پہلو نہیں ہوتا وہ چیز نہایت تیزی کے ساتھ آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔"

وَیُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ : اور اللہ اس کو کتاب، حکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دے گا۔ اور اس کو بنی اسرائیل کی جانب رسول بنائے گا (وہ کہے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب سے نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل کی طرح بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم کیساتھ پرندہ بن جائے گا اور میں مادر زاد اندھے اور پھلبہری کے مریض کو صحت مند کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم کیساتھ فوت شدہ کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو تم تناول کرتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں تمہارے لئے علامت ہے اگر تم ایمان دار ہو۔ اور میں اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہے یعنی تورات اور میں تمہارے لئے بعض چیزوں کو حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے علامت لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بے شک اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے پس تم اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلْكِتَابُ" لکھنا۔ "حکمت" صحیح علم، درست رائے، شریعت اسلامی کے اسرار ورموز کا فہم "اَخْلُقُ لَكُم" تمہارے لئے تصویریں بناتا ہوں، اس مقام پر "خَلَق" کا مفہوم انشاء اور اختراع نہیں ہے ظاہر ہے کہ یہ فعل تو اللہ پاک کا ہے۔ "اَلْاَكْمَهَ" مادر زاد اندھا۔ "اَلْاَبرَصَ" برص، پھلبہری کا مریض، یہ بیماری ایسی ہے کہ اطبا اس کے علاج سے عاجز ہیں بلکہ جدید طب بھی اس کے علاج سے عاجز ہے یہ جلدی بیماری ہے۔ "تَدَّخِرُونَ" ذخیرہ اندوزی کرتے ہو۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۶۵)

تشریح : اللہ تعالیٰ فرشتوں کی اس بشارت سے آگاہ فرما رہے ہیں جو انہوں نے مریم علیہا السلام کی پیدائش کے بارے میں دی تھی کہ اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام کو فن کتابت سے مہارت تامہ عطا فرمائیں گے اور احکام شریعت کے فہم سے بہرہ ور فرمانے کے ساتھ ساتھ انہیں تورات، انجیل دونوں کے علم سے شادکام فرمائیں گے۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان دونوں کتابوں کے علوم سے بہرہ وافر عطا کیا گیا تھا انہوں نے بنی اسرائیل کو آگاہ کیا کہ اللہ پاک نے ان کو تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ میں تمہارے سامنے تمہارے پروردگار کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب سے ایک معجزہ پیش کر رہا ہوں کہ مٹی جو جمادات سے ہے اس سے ایک پرندہ کی شکل بناتا ہوں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ میری پھونک کے سبب نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے ساتھ فضا میں اڑنے لگ جاتا ہے۔ نیز اللہ پاک نے ہر پیغمبر کو ایسے خاص معجزہ سے ہم کنار کیا ہے جس کی اس وقت معاشرہ میں لوگوں کو جستجو تھی چنانچہ آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے عہد رسالت میں فصاحت وبلاغت کے میدان میں زبردست مقابلہ تھا تو اللہ پاک نے آپ ﷺ کو قرآن پاک کا معجزہ عطا کیا جس میں انہیں چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اس جیسا قرآن پیش کر دیا اس کی دس سورتوں کے مثل دس سورتیں پیش کرو لیکن انہوں نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا بالآخر انہیں وارننگ دی گئی کہ قرآن پاک کی ایک سورت کی مثل سورت لے آؤ لیکن آج دن تک تمام ادباء وفصحاء اس چیلنج کے قبول کرنے سے عاجز ہیں۔ جب کہ قرآن پاک کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔

جادو کے علم کا بیان

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کے علم کو تفوق حاصل تھا جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے معجزہ کے مقابلہ میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو ملمع سازی کرتے ہوئے سانپوں کی شکل میں پیش کیا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینکا تو وہ بہت بڑے سانپ کی شکل میں تمام سانپوں کو نگل گئی، میدان ان کی شعبدہ بازی سے خالی ہو گیا اور حق کو غلبہ حاصل ہوا جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اللہ پاک کی جانب سے ہے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ ان جادوگروں کا شمار ان کے اسلام لانے کے بعد اللہ پاک کے برگزیدہ بندوں میں ہوا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت اطباء کے فن کا شہرہ تھا تو عیسیٰ علیہ السلام نے بعض مشکل بیماریوں کا حیران کن علاج پیش کیا جن میں مادرزاد اندھوں کو بصارت سے نوازا گیا برص کی بیماری میں مبتلا افراد کی بیماری کا خاتمہ ہوا بلکہ جمادات سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنے سے اس نے فضا میں اڑنا شروع کیا ان کے ان حیران کن واقعات کو دیکھ کر اطباء نے اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ مزید برآں عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا کہ تم کھانا تناول کر کے آئے ہو اور تمہارے گھروں میں جس چیز کا سٹور (Store) تم کرتے ہو اس کی بھی تمہیں خبر دے سکتا ہوں چنانچہ میرا صحیح طور پر خبر دینا میری سچائی کی علامت ہے مزید برآں میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور جو بعض چیزیں تم پر حرام تھیں میں انہیں تمہارے لئے حلال کرتا ہوں یعنی تورات کی شریعت منسوخ کرتا ہوں اور میں تمہارے اختلاف کو ختم کر رہا ہوں اور میں تمہارے سامنے اپنی صداقت پر دلائل لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے یعنی عبودیت میں ہم سب برابر ہیں یہی صراط مستقیم ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۱ ۵۴۶،۵۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: پس جب عیسیٰ نے اپنی قوم سے کفر محسوس کیا تو اس نے کہا اللہ کی جانب میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور تو گواہ ہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جس کو تو نے اتارا اور ہم پیغمبر کی پیروی کرتے ہیں پس ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھیں۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی چال چلی اور اللہ تمام چال چلنے والوں سے قوی ہے۔

بلاغت: ''احس'' اس میں بلاغت ہے جب کہ احساس سے مقصود حواس خمسہ ظاہرہ سے ادراک مقصود ہوتا ہے یہاں بطور استعارہ کے علم کے معنی میں ہے۔ ''لَمَّا'' حینیہ یعنی ظرفیہ ہے ماضی کے ساتھ خاص ہے اس کے جواب میں بھی فعل ماضی آتا ہے۔ مثلاً:

﴿فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ﴾ (الاسراء: ۶۷)

''پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔''

یا جملہ اسمیہ اذا فجائیہ کے ساتھ آتا ہے جیسے:

﴿فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۶۵)

''لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔''

یا ''ف'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے:

﴿فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ (لقمان: ۳۲)

''پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو کچھ ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں۔''

نحوی قاعدہ: امام سیبویہ بیان کرتے ہیں کلمہ ''لما'' جب کیفیت والا ہے اگر ماضی پر آتا ہے تو ظرف کا معنی دیتا ہے اگر مضارع پر داخل ہو تو حرف ہوتا ہے ورنہ ''الا'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاغت : " وَ مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ " فن بلاغت کے لحاظ سے اس میں مشاکلت ہے کہ ایک بات کو اس کے علاوہ کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جب کہ اس کا وقوع اس کی صحبت میں ہو پس " مَكَرَ اللّٰهُ " میں مشاکلت موجود ہے۔ خیال رہے مکر کا لفظ اصل مادہ کے لحاظ سے حیلہ کا معنی دیتا ہے جس کے ساتھ ایک شخص دوسرے کو نقصان کی جانب کھینچتا ہے اس لحاظ سے اس کی نسبت اللہ پاک کی جانب صرف بطور مشاکلت کے صحیح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مکر کی نسبت اللہ پاک کی جانب اصل کے لحاظ سے درست نہیں جب کہ اللہ مکر نہیں کرتا بس اسلوب میں مشاکلت ہے۔ (اعراب القرآن ۳، ۴/۱۹۳، ۱۹۴)

سورۂ اعراف میں لفظ مکر کی نسبت اللہ کی جانب ہے وہاں مقابلہ لوگوں کے مکر کے ساتھ نہیں ہے۔ نہایت خفیہ تدبیر کا مکر ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ اَفَاَمِنُوا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۹۹)

"کیا وہ اللہ کے مکر سے محفوظ ہیں اور اللہ کے مکر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارے والے ہیں۔"

عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا مفصل بیان

عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری کے بعد بیان ہو رہا ہے کہ ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جب کہ ان کی ولادت کی خبر اور ان کا نشو و نما پانا اور انہیں جب مبعوث کیا تو کن معجزات سے نوازا، اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سب باتوں کا تذکرہ لپیٹ دیا گیا ہے۔ در اصل قرآن پاک اس قسم کے اختصار میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ نہ ان کی ولادت کا ذکر ہے نہ ان کی بعثت کا اور نہ ان کی دعوت کی تائید کا ذکر ہے البتہ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے مخالفت، دشمنی، ایذا رسانی کو محسوس کیا کہ وہ میری نبوت کا انکار کر رہے ہیں تو انہوں نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو اس کی دعوت قبول کر چکے تھے اور ان کا شمار ان کے مددگاروں میں ہوتا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی تائید کے لئے میری کون مدد کرتا ہے تو اس کے مددگاروں نے جو حواری کے لقب کے ساتھ معروف تھے انہوں نے کہا ہم آپ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں اور ہم ہر قسم کے پرانے رسم و رواج سے اپنے آپ کو الگ کر رہے ہیں اور ہم آپ کی جدید تعلیم کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس پر رواں دواں رہیں گے اور آپ کی تائید میں استطاعت کے مطابق کوشاں رہیں گے یقیناً اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی حواری کا لفظ "حَوَارَه" سے ماخوذ ہے جبکہ "حَوَارَه" سفید باریک میدے کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اسی طرح ان کو حواری کا لقب اللہ پاک سے حاصل ہوا، مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اپنی قوم سے منتخب ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

چنانچہ بخاری، مسلم میں حدیث موجود ہے آپ نے فرمایا کہ :"ہر نبی کے مددگار ہوتے ہیں اور میرے مددگار زبیر صحابی ہیں۔" (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ص ۷۶۴)

جیسا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمانے سے پہلے رسول اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر فرمایا کہ کون شخص ہے جو مجھے اپنی پناہ میں کرے گا تاکہ میں اپنے پروردگار کے کلام کو پہنچا سکوں اس لئے کہ قریش نے مجھے اللہ کے پیغام کے پہنچانے سے روکا ہوا ہے بعد ازاں جب آپ مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو وہاں انصاریوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کو نہ صرف رہائش دی بلکہ ہر طرح کا مالی تعاون بھی کیا۔ مزید ہمدردی کرتے ہوئے نہ صرف آپ کی بلکہ تمام مسلمانوں کی حفاظت کا انہوں نے وعدہ فرمایا (رضی اللہ عنہم وارضاھم) بالکل اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے بنی اسرائیل سے ایک گروہ کھڑا ہوا انہوں نے نہ صرف یہ کہ اسلام قبول کیا بلکہ آپ کی مدد کے لئے میدان میں نکل آئے آپ کی فوجی قوت میں اضافہ کیا اور آپ کی پیروی کرنے کو اپنا فرض سمجھا، یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں کا تذکرہ ہے ان کو حواری اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ آپ کی مدد کرنے والے تھے، چنانچہ بخاری، مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جنگِ احزاب میں دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے رغبت دلائی تو فوراً جناب زبیر بن عوام نے خود کو پیش کیا دوبارہ آپ نے انہیں مدد کے لئے پکارا پھر بھی زبیر رضی اللہ عنہ کھلے لفظوں میں خود کو پیش کرتے ہیں زبیر کی عزیمت کو دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر پیغمبر کے کچھ لوگ مددگار ہوتے ہیں جب کہ میرے مددگاروں میں زبیر کا مقام سب سے مقدم ہے۔ (مسند احمد ۳/ ۳۲۲،۳۳۹)

چنانچہ انہوں نے صدق دل سے اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اللہ کو گواہ بنا کر اپنے مسلمان ہونے کا اعادہ فرمایا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے تواضع کے ساتھ اقرار کیا کہ اے ہمارے پروردگار! جن احکام کو تو نے نازل فرمایا ہے ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہم رسول اکرم ﷺ کی تابعداری کا اقرار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارا نام امت محمدیہ میں درج فرما۔

مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ : بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے بارے میں اللہ پاک خبر دے رہے ہیں جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا بلکہ اپنے اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اجتماعی شکل میں چاہا کہ اسے صلیب پر لٹکا دیا جائے اس دور کے بادشاہ کے پاس آپ کے بارے میں چغل خوری کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور انہیں آپ کی اطاعت سے روک رہا ہے بلکہ آپ کی رعیت کو باغی بنا رہا ہے۔ مزید برآں باپ اور بیٹے کے درمیان مخالفت کا بیج بو رہا ہے اسکے علاوہ بھی انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے خلاف سازشوں اور کذب بیانیوں کا طوفان کھڑا کر دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ ولد الزنا ہے اس کا باپ ہی نہیں ہے اس سے بادشاہ شدید طیش میں آ گیا اس نے اس کو گرفتار کرنے کے لئے اپنی پولیس کو بھیجا کہ وہ اسے پکڑ کر لائیں اور اسے عبرتناک طور پر صلیب پر لٹکا دیں جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کیا اور انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تو اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے درمیان سے اس کے گھر کی کھڑکی سے اٹھا لیا اور اسے آسمانوں پر پہنچا دیا اور ایک دوسرے شخص کو جو ان کے ساتھ گھر میں تھا اس کے مشابہ بنا دیا جب لوگ اس گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے رات کے اندھیرے میں اس شخص کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھا انہوں نے اس کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔

مکر سے کیا مقصود ہے؟

دراصل اس آیت مبارکہ میں اللہ کے مکر سے مقصود یہ ہے کہ وہ اصل شخص کو صلیب پر نہ لٹکا سکے اور اللہ نے انہیں حیران و ششدر بنا دیا اگرچہ بظاہر انہوں نے اپنی حیرانی کو ختم کرتے ہوئے اس نظریہ کا اظہار کیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے اس صورت حال کے پیش نظر اللہ پاک نے ان کے دلوں میں حق و صداقت کے ساتھ دشمنی کے وصف کو لازم کر دیا اور انہیں ایسی ذلت سے ہمکنار کیا جو قیامت تک ان کے ساتھ لازم و ملزوم رہے گی۔ چنانچہ ان کے مکر اور اللہ کے مکر سے یہی مقصود ہے کہ اللہ ان پر غالب آیا اور وہ مغلوب ہوئے۔

(المنار ۳، ابن کثیر ۱/ ۵۴۷)

اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيۡسٰٓى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۵۵﴾
فَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾
وَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۷﴾
ذٰلِكَ نَتۡلُوۡهُ عَلَيۡكَ مِنَ الۡاٰيٰتِ وَالذِّكۡرِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں اور اپنی جانب اٹھانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا ہوں اور تجھے کافروں کی (صحبت) سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو قیامت تک ان لوگوں کے اوپر کرنے والا ہوں جو کافر ہیں پھر میری جانب تمہارا لوٹنا ہے پھر میں تمہارے درمیان اس میں فیصلہ کروں گا جس میں تمہارا اختلاف تھا۔ لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں میں ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے پس اللہ ان کو ان کی پوری مزدوری دے گا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں جانتا ہے۔ اے محمد! ان باتوں کو ہم آپ پر پڑھ رہے ہیں یہ آیات محکم کتاب سے ہیں۔

حل لغات: "مُتَوَفِّيكَ" میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا، اس کا معنی فوت کرنے کا بھی آتا ہے جیسے ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾ (الزمر ۴۲) اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ﴾ (الانعام ۶۰) اور وہی تو ہے جو رات کو سونے کی حالت میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔ ﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (سجدۃ: ۱۱) کہہ دو کہ موت کا فرشتہ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔ (مفردات القرآن ۲ ۹۸۸)

جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس میں "مُتَوَفِّيكَ" کے بعد "وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" کے الفاظ ہیں اگر اس کا معنی موت کا لیا جائے تو اس کے بعد والا جملہ "رَافِعُكَ اِلَيَّ" بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے پس مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں پورا پورا اپنی جانب اٹھانے والا ہوں یعنی جسم و روح کے ساتھ اٹھانے والا ہوں۔ دوسرے مقام پر مزید وضاحت ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء ۱۵۷، ۱۵۸)

"اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنی طرف اٹھالیا۔"

آیت میں تقدیم تاخیر ہے کہ میں تجھے جسم اور روح کے ساتھ اٹھانے والا ہوں اس کے بعد تجھے موت سے ہم کنار کروں گا۔

علامہ بقاعی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ پاک نے ان کی سازش کو ناکام بنایا اللہ کی قدرت اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ان کے مکروفریب کو غائب کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا جب کہ اللہ پاک نے ان کے مکروفریب کا جواب دیتے ہوئے غائب کا صیغہ استعمال نہیں کیا بلکہ (اللہ) کا لفظ جلال ذکر کیا ہے پھر اس کے بعد یہ بھی ذکر کیا کہ ان کے مکر کے مقابلہ میں وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ میں بھی لفظ اللہ کو ظاہر کیا اور بتایا ہے کہ اللہ کی تدبیر کا وقت معین ہے جب وہ وقت آئے گا تو اس کو جاری کر دیا جائے گا جب کہ دجال یہودیوں کے لشکر کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کرنے کا فریضہ سر انجام دیں گے یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ پاک کا فیصلہ ہی نافذ ہوتا ہے اس کو کوئی قوت رد نہیں کرسکتی ۔ (نظم الدرر ۳/ ۴۱۹)

تشریح علامہ شنقیطی کے قلم سے

علامہ شنقیطی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا مکر یہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ﴾ بے شک ہم نے مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ جب کہ اللہ کا مکر ان کے ساتھ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ایک دوسرے شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کر دیا گیا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ "انہوں نے اس کو نہ قتل کیا نہ صلیب پر لٹکایا البتہ ان کو اشتباہ ہوا"۔

نیز فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ "انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی جانب اٹھایا۔" (اضواء البیان ۱/ ۳۴۲)

توفی کی تشریح

اِنِّي مُتَوَفِّيكَ : کی تشریح بعض علماء سے منقول ہے اللہ پاک نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تجھ پر نیند کی کیفیت طاری کروں گا اور اسی کیفیت میں تجھے اپنی جانب اٹھالوں گا اس تفسیر کی موافقت ان آیات سے بھی ہو رہی ہے جن میں وفات کا اطلاق نیند پر ہے جیسے ﴿هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ﴾ "وہ ذات تمہیں رات کو سلاتی ہے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾(الزمر:۴۲)

"اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔" (اضواء البیان ۱/۳۴۴)

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور میں تجھے آسمان کی جانب اٹھانے کے ساتھ ساتھ کفار کے الزامات سے تجھے پاکیزہ کرنے والا ہوں جب کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ جادوگر اور ولد الزنا قرار دیا اور تجھے ان کے غلیظ معاشرہ سے دور کرنا چاہتا ہوں جو ان کے کفر، خباثتوں اور بد معاشیوں اور فسادات کے سبب متعفن ہو چکا ہے نیز ان سے وعدہ فرمایا کہ آپ کی تابعداری کرنے والوں کو جو اسلام، ایمان اور احسان کی دولت سے مالا مال ہیں انہیں ان کے بہترین اوصاف کے سبب کفار پر قیامت تک غلبہ عطا کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو مکمل فرمایا ان کو عظمت اور سیادت سے نوازا جب کہ یہودیوں، کفار کو ذلیل ورسوا کیا پھر سب سے قیامت کے دن جمع کرنے کا وعدہ کیا اور دنیا میں ان کے درمیان ہونے والے اختلاف ایمان اور کفر کے درمیان فیصلہ کرے گا اور ہر جماعت کو اس کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دے گا۔

چنانچہ کفار کو شدید قسم کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا دنیا میں ذلت، رسوائی اور مسکنت سے دوچار کیا جائے گا جب کہ آخرت میں انہیں دوزخ کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اس وقت کوئی بھی طاقت ان کو اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گی۔ جب کہ ایمان داروں کو جنہوں نے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کئے ہوں گے انہیں ان کے ایمان اور ان کے اعمال صالحہ کا پورا پورا اجر وثواب دیا جائے گا یعنی دنیا کی زندگی میں ان کے پاس اقتدار ہو گا جب کہ آخرت میں وہ جنات میں ہوں گے اللہ پاک کی نعمتوں سے شادکام ہوں گے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ظالموں کو اچھا نہیں جانتا تو اللہ پاک اپنے بندوں پر ظلم کو کیسے روا رکھے گا جب کہ انہیں ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا اللہ پاک کسی پر خواہ مومن ہو یا کافر ذرہ برابر ظلم کو جائز نہیں سمجھتا اس کے فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہیں، اس کے ساتھ اپنے بندوں پر فضل وکرم کی بارش بھی برسائے گا۔ (ایسر التفاسیر ۱/۲۶۸)

عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں کی جانب زندہ اٹھایا جانا

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا، بخاری شریف میں نواس بن سمعان سے مروی طویل حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کا ذکر ہے وہ دمشق کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقی جانب میں سفید مینار کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے ان کے دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوں گے جب عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر نیچے کی جانب جھکائیں گے تو ان کے سر سے پانی کے قطرات گریں گے اور جب اپنا سر اونچا کریں گے تو پانی کے قطرات موتیوں کی مانند نظر آئیں گے جس کافر تک ان کا سانس پہنچے گا وہ ان کے سانس کے احساس سے مر جائے گا، جب کہ ان کا سانس ان کی حد نظر کی مسافت تک پہنچے گا وہ دجال کے قتل کے تعاقب میں چلیں گے ''لُد'' نامی دروازہ کے قریب اس کو آملیں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے طویل حدیث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ علامہ البانی ج ۳ ص ۱۵۱

معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی جانب اٹھایا گیا قیامت سے پہلے وہ آسمان سے اتریں گے سات سال کے بعد وہ فوت ہو جائیں گے۔ خیال رہے ہر انسان ایک بار موت سے دوچار ہوتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کیسے دوبارہ موت سے دوچار ہوں گے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ ۚ وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں آدم جیسی ہے جس کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یہ سچی باتیں تیرے پروردگار کی جانب سے ہیں پس تو نے شک کرنے والوں میں سے نہیں ہونا ہے۔ پس جو شخص تجھ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کرے اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو آپ کہیں، آؤ تاکہ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو پھر ہم زاری کے ساتھ دعا کریں پھر ہم جھوٹ بولنے والوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت کریں۔ بلاشبہ یہ واقعہ سچا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پس اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کو فساد کرنے والوں کا علم ہے۔

لغوی تحقیق : "تُراب" مٹی جمع "أَتْرِبَةٌ"، "تَرِبَ" خاک آلود ہوا، دوسرا معنی مماثل ہوا۔ "تَرِبَ الرَّجُلُ" آدمی مفلس ہوگیا، "تَرِبٌ" مماثل، "ابو تراب" علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ (لسان القرآن ص ۲۶۳)

بلاغت کی مثال : فَلاَ تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ آپ ﷺ کو روک دیا ہے کہ آپ شک نہ کریں حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے بلند تھے کہ آپ شک کریں گویا کہ آپ کو برانگیختہ کیا کہ آپ کے اطمینان اور ثابت قدمی میں اضافہ ہونا چاہئے۔ (اعراب القرآن ۱/ ۲۰۲)

تشریح : کلام کا سیاق وسباق مسلسل عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت اور ان کی رسالت کو ثابت کررہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت اور الوہیت کا انکار کر رہا ہے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے دیگر باتوں کے علاوہ اس بات کا اظہار بھی کیا کہ کوئی شخص بلاباپ پیدا نہیں ہوتا ہے تو تعجب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بلاباپ کیسے پیدا ہوئے۔؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے ہاں آدم علیہ السلام جیسی ہے جسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا پس کیا وجہ ہے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود بنا رہے ہو اگر اس لئے معبود بنا رہے ہو کہ وہ بلاباپ کے پیدا ہوئے تو ان سے بڑھ کر آدم علیہ السلام بلاباپ اور بلاماں کے پیدا ہوئے۔ اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مانتے ہو تو آدم علیہ السلام زیادہ لائق ہیں کہ انہیں بھی معبود سمجھو جب کہ تم خود بھی اس کے قائل نہیں ہو تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں معبود سمجھتے ہو۔

یاد رکھو! کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کلمہ کن سے ہوئی ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی کلمہ کن سے ہوئی ہے یہ واضح حقیقت ہے جو اللہ پاک کی جانب سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیش کی جارہی ہیں اس میں کسی شخص کو بھی شک نہیں کرنا چاہئے پھر آپ کا شک کرنا تو خاص مستبعد ہے۔

مباہلہ کی دعوت

لیکن اس وضاحت کے باوجود اگر وہ لوگ آپ سے جھگڑا کر رہے ہیں تو اس جھگڑے کا ایک ہی حل ہے کہ انہیں آپ مباہلہ کی دعوت دیں ہم بھی اپنے بیٹے اور اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں وہ بھی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور خود کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس میں لے آئیں اور ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اس پر ہم لعنت بھیجیں بخاری شریف میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ عاقب اور سیّد نامی انسان نجران کے لیڈر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مباہلہ کرنا چاہتے تھے اس دوران ان میں سے ایک نے دوسرے شخص سے کہا کہ مباہلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ انسان پیغمبر ہے اور ہم نے اس سے مباہلہ کیا تو نہ صرف یہ کہ ہم تباہ وبرباد ہو جائیں گے بلکہ ہماری نسل بھی ختم ہو جائے گی۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ ہم سے جس چیز کا مطالبہ کریں اسے ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہماری معیت میں کسی امانت دار شخص کو بھیجیں آپ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ صحیح پختہ ایمان دار شخص کو بھیجوں گا آپ کے اس ارشاد پر آپ کے صحابہ کرام نے خود کو آپ کی نظروں کے سامنے لانے کے لئے سروں کو اونچا کیا۔ لیکن آپ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا "اے ابو عبیدہ! آپ اٹھیں میں آپ کو اس امت کا امین قرار دیتا ہوں۔" ایک روایت میں ہے کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے جب کہ اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی باب قصة اہل نجران ۹۰۲ : ۵ ۷ ۴ ۲)

مولانا محمد حنیف ندویؒ کی وضاحت

مولانا حنیف ندویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مباہلہ ایک شرعی اصطلاح ہے اس میں فریقین جب کسی مسئلہ میں فیصلہ نہ کر پائیں تو اپنے کو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہوا یہ ہے کہ ۹ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں اہل کتاب کا ۱۴ ارکان کا ایک وفد آیا اور الوہیتِ مسیح پر بحث کرنا چاہی آپ نے ان کے دلائل کو پوری توجہ سے سنا اور ان کو باور کرانے کی کوشش کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت یہ تھی کہ وہ پیغمبر اور اللہ کے بندے تھے، قرآن حکیم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث کے دوران آپ کا انداز علم وعرفان کے جچے تلے اصولوں پر مبنی تھا۔ جب کہ عیسائی نری کج بحثی سے کام لے رہے تھے اور مسئلہ کو خواہ مخواہ الجھا رہے تھے اس پر آپ نے درمیانی راہ اختیار کی فرمایا کہ ہم مل جل کر اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو۔ غرض یہ تھی کہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ کون اپنے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے سچا اور اللہ تعالیٰ سے قریبی روابط رکھتا ہے۔ عیسائی وفد ایمان کی اس استواری و پختگی کو دیکھ کر گھبرا گیا اور دل ہی دل میں ڈر گیا کہ مبادا اس دعا کے نتیجے میں ہم ہی ملعون قرار پائیں۔ (لسان القرآن ص ۲۳۶)

چنانچہ دوسرے روز رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے آپ کے ساتھ حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے تاکہ مباہلہ کیا جائے لیکن عیسائیوں نے صحیح بات کو پہچان لیا اور انہوں نے ڈر محسوس کیا کہ اگر وہ مباہلہ کریں گے تو تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ میدان سے بھاگ گئے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام قبول نہ کیا اپنی ریاست اور اپنی برتری کو قائم رکھتے ہوئے کفر کو پسند کیا اور مصالحت پر راضی ہو گئے کہ وہ اپنے دین پر ہی رہیں گے اور مسلمانوں کے بیت المال میں جزیہ بھیجتے رہیں گے۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۷۰)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ
اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾
هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا
نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ
اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: آپ کہیں اے اہل کتاب! آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلمہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہمارا بعض دوسرے بعض کو اللہ کے سوا، رب نہ بنائے اگر وہ منہ پھیر لیں تو (انہیں) کہو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جب کہ تورات اور انجیل تو اتاری نہیں گئی مگر ان کے بعد تم سمجھتے نہیں ہو۔ خبردار! تم ایسے لوگ ہو تم ان باتوں پر جھگڑا کرو جن کے بارے میں تمہیں علم ہے تو تم ان باتوں پر کیوں جھگڑا کر رہے ہو جن کا تمہیں علم نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تم نہیں جانتے ہو۔ ابراہیم، یہودی، عیسائی نہ تھے البتہ وہ ایک جانب جھکنے والے مسلمان تھے وہ شرک کرنے والوں سے نہیں تھے۔ بلاشبہ تمام لوگوں سے زیادہ قریب ابراہیم کے وہ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر اور ایمان دار ہیں اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

لغوی تحقیق: "سَوَاءٌ" وصف ہے اس کا معنی "مُسْتَوٍ" یعنی برابر ہے، اس کا معنی مکمل بھی مستعمل ہے چنانچہ کہا جاتا ہے "هٰذا دِرْهَمٌ سَوَاءٌ" یہ مکمل درہم ہے۔ "سواء" واحد، جمع دونوں کا وصف آتا ہے جیسے "لَيْسُوا سَوَاءً" وہ برابر نہیں ہیں۔ (اعراب القرآن ۲: ۲۰۸) "حَنِيفٌ" مادہ "حَنف" ہے گمراہی کو چھوڑ کر توحید کی طرف مائل ہونا، یہ لفظ "جَنف" کا عکس ہے جس کا معنی گمراہی کی جانب جھکنا ہے۔ "تَحَنَّفَ" اس نے توحید میں استقامت کی راہ اختیار کی۔ "تحنَّفَ الشَافِعِيُّ" اس نے شافعیت چھوڑ کر حنفیت اختیار کر لی۔ "حَنِيف" "مسلک توحید پر گامزن شخص۔ (لسان القرآن ص ۵۲۴) "بَعض" کسی گروہ یا مجموعہ کا کچھ حصہ، جب کہ بعض کا لفظ کل کے معنی میں بھی آتا ہے قرآن حکیم میں ہے ﴿وَلِاُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ﴾ وہ بعض یا سب باتیں مراد ہیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ (لسان القرآن ص ۲۰۱)

اہل کتاب سے مقصود یہودی، عیسائی نیز جو لوگ بھی ان کے ساتھ موافقت رکھتے تھے انہیں مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تمہیں صرف ایک کلمہ کی جانب دعوت دے رہے ہیں وہ کلمہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ کلمہ یہ ہے کہ ہم اللہ پاک کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھیں مزید بر آں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھیں عام ہے کہ وہ معبود بت، صلیب، طاغوت، آگ ہو یا جو کچھ بھی ہو درخت ہو، پتھر ہو، قبر ہو وغیرہ وغیرہ بلکہ ہم صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اسی کو اپنا معبود سمجھیں اس کو وحدہ لاشریک قرار دیں جیسا کہ جس قدر آدم علیہ السلام سے لیکر آخر الزمان پیغمبر ﷺ تک سبھی نے یہی دعوت پیش کی ہے ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ اِلَّا نُوحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُونَ﴾

(الانبیاء: ۲۱)

"اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد ازاں وضاحت کی ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ پروردگار باور نہ کریں کہ ہم اللہ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی پیروی نہ کریں۔ لیکن اگر وہ اس دعوت حقہ سے اعراض کریں تو تم اپنے بارے میں گواہی پیش کرو کہ تم اسلام کے اسی راستہ پر ہمیشہ گامزن رہو گے جس راستہ کو اللہ پاک نے تمام بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے۔

امام بخاریؒ کا اس آیت کے ضمن میں باب کا انعقاد

چنانچہ بخاری شریف میں امام بخاری نے اسی آیت مذکورہ کے ساتھ باب کا انعقاد کیا ہے اس باب کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے جس حدیث کو ابن عباس نے ابو سفیان کی زبان سے سنا۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان مصالحت کے زمانے میں میں شام کے علاقے میں گیا وہاں ایک خط میں نے دیکھا جو نبی ﷺ نے بادشاہ ہرقل کی جانب روانہ کیا۔ دراصل اس مکتوب کو لانے والے دحیہ کلبی صحابی تھے، انہوں نے آپ کا مکتوب بصریٰ شہر کے گورنر کو دیا گورنر نے وہ مکتوب ہرقل بادشاہ تک پہنچایا۔ ہرقل نے آپ کے مرسلہ مکتوب کو پڑھوایا تو فوراً اس نے معلوم کرنا چاہا کہ جس شخص نے یہ مکتوب بھجوایا ہے اور وہ نبوت کا مدعی ہے اس کے شہر کے لوگوں میں سے کوئی شخص اگر یہاں موجود ہے تو اس کا سراغ لگاؤ، تلاش کرنے پر میرے بارے میں انہوں نے ہرقل کو اطلاع دی۔ چنانچہ قریش قبیلہ کے چند افراد کی معیت میں مجھے بلایا گیا ہم ہرقل کے محل میں پہنچے اس نے ہم سب کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ ”تم میں سے کون شخص نسب کے لحاظ سے اس کے ساتھ قرابت رکھتا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟“ ابو سفیان نے بیان کیا اس پر میں نے خود کو پیش کیا، چنانچہ مجھے اس کے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا گیا جب کہ میرے رفقاء کو میرے پیچھے بٹھایا گیا بعد ازاں اس نے ترجمان کو بلایا ترجمان سے کہا ”آپ ان لوگوں سے اس شخص کے بارے میں دریافت کرو جو خود کو مقام نبوت پر فائز سمجھتا ہے اگر یہ جھوٹ کہے تو تم نے اس کے جھوٹ کو میرے سامنے پیش کرنا ہوگا۔“ ابو سفیان بیان کرتے ہیں اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ میرے جھوٹ کو اس کے سامنے پیش کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا پھر اس نے ترجمان سے کہا اس شخص سے دریافت کرو کہ وہ خاندانی لحاظ سے تم میں کیسا ہے؟ ابو سفیان نے جواب دیا کہ وہ ہم میں اچھے خاندان سے ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا اس شخص کے آباؤ اجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ گذرا ہے؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا پھر اس نے سوال کیا کہ تم اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتے ہو جب کہ اس نے ابھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ میں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا اس کے پیروکار معاشرہ میں اونچے لوگ ہیں یا کمزور ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ وہ تو کمزور ہیں پھر اس نے پوچھا کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہی ہے ؟ میں نے جواب دیا کہ کمی تو نہیں بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں ان میں سے کوئی شخص اسلام لانے کے بعد اس سے ناراض ہوتے ہوئے اسکے دین کو چھوڑ جاتا ہے ؟ میں نے جواب دیا بالکل نہیں پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم سے اسکی جنگ ہوئی ہے ؟ میں نے جواب دیا یقیناً جنگ ہوئی ہے۔ پھر اس نے سوال کیا جنگ کیسی رہی ؟ میں نے کہا ہمارا بھی نقصان ہوا اس کا بھی نقصان ہوا پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا کبھی اس نے دھوکہ کیا ہے ؟ میں نے کہا نہیں ! البتہ وہ اور ہم ایک معاہدہ میں منسلک ہیں، مستقبل میں ہمیں کچھ علم نہیں کہ وہ کیا رویہ اختیار کرے گا۔ ابو سفیان نے بیان کیا اللہ کی قسم ! کہ میں نے اس جملے کے علاوہ اور کوئی جملہ اپنی گفتگو میں داخل نہیں کیا اس نے استفسار کیا کہ اس سے پہلے بھی اسکے خاندان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ "اسے بتا دیجئے کہ میں نے تجھ سے اسکے خاندان کے بارے میں سوال کیا تو نے جواب دیا کہ وہ تمہارے معاشرہ میں اچھے خاندان والا ہے واقعتاً جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ سبھی شریف خاندان سے متعلق تھے، اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اسکے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے ؟ تو، تو نے نفی میں جواب دیا میں نے محسوس کیا کہ اگر اسکے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ اپنے باپ دادا کی بادشاہت کو طلب کر رہا ہے اور میں نے تجھ سے اسکے پیروکاروں کے بارے میں پوچھا کہ وہ معاشرہ میں معمولی حیثیت کے مالک ہیں یا ان کا مقام اونچا ہے تو تو نے جواب دیا کہ وہ معمولی حیثیت کے مالک ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروں کے پیروکار معمولی حیثیت کے رہے ہیں اور میں نے تجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم اسکے نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتے ہو ؟ تو آپ نے نفی میں جواب دیا، میں نے معلوم کیا کہ اگر وہ لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا ہے تو اللہ پر کیسے جھوٹ بولے گا اور میں نے تجھ سے دریافت کیا کہ اسکے پیروکاروں میں سے کوئی شخص اسکے دین میں داخل ہونے کے بعد مرتد بھی ہوا ہے تو، تو نے نفی میں جواب دیا۔ اس طرح ایمان کا حال ہوتا ہے جب وہ دلوں کی گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہے اور میں نے تجھ سے استفسار کیا کہ کیا اسکے پیروکاروں میں کمی ہو رہی ہے تو نے جواب دیا کہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایمان آہستہ آہستہ تکمیل پذیر ہوتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تمہاری اس سے لڑائی ہوئی ہے ؟ تو نے جواب دیا کہ ہاں لڑائی ہوئی ہے کبھی وہ لڑائی میں کامیاب ہوا اور کبھی ہم کامیاب ہوئے اور پیغمبروں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ ان کی آزمائش ہوتی ہے بالآخر انہیں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور میں نے تجھ سے دریافت کیا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے تو نے نفی میں جواب دیا جبکہ واقعتاً پیغمبر عہد شکنی نہیں کیا کرتے اور میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا اس سے پہلے بھی اسکی قوم سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟ تو نے جواب دیا کہ نہیں تو میں نے محسوس کیا کہ اگر اسکی قوم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا کہ یہ شخص بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے پھر میں نے تجھ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے تو تو نے جواب دیا کہ وہ ہمیں نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ تیری تمام باتیں سچی ہیں تو وہ یقیناً اللہ کا پیغمبر ہے جب کہ مجھے بھی علم تھا کہ وہ پیغمبر عنقریب نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ پیغمبر تم میں ہوگا اور اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں وہاں اس کے پاس پہنچ سکتا ہوں تو مجھے اس سے ملاقات کرنے کی زبردست خواہش ہے اگر میں اس کے پاس ہوتا تو میں اس کے پاؤں دھوتا اور یقیناً اس کی بادشاہت میرے اس ملک تک وسیع ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب دکھایا اور اسے پڑھا تو اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا:

رسول اکرم ﷺ کے مکتوب کا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام پر ہے۔ میں اس کو سلام کہتا ہوں جو اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا تو سلامت رہے گا تو مسلمان ہو جا اللہ تجھے دگنا اجر و ثواب دے گا اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو تیری رعیت کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا اور یہ آیت قرآنی درج تھی کہ "اہل کتاب! تم ایسا کلمہ قبول کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں.........الخ" جب ہرقل خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کی رعیت کی آوازیں بلند ہو گئیں، شور و شغب زیادہ ہو گیا اور ہمارے بارے میں حکم دیا کہ ہمیں وہاں سے صحیح سلامت باہر نکالا جائے تو اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ پیغمبر تو بڑی عظمت کا مالک ہے جب اس سے روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے، اس کے بعد میں ہمیشہ اس یقین پر قائم رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا اقتدار بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۸ / ۲۱۵۔۲۱۴)

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ: یہودیوں اور عیسائیوں نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ انداز اختیار کیا کہ وہ یہودی تھے یا عیسائی تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے عیسائی اور یہودی علماء رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو وہاں آپ کی موجودگی میں انہوں نے ابراہیم کے بارے میں اختلاف کیا۔ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ اے یہودیو! تم کیسے دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم یہودی تھے جب کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام پر تورایت نازل ہونے سے پہلے کا ہے تم جھوٹ کہتے ہو اور اے عیسائیو! تم کیسے دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ عیسائیت بھی یہودیت کے بعد ہے اسی لئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ تم انتہاء درجہ کے بیوقوف ہو تم تو تاریخ سے بھی واقف نہیں ہو تعجب کی بات ہے کہ تم ان باتوں میں بحث کر سکتے ہو جن کے بارے میں تمہارے پاس علم موجود ہے لیکن جس بات کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کر رہے ہو؟ اس کا علم تو اللہ کو ہے۔ وہ تمام حقائق کو جانتا ہے اسی لئے فرمایا﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ اللہ کو علم ہے اور تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی اور عیسائی نہ تھے وہ تو شرک سے دور رہنے والے تھے، مسلمان تھے، مشرک نہ تھے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے ﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ ﴾ تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں وہ لوگ ہیں جو اس کے دین پر رواں دواں ہیں۔ نیز یہ آخر الزماں پیغمبر بھی ان کے پیروکاروں میں سے ہے اور آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام، مہاجرین، انصار اور تابعین وغیرہ ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ "ہر پیغمبر کے دوست ہوتے ہیں جب کہ میرے دوست میرے والد اور میرے پروردگار کے دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں نیز اللہ تمام ایمان داروں کا دوست ہے۔"

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ :اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو تکالیف کے ازالہ اور منفعت کے حصول میں اللہ کے غیر کی جانب متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ان کی توجہ صرف اللہ ہی کی جانب ہوتی ہے تو اللہ پاک ان کے معاملات کو نپٹاتے ہیں اور ان کے احوال کی اصلاح کرتے ہیں اور ان کے اسلام کے مطابق انہیں ثواب سے نوازتے ہیں بلکہ اپنی جانب سے ان پر لطف و کرم کی بارش کرتے ہیں۔

پس ہم بھی اللہ تعالیٰ سے نہایت تضرع کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان میں شامل فرمائے اور ہمیں تقلید کی مضرتوں سے محفوظ فرمائے اور اللہ پاک ہمیں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل نہ فرمائے جو اسلام کی روح سے غافل ہیں انہوں نے اللہ پاک کی جانب رسائی حاصل کرنے کے لئے درمیانی وسائل اختیار کر رکھے ہیں اللہ پاک ہمیں ان سے محفوظ فرمائے۔ آمین (ابن کثیر ۱/ ۵۵۷)

فائدہ :کسی انسان کی حالت اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک اللہ کی عبادت نہ کرے اور اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ بنائے نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ تاریخ کو بھی اسلام میں اہمیت حاصل ہے اور اس کو بطور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے جبکہ اہل کتاب نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ یہودی تھے یا عیسائی تھے۔ حالانکہ یہودیت وعیسائیت کا تعلق تورات اور انجیل کے ساتھ ہے اور یہ دونوں کتابیں ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہیں تو پھر کیسے ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا عیسائی کہا جا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہودیت اور عیسائیت دونوں اللہ کا دین نہیں ہیں بلکہ وہ دونوں بدعت ہیں۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۷۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾

ترجمہ: اہل کتاب سے ایک جماعت کی آرزو ہے کہ وہ تمہیں گمراہ کریں اور وہ اپنے آپ کے علاوہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے اور انہیں علم نہیں ہے۔ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔ اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور تم حق کو کیوں چھپا رہے ہو جب کہ تم جانتے ہو۔

لغوی تحقیق: ”طَائِفَةٌ“ مادہ (ط – و – ف) معنی گھومنا ہے۔ یہاں اس سے مقصود علماء اور لیڈر ہیں جو عوام کیساتھ برابر رابطہ رکھتے ہیں وہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے بار بار چکر لگاتے رہتے ہیں۔ ”لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ“ ان کی آرزو ہے کہ وہ تمہیں راہ صواب سے دور کر کے گمراہی کے عمیق گڑھے میں پھینک دیں تاکہ جس طرح وہ تباہی و بربادی کی نذر ہو رہے ہیں تمہیں بھی اپنے ساتھ گمراہی کے گڑھے میں لے جائیں۔

”وَمَا يَشْعُرُوْنَ“ تعجب ہے معاشرہ کے علماء اور لیڈر بالکل بے خبر ہیں کہ اگر وہ ایمان داروں کو گمراہ کر رہے ہیں تو دراصل وہ خود کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں گرا رہے ہیں۔ چونکہ ان کی مشغولیت شر و فساد میں انہماک کی حد تک ہے اس لئے انہیں دوگنا عذاب ہوگا۔

اللہ پاک کے ہاں نہایت مبغوض لوگ علماء سوء ہیں

اللہ پاک کے ہاں نہایت مبغوض اور بدترین وہ علماء سوء اور لیڈر ہیں جو باطل کو حق و صداقت کا لباس پہنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایک شاعر نے اس حقیقت کو نہایت جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے:

وَمَا اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَّ رُهْبَانُهَا

”دین اسلام کو بگاڑنے والے لیڈر قسم کے لوگ، علماء سوء اور بدباطن صوفیا ہی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو خبردار کر رہے ہیں کہ اہل کتاب میں ایک گروہ اس قدر خبث باطن میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سربرآوردہ ہے جب کہ ان کی انتہائی آرزو ہے کہ تمہیں ضلالت کے عمیق گڑھے کے سپرد کردیں تاکہ تم تباہ وبرباد ہو جاؤ۔ یہ گروہ علماء اور لیڈروں کے نام سے پہچانا جاتا ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف علماء اور لیڈر ان دسیسہ کاریوں میں مصروف ہیں بلکہ یہودیوں، عیسائیوں کی اکثریت حق وصداقت اپنانے والوں کے ساتھ حسد اور دشمنی کرتے ہوئے مسلمانوں کو جادۂ مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لئے مسلسل کوشاں ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود کو تباہی کے گڑھے میں گرارہے ہیں اور وہ اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ دوسری آیت میں اللہ پاک نے اہل کتاب کو ڈانٹ پلاتے ہوئے اور ان کے خبث باطن کو معیوب قرار دیتے ہوئے خبردار کیا کہ تم ان آیات کا انکار کرتے ہو جن میں آخرالزماں پیغمبر کے اوصاف کا ذکر ہے، تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کے اوصاف کو چھپارہے ہو جب کہ تم خوب جانتے ہو کہ ان اوصاف سے موصوف شخص محمد ﷺ ہی ہیں لیکن برا ہو حسد کا اور بغض کا یقیناً اس گناہ کے وبال سے تم محفوظ نہ رہ سکو گے۔ مزید برآں تم حق وباطل میں آمیزش کر رہے ہو۔ حق وصداقت پر پردہ ڈال رہے ہو تاکہ اسے پہچانا نہ جائے اس سے بڑھ کر اور جرم کیا ہو سکتا ہے، حق وصداقت کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنا زبردست کبیرہ گناہ ہے جب کہ تمہارے دل اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۷۳، ۲۷۴)

وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوا بِالَّذِىٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ لا اَنْ يُّؤْتٰىٓ اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْيُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع حصہ میں اس چیز پر ایمان لاؤ جس کو ایمان داروں پر اتارا گیا اور دن کے آخری حصہ میں اس کے ساتھ کفر کرو تو شائد وہ پھر جائیں۔ اور تم نے صرف اس انسان کی اطاعت کرنی ہے جو تمہارے دین کا پیروکار ہے کہہ دیں (اے محمد) بے شک ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے (انہوں نے کہا تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم ہی نہ کرو) کہ کیسی شخص کو عطا جا کیا سکتا ہے جیسا کہ تمہیں عطا کیا گیا ہے یا ایک گروہ تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں الزام لگاتا ہے آپ کہیں نعمت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ فراخی والا، جاننے والا ہے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یہودیت کی خوفناک سازش کا بیان

تشریح: اس مقام پر یہودیت کی ایک عظیم سازش سے باخبر کیا جا رہا ہے جب انہوں نے تعصب کو اپنا بنیادی مسئلہ بنایا کہ چونکہ یہ پیغمبر بنی اسرائیل سے نہیں ہے بلکہ بنی اسماعیل سے ہے۔ تعجب ہے کہ قبل ازیں عرصہ دراز سے انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل سے آرہے ہیں تو اس پیغمبر کے مقابلہ میں انہوں نے ایک سازش تیار کی کہ ہم میں سے کچھ لوگ دن کے آغاز میں اسلام میں داخل ہو جائیں اور دن کے آخری حصہ میں یہ کہہ کر کہ ہم تو اس دین سے مطمئن نہیں ہیں ہمیں اللہ نے علم و حکمت سے نوازا ہے سینکڑوں پیغمبر بنی اسرائیل سے آئے ان کے ارشادات کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ پیغمبر راہ صواب پر نہیں ہے اسی لئے ہم اس کے دین کو خیرباد کہہ رہے ہیں اس کے نتیجہ میں جو لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہوں گے وہ برگشتہ ہو کر اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ یہودیت اختیار کرلیں گے ان کی اس سازش پر اللہ پاک نے ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا اے یہودیو! تم حق و باطل کو آپس میں گڈمڈ کر رہے ہو بلکہ کتمان حق کر رہے ہو، حالانکہ تم اس پیغمبر کی صداقت کو خوب جانتے ہو دوسرے مقام پر وضاحت ہے:

﴿ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ (البقرہ: ۱۴۶)

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس کی (یوں) معرفت رکھتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کی معرفت رکھتے ہیں اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ حق کو جانتے ہیں۔"

دراصل یہودیوں کی اس قسم کی سازش کو ایک طبعی قاعدہ کے سبب ختم کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حق و صداقت ایسی عظمت ہے کہ جو شخص بھی اس سے آشنا ہوتا ہے وہ ہرگز اس سے کنارہ کش نہیں ہوتا۔ چنانچہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اس حقیقت کو اچھی طرح معلوم کر لیا تھا جب اس نے ابوسفیان سے استفسار کیا کہ اس پیغمبر کی کیفیت بتائیں کہ جب کوئی شخص اس کی دعوت پر اسلام قبول کر لیتا ہے پھر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے یا نہیں، ابو سفیان نے نفی میں جواب دیا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہرگز ایک شخص نے بھی اسلام سے روگردانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کی ہے جب کہ یہودیوں کے اس گروہ نے اس انداز کے ساتھ لوگوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے سازش تیار کی کہ چونکہ انہیں اسلام کے باطل ہونے کا علم ہو گیا ہے اس لئے وہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اسلام سے برگشتہ ہو گئے انہیں اسلام کے پوشیدہ عیوب سے علم ہوا ظاہر ہے کہ کوئی شخص حق وصداقت معلوم کرنے کے بعد ہرگز اس سے برگشتہ نہیں ہوتا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک سوال ذہن میں گردش کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ بخوشی اسلام لانے کے بعد مرتد بھی ہوئے تو اس کا جواب واضح ہے اس کی بنیاد ایک دوسرے کلیہ پر ہے کہ کچھ لوگ ایک بات کو رغبت کے ساتھ کسی منفعت کے لئے قبول کرتے ہیں اس لئے قبول نہیں کرتے کہ وہ صحیح ہے۔ جب مستقبل قریب میں ان کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے اس میں فائدہ نہیں ہوتا تو وہ فوراً اسے چھوڑ دیتے ہیں لیکن صحیح ہونے کی صورت میں اسے قبول کرتے ہیں اگرچہ منفعت نہ بھی ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ نے غالباً مرتدین کے قتل کا اس لئے فیصلہ فرمایا تاکہ ان لوگوں کو خوفزدہ کیا جائے جو کسی سازش کے پیش نظر اسلام کے دامن میں آتے ہیں پھر وہ اسلام کو خیرباد کہہ دیتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں نے سازش کے تحت اسلام قبول کیا۔

اگرچہ اس انداز کا مکروفریب ان صحابہ کرام پر ہرگز اثرانداز نہیں ہوتا جو قوی ایمان والے ہیں جنہوں نے حق کو معرفت کے بعد قبول کیا اور ان کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ کا ہے۔ البتہ کمزور ایمان والے لوگ جو اس لئے اسلام کے دامن میں آئے کہ انہیں فی الجملہ وثنیت پر اسلام کا تفوق نظر آیا، دراصل ان سے مقصود وہ لوگ ہیں جو مؤلفۃ القلوب کے لقب سے متعارف ہیں۔ (المنار ۳ / ۳۳۴)

وَلاَ تُؤْمِنُوٓا اِلاَّ لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ : یہ قول اہل کتاب سے ان لوگوں کا ہے جو مکروفریب کی پیروی کرتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے صحیح ایمان کا تذکرہ صرف ان لوگوں کے سامنے کرو جو فی الحقیقت تمہارے دین کے پیروکار ہیں۔ دراصل یہودیوں نے اپنے بارے میں اس اعتقاد کو پختہ کر رکھا ہے کہ نبوت کے مستحق صرف وہی ہیں بلکہ وہ اس تعصب میں غلو کی حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کے علاوہ تمام لوگ ان کے سامنے حقیر ہیں جو کام ان سے سرزد ہوتا ہے وہ اچھا ہے اور جو کام ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ہو رہا ہے وہ اچھا نہیں ہے۔ بلکہ دیکھنے میں یہ بات آ رہی ہے کہ ان کے علاوہ لوگوں سے اگرچہ کوئی اچھا کام بھی سرزد ہو تب بھی اچھا نہیں ہے ﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ یہ جملہ معترضہ ہے اصل عبارت کا سیاق وسباق سمجھیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ﴾

مقصود یہ ہے کہ جو لوگ تمہارے دین کے پیروکار نہیں ہیں ان کے سامنے یہ بات نہ کہو کہ کسی شخص کو اس طرح نوازا جا سکتا ہے جس طرح تم کو نوازا گیا ہے یا وہ تمہارے خلاف تمہارے پروردگار کے ہاں کوئی دلیل پیش کریں یعنی تم عرب دنیا کے سامنے اس حقیقت کا اعتراف نہ کرو کہ تم اعتقاد رکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کے علاوہ سے بھی کوئی نبی مبعوث ہو سکتا ہے اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ عرب سے کسی پیغمبر کی بعثت از روئے عناد انکار کرتے تھے لیکن ان کا اصل عقیدہ یہ نہیں تھا وہ اپنے اصل عقیدہ کا اظہار جو ان کے دلوں میں موجود تھا صرف ان لوگوں کے پاس کرتے تھے جو ان کی قوم سے یہ ایمان رکھتے تھے۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ تم اپنے ایمان کا اظہار کہ کسی شخص کو اس نعمت سے نوازا جا سکتا ہے تو صرف وہ لوگ ہیں جو تمہارے دین پر ہیں تم اس تصدیق کو پردہ میں رکھو کہ مسلمانوں کو اللہ کی کتاب اس طرح کی دی جا سکتی ہے جس طرح کی تمہیں عطا کی گئی۔ اس حقیقت کا اظہار صرف اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے سامنے کرو مسلمانوں کے سامنے بھی اس کا اظہار نہ کرو کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو اور مشرکین کے سامنے بھی نہ کرو تا کہ وہ انہیں اسلام کی جانب دعوت نہ دیں۔

اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ : سے مقصود یہ ہے کہ تم اپنے ہم خیال لوگوں کے علاوہ کے پاس اس حقیقت کا اظہار نہ کرو کہ مسلمان قیامت کے دن حق و صداقت کے لحاظ سے تم پر غالب آجائیں گے اور اللہ کے ہاں دلیل کے لحاظ سے تم پر غلبہ حاصل کریں گے اس جملہ معترضہ سے مقصود یہ ہے کہ ہدایت تو اللہ کی جانب سے ہے اللہ پاک کی مشیت جس شخص کے شامل حال ہوگی وہ اسلام کے دامن میں پناہ حاصل کرے گا بلکہ اسلام پر اسے مزید استقامت حاصل ہوگی۔

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ : سے مقصود ہدایت اور توفیق الٰہی ہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : اللہ پاک کے وسیع فضل اور اس کے علم نے مستحقین کا احاطہ کیا ہوا ہے جب کہ یہودیوں نے اپنے خیال میں نبوت کو صرف یہودیوں کے لئے خاص کیا ہے۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : اللہ پاک جس کو چاہتا ہے نبوت، رسالت کے مقام پر متمکن فرماتا ہے یہ اللہ پاک کا خاص فضل ہے اس کا تعلق کسی عمل، نسب کے ساتھ نہیں ہے۔ واللہ اعلم (المنار ۳/ ۷ ۲۳، ۲۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ
تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا
لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ج وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب سے وہ شخص ہے اگر تُو اس کے پاس خزانہ امانت رکھے وہ تجھے واپس ادا کر دے گا اور ان میں کچھ ایسے ہیں اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھے گا تو وہ تیری جانب اسے واپس نہیں کرے گا مگر جب کہ تو اس کے سر پر کھڑا رہے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہم پر ان پڑھ لوگوں کا کوئی مؤاخذہ نہیں جب کہ وہ اللہ پر دانستہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ کیوں نہیں (مؤاخذہ ہوگا) جو شخص بھی اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست جانتا ہے۔

لغوی تحقیق: "تَاْمَنْهُ" مادہ (امن) ہے اسی سے لفظ امانت بھی استعمال ہوتا ہے یہاں مقصود امانت ہے یہ لفظ خیانت کی ضد ہے۔ مقصود بھروسہ اور اعتماد کی بنا پر کوئی چیز کسی کو دینا۔ (لسان القرآن ص ۱۱۷)

"بَلٰى" حرف جواب ہے نفی کے ساتھ خاص ہے نفی کا ابطال کرتا ہے۔ "بَلٰى" اور "نَعَم" میں فرق ہے۔ "بَلٰى" نفی کے بعد ہی آتا ہے جب کہ "نَعَم" نفی، اثبات دونوں کے بعد آتا ہے۔ (اعراب القرآن / ۲۲۳)

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ: اگر ہم مشرکین اہل عرب کا مال ہڑپ کر جائیں تو اللہ پاک ہمارا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

بَلٰى: یہودیوں کا کہنا غلط ہے کہ اگر وہ مشرکین عرب کا مال کھا جائیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں نہ ان کا مؤاخذہ ہوگا ان کا کہنا غلط ہے، یقیناً ان کا مؤاخذہ ہوگا۔

اہل کتاب کے عیوب اور ان کی بیماریوں کا بیان

اہل کتاب کے عیوب اور ان کی بیماریوں کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ان کے مذموم اوصاف کو الم نشرح کیا جا رہا ہے۔ یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں اگر آپ ان کے پاس خزانہ بطور امانت کے رکھیں تو وہ آپ کو مکمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر ادا کر دیں گے جب کہ بعض لوگ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک دینار بطور امانت رکھیں تو وہ آپ کو ایک دینار بھی واپس لوٹانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ مسلسل تقاضانہ کریں اور ان کے ساتھ چمٹ نہ جائیں بلکہ عدم ادائیگی کا سبب یہ پیش کرتے ہیں کہ عرب لوگوں کا مال اگر ہم ہڑپ کر جائیں تو ہمیں کچھ گناہ نہیں اس لئے کہ وہ مشرک ہیں اگر ہم ان کا مال واپس نہیں کرتے ہیں تو اس پر ہر گز اللہ کے ہاں بھی ہمارا مؤاخذہ نہیں ہوگا لیکن اللہ پاک ان کی کذب بیانی کو واشگاف الفاظ میں بیان کر رہے ہیں کہ یہ خائن لوگ جان بوجھ کر اللہ پر کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں ہر گز اللہ کا یہ حکم نہیں ہے وہ جھوٹ کے ساتھ خیانت کا اپنے لئے جواز پیدا کر رہے ہیں جب کہ مؤاخذہ سے وہ شخص محفوظ ہے جو اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کا ایفا کرے اللہ کے پیغمبر پر ایمان لائے اور جس کتاب کو وہ پیش کرے اس پر بھی ایمان رکھے مزید شرک اور نافرمانی سے دور رہے۔ ایسا شخص ہی اللہ کا محبوب ہے وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گا اس لئے کہ اس میں تقویٰ کا وصف ہے جب کہ اللہ پاک پرہیزگاروں کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۲۷۸)

امانت کی ادائیگی کے بارے میں ایک اہم واقعہ

امانت کی ادائیگی ایمان دار شخص کا بہترین وصف ہے امام بخاریؒ نے کتاب الکفالہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا اس نے اپنے ہم مسلک ساتھی سے ایک ہزار دینار بطور قرض لیا، قرض دینے والے نے گواہ طلب کئے اس نے جواب میں صرف یہ جملہ کہا کہ اللہ پاک ہی کافی گواہ ہیں پھر اس نے کہا کوئی ضمانتی پیش کرو اس پر بھی اس نے پہلے ہی جملہ کو دہرایا کہ اللہ ہی ذمہ دار کافی ہے۔ قرض دینے والے نے اسے قرض دے دیا ادائیگی کا وقت مقرر ہو گیا بعد ازاں وہ اپنے کسی کام میں مصروف ہو گیا اس کے اختتام پر اس نے کسی کشتی کا سُراغ لگایا تاکہ وہ وقت مقرر تک قرض کی رقم اسے پہنچائے لیکن کشتی دستیاب نہ ہو سکی پھر اس نے ایک لکڑی میں سراخ کیا اس میں ہزار دینار اور ایک رقعہ اس انسان کے نام تحریر کیا جس کو قرض کی رقم واپس کر رہا ہے۔

بعد ازاں اس نے سوراخ کو اچھی طرح بند کیا اور ساحل سمندر کا رخ کیا اور ذیل کے الفاظ کے ساتھ دعا کی اے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا اس نے مجھ سے گواہ کا مطالبہ کیا میں نے عرض کیا اللہ پاک گواہ کافی ہے پھر اس نے مجھ سے ضامن شخص کا مطالبہ کیا میں نے جواب دیا اللہ کافی ضامن ہے، اس شخص نے تیری گواہی اور ضمانت پر اطمینان کا اظہار کیا۔ چنانچہ میں نے بھرپور کوشش کی کہ مجھے کشتی میسر آجائے تاکہ اس شخص کی امانت اس کی جانب بھیج دوں لیکن افسوس وسائل مہیا نہ ہو سکے اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس امانت کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔" چنانچہ اس نے اس لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا اور خود واپس آگیا۔ اس کے بعد اس نے کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے کہ میں اس شخص کے پاس پہنچ سکوں۔ اُدھر جس شخص نے ہزار دینار قرض دیا تھا وہ سمندر کی جانب گیا تاکہ معلوم کرے کہ کوئی کشتی آئی ہے اچانک اس کی نظر ایک لکڑی پر رک گئی اس نے بطور ایندھن اس لکڑی کو اُٹھالیا، گھر لا کر اس نے اس لکڑی کو پھاڑا تو اس میں ہزار دینار اور رقعہ پایا۔ بعد ازاں وہ شخص بھی پہنچ گیا جس نے ہزار دینار قرض لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض واپس کیا اور عرض کیا اللہ کی قسم میں ہمیشہ اس کوشش میں رہا کہ مجھے کوئی کشتی دستیاب ہو جائے تاکہ تیری امانت تجھے واپس کردوں لیکن پہلے مجھے کشتی نہ مل سکی اب میں حاضر ہو گیا ہوں آپ ہزار دینار وصول کریں اس نے استفسار کیا آپ نے میری جانب کوئی چیز بھیجی ہے اس نے بتایا کہ میں بتا چکا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کشتی دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ قرض دینے والے نے کہا اللہ پاک نے تیری امانت جو تو نے لکڑی میں بھیجی ہے وہ مجھے مل گئی ہے چنانچہ وہ خوشی خوشی ہزار دینار واپس لے آیا۔

(بخاری،کتاب الکفالۃ طبع دارالسلام ص۴۴۹)

ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا : ان کو حق کے انکار پر اس بات نے برانگیختہ کیا کہ ان کا خیال تھا کہ ہمارے دین میں ہم پر کچھ حرج نہیں اگر ہم اہل عرب کا مال ہڑپ کر جائیں یعنی جو امی ہیں ان کا مال تو اللہ نے ہمارے لئے حلال قرار دیا ہے اللہ پاک فرماتے ہیں یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ پر افتراء باندھ رہے ہیں اسی ضابطہ کو انہوں نے خود وضع کیا ہے اور ضلالت کو اپنایا ہے جب کہ اللہ نے ناجائز کسی کے مال کو ہڑپ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ حرام قرار دیا ہے۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ : اے اہل کتاب! البتہ جس شخص نے وعدہ کا ایفا کیا اور تقویٰ اختیار کیا محمد ﷺ کی بعثت پر ایمان لایا اور محرمات سے دور رہا اور جس شریعت کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ مبعوث کئے گئے ہیں اس پر کاربند رہا، یاد رکھیں اللہ پاک پرہیز گاروں کا دوست ہے۔ (ابن کثیر ۱/۵۵۹، ۵۶۰، طبع دارالفکر)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اس عہد کے بدلے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ کیا اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑا سا فائدہ لیا اس جماعت کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی جانب نہیں دیکھے گا اور انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

بلاغت: "الاِشْتِرَاءُ" میں استعارہ مکنیہ ہے مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ عہد و پیمان کو تبدیل کرتے ہیں اور جھوٹی قسم اٹھاتے ہوئے دنیوی سازوسامان کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اس طرح وہ تورات میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس میں ذکر کردہ احکام کو تبدیل کرتے ہیں۔ (اعراب القرآن ۲ / ۲۲۵)

لغوی تحقیق: "خَلَاق" حصہ "خَلَقَ الْكَذِبَ" جھوٹ بنانا، "اَخْلَقَ الشَّبَابَ" جوانی رخصت ہوئی "اَلْخَلِیْقَةُ" مخلوق کائنات، "اَلْخَلِیْقُ" لائق اس مادہ کی تفصیل اور افادیت کی حامل لغوی تحقیق کے لئے "لسان القرآن" تالیف مولانا محمد حنیف ندوی کا مطالعہ کریں۔ (ص ۲۱۹، ۲۲۲)

"اَیْمَانٌ" کا واحد "یَمِیْنٌ" ہے عربی زبان میں دائیں ہاتھ کو کہتے ہیں پھر قسم کو یمین اس لئے کہا گیا اس لئے کہ قسم اٹھانے والا قسم اٹھاتے وقت اپنا دایاں ہاتھ اس شخص کے دائیں ہاتھ میں رکھتا ہے جس سے وعدہ کرتا ہے تاکہ وعدہ پختہ ہو جائے۔ (المنار ۳ / ۳۴۲)

اس سے پہلی آیت میں لفظ "بلیٰ" اس حقیقت کو آشکارا کر رہا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم پر عہد کا ایفاء ضروری نہیں اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا: "ہرگز نہیں تم پر عہد کا ایفاء ضروری ہے۔" دراصل آیت کا مفہوم ایک قاعدہ کی جانب راہ نمائی کر رہا ہے کہ عہد کو پورا کرنا عہد شکنی سے احتراز کرنا بلکہ اللہ پاک کی ہر طرح سے نافرمانی سے دور رہنا انسان کو اللہ کا مقرب بنا دیتا ہے اور اللہ کی محبت کے استحقاق کو اجاگر کرتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی قبیلہ سے کیوں نہ ہو۔ اسلام میں نسلی تفاخر اور قبائلی عصبیت کا ہرگز کچھ مقام نہیں ہے، بہرحال عہد و پیمان کا نہ خیال رکھنے والے لوگ پرہیزگاروں کی فہرست سے خارج ہیں وہ عہد و پیمان کی پاسداری کا نہ خیال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہوئے دنیوی فوائد حاصل کرنے کی فکر میں ہیں جب کہ عہد شکنی اور بے وفائی ایسا جرم ہے کہ اس جرم کی پاداش میں ان کی آخرت کی زندگی ناکام ہوگی انہیں وہاں ہرگز کچھ فائدہ نہ حاصل ہوگا بلکہ اللہ پاک ان پر ناراض ہوں گے ان سے گفتگو نہ کریں گے اور قیامت کے دن ان کی جانب نظر رحمت کیساتھ نہیں دیکھیں گے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش سے تحفظ عطا نہیں کریں گے بلکہ وہ دردناک عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

امام بخاریؒ کا اس آیت پر باب کا انعقاد

امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں اس آیت پر باب کا عنوان منعقد فرمانے کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص جھوٹی قسم اٹھاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اپنے مسلمان بھائی کے مال کو اس سے چھین کر اپنے قبضہ میں کرے تو قیامت کے دن جب وہ بارگاہ الہی میں حاضر ہوگا تو اللہ پاک اس پر ناراض ہوں گے" چنانچہ اس حدیث میں مزید اضافہ ہے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی واقعہ یہ ہے کہ میرے چچازاد بھائی کے رقبہ میں میری ملکیت میں ایک کنواں تھا اس پر ہم دونوں کا جھگڑا ہو گیا نبی ﷺ نے فرمایا آپ مدعی ہیں دلیل پیش کریں اگر آپ کے پاس دعویٰ ثابت کرنے کے لئے دلیل نہیں ہے تو مدعی علیہ قسم اٹھائے گا فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا میں نے عرض کیا وہ قسم اٹھانے سے پرہیز نہیں کرے گا میری یہ بات سن کر آپ نے فرمایا "جو شخص پختہ انداز کے ساتھ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے تاکہ اپنے مسلمان بھائی کے مال پر ناجائز قبضہ کرے قیامت کے دن جب اس کی حاضری بارگاہ الہی میں ہوگی تو اللہ پاک اس پر ناراض ہوں گے۔ (فتح الباری ۸ / ۲۱۳)

بلکہ اللہ پاک کا اس کے ساتھ بائیکاٹ ہوگا اس سے ہمکلام نہیں ہوں گے وہ اللہ کی نظر رحمت سے محروم ہوگا جب کہ عہد شکنی کرنا جھوٹی قسم اٹھانا، امانت میں خیانت کرنا منافقت کی علامات سے ہیں۔

تنبیہ: بلاشبہ زنا، شراب نوشی، جواء، سودی کاروبار، والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہیں لیکن اللہ پاک نے ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو اس قدر زور و شور سے سرزنش نہیں کی ہے جس شدت کے ساتھ عہد شکنی اور خیانت کے ارتکاب پر ڈانٹ پلائی ہے اس لئے کہ عہد شکنی اور خیانت کے مفاسد دیگر منہیات کے مفاسد سے کہیں زیادہ خوفناک ہیں۔ غور کریں وہ لوگ جو معاشرہ میں دینداری میں اونچے مقام پر فائز ہیں اور جنہیں خاص طور پر اسلام کا لیبل لگا ہوا ہے وہ عہد شکنی کے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے وعدہ کی پاسداری کا انہیں احساس تک نہیں ہے اور جن گناہوں کے وہ مرتکب نہیں ہوتے اس لئے کہ وہ ان کے عادی نہیں ہیں۔ اگرچہ انہیں کبائر گناہوں میں شمار کرتے ہیں۔ یاد رکھیں ایمان باللہ خیانت اور عہد شکنی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ غور کریں اللہ پاک نے کفر کے لیڈروں کے ساتھ جس قبیح وصف کے پیش نظر لڑائی کی اجازت دی ہے وہ ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد و پیمان کی پاسداری نہ کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾ (التوبہ : ۱۲)

"تو ان کافروں کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے عجب نہیں کہ (وہ اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔"

نیز ارشادی نبوی ہے "منافق شخص کی تین علامات ہیں" مسلم کی روایت میں اضافہ ہے اگرچہ منافق نمازیں ادا کرتا ہو روزوں کا پابند ہو اور اسلام کا مدعی ہو جب بات کرے تو کذب بیانی سے کام لے نیز وعدہ کی خلاف ورزی کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ البانی ۱ / ۲۳)

نیز ارشاد نبوی ہے "جس شخص میں امانت کا وصف نہیں ہے وہ مؤمن نہیں اور جو شخص عہد و پیمان کی پاسداری نہیں کرتا اس کا اسلام درست نہیں ہے۔" (المنار ۳ / ۳۴۳)

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ج وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ج وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ : اور بے شک اہل کتاب سے ایک گروہ ہے جو اپنی زبانوں کو مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم اسکو کتاب سے سمجھو جبکہ وہ کتاب سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جب کہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں اور جانتے بھی ہیں۔

لغوی تحقیق : "يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ" تورات کو زبان موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں۔ "لَيُّ الْحَبْلِ" رسی کو بٹنا "لَوَى رَأْسَهُ" اس نے سر پھیر لیا، محاورہ ہے "فُلَانٌ لَا يَلْوِي عَلَىٰ أَحَدٍ" وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر نہیں دیکھتا، "اَللِّوَاءُ" جھنڈا جمع "اَلْوِيَةٌ" (مفردات امام راغب ۲ / ۸۵۱)

"لَوَى الحبلَ لَيًّا ، لَوىٰ راسه ، اس نے اپنا سر پھیرا " وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا " آیت سے قاضی مراد ہے کہ اس کے سامنے مدعی اور مدعی علیہ دونوں ہوتے ہیں تو وہ خود کو ایک کی جانب جھکائے رکھے اور دوسرے سے اعراض کرے۔ " اَلْوَىٰ بِالْكَلَامِ "کلام کو اس کے اسلوب سے پھیرنا، "اَلْوَى بِهِمُ الدَّهْرُ" زمانے نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ (اعراب القرآن ۲ / ۲۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: یہودیوں میں سے بعض علماء سوء کو فریق کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو مدینۃ الرسول کے گردونواح میں سکونت پذیر تھے اگرچہ یہ آیت تمام لوگوں کو شامل ہے جو ان علماء سوء کی قماش سے تھے ان میں کعب بن اشرف یہودی عالم اس لحاظ سے اس کی شہرت زیادہ تھی کہ اس کا شمار ان بد قماش علماء سوء سے ہوتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ مزید برآں وہ تورات میں تحریف کے مرتکب ہوئے آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے جو اوصاف تورات میں موجود تھے ان کو تبدیل کر دیا بلکہ تورات کے احکام کی تلاوت کرتے ہوئے اپنی زبان پھیرتے تھے جس سے ان کا فاسد اعتقاد نمایاں ہوتا تھا انہوں نے دین کو بدلنے کی بھرپور کوشش کی ان کا دین برائے نام اہل کتاب کی جانب منسوب تھا جب کہ ان میں جنسیت کی عصبیت اس قدر مبالغہ کی حد تک کارفرما تھی کہ جو شخص ان کی جنس سے نہیں ہے اس کی شدید مخالفت کی جائے وہ لوگ اپنی وضع کردہ بدعات کو اسلام سے شمار کرتے تھے۔ مزید برآں وہ منزل من اللہ کتاب کی تحریف میں سربرآوردہ تھے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ ہمیں کتاب اللہ سے مسائل معلوم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ہمیں علماء سے مسائل دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ذہن نشین کریں کہ "لَیُّ اللِّسَانِ" سے مقصود کلام کو اس کے معنی سے پھیرنا ہے۔ احادیث نبویہ میں اس کی مثال واضح ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو السلام علیکم کی بجائے زبان کو پیچ دے کر لام کو حذف کر کے "السام علیکم" کہتے جس سے مقصود یہ تھا کہ آپ فوت ہو جائیں۔

یہودی علماء کی تحریف کرنے میں دیدہ دلیری

لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ: یہودی علماء سوء آیات کی تحریف کرتے ہوئے واضح کذب کو شامل کرتے ان کی دیدہ دلیری کی انتہا تھی کہ تحریف کرتے وقت ان کے دلوں میں ہرگز اللہ کا خوف نہ ہوتا دراصل ان کے نزدیک دین رسومِ ظاہرہ کا نام تھا نیز وہ سمجھتے تھے کہ خواہ وہ کسی قدر گناہ کی زندگی کیوں نہ بسر کریں بہر حال ان کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے وہ تو اللہ کے محبّ ہیں بلکہ اللہ کے بیٹے ہیں مزید برآں انبیاء کرام کی اولاد ہیں۔ یہی کیفیت موجودہ دور کے مسلمانوں کی ہے کہ "جو مسلمان ہے وہ یقیناً جنت میں جائے گا" خواہ اس کے اعمال، اس کی عادات خوفناک حد تک اسلام کے اصولوں کے خلاف کیوں نہ ہو اگر کسی پیغمبر کی سفارش اس کو عذاب سے نہ بچا سکی تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس پر سایہ افگن ہوگی۔ بہر حال جنسیت کے لحاظ سے مسلمان کہلانا ضروری ہے اگرچہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ میں ایمان داروں کے جو اوصاف موجود ہیں ان کا ان پر اطلاق نہ ہوتا ہو بلکہ اگرچہ ان میں کفار اور منافقین کی خصلتیں کیوں نہ ہوں پھر بھی امت محمدیہ میں شامل ہونے کے سبب وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔ (المنار ۳/ ۳۴۲، ۳۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کے علاوہ البتہ (اس شخص کی طرح ہونا چاہئے جو کہتا ہے) کہ تم (علماء) ربانی ہو جاؤ اس لئے کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم اسے پڑھتے ہو۔

لغوی تحقیق: "بَشَرٌ" انسان، اَبُوالْبَشَر آدم علیہ السلام "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ" کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں (البتہ) میری جانب وحی کی گئی ہے۔ کفار مکہ اور عام لوگوں کا نبی کے بارے میں تصور یہ تھا کہ اس کو فوق البشر ہستی ہونا چاہئے نہ یہ کہ ایسا شخص ہو جوان کی طرح کھاتا پیتا اور حوائج وضروریات کا حامل ہو چنانچہ جب انبیاء ان کے ہاں آئے تو انہیں اس پر اچنبھا ہوتا کہ ایک عام انسان اس منصب عظیم پر کیوں کر فائز ہو سکتا ہے۔﴿فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا﴾ (التغابن :٦)

"تو کہتے کہ کیا بشر ہماری راہ نمائی کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو نہ مانا" ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ فوق البشر سرے سے کوئی مخلوق ہی نہیں انسان ہی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا شاہکار ہے اور درجہ، رتبہ صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی اس لائق ہے کہ وحی تنزیل کے انعامات سے بہرہ ور ہو انسان یا بشر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا تعلق ایک ایسی نوع سے ہے جسے فکر و عمل کی بے پناہ خوبیوں سے نوازا گیا ہے جیسے تسخیر کائنات کا فریضہ کو انجام دینا ہے اور جسے دنیا میں ایسا نظام حیات قائم کرنا ہے جو اسلام کے اصول عدل کی پنہائیوں کا غماز ہو یعنی اسے ابھی اور سنورنا اور نکھرنا ہے اور تکمیل وارتقاء کے ایسے بے شمار مرحلوں کو طے کرنا ہے جن کا فی الحال اندازہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا سفر ہنوز ختم نہیں ہو پایا اس میں مضرات خرد و عقل کو تہذیب و تمدن کی سطح پر ابھی کچھ اور نقش و نگار اجاگر کرنا ہے اس بناء پر اگر قرآن حکیم انبیاء کو بشر قرار دیتا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشری روپ میں ان کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی کی نظر میں صرف یہی وہ مخلوق ہو سکتی تھی جو نبوت ورسالت کے اسرار کو سمجھ سکے اللہ کے پیغامِ ابدی کو انسانوں تک بکمال وخوبی پہنچا سکے اور بشریت کو اس کے فرازِ اعلیٰ تک اچھال سکے۔(لسان القرآن ۱/ ۱۸۵)

"اَلرَّبّٰانِیُّوْنَ" کا واحد "الربانی" ہے "الرب" کی جانب نسبت ہے الف نون کا اضافہ کیا گیا ہے یہ قاعدہ نسبت میں قیاسی ہے۔ مقصود مبالغہ ہے یعنی مبالغہ کی حد تک پروردگار کی ربوبیت کو تسلیم کرنے والے جیسے روحانی، فوقانی، تحتانی مستعمل ہے۔(اعراب القرآن ۲ / ۲۳۰)

"الکتاب" اللہ پاک کی وحی جو تحریر کی صورت میں ہو، "الحکم" سے مقصود حکمت ہے شریعت کے اسرار کو سمجھنا، نبوت کا ایسا اونچا مقام ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں سے جس کو چاہتا ہے اس شرف سے مشرف فرماتا ہے اسے غیب کی خبریں بتاتا ہے اور اس پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔

"ارباب" کا واحد "رب" ہے مقصود آقا ، معبود ہے۔

اہل کتاب کے مرتد ہونے کا بیان

اَيَامُرُكُمْ بِالْكُفْرِ :استفہام انکاری ہے اور کفر سے مقصود مرتد ہونا ہے۔ذکر شدہ متعدد آیات میں اہل کتاب کے ارتداد کا تذکرہ ہو رہا ہے جب کہ جس آیت کی تفسیر پیش کی جارہی ہے اس میں بالخصوص نجران کے عیسائیوں کے ایک وفد کارد مقصود ہے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے مقام پر بٹھادیا اللہ پاک فرماتے ہیں "کسی بھی انسان کے لئے ہرگز اس بات کا جواز نہیں کہ اللہ اس کو کتاب سے نوازے اور اس میں احکام کو بیان کرے اور اسرار شریعت کے فہم سے آگاہ کرے بلکہ اس انسان کو مقام نبوت سے سرفراز فرمائے اس کی جانب احکام کی وحی فرمائے اور اس کا شمار انبیاء علیہم السلام کی جماعت سے کرے اتنے اونچے مقام پر فائز ہونے کے بعد تعجب ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دے کہ تم اللہ کے بندے نہ ہو بلکہ میری عبادت کرو میرے بندے بنو۔ذہن نشین فرمائیں کہ یہ صورت حال جس میں کھلا شرک ہے نہ پہلے ہوا ہے نہ مستقبل میں ہوگا بلکہ اس کے وقوع کا تصور بھی ممکن نہیں ہے تو اے لوگو! جو عیسائیت کے مدعی ہو تم مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہو سمجھ لیجئے جس شخص کو اللہ پاک نے اتنے اونچے مقام پر بٹھایا ہے وہ ہرگز کبھی بھی لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دے گا جب کہ وہ انہیں پروردگار عالم کی عبادت اور پرستش کا حکم دے گا۔مزید تم لوگوں کی اصلاح کرو اور انہیں ان کے پروردگار کی رضاجوئی کے اسباب کی جانب راہ نمائی کرو تاکہ وہ اطاعت الہیہ کے ساتھ سعادتوں سے ہم کنار ہوں اتنے بلند منصب کے حصول کے لئے منزل من اللہ کتاب کی تعلیم، تدریس اس سے استفادہ اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے ذکر کردہ آیت کا اسلوب اثباتی ہے اس سے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی آیت کا اسلوب منفی ہے اس میں اللہ پاک خبر دار فرمارہے ہیں کہ آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ لوگوں کو پروردگار عالم کے سوا کسی بھی دوسری شخصیت کی عبادت کا حکم نہیں دیتا ہے نہ کسی فرشتے کی نہ کسی پیغمبر کی سبھی کی نفی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام کی دعوت پیش کرنے کے بعد اللہ کا پیغمبر تمہیں اللہ کے سوا کی عبادت کا حکم صادر کرے یہ تو صریح کفر ہے اس کا صادر ہونا تو اس سے محال ہے۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۸۰،۲۸۱)

ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں :

﴿ومَا اَرْسَلْنَا مِن قَبلِكَ مِن رَّسُولٍ اِلاَّ نُوحِي اِلَيهِ اَنَّهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنَا فَاعبُدُونِ﴾(الانبیاء : ۲۵)

"اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔"

نیز فرمایا :

﴿ وَمِن يَقُل مِنهُم اِنِّي اِلٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجزِيهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجزِي الظَّالِمِينَ﴾(الانبیاء : ۲۹)

"اور جو شخص ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے علاوہ معبود ہوں پس ایسے شخص کو ہم دوزخ کی سزا دیں گے اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیں گے۔"

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ : اور جب اللہ نے پیغمبروں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور علم عطا کروں گا پھر تمہارے پاس ایک پیغمبر آئے گا وہ اس چیز کی تصدیق کرے گا جو تمہارے پاس ہے تو تم نے اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور تم نے اس کی مدد کرنا ہوگی اللہ نے دریافت کیا، کیا تم نے اقرار کیا اور تم نے اس پر مجھ سے عہد کیا انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا پس تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ پس جو شخص اس کے بعد پھر گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ لوگ بدکار ہیں۔

میثاق سے مقصود ان واضح دلائل کو شمار کرنا ہے جو اہل کتاب کے نزدیک بالعموم متعارف تھے جو بالخصوص محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں تھے ان کے عذر کو ختم کیا جائے بالخصوص انہیں جو دشمنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی اسے کھول کر بیان کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے تمام انبیاء سے پختہ عہد لیا جن کو اللہ نے کتاب اور فہم سے نوازا کہ جب ان کے پاس ایسا رسول آئے گا جو ان کے مسلک کی تصدیق کرے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے لیکن ان میں سے جو شخص اس پر ایمان نہیں لائے گا اس کا شمار فاسقین سے ہوگا در اصل اس مقام پر اس سورت کے اصل موضوع کو پیش نظر رکھا گیا ہے جس کا اس سورت کے آغاز میں ذکر ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ دین اللہ کے نزدیک ایک ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کا دین اسلام تھا البتہ بعض پیغمبروں کو اللہ پاک نے بعض خصوصیات کے ساتھ متمیز فرمایا ہے چنانچہ جہاں آپ کی نبوت کے اثبات کو واضح کیا گیا ہے وہاں اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے آخر الزماں پیغمبر کا انکار کیا ان کے شبہات کو بھی ختم کیا گیا اس لئے اس آیت میں ان کے خیالات کا رد کرتے ہوئے ان دلائل کو پیش کیا جا رہا ہے جن سے اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کو موصوف فرمایا تھا اللہ پاک نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں سے یہ عہد لیا کہ مستقبل میں تم نے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنا ہوگی انہیں جس کتاب اور حکمت سے نوازا گیا ہوگا اگرچہ ان میں تمہیں دشواری کیوں نہ نظر آئے جب کہ ضروری ہے کہ تمام رسولوں کی تصدیق کرنا ہوگی اور ان کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔

میثاق کے مفہوم کی وضاحت

مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ: اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ پیغمبروں سے عہد لیا گویا کہ مواخذہ پیغمبروں کا ہوگا ظاہر ہے جب پیغمبروں سے مؤاخذہ ہوگا تو ان کی اطاعت کرنے والوں سے بالاولیٰ مؤاخذہ ہوگا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ میثاق کی اضافت انبیاء کی جانب ہے کہ انبیاء سے ان کی امتوں کے بارے میں عہد لیا۔ جیسا کہ ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ خطاب نبی ﷺ کو ہے۔ مقصود امتِ محمد یہ ہے جب کہ دونوں صورتوں میں مقصود ایک ہے کہ جن امتوں کی جانب کتاب کو بھیجا گیا جب ان کے پاس رسول آیا جس نے ان کی کتاب کی تصدیق کی کہ وہ اس رسول پر ایمان لائیں، اس کی مدد کریں ان پر اس کا وجوب اللہ پاک کے اس عہد کے سبب ہے جو انبیاء سے اللہ نے لیا تھا ان سے انبیاء کی زبان پر لیا جب کہ " لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ " میں لام عہد و پیمان حاصل کرنے کی تمہید ہے۔ علامہ زِمخشری کا قول ہے " عہد لینے سے مقصود خلیفہ بنانا ہے " یعنی جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوازا ہے بعض ازاں تمہاری پاس ایک ایسا پیغمبر آیا جس نے تمہاری معلومات کی تصدیق کی تو تم نے اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنا ہو گی۔ خیال رہے " ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ " سے مقصود مطلق طور پر کوئی رسول ہے جب کہ بعد میں اس سے مراد محمد ﷺ لئے ہیں اس کی وضاحت ملاحظہ کریں :

یعنی وعدہ اس بنیاد پر لیا گیا کہ اگر بالفرض تمہاری پاس رسول آیا تو تم نے اس پر ایمان لانا ہو گا اور اس کی مدد کرنا ہو گی اس وضاحت سے آپ ﷺ کا مقام اور بلند ہو جاتا ہے کہ اگر ان پیغمبروں کے زمانہ میں وہ پیغمبر مبعوث ہو جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے اس لئے کہ آپ کا لقب خاتم النبیین ہے کہ آپ کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت باقی نہ ہو گی۔ ارشاد نبوی ہے : "اللہ کی قسم اگر موسیٰ علیہ السلام تم میں زندہ ہوں تو اس کے لئے بھی میری اطاعت کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہ ہو گا۔" (مشکوۃ، ۱/ ۸ اعلامہ البانی)

یا اگر ایک دور میں دو پیغمبر آئیں گے تو دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے جب کہ دوسرے کی شریعت کی اتباع ضروری نہیں جیسا کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تھے تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی دعوت کی تائید کی۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ : میثاق کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا دین وحدت کا حامل ہے اور اس کے داعی بھی آپس میں متفق اور متحد ہیں لیکن جو شخص اس پختہ عہد کے بعد وحدت کو خیر باد کہتا ہے اور دین میں افتراق کی خلیج نکالتا ہے اور آخری پیغمبر پر ایمان نہیں رکھتا جس نے اپنے سے پہلے تمام انبیاء کی تصدیق کی ہے اور اس کی مدد نہیں کی ہے جیسا کہ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی نبوت انکار کرتے رہے۔ مزید براں آپ کو ذہنی و جسمانی اذیتوں سے دوچار کرتے رہے یہ لوگ فساق کے زمرہ سے ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑ ڈالا ان کا سچے دین کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رہا معلوم ہوا وعدہ تمام امتوں سے لیا گیا تھا۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ : کیا کافر لوگ اللہ کے دین کے علاوہ دین طلب کر رہے ہیں جب کہ اللہ کے لئے جو آسمانوں، زمین میں ہیں خوشی ناخوشی اس کے لئے مطیع ہیں اور اسی کی جانب لوٹائے جائیں گے۔

تشریح : اس حقیقت کو اجاگر کرنا مقصود ہے کہ دین اسلام میں وحدت ہے تمام پیغمبروں کا اس پر اتفاق ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن جو لوگ آپ ﷺ کے عہد میں آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں انہیں استفہام انکاری کی صورت میں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ وہ انکار کی صورت میں ایمان لانے سے روگردانی کر رہے ہیں اور اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین میں جس قدر عقل والے موجود ہیں وہ سب احکام الٰہیہ کو خوشی یا ناراضگی قبول کر رہے ہیں یعنی اللہ پاک کا تمام کائنات میں تصرف ہے اور تمام مخلوق اللہ کے تصرف کے مطابق اللہ کی اطاعت کر رہی ہے۔ امام رازی نے وضاحت کی ہے کہ جو مخلوق عقل و تمیز کے ساتھ موصوف ہے جب تقدیر ان کو مسرت سے ہم کنار کرتی ہے تو وہ خوشی تقدیر کو تسلیم کرتے ہیں اور جب تقدیر ان کو پسند نہیں تو اس کو بصورت مجبوری قبول کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾

(بنی اسرائیل: ۴۴)

"اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بے شک وہ بردبار (اور) غفار ہے۔"

بدرجہ مجبوری کی اطاعت سے مقصود وہ اطاعت ہے جو مصائب کے حملوں کے وقت انسان اللہ پاک سے خلوص کے ساتھ دعا کرتا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ کریں:

﴿ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ (لقمان: ۳۲)

"اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔"

کچھ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ناخوشی کے اسلام سے مقصود وہ اسلام ہے جو بعض حوادثات کے وقوع کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے بعض کا قول ہے جو تلوار کے خوف یا موت کے ورود کے وقت ہوتا ہے جب کہ کافر شخص کے سامنے آخرت کے عذاب کا نقشہ جلوہ گر ہوتا ہے لیکن اس وقت کا اسلام اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔

مختصر وضاحت یہ ہے کہ دین اسلام سچا دین ہے۔ خود کو اللہ کا مطیع بنانا اور اطاعت میں اخلاص ہو تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی دین تھا، اللہ اک نے انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے ساتھ ان کی امتوں سے بھی عہد لیا لیکن انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا تمام پیغمبروں سے آخر میں اللہ پاک کی جانب سے خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے انہوں نے اس میثاق کی جانب دعوت دی لیکن جن لوگوں نے تکذیب کی انہوں نے اسلام کے علاوہ کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا دین اختیار کیا۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران : ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔''

وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ : اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ (المنار ۳ / ۳۵۵)

جو لوگ بخوشی اسلام کی آغوش میں نہیں آتے ان کا ذکر صحیح حدیث میں ہے اللہ پاک ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو جنت کا رخ پابند سلاسل ہونے کی حالت میں کرتے ہیں یعنی قیدی بن کر آتے ہیں ان کا اسلام بخوشی نہیں ہے۔ (ابن کثیر ۱ / ۵۶۶، بحوالہ بخاری)

قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ : کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جس کو ہماری جانب اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی جانب سے دیا گیا ہے ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے ہیں اور ہم اللہ کے لئے اطاعت گزار ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتا ہے پس اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔

''اَلْاَسْبَاطُ'' واحد ''سِبط'' پوتا ''اَلْاَسْبَاطُ'' سے مقصود یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے پوتے ہیں ذہن نشین فرمائیں اہل عرب میں قبائل کا اطلاق جن پر ہوتا ہے یہود میں اسباط کا اطلاق ان پر ہوتا ہے۔ (ایسر التفاسیر ۱ / ۲۸۴)

تشریح : جب اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے آخر میں اس حکم کا ذکر ہے کہ اگر وہ اسلام کی دعوت قبول نہ کریں تو تم انہیں کہو کہ تم نے ہمارے اسلام لانے کی گواہی دینا ہے جب کہ اس مقام پر ان کا اسلام سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعراض کرنا ہمیں اسلام کے اقرار کا حکم ہے۔ چنانچہ اللہ پاک اپنے پیغمبر ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دے رہے ہیں آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ میں اور میرے رفقاء اللہ کے وجود اس کی وحدانیت اس کے کمال پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اس کتاب پر ایمان ہے جو ہماری رہنمائی کے لئے نازل ہوئی اس کی تفصیل پر بھی ہمارا ایمان ہے دراصل یہ آیت مضمون کے لحاظ سے سورۂ بقرہ کی اس آیت کے مثل ہے جس کا آغاز "قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا" سے ہے جب کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں انزال کو لفظ "اِلَیٰ" کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے جو غایت اور انتہا کی خبر دے رہا ہے۔ جب کہ اس آیت میں لفظ "عَلٰی" کے ساتھ متعدی ہے جس سے مقصود بلندی ہے لیکن دونوں مفہوم صحیح ہیں جیسا کہ کشاف میں بھی اس کی وضاحت ہے دونوں آیتوں میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس میں اختلاف ہے اس لئے کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں مخاطب نبی ﷺ ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ کے خطاب میں "اِلٰی" کے ساتھ متعدی ہے اور آپ کے سوا کے خطاب میں "عَلٰی" کے ساتھ متعدی ہے اور ایمان باللہ کو انزال وحی کے ساتھ ایمان لانے سے مقدم کیا گیا ہے جب کہ اصل مقصود بالذات اللہ کی ذات ہے اور یہ اصل مقصود نہیں بلکہ فرع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی جانب وحی فرماتے ہیں۔

وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ : مقصود یہ ہے کہ ہم اجمالی طور پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ پاک نے ان پر ان کی قوم کی ہدایت کے لئے وحی کو نازل فرمایا جب کہ وہ وحی اس وحی کے بالکل موافق ہے جس کا نزول ہم پر ہوا۔ اصل اور حدیث میں یکسانیت ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہمارا تزکیہ ہو جائے ارشاد الٰہی ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى "بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔"

البتہ جن باتوں کی ان کی جانب وحی کی گئی تاریخی طور پر لوگوں کے سامنے اس کا مواد جو موجود ہے وہ قابل اعتماد نہیں ہے مزید موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل سے نوازا گیا مزید دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے پروردگار کی جانب سے جو علم و حکمت عطا کیا گیا ان کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں ان انبیاء سے مقصود داؤد، سلیمان، ایوب علیہم السلام ہیں۔ خیال رہے کچھ پیغمبر ایسے بھی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں اگر ہمیں علم ہو جائے کہ کوئی پیغمبر ہندوستان یا چین میں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے مبعوث ہوا تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

خیال کریں کہ ہم اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہماری ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے اس جملہ کو مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ جو ہم پر نازل کی گئی ہے وہ ہمارے لئے بنیادی قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس کی وساطت سے ہم اس کتاب کی معرفت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو پہلے پیغمبروں پر نازل کی گئیں اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ کوئی صورت نہیں ہے جب کہ متقدم کتاب کی سند موجود نہیں اور اس کا کچھ حصہ موجود بھی نہیں ہے۔ اس لحاظ سے ہماری جانب نازل کردہ کتاب کا ذکر فرمایا ہے اس پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ پیغمبروں نے جن اصولوں کو بیان کیا ہے وہ سبھی پیغمبروں کے ایک ہیں ان سے مقصود اللہ کی ذات پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانا اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرنا ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ : ہم ان میں تفریق پیدا کرنے کے قائل نہیں ہیں جب کہ اہل کتاب تفریق پیدا کرتے ہیں بعض احکام پر ایمان رکھتے ہیں جب کہ بعض کا انکار کرتے ہیں ہم تمام پیغمبروں کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اصول اور مقاصد کے لحاظ سے ان میں اختلاف نہیں ہے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ : ہم بطیب نفس اطاعت گزار ہیں۔ ذہن نشین فرمائیں کہ آیت کے آغاز میں ایمان کا ذکر ہے جب کہ آخر میں اسلام کا ذکر ہے اسلام کامل ہونے کی شکل میں وہ ایمان کا نتیجہ ہے پس وہ اسلام ہے جس پر تمام انبیاء رواں دواں رہے اسی سبب سے اس کے بعد فرمایا کہ "جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا اس سے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا ظاہر ہے کہ اگر دین اسلام نہیں ہے جس کو ابھی ابھی بیان کیا گیا ہے تو پھر اسلام رسوم وعادات کا نام ہے۔ گویا کہ جنس اسلام ہے اس عصبیت کی اوٹ میں لوگ خود کو برائے نام مسلمان کہلوا کر دنیوی فوائد حاصل کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں دلوں میں فساد کا غلبہ ہو جاتا ہے اور روحانیت اسلام کی روشنی سے خالی ہو جاتی ہے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بجائے اخوت اسلامیہ کے دشمنی کرنے میں بے باک ہوتے ہیں۔ نتیجۃً اخروی خسارہ ان کا مقدر ہوتا ہے۔ (المنار ۳/ ۳۵۷، ۳۵۸)

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت عطا کرے گا جو ایمان کے بعد کافر ہو گئے اور اس کے بعد کہ انہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر سچا ہے اور ان کے ہاں دلائل بھی پہنچ گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ا ن سے عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اچھے کام کیئے تو بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

شان نزول : نسائی شریف نیز دیگر کتب حدیث میں ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ انصار سے ایک شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا بعد ازاں پشیمان ہوا اس نے اپنے قبیلہ کی جانب پیغام بھیجا کہ میں اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑنے سے سخت پریشان ہوں آپ بتائیں اب میری توبہ قبول ہوسکتی ہے ؟ تو اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں شدید غم و غصہ کا اظہار موجود ہے۔ (نسائی ۲ / ۱۶۲ مع تعلیقات سلفیہ)

استفہام انکاری کی صورت ہے کہ اللہ پاک ان لوگوں کو صحیح اسلام کی سمت توفیق عطا نہیں کرتے ہیں جو ایمان کی نعمت کے حصول کے بعد ایمان کو خیرباد کہہ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ اسلوب میں زبردست مبالغہ موجود ہے اللہ پاک کو کسی کا مرتد ہونا ہرگز پسند نہیں ایسا شخص تو اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا لعنت نے اس شخص کو اسلامی معاشرہ سے بالکل الگ کر دیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے پر اس کی قوم نے اس شخص کی جانب پیغام بھیجا کہ اگر وہ اسلام قبول کرتا ہے تو اس کا اسلام صحیح ہے چنانچہ اس کے بعد اس کا اسلام بالکل صحیح رہا البتہ آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے راہ ہدایت پر آنے کو بعید قرار دیا ہے۔ بظاہر ناامیدی کا اظہار ہے دراصل ایسی صورت میں دوبارہ توفیق کا حاصل ہونا اللہ پاک کے خاص فضل و کرم کا نتیجہ ہوتا ہے وگرنہ اگر ہدایت سے مقصود صراط مستقیم سے روشناس کرانا ہے تو اسکی ہرگز نفی نہیں ہے۔

أُولَئِكَ جَزَآؤُهُمْ : اللہ پاک کی لعنت سے مقصود اللہ کی ناراضگی ہے اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت کے بارے میں ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کے ہوں وہ کیسے اس پر لعنت بھیجیں اس کی وضاحت یوں ہے کہ جب وہ حقیقت کو سمجھ پائیں گے تو لعنت بھیجیں گے یا پھر آخرت میں ان پر لعنت بھیجیں گے ارشاد ربانی ہے :

﴿ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَاناً مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ (العنکبوت : ۲۵)

"اور ابراہیم نے کہا یقیناً تم نے اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنایا ہے اس محبت کی وجہ سے جو دنیوی زندگی میں تمہارے درمیان ہے پھر قیامت کے دن تم میں سے کچھ لوگ باتوں کا انکار کریں گے اور تم ایک دوسرے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت بھیجو گے۔"

مزید بر آں اللہ کی ناراضگی میں ہمیشہ رہیں گے ہر گز عذاب میں تخفیف نہ ہو گی اور نہ انہیں مہلت ملے گی البتہ جو لوگ ندامت کے بعد تائب ہو گئے اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لی ہے تو امید ہے کہ اللہ پاک انکے اس گناہ کو معاف کر دیں گے اور اللہ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہو گی۔ (المنار ۳ / ۲۶۵)

کفار کی تین اقسام

آیات مبارکہ میں کفار کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے۔

پہلی قسم: وہ کفار جنہوں نے صدق دل سے توبہ کی ان کی توبہ نے انہیں فائدہ عطا کیا آیت مبارکہ ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ میں ان کا ذکر ہے۔

دوسری قسم: وہ کفار جن کی توبہ صحیح نہیں ان کی توبہ نے انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا آیت مبارکہ ﴿کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ﴾ میں ان کا ذکر ہے۔

تیسری قسم: وہ لوگ جنہوں نے توبہ نہ کی اور ان کی وفات کفر پر ہوئی آیت مبارکہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ﴾ میں ان کا ذکر ہے۔ مشرک کی عدم مغفرت پر بخاری و مسلم میں مروی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں: "قیامت کے دن ایک دوزخی شخص سے کہا جائیگا کہ اگر تمام زمین کے بھرنے کے برابر تو فدیہ دے تو کیا تجھے دوزخ کے عذاب سے نجات کیلئے یہ شرط منظور ہے وہ اثبات میں جواب دیگا اس پر اللہ پاک فرمائیں گے میں نے تجھ سے اس سے کہیں آسان مطالبہ کیا تھا جب تو اپنے والد کی پشت میں تھا کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا ہے لیکن تو نے انکار کیا اور شریک بنایا۔ (صفوۃ التفاسیر ص ۲۱۷، بخاری کتاب الرقاق ص ۹۷۱۳)

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِافْتَدٰی بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا پھر وہ کفر میں زیادہ ہو گئے تو ہر گز ان کی توبہ قبول نہ ہو گی اور یہی وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کفر پر فوت ہوئے ان میں سے کسی سے بالکل قبول نہیں کیا جائے زمین کے برابر سونا کہ اس کے بدلہ میں دیا جائے یہ لوگ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

تشریح : "اَلْکُفْرُ" سے مقصود اللہ پاک کی ذات کا انکار اور اللہ کے پیغمبر کی تکذیب یعنی اس کی پیش کردہ شریعت کی تکذیب۔ "بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ" سے مقصود ان کا اسلام سے مرتد ہونا اور کفر اختیار کرنا۔

اللہ پاک ان لوگوں کو زبردست دھمکی دے رہے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرتے ہیں بعد ازاں کفر میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور موت آنے تک اسی حالت پر باقی رہتے ہیں تو موت کے وقت بھی ان کی توبہ قبول نہ ہوگی ارشاد ربانی ہے :

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ﴾

"اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔" (النساء : ۱۸)

یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں بھی وضاحت کی ہے کہ ان کی ہرگز توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ یہ لوگ راہ ہدایت سے ہٹے ہوئے ہیں اور گمراہی کی راہ پر رواں دواں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ اسلام کے بعد مرتد ہوگئے پھر اسلام لائے پھر مرتد ہوگئے تو انہوں نے اپنے عزیزوں کی جانب پیغام بھیجا کہ وہ ان کے بارے میں دریافت کریں۔ (سنن نسائی ۲/ ۱۶۲)

چنانچہ انہوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا ان کے سوال پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث کی اسناد جید ہے مزید فرمایا جن لوگوں نے کفر کیا پھر کفر پر ہی وہ فوت ہوئے تو اگرچہ زمین بھر کر بھی وہ سونا دیں تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن جدعان کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ مہمان نواز ہے، قیدیوں کو فدیہ دے کر آزاد کرواتا ہے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، آپ نے نفی میں جواب دیا اس لئے کہ اس نے ایک بار بھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا "اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرمانا اسی لئے یہاں بھی واضح کر دیا کہ زمین سونے سے بھر کر بھی اگر وہ پیش کرے گا تو بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔" نیز ارشاد خداوندی ہے :

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (المائدۃ : ۳۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس روئے زمین (کے تمام خزانے اور اس) کا سب مال و متاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو تاکہ قیامت کے روز عذاب (سے دستگاری حاصل کرنے) کا بدلا دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو درد دینے والا عذاب ہو گا۔"

نیز انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن دوزخی شخص سے کہا جائے گا اگر تمام زمین بھر کر مال بطور فدیہ کے پیش کرے تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا اللہ پاک فرمائیں گے میں نے تو تجھ سے نہایت معمولی مطالبہ کیا تھا کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا ہو گا لیکن تو نے انکار کیا بلکہ شرک پر اصرار لیا۔" (مسند احمد ۳ / ۱۲۷)

اسی طرح بخاری اور مسلم شریف میں ہے "انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قیامت کے دن ایک جنتی شخص کو لایا جائے گا اللہ پاک اس کو مخاطب کریں گے اے آدم کے بیٹے! تجھے کیسا گھر ملا ہے؟ وہ جواب دے گا اے پروردگار! نہایت عمدہ گھر ہے اللہ پاک فرمائیں گے اپنی آرزوؤں کے مطابق سوال کریں وہ جواب میں عرض کرے گا میرا کچھ سوال نہیں نہ میری کوئی آرزو ہے البتہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے کہ تیری راہ میں دس بار شہادت سے شاد کام ہو تا رہوں۔

وہ اس لئے اس کا اظہار کرے گا کہ اللہ کی راہ میں شہادت کی فضیلت کا مشاہدہ کر رہا ہو گا اور ایک دوزخی شخص کو لایا جائے گا اس سے کہا جائے گا اے آدم کے بیٹے! تجھے کیسا گھر ملا وہ جواب دے گا بہت برا گھر ملا ہے پھر اس سے کہا جائے گا کیا تو زمین بھرنے کے برابر سونا بطور فدیہ دے سکتا ہے تاکہ تجھے نجات حاصل ہو جائے وہ اثبات میں جواب دے گا اللہ پاک فرمائیں گے تو جھوٹ کہتا ہے میں نے تجھ سے اس سے پہلے اس سے بہت کم مطالبہ کیا تھا جو بہت آسان تھا لیکن تو نے نہ کیا تو اسے دوزخ میں واپس بھیج دیا جائے گا۔ اسی لئے فرمایا یہ لوگ دردناک عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہو گا۔ (ابن کثیر ۱ / ۵۶۸، ۵۶۹)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: تم کبھی بھی نہ پا سکو گے نیکی کو جب تک کہ تم اس چیز سے خرچ نہ کرو جس کو تم محبوب سمجھتے ہو اور تم جو کچھ خرچ کرو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

''اَلْبِرّ'' ایسا کلمہ ہے جو ہر قسم کے خیر پر مشتمل ہے جب کہ اس سے مقصود جنت ہے۔

مناسبت: کفار کے حالات کا ذکر کرنے اور آخرت میں انہیں کس عذاب میں گرفتار ہونا ہے کے بعد بیان کیا کہ اگر کافر چاہے گا کہ خود کو زمین کے برابر سونا خرچ کرنے سے اسے اللہ کے عذاب سے رستگاری حاصل ہو سکتی ہے تو ہرگز اس کو فائدہ نہیں ہوگا خواہ وہ کتنا مال فدیہ میں کیوں نہ پیش کرے اس کے ساتھ ساتھ ذکر کیا کہ ایمان دار شخص کو تو اللہ کی رضا کے حصول اور جنت کی نعمت سے شاد کام بنانے میں اللہ کے راستہ میں اس چیز کا صدقہ کیا جائے جو انتہائی محبوب ہو تو جنت میں عظیم نعمت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں ان شبہات کا رد ہے جن کو اہل کتاب نے نبوت و رسالت کے بارے میں ظاہر کیا پھر اہل کتاب کی فریب کاریوں اور سازشوں سے خوفزدہ کیا ہے جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے اتحاد میں تفرقہ ڈالنے کے لئے کرتے رہے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر ۲ / ۲۸)

جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ پاک ایمان داروں کو مخاطب کرتے ہوئے بتا رہے ہیں جب کہ ان سے پہلے کفار کا ذکر تھا کہ ان کا مال انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا لیکن ایمان داروں کو ان کا محبوب چیز کو خرچ کرنا انہیں جنت کا مستحق بنا ڈالے گا۔ چونکہ مخاطب اہل کتاب ہیں انہیں بتایا گیا ہے کہ تم خود کو اللہ کا محبوب سمجھتے ہو اور تمہارا نظریہ ہے کہ نبوت کے صرف وہی مستحق ہیں۔ اولاً تو وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے اگر بالفرض انہیں جانا ہوا تو چند دن وہاں رہیں گے انہیں بتایا گیا کہ تم نے کسی فخر میں نہیں آنا ہے اگر تمہارا تعلق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہے تو یہ تعلق محض تمہیں کچھ فائدہ عطا نہ کرے گا تمہاری کیفیت یہ ہے کہ تم زبردست بخیل ہو تم مال کی محبت میں مستغرق ہو اللہ کی رضا کے حصول کی جانب تمہارا دھیان نہیں ہے۔ اگر تم مال خرچ بھی کرتے ہو تو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذاتی محبت جو کسی غرض پر مبنی ہوتی ہے خرچ کرتے ہو تمہارے دلوں میں تو مال کی محبت اللہ پاک کی محبت پر غالب ہے تم اللہ کی رضا جوئی کی بجائے مال و دولت کا ذخیرہ بنانے میں مصروف عمل ہو تمہارا اشمار کبھی بھی اللہ کے صالح بندوں سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم اللہ کی محبت کے پیش نظر محبوب چیز کو خرچ نہیں کرو گے لفظ "البر" سے مقصود جنت ہے اس لئے کہ مومن انسان کا مطمع نظر جنت ہے اور جنت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ محبوب چیز کو اللہ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ محبوب چیز کو خرچ کرنا نہایت مشکل ہے البتہ جس شخص کو اللہ پاک توفیق عطا کرے اور اسے کمالیت کے وصف کے ساتھ موصوف فرمائے ذہن نشین فرمائیں کہ اس سے مقصود زکوٰۃ کا مال نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ میں یہ شرط نہیں ہے کہ محبوب مال سے خرچ کیا جائے بلکہ ایک حدیث میں اس شخص کو حکم دیا ہے جو زکوٰۃ، عشر کے حصول کے لئے نمائندہ بن کر جاتا ہے کہ وہ عمدہ مال وصول کرنے سے خود کو دور رکھے پھر ہم پر اللہ پاک کی مہربانی ہے کہ ہم محبوب مال سے کچھ مال خرچ کریں تمام محبوب مال کے خرچ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

شان نزول: بخاری، مسلم میں انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینۃ الرسول میں انصار صحابہ کرام میں سب سے زیادہ کھجور کے درخت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے تھے جب کہ مسجد نبوی کے سامنے بیر حاء نامی باغیچہ آپ کو زیادہ محبوب تھا۔ چنانچہ نبی ﷺ اس کے باغیچہ میں تشریف لے جاتے اور وہاں بہترین قسم کا پانی نوش فرماتے جب یہ آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر پیش کی جارہی ہے تو ابو طلحہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا "بیر حاء باغیچہ مجھے تمام مال سے زیادہ محبوب ہے میں اللہ کی رضاجوئی کے لئے اس کا صدقہ کرتا ہوں کہ مجھے اللہ کے ہاں اس کا ثواب حاصل ہو آپ جہاں چاہیں اس مال کو تقسیم فرمائیں اس کی اس خواہش پر رسول اللہ ﷺ نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مبارک ہو یہ مال تو بہت زیادہ منفعت بخش ہے میں نے آپ کی گفتگو کو سن لیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس مال کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کریں ابو طلحہ نے آپ کے حکم پر اسے اپنے قرابت داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر ص ۹۴۱)

سلف صالحین کے احوال میں کثرت کے ساتھ ایسے واقعات موجود ہیں جو ہمارے لئے عبرت کا باعث ہیں جن کے مطالعہ سے بخل جیسی بیماری دور ہو جاتی ہے اور سخاوت کے وصف کے ساتھ موصوف انسان ہمیشہ ہشاش بشاش رہتا ہے۔

ایک صحابی رسول کے ایثار کا ناقابل فراموش واقعہ

چنانچہ بخاری، مسلم میں یہ واقعہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مہمان حاضر ہوا آپ کے گھر میں مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ تھا اس دوران آپ کی خدمت میں ایک انصاری حاضر ہوا جس کا نام ابو طلحہ زید بن سہل تھا وہ اسے اپنے گھر لے گیا اس نے اس کے سامنے کھانا رکھا اور اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چراغ بجھادے اس کی بیوی کھڑی ہوئی اس نے چراغ کو درست کرتے ہوئے اسے بجھادیا میزبان کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتا وہ باور کراتا کہ وہ بھی کھانا تناول کر رہا ہے جب کہ وہ کھانا تناول نہیں کر رہا تھا مہمان نے کھانا کھایا جب کہ میزبان اور اس کے اہل و عیال رات بھر بھوکے رہے صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ابو طلحہ صحابی کو مخاطب کیا اور بتایا گذشتہ رات اللہ پاک نے تمہارے اس انداز پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ۹)

"اور وہ اپنی جانوں پر ایثار کرتے ہیں اگرچہ وہ بھوکے کیوں نہ ہوں۔"

(المنار ۳ ۳۷۳، ۳۷۵، صحیح بخاری کتاب الوکالۃ ۲ ۱۳۴، مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱ ۳۰۱)

وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ: جو کچھ تم خرچ کر رہے ہو اللہ پاک کو علم ہے کہ پسندیدہ چیز اللہ کے راستہ میں دے رہے ہو یا ایسی خبیث چیز دے رہے ہو جس کو تم بھی ناپسندیدہ سمجھتے ہو تو جب اللہ کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں تو تمہیں طیب حلال چیز کا عطیہ دینا چاہئے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے البتہ جس کو یعقوب نے اپنے آپ پر حرام کیا اس سے پہلے کہ تورات نازل کی گئی آپ کہیں تم تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۔ پس جس شخص نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھا تو یہی لوگ ہیں جو ظالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ آپ کہیں اللہ نے سچ فرمایا ہے تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ایک جانب جھکاؤ رکھنے والا تھا اور وہ شرک کرنے والوں سے نہ تھا۔ بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں واضح دلائل ہیں ان سے مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہے اور اللہ کے لئے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا ہے جو شخص اس کی جانب جانے کی (بلحاظ اسباب کے) استطاعت رکھتا ہے اور جس شخص نے انکار کیا پس بے شک اللہ جہان والوں سے بے پروہ ہے۔

لغوی تحقیق : ''حِلا'' سے مقصود حلال چیز ہے جب کہ ''حِلّ'' کا معنی کھولنا ہے گویا کہ ناجائز ہونے کی گرہ کھل گئی۔ ''بکّۃ'' سے مقصود مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ اور بکّہ ایک ہی مقام اور وادی کے دو نام ہیں مکہ اسم علم ہے اور بکہ میں صفت کا پہلو پایا جاتا ہے یعنی وہ مقام جہاں لوگ چار دانگ عالم سے کارواں در کارواں بھیڑ اور ہجوم کی شکل میں جمع ہوتے ہیں اور مناسک حج بجالاتے ہیں یا وہ مقام جہاں بڑے بڑے حملہ آوروں کی گردنیں توڑ دی جاتی ہیں اور ان کو اپنے مذموم ارادوں میں کامیابی نہیں ہوتی زبور میں بھی اس وادی کا ذکر موجود ہے۔ تخاطب یہود سے ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر بیت المقدس سے بہت پہلے ہوئی اس لئے اس مقام کو جو اولیت اور اہمیت حاصل ہے وہ کسی دوسری جگہ کو حاصل نہیں۔ (لسان القرآن ۱/ ۲۱۶)

آیت کل الطعام کی تفسیر

اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا وغیرہ کا انداز برابر شروع ہے چنانچہ یہودیوں نے نبی ﷺ پر اعتراض کیا کہ آپ کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ دین ابراہیمی پر رواں دواں ہیں جب کہ آپ ان چیزوں کو حلال گردانتے ہوئے کھالیتے ہو جو ان کے دین میں حرام ہیں جیسے اونٹوں کا گوشت اور ان کا دودھ ہے۔ اللہ پاک نے ان کے جھوٹ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لئے تمام کھانے حلال تھے ابراہیم علیہ السلام کے دین میں ہرگز کوئی بھی چیز حرام نہ تھی سوائے اس کے جس کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اس سے مراد اونٹوں کا گوشت اور دودھ تھا حرمت کا سبب ایک نذر تھی جو انہوں نے مان رکھی تھی جب وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے ان کو شفا سے نوازا تو محبوب کھانا پینا چھوڑ دیں گے چونکہ انہیں اونٹ کا گوشت اور دودھ تمام کھانوں اور مشروبات سے زیادہ محبوب تھا تو انہوں نے ان کے استعمال سے خود کو دور رکھا چنانچہ "آیت کل الطعام" کی وضاحت سے آپ کو مطلع کیا جا رہا ہے یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نازل ہونے سے پہلے اس کو اپنے نفس پر حرام قرار دے دیا تھا ظاہر ہے کہ تورات کا نزول موسیٰ علیہ السلام پر (ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے بعد طویل عرصہ گزرنے پر) ہوا اس وضاحت کی روشنی میں تم کیسے دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے نہ ان کا دودھ پیتے تھے آپ تورات لائیں اس کی تلاوت کریں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ پاک نے یہودیوں پر جس چیز کو حرام کیا تھا اس کا سبب ان کا ظلم تھا اور انہوں نے صراط مستقیم سے تجاوز کیا تھا تو اللہ پاک نے مختلف انواع کے کھانے ان پر حرام قرار دے دیئے لیکن یہ حرمت طویل زمانہ گزرنے کے بعد ہے سورۂ نساء میں ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ﴾(النساء: ۱۶۰)

"تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام کردیں۔"

نیز سورۂ انعام میں ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا﴾(الانعام: ۱۴۶)

"اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کردی تھی۔"

اور جب ان سے تورات لانے اور اس کی قرأت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ حیران ہو جاتے ہیں ان سے کچھ بن نہیں آتا اس طرح رسول ﷺ کو ان پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے نیز ارشاد الٰہی کہ جو شخص دلیل موجود ہونے کے بعد اللہ کی ذات پر افتراء باندھتا ہے کہ اللہ نے ابراہیم اور اسرائیل پر کوئی کھانا اور مشروب حرام نہیں کیا تھا مگر تورات کے نازل ہونے کے بعد ان چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے جن کو اسرائیل نے اپنی ذات پر اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں کہ انہوں نے اللہ کی ذات کے ساتھ ساتھ لوگوں کے بارے میں بھی جھوٹ کہا۔ اسی سبب سے اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ اعلان کریں کہ اللہ پاک کا قول سچا ہے جسکی اطلاع اس نے اپنے پیغمبر کو دی اور مستقبل میں بھی دے گا اسکا خبر دینا اللہ پاک کی جانب سے درست ہے اس لحاظ سے اے یہودیو! تم ملت ابراہیمی کا اتباع کرو جو تمام مذاہب سے خود کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جانب رکھنے والا تھا اس کا شمار مشرکین سے نہیں ہے جو کچھ ذکر کیا جا چکا ہے یہ تین آیات کے مضمون کا خلاصہ ہے۔

بیت اللہ کی عظمت اور اس کی حرمت کا بیان

البتہ ارشاد الٰہی ''کہ پہلا اللہ کا گھر جسے لوگوں کی زیارت کے لئے مقرر کیا گیا وہ مکہ مکرمہ میں ہے وہ برکت والا اور تمام لوگوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔'' اللہ پاک کا یہ ارشاد یہودیوں کے اس نظریہ کا رد کرتا ہے جب انہوں نے بیت المقدس کو اول قبلہ قرار دیا کہ سبھی لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی جانب رخ کر کے عبادت کریں لیکن محمد ﷺ اور اس کے پیروکار بیت المقدس سے انحراف کر کے کیوں کعبہ کی جانب رخ کرتے ہیں جب کہ کعبہ وجود کے لحاظ سے بعد میں ہے۔ اللہ پاک نے ان کے اس خیال کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا قبلہ تو بیت اللہ ہے جسے تمام لوگوں کا قبلہ قرار دیا گیا، بیت المقدس تو پہلا قبلہ نہیں ہے اللہ پاک نے اس کو ہمیشہ ہمیشہ برکت سے نوازا ہے جب تک دنیا کا وجود ہے ہرگز لمحہ بھر بھی اس سے برکت چھن نہیں سکتی ہے۔ پس جو شخص بھی اس کی زیارت کا قصد کرتا ہے اس کا حج اس کے طواف کے لئے شد رحال کرتا ہے اسے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا اور برکات الٰہیہ سے اس کا دامن بھر جائے گا بلکہ اللہ پاک نے اس کو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے روشنی کا مینار بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان دار لوگ اس کا حج و عمرہ کرنے کے لئے برابر اس کا رخ کرتے ہیں اس کی زیارت سے انہیں ہدایت اور روشنی کی لازوال دولت میسر آتی ہے۔ بلکہ مشرق و مغرب عالم دنیا میں آباد سبھی لوگ نمازیں ادا کرتے وقت اپنا رخ قبلہ کی جانب رکھتے ہیں ان کا یہ عمل ان کے نامہ اعمال میں ثواب ثبت فرماتا ہے اس کیفیت کے ساتھ ذکر الٰہی میں محو رہنے والے لوگ اللہ کے تقرب میں خوشی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

مزید برآں بیت اللہ کے قرب میں اللہ پاک کے روشن دلائل کا مجموعہ ہے، مقام ابراہیم ہے حجر اسود ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر فرماتے رہے ان کے قدموں کے نشان پتھر پر مرتسم ہیں جب کہ اس کے پتھر ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور پتھر پر نشان عام طور پر یوں مرتسم نہیں ہوا کرتے، مزید وہاں زمزم کا کنواں ہے، صفا و مروہ ہے نیز دیگر مشاعر حج ہیں، مزدلفہ، منیٰ، عرفات ہیں سب سے عظیم خصوصیت یہ کہ وہ شہر امن و امان کا گہوارہ ہے جو شخص اس مبارک شہر میں قدم زن ہوتا ہے اسے مکمل امن حاصل ہو جاتا ہے اس میں رہتے ہوئے اسے اللہ پاک کی ذات کے خوف کے علاوہ کسی کا کچھ خوف نہیں ہوتا۔ ارشاد الٰہی ہے: من دخله كان امنا ''جو شخص بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے اس کو امن حاصل ہوتا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ غور کریں عرب کے جاہل بدو لوگ جو غیر مہذب اور ناشائستہ ہیں بلکہ جو لوگ کسی قانون کے پابند نہیں ہوتے ان کے دلوں میں بھی اللہ پاک نے حرم پاک کی حرمت اور پاکیزگی کو ثابت کر رکھا ہے جو لوگ حج عمرہ کی نیت سے اس شہر کا رخ کرتے ہیں انہیں وہاں امن حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾

"اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔"

اللہ پاک نے جب بیت الحرام امن کی برکات، ہدایات، نشانات کا ذکر فرمایا تو ایمان داروں اور رسول اکرم ﷺ پر اس کے حج کو فرض قرار دیا تاکہ انہیں خیر و برکت میسر آئے اور وہ اطمینان کی لازوال دولت سے شادکام رہیں اور حج کی فرضیت کے لئے نہایت مؤثر انداز اختیار فرمایا البتہ جو لوگ بیماری، خوف یا خرچ کی استطاعت نہیں پاتے، دوران سفر اہل و عیال کے لئے اخراجات کا انتظام ان کے لئے ممکن نہیں تو ان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جو شخص ان واضح دلائل اور روشن احکامات کے بعد اللہ اور اس کے رسول کا احترام نہ کرے اور حج ادا نہ کرے تو وہ شخص اپنا نقصان کر رہا ہے اللہ پاک کو اس کا کچھ نقصان نہیں جب کہ اللہ پاک کی ذات تمام بندوں پر غالب ہے اور وہ تمام لوگوں سے بے پرواہ ہے۔ (ایسر التفاسیر)

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس زاد راہ اور سفر کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت موجود ہے اس کے باوجود وہ بیت اللہ کا حج نہیں کرتا ہے تو اللہ پاک کو اس شخص کے ساتھ ہرگز تعلق نہیں کہ وہ یہودیت یا عیسائیت پر فوت ہوتا ہے اسلام پر فوت نہیں ہوتا ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۵۷۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: کہو کہ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ گواہ ہے اس پر جو تم عمل کرتے ہو۔ آپ کہیں اے اہل کتاب! تم اس شخص کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو جو ایمان لا چکا ہے تم ٹیڑھا راستہ تلاش کرتے ہو جب کہ تم باخبر ہو اور اللہ اس چیز سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

آخر الزماں پیغمبر ﷺ کی عظمت کا بیان

اہل کتاب سے عوام بلکہ نام نہاد علماء کو مخاطب کیا جارہا ہے اور انہیں ڈانٹ پلائی جارہی ہے کہ تم حق و صداقت کے ساتھ دشمنی کرتے ہو اور احکام الٰہیہ کا انکار کرتے ہو۔ یاد رکھو جو شخص ایمان داروں کی راہ میں مزاحم ہوتا ہے انہیں اسلام کی دولت کے حصول سے روکتا ہے جب کہ اس کردار کے مالک لوگ خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس دین اسلام کو پیش کیا ہے وہ دین صحیح ہے چونکہ ان کے پاس گذشتہ انبیاء علیہم السلام کا علم موجود ہے انہیں اس حقیقت کا بھی اعتراف ہے کہ آخر الزماں امی پیغمبر ہاشمی عربی مکی اولاد آدم کے سردار، خاتم الانبیاء محمد ﷺ وہی پیغمبر ہیں جن کے تشریف لانے کی پیشین گوئی سابقہ کتب میں موجود ہے اللہ پاک انہیں ڈانٹ پلا رہے ہیں کہ تم راہِ حق پر رواں دواں رہنے سے لوگوں کو کیوں روک رہے ہو اللہ پاک تمہارے اس طرز عمل کو دیکھ رہا ہے کہ تم آخر الزماں پیغمبر کی دیدہ دلیری کے ساتھ تکذیب کررہے ہو جس کی بشارت سابقہ انبیاء علیہم السلام نے دی ہے اللہ پاک تمہارے اس گھناؤنے کردار سے باخبر ہے وہ ہرگز بے خبر نہیں ہے مستقبل قریب میں تم اپنا حشر دیکھ لوگے۔ بالآخر قیامت کا وقوع حتمی ہے اس روز کسی کا جرم مخفی نہیں رہے گا وہ انصاف کا دن ہے اس دن سفارش کام نہ آئے گی مال، اولاد کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ (ابن کثیر ۱/ ۵۷۹)

اہل کتاب کے نام نہاد علماء جو حق و صداقت کو جانتے ہوئے حسد اور خبث نفس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں مختلف قسم کی حیلہ سازیوں، افتراء پردازیوں بلکہ دھوکہ بازیوں کے ساتھ لوگوں کو راہ حق سے برگشتہ کرتے ہیں ان کا کفر اور ظلم انتہائی قبیح ہے اللہ پاک کو ہر شخص کے بارے میں علم ہے کہ اس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کس نہج پر بسر کی ہے اس کا معاملہ اس کے بندوں کے ساتھ عدل وانصاف پر مبنی ہوگا ذرہ برابر کی کمی بیشی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۹۳)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! اگر تم اہل کتاب کے گروہ کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنادیں گے۔ اور تم کیسے کفر کرتے ہو جب کہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جارہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا پیغمبر ہے اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ پنجہ لگایا پس بے شک وہ سیدھے راہ کی ہدایت دیا گیا۔

شانِ نزول: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دور جاہلیت میں اوس اور خزرج قبائل میں جنگ وجدال تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک مجلس میں اکٹھے تھے تو گذشتہ دور کی لڑائی اور اختلاف کا تذکرہ ہوا تو وہ لوگ جوش میں آگئے دونوں قبائل کے لوگوں نے ہتھیار اٹھالئے اس پر دونوں آیات نازل ہوئیں تفسیر ابن جریر میں زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ شاس بن قیس نامی یہودی شخص جو دور جاہلیت میں فتنہ پروری میں مشہور تھا اس کا گزر اوس، خزرج قبائل کے لوگوں کے پاس سے ہوا جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے شاس بن قیس یہودی کو ان کا باہم مل کر بیٹھنا ناگوار گزرا جب کہ دونوں قبائل ایک دوسرے کے دشمن ہیں چنانچہ اس نے سازش تیار کی ایک یہودی نوجوان کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ ان کی مجلس میں شریک ہوجائے اور ان کے درمیان کسی زمانہ میں جنگ بعاث ہوئی تھی اس کے واقعات کو بیان کر کے ان میں عداوت پیدا کرے چنانچہ اس کی شرارت کے نتیجہ میں دونوں قبائل باہم دست وگریباں ہوگئے اوس قبیلہ سے ایک شخص اور خزرج قبیلہ سے بھی ایک شخص اٹھا دونوں شدید غصہ میں تھے ان دونوں کے درمیان ناشائستہ گفتگو ہوئی نتیجۃً دونوں قبائل کے لوگ آپس میں گتھم گتھا ہوگئے اس واقعہ کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو پہنچائی گئی چنانچہ آپ تشریف لائے آپ نے انہیں سمجھایا اور ان کے درمیان صلح کرادی انہوں نے آپ کی اطاعت کی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ :اور "یا اھل الکتاب" آیت نازل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ایک دوسری حدیث میں ہے: "آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تم اللہ سے ڈرو! تعجب ہے کہ میں تم میں موجود ہوں پھر بھی تم دورِ جاہلیت کے انداز کی نعرہ بازی کر رہے ہو، جب کہ اللہ نے تمہیں اسلام کی جانب راہ نمائی کی ہے اور تمہیں عزت و توقیر سے نوازا ہے۔ دورِ جاہلیت کی فساد انگیزیوں سے تمہیں تحفظ دیا ہے اور کفر کے گڑھے سے تمہیں نکالا ہے اس نے تم میں الفت و محبت کی فضا کو سازگار بنایا ہے تعجب ہے کہ اب پھر تم کفر کے عمیق گڑھے میں گرنا چاہتے ہو۔ چنانچہ آپ کے ارشادات مبارکہ سُن کر انہوں نے محسوس کیا کہ واقعتاً شیطان کا داؤ لگا ہوا ہے۔ دشمن اپنی سازش میں کامیاب ہے انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے، رونا شروع کر دیا۔ اوس وخزرج کے قبائل کے لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ کیا بعد ازاں وہ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں سمع و اطاعت کے جذبہ کے ساتھ واپس گھروں کی جانب لوٹے اس واقعہ پر یہ دونوں آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات کا شانِ نزول جو بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں کفر سے مقصود آپس کی عداوت ہے جس کے سبب کفر اپنا مقام بناتا ہے جیسا کہ ایمان سے مقصود الفت و محبت ہے جسے ایمان کے ثمرات سے بہترین ثمرہ کہنا درست ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب نے تاویل کا راستہ اختیار کیا انہوں نے تاویل کے ساتھ کتابِ الٰہی کو محرّف کرنے کی کوشش کی اس کی واضح ہدایت سے روگردانی کی اور اپنے کچھ قوانین انہوں نے اپنی جانب سے وضع کیے۔ ذہن نشین فرمائیں اگر تم نے ان کی اطاعت کی اور ان کے راستے پر چلتے رہے تو تمہارا ایمان جاتا رہے گا اور تم کافر بن جاؤ گے۔

کفر سے مقصود حقیقی کفر ہے گویا کہ اللہ پاک اعلان فرما رہے ہیں کہ اگر تم نے خود کو ان فتنوں کی جانب جھکا دیا جن فتنوں کے مشتعل کرنے میں یہودی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور تم نے ان کی دعوت کو مستحسن جان کر اطاعت کی تو یہودی صرف اسی بات پر قناعت نہیں کریں گے کہ تم میں دشمنی کی آگ مشتعل رہے بلکہ اس سے تجاوز کر کے ان کا اصل مقصود یہ ہے کہ وہ تمہیں کفر کے گڑھے میں گرا دیں۔ چنانچہ اس کی تائید اللہ پاک کے ذیل کے فرمان سے ہو رہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِندِ أَنفُسِهِم﴾

(البقرۃ: ۱۰۹)

"بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد پھر تم کو کافر بنا دیں"

نیز اس سورت میں ارشاد ربانی ان کی دلی آرزو کو واضح کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿ وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُم ﴾ (آل عمران: ۶۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے اہل اسلام بعض اہل کتاب اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ تم کو گمراہ کردیں۔"

ظاہر ہے کہ انسان محبوب چیز کو منصۂ شہود پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے البتہ اس کا عاجز آنا اس کے بس سے باہر ہے۔

تناسب : آیت کی مناسبت اس سے پہلی آیت کے ساتھ واضح ہے جب اللہ پاک نے اہل کتاب کو ان کے کفر اور ان کے اسلام سے روکنے پر زبردست ڈانٹ پلائی ہے جب کہ مقصود کے حق میں دلائل موجود ہیں اور شکوک وشبہات کالعدم ہیں تو اللہ پاک نے مناسب سمجھا کہ ایمان داروں کو جب مخاطب کیا جائے تو ان پر اس حقیقت کو واضح کردینا چاہئے کہ جن لوگوں کا کفر انتہائی عداوت کے درجہ میں ہے اور جس حقیقت کی جانب ان کو دعوت دی جارہی ہے اسکے واضح ہونے میں ہرگز خفا نہیں ہے تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کی جائے بلکہ ان کی کوئی بھی بات نہ سنی جائے اس لئے کہ وہ کفر کی جانب دعوت دے رہے ہیں بلکہ اس کی ترویج واشاعت کے دلدادہ ہیں اس لئے بصیغہ تعجب فرمایا "تم ان کی اطاعت کرتے رہو اور ان کی خواہشات کو حقیقت کے روپ میں پیش کرتے رہو حالانکہ تم پر احکام الہیہ پر مشتمل آیات کی تلاوت ہوتی رہتی ہے جن میں ہدایت کی جوہریت کارفرما ہے۔اور ایمان کے تحفظ کی ضمانت ہے۔"

مزید برآں تمہارے معاشرہ میں اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما ہیں جو منزل من اللہ، احکام کو کھول کر بیان کررہے ہیں اور تمہارے لئے آپ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے اور آپ کا اخلاص روشنی کا مینار ہے جس سے تمہارے ایمان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تمہارے دلائل مزید اجاگر ہوتے رہتے ہیں تو کیا ان لوگوں کے لئے ضروری نہیں جنہیں ایسے بے مثال احکام الہیہ سے نوازا گیا ہے۔مزید برآں ان میں اللہ کا پیغمبر تشریف فرما ہے جو صاحب حکمت ہے، شفیق ہونے کے ساتھ ساتھ محبت ورحمت کا مینار ہے وہ اس سے نظریں ہٹا کر عوام الناس کی خواہشات کی پیروی کریں جو پہلے سے گمراہ ہیں، جنہوں نے اکثریت کو گمراہ کررکھا ہے ان پر شیطان کا غلبہ ہے سرکشی اور زیادتی ان کے رگ وریشہ میں جاری وساری ہے۔جھوٹ اور بہتان سے آشنا ہونے کے باوجود ان دونوں کے مرتکب ہیں، پس جو شخص اللہ کی کتاب کے ساتھ خود کو وابستہ رکھتا ہے اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کی راہنمائی میں رواں دواں رہتا ہے تو یقین رکھیں کہ ایسا شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے جس پر جو شخص بھی چلتا ہے وہ گمراہی سے محفوظ رہتا ہے وہ شبہات کی پیروی نہیں کرتا ہے اور تاویلات کا اس کی نظر میں کچھ مقام نہیں ہوتا، ایسا شخص راہ ہدایت پر گامزن ہے اگر اسے استقامت حاصل ہے۔(المنار ۴/ ۱۷، ۱۸)

نیز حدیث میں ایک واقعہ کا ذکر ہے آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار کیا آپ بتائیں کس شخص کا ایمان تمہارے نزدیک تعجب خیز ہے؟ صحابہ کرام نے فرشتوں کا نام لیا آپ نے فرمایا وہ کیسے ایمان نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائیں جب کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے پھر صحابہ کرام نے اپنے بارے میں اظہار خیال کیا آپ نے انہیں بتایا تم کیسے ایمان قبول نہ کرو جب کہ میں تمہارے درمیان ہوں۔؟ صحابہ نے عرض کیا پھر کن لوگوں کا ایمان تعجب انگیز ہے؟ آپ نے فرمایا "ان لوگوں کا ایمان تعجب خیز ہو گا جو تمہارے بعد آئیں گے ان کا واسطہ دینی کتابوں سے ہو گا وہ ان پر ایمان رکھیں گے اور ان کے مطالعہ سے مسائل حاصل کریں گے۔" (مشکوٰۃ مع تحقیق البانی ۳/ ۱۷۷)

میں نے اس حدیث کی اسناد اور اس پر بحث کا ذکر بخاری کی شرح کے آغاز میں کیا ہے۔(وللہ الحمد) لیکن اس کے باوجود اس کی ذات پر توکل کرنا اس کے ساتھ وابستگی رکھنا ہدایت کا پیش خیمہ ہے اور گمراہی سے دور رہنے کا زینہ ہے۔ رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے، سیدھے راہ پر رہنے کی ضمانت ہے بلکہ حصول مقصد کی جانب شاد کام ہوتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تم اللہ سے ڈر جاؤ (جیسا کہ) اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نے نہیں مرنا ہو گا مگر مسلمان ہوتے ہوئے۔ اور تم اللہ کی رسی کے ساتھ اکٹھے ہو کر پنجہ لگاؤ اور تم فرقہ فرقہ نہ بنو اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان محبت ڈال دی، پس تم اللہ کی نعمت کے ساتھ (ایک دوسرے کے) بھائی بن گئے اور تم دوزخ کے گڑھے پر تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

"اَلْحَبْلُ" رسی، عہد، ذمہ، خلق، رگ، حبل قرآن پاک میں وارد ہے "فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسد" اس کی گردن میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔ "ام جمیل" ابولہب کی بیوی کے بارے میں پیش گوئی ہے کہ اسلام کے خلاف جو یہ سازش کر رہی ہے اور اپنی لگائی بجھائی سے جو مسلمانوں میں اختلاف وسوء ظن پیدا کر رہی ہے اس کو اپنے انجام کی خبر نہیں۔ یہ خودکشی کر کے مرے گی۔ چنانچہ یہی ہوا اس کی موت گلے میں رسی کا پھندا ڈال لینے سے ہوئی۔ (لسان القرآن ص ۴۰۹)

" فَاَلِّفَ" الف، حروف تہجی کا پہلا حرف، ایک عدد جس کے معنی ہزار کے ہوتے ہیں، حرف کی صورت میں یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی لیکن جب یہ عدد ہو تو ہمیشہ مذکر ہی ہوتا ہے۔ "اَلْفُ اَقْرَعُ" پورا ایک ہزار، اس کی تین جمعیں ہیں "اَلْفٌ"، "اٰلَافٌ"، "اُلُوْفٌ" ﴿وَهُمْ اُلُوْفٌ﴾ (البقرہ: ۲۴۳) اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے الف کے اصلی معنی اجتماع اور ائتلاف کے ہیں۔ "هُوَ اَلِيْفِيْ" وہ میرا دوست ہے خیالات، جذبات میں ہم آہنگی ہے "اَوَالِفُ الطَّيْرِ" وہ پرندے جو حرمین شریفین سے مانوس ہوتے ہیں۔ "اَلَّفَ" اس نے محبت ڈال دی۔ "مُؤَلَّفٌ" مدونہ کتاب "اِيْلَافٌ" امان نامہ۔

" حُفْرَةٌ " گڑھا، " حَفَرَ " اس نے کھودا، " اَلْحَفَرُ " مٹی، " اَلْحَفِيْرُ " گڑھا، " اَلْحَافِرُ " جانور کا کھر، " اَلْحَافِرَةُ " پہلی حالت، قرآن حکیم میں ہے ﴿يَقُوْلُوْنَ اَءِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ﴾ یہ کہتے ہیں کہ بھلا کیا ہم پھر واپس ہوں گے پہلی حالت کی طرف (لسان القرآن ص ۴۹۲) اعداء اور اخوان کا ایک آیت میں جمع ہونا صنعت طباق ہے۔

" شَفَا " مذکر، مؤنث استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کی جانب لوٹنے والی ضمیر مؤنث ہے جب مذکر ہو تو مضاف الیہ مؤنث سے تانیث حاصل کرتا ہے جیسا کہ یہاں لفظ " اَلْحُفْرَةُ " ہے کبھی مضاف مذکر مضاف الیہ مؤنث سے تانیث کو حاصل کرتا ہے جیسا کہ مضاف مؤنث، مضاف الیہ مذکر سے تذکیر کو حاصل کرتا ہے۔ شاعر کا قول ہے ؎

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ ‌ ‌ ‌ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الْبِلَادَ

یہاں لفظ " حُبُّ " کا مضاف الیہ (اَلدِّيَارُ) مؤنث ہے اسی لئے " شَغَفْنَ " کو مؤنث لایا گیا ہے یعنی محبوبہ کے گھر نے میرے دل کو محبت سے بھرا نہیں ہے البتہ اسکی محبت نے جو اس شہر میں آباد ہے بھر دیا ہے۔

چونکہ " اَلدِّيَارُ " مؤنث ہے اس لئے شَغَفْنَ بھی جمع مؤنث کا صیغہ ہے۔ (اعراب القرآن ۲ ۲۶۵)

وضاحت : اکثر علماء کا رجحان یہ ہے کہ اللہ پاک سے اس طرح کا ڈر اور خوف موجزن رہے جیسا کہ اس کا حق ہے چونکہ یہ خاصا مشکل ہے اس لئے منسوخ ہے اس کی ناسخ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن ۱۶) ہے کہ تم نے اللہ سے استطاعت کے مطابق ڈرنا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس نے پہلی آیت کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے کہ ڈرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استطاعت کے مطابق ہے۔(اضواء البیان ا ۔ ۲۴)

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ : مقصود یہ ہے کہ اسلام کے احکام کی ادائیگی میں مداومت اختیار کرو کہ تمہاری آخری زندگی بھی ایمان و عمل کا بہترین نمونہ ہو اس حکم کی بنیاد ایک مسلمہ قاعدہ پر ہے کہ ہر شخص زندگی بھر اکثر و بیشتر جس راہ پر گامزن رہتا ہے اللہ پاک کے فضل و کرم سے اس کا آخری وقت بھی اسی پر گذرتا ہے اللہ پاک کا فضل و کرم، اس کی رحمت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ایک شعر میں شاعر کا تخیل اس حقیقت کی جانب اشارہ کر رہا ہے ؎

نشانِ مرد مؤمن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

حبل اللہ سے کیا مقصود ہے؟

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا : اس آیت میں وضاحت ہے کہ ایمان دار شخص کو یہ سعادت کب اور کیسے میسر آسکتی ہے۔وضاحت ملاحظہ فرمائیں :

"حَبْلُ اللّٰهِ" سے مقصود قرآن پاک ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت میں ہے وہ رسی جسے آسمان سے زمین کی جانب لٹکایا گیا ہے وہ قرآن پاک ہے دراصل استعارہ تمثیلیہ ہے مسلمانوں کی حالت جب وہ کتاب اللہ سے ہدایت طلب کرتے ہیں تو کتاب اللہ کو رسی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جب کوئی شخص بلندی سے پستی کی جانب اترنا چاہتا ہے تو وہ مضبوط رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑتا ہے کہ وہ بلندی سے آرام کے ساتھ پستی کی جانب اترتا ہے تو وہ شخص صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے گرنے سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح قرآن پاک کے مشمولات پر عمل پیرا رہنے سے ایمان دار شخص جہنم کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہتا ہے اسی لئے حدیث مرفوع میں وارد ہے "مَنِ اعْتَصَمَ بِهٖ كَانَ اٰخِذًا بِالْاِسْلَامِ" جس شخص نے قرآن پاک کے ساتھ خود کو تحفظ دیا اس نے اپنے اسلام کو تحفظ دیا اعتصام اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں وحدت اجتماعیت کار فرما ہو یعنی کتاب اللہ کے ساتھ ان کی وابستگی ہو، اتحاد ہو، مذہبیت سے مکمل دوری ہو، فرقہ واریت اسلام کے منشا کے خلاف ہے جب کہ وحدت سے عزت اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگا اور عزت کے نتیجہ میں حق کو غلبہ حاصل ہوگا اسلام پر حملہ آور ہونے کی سوچ رکھنے والے ہرگز حملہ کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ارشاد ربانی ہے :

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾(الانعام : ۱۵۳)

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم نے اسی پر چلنا اور رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔"

معلوم ہوا "حبل اللہ" سے مقصود صراط مستقیم ہے اسی پر رواں دواں رہنا چاہئے اسلام کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر چلنا افتراق کو دعوت دینا ہے اسی لئے پگڈنڈیوں پر چلنے سے روک دیا ہے جس کے نتیجہ میں تفرقہ رونما ہوگا اور مذہبیت کو فروغ حاصل ہوگا۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُم وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنهُم فِي شَيءٍ﴾ (الانعام: ۱۵۹)

"جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔"

قبائلی عصبیت اور مفاخرت کا رد

چنانچہ قبائلی عصبیت کو بھی اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے اس آیت میں دراصل اوس اور خزرج قبیلوں کے درمیان جو قبائلی عصبیت اور مفاخرت موجود تھی اس کو نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے کہ تمہارا تشخص اسلام سے ہو قبائلی تشخص تو دور جاہلیت کی پیداوار ہے اسلام نے اس کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے چنانچہ ابو داؤد میں مروی ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص اسلام کی دعوت چھوڑ کر عصبیت کی دعوت دیتا ہے اس کو مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے بلکہ بخاری شریف میں مروی حدیث کے الفاظ نہایت واضح ہیں کہ "تین شخص اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مبغوض ہیں ان میں ایک وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد دور جاہلیت کی عصبیت کو اچھالتا ہے۔" مقصود قبائلی عصبیت، مذہبیت، خاندانی و نسلی تفاخر وغیرہ ہیں۔ (المنار ۴/ ۲۱)

دور جاہلیت میں جیسا کہ عربوں میں عصبیت زوروں پر تھی اب یورپ میں وطنی عصبیت کا دور دورہ ہے چنانچہ اس کے زہریلے اثرات ان مسلمان ممالک میں بھی برابر پہنچ رہے ہیں جو یورپی ممالک کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہیں بلکہ ان میں اس ذہن کی آبیاری ہو رہی ہے کہ مسلمانوں میں وطنی عصبیت کو مشتعل کر کے اسلام کی تعلیمات سے انہیں متنفر کیا جائے اسیطرح مصر جو اسلامی ملک ہے اس میں بھی جاہلی عصبیت کی دعوت روز بروز بڑھ رہی ہے اور اسلام کی تعلیمات سے اجنبیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وطن، ملک کی برتری کی تحریک کو قوت پہنچائی جا رہی ہے جب کہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں اسلام کی بنیاد پر اتفاق و اتحاد کو برتری حاصل ہو اور اسلامی شریعت کے مطابق تمام معاملات طے ہوں بلکہ ملک میں آباد غیر مسلم لوگوں کے مفادات کو تحفظ حاصل ہو۔ امن و اطمینان کی فضا کو مکدر نہ ہونے دیا جائے اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ ملک میں آباد مختلف اقوام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی جنسیت الگ الگ ہے انہیں بھی کتاب اللہ کی ہدایات کے مطابق تحفظ عطا کیا جائے جب کہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: نزول قرآن کے وقت ایمان والوں میں اخوت و مودت اور جان نثاری کا جذبہ کار فرما تھا قبائلی عصبیت، نسلی منافرت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ انصار صحابہ کرام نے اپنا مال اور رہائش گاہیں مہاجرین کے حوالہ کر دی تھیں بلکہ خود بھوکے رہ کر مہاجرین کو خود پر ترجیح دے کر ان کے ساتھ غم خواری اور ہمدردی میں پیش پیش تھے۔ قرآن پاک نے ان کی اس کیفیت کی نقشہ کشی نہایت مؤثر انداز میں ذکر کی ہے جب کہ دور جاہلیت میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ بغض و عناد کا یہ عالم تھا کہ معمولی کوتاہی پر دشمن کو موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ انسان کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد آپس میں بھائی بھائی بن گئے صحیح حدیث ہے:

اَلْمُسْلِمُوْنَ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا شْتَكٰى بَعْضُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ (بخاری کتاب الادب ص ۱۲۷۹)

”تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے“

حدیث نبوی ﷺ اَلْمُسْلِمُوْنَ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ کی وضاحت

اگر دنیوی لحاظ سے ان میں الفت و محبت کا جذبہ کار فرما ہو تو آخرت میں انہیں دوزخ کے عذاب سے تحفظ عطا ہوگا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اوس و خزرج جو اسلام لانے کے بعد اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہوئے، جاہلیت میں ۱۲۰ برس تک ان میں جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا اسلام نے ان کی عداوت کی آگ کو بجھایا اور ان کے دلوں میں محبت و اخوت کو اجاگر کیا۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا: بت پرستی، شرک کے سبب تمہارا نور فطرت بجھ چکا تھا قریب تھا کہ تم دوزخ کے کنارے سے پھسل کر جہنم کے نچلے طبقہ میں چلے جاتے لیکن اللہ پاک نے تمہیں اس سے تحفظ عطا فرمایا۔

غور فرمائیں اختلاف کی بظاہر دو قسمیں ہیں، اختلاف کی ایک صورت ایسی ہے جس سے کوئی انسان محفوظ نہیں اس سے روکنا تکلیف مالا یطاق ہے جب کہ دوسری قسم ایسی ہے جس سے تحفظ ممکن ہے جہاں تک فہم اور رائے کا اختلاف ہے اس سے کچھ چارہ نہیں اسے برداشت کرنا چاہئے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ (ہود: ۱۱۸)

”لیکن وہ ہمیشہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ عقل اور فہم کے لحاظ سے سبھی لوگ ایک جیسے نہیں ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک گھر میں زندگی بسر کرنے والے حقیقی بھائی فہم کے لحاظ سے اختلاف رکھتے ہیں البتہ دین اسلام نے جن کو مٹانے کا حکم دیا ہے اس کو مٹانا ضروری ہے۔ جیسے اپنی خواہشات کو احکام دیجیہ میں حاکم نہ بنائیں اس طرح کا اختلاف علماء سلف میں موجود تھا۔ غور فرمائیں امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں نشوونما پاتے ہیں وہ وہاں کے حالات سے متاثر تھے ،انھوں نے اہل مدینہ کے عمل کو اصول کی حیثیت دی ہے جب کہ علامہ ابن حزم نے ان سے اختلاف کیا ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عراق کے باشندوں کے عمل کو کچھ حیثیت نہیں دی ہے ائمہ کرام کے درمیان اختلاف رائے تھا اس کے باوجود وہ اپنے مخالف کو برداشت کرتے تھے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد تعصب کا دور دورہ رہا ہر شخص نے اپنے مقتدا، امام کے قول کو صحیح قرار دیا اگرچہ وہ صحیح حدیث کے خلاف تھا مسلمانوں میں مذہبی عصبیت کا فتنہ رونما ہوا اور وہ مختلف مذاہب میں تقسیم ہو گئے ہر امام کے مقلد نے اپنے امام کو حاکم قرار دیا اور مخالف رائے رکھنے والے امام کے ساتھ دشمنی کا اظہار کیا اس کے نتیجہ میں مذہبیت کو فروغ حاصل ہوا حق وصداقت کی جانب رجحان نہ رہا تعصب کے پیش نظر امام شافعی کے مقلدین نے امام شافعی کے تمام اقوال کو دین قرار دیا جب کہ بعض اقوال احادیث صحیحہ کے خلاف تھے۔ چنانچہ اختلاف کی اس ناپسندیدہ صورت کے بعد مسلمانوں کی عزت میں دراڑیں رونما ہوئیں۔ دین اسلام کے پیروکار مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے علماء کی تذلیل میں پیش پیش رہا انصاف کا ترازو معدوم ہو گیا، تعصب نے خواہشات کو مقتدا بنانے کا فارمولا پیش کیا نتیجۃً غور وفکر کی بجائے اندھی عصبیت نے مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے اور فساد کو جنم دیا۔

مذہبی عصبیت اور اختلاف کا حل

اختلاف کا حل یہ ہے کہ کتاب اللہ کے نصوص اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہر مسئلہ کو پیش کیا جائے آئمہ کرام کے اقوال اگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں تو ان کو حجت نہ سمجھا جائے البتہ آئمہ کرام کا احترام ضروری ہے ان کی عظمت کے خلاف کوئی جملہ زبان پر نہیں آنا چاہیے۔ (المنار ۴/ ۲۲، ۲۳)

محترم مولانا مسعود احمد نے تفسیر قرآن عزیز ج ۲ میں اس مقام پر نہایت وضاحت کے ساتھ اس اختلاف کو حل فرمایا ہے۔ قارئین ان کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔ (تفسیر قرآن عزیز ۲/ ۱۸۵، ۲۰۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: اور تم میں ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی جانب دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

لغوی تحقیق اور تفسیر: "اُمَّةٌ" عموماً کسی ایسے گروہ یا جماعت پر بولا جاتا ہے جن میں عقیدہ، وطن، قبیلہ یا کسی طرح کا اشتراک پایا جائے۔ اسی طرح امت سے مقصود دین شریعت ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ﴾ (الزخرف: ۲۲)

"بلکہ کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک شریعت پر پایا ہے"۔

قرآن حکیم میں مدت کے معنوں میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے کہ ﴿وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ﴾

"اور اسے مدت کے بعد وہ بات یاد آئی۔" (لسان القرآن ۱/ ۱۱۴)

انسان یا اس کے علاوہ کسی نوع کے افراد جن کا آپس میں جنسیت، زبان، مذہب کا رابطہ ہو ان کے معاملات میں وحدت کار فرما ہو جب کہ اس مقام میں امت سے مقصود مجاہدین ہیں اور وہ لوگ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو بطور مشن ادا کر رہے ہیں۔ "اَلۡخَيۡر" سے مقصود اسلام ہے جبکہ ایمان اور عمل صالح پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ "اَلَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا" سے مقصود اہل کتاب، یہودی اور عیسائی ہیں۔

وضاحت: اللہ پاک نے ایمان دار بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اہل اسلام کے ساتھ وابستگی کی تاکید کرتے ہوئے انہیں افتراق اور اختلاف سے منع کیا اور انہیں ترغیب دی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں اس کی صورت یہ ہو کہ وہ ایک جماعت کا انتخاب کریں اس جماعت کے افراد لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ مزید بر آں اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیں اور منکر کاموں سے روکیں اس جماعت کی ذمہ داری ہو کہ وہ اسلام کی جانب دعوت دینے میں تساہل نہ کریں جو لوگ اسلام کے حکم پر چلتے رہیں گے وہ دنیوی و اخروی سعادتوں سے ہم کنار ہوں گے اور قیامت کے دن نیکوکاروں کے ساتھ ان کا داخلہ جنت میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں یہ ضابطہ عملاً نافذ ہو کہ ایک گروہ کو منتخب کیا جائے جو دعوت کا کام کرے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے انہیں عہدہ بر آہ ہونا چاہیے۔ نہ صرف یہ کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہری آبادی کے ساتھ رابطہ رکھیں بلکہ دیہاتوں میں بھی انہیں یہ فریضہ سرانجام دینا چاہئے۔

مقصود یہ ہے کہ امت کی حیثیت ایک جسم کی مانند ہو۔ حدیث میں وارد ہے "ایمان داروں کی مثال آپس میں محبت اور رحم و کرم کے لحاظ سے ایک جسم کی مانند ہے اگر جسم کا ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو مکمل انسانی ڈھانچہ کرب والم محسوس کرتا ہے۔" بلکہ بخار اور بیداری کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے ایک دوسری حدیث میں ایمان دار انسان کی وابستگی دوسرے انسان سے اس قدر زیادہ ہو کہ وہ دونوں ایک ہی جسم کی مانند ہوں اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچائیں۔ (مسند احمد / ۶۸، ۵ / ۷، بخاری ص ۱۲۷۹)

گویا کہ وحدت امت اس کی زندگی کا راز ہے جب کہ ان کا معبود ایک ہے تمام معاملات میں اللہ پاک کے حکم کی تابعداری کرتے ہیں اللہ پاک کا حکم ان کی خواہشات اور ارادوں پر حاوی ہوتا ہے اور وہ اختلاف اور نفرت سے دوچار رہتے ہیں بلکہ اجتماعی زندگی ایسی وحدت ہے جس میں ان کا تحفظ ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط
وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ج فَأَمَّا
الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ قف أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کی مانند نہیں ہونا ہے جو فرقے فرقے بن گئے اور انہوں نے اس کے بعد (آپس میں) اختلاف کیا جب ان کے پاس دلائل آ گئے اور یہ لوگ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے لیکن وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے پس تم عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کافر ہو گئے ہو۔ لیکن وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا: سے مقصود یہودی عیسائی ہیں۔ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ سے مقصود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل بدعت جب کہ وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ سے مقصود اہل سنت ہیں رحمۃ اللہ سے مقصود جنت ہے۔

یوم تبیض وجوہ سے مقصود اہل سنت والجماعت ہیں

اللہ پاک امت محمدیہ کو منع کر رہے ہیں کہ وہ پہلی امتوں کی مانند نہ بنیں یعنی افتراق اختلاف سے خود کو بچائیں مزید جس طرح یہودیوں، عیسائیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری نہ سمجھا تم نے ان کی روش پر نہیں چلنا ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا اہل کتاب بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی وہ سب دوزخی ہیں البتہ ایک فرقہ جنتی ہے اس سے مقصود اہل سنت والجماعۃ ہیں۔

یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ: سے مقصود اہل سنت والجماعت ہیں جب کہ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ سے مقصود اہل بدعت ہیں یعنی قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ایمان داروں کے چہرے روشن ہوں گے بلکہ ان کے وضوء کے اعضاء بھی روشن ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے جب کہ کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے بالخصوص جب ایمان دار شخص اپنے اعمال نامہ کا ملاحظہ کرے گا اپنے نیک کاموں کو موجود پا کر خوش ہو گا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھے گا لیکن کافر، منافق شخص جب اپنا سیاہ نامہ پڑھے گا اس میں اپنی بدکاریوں کو ملاحظہ کرے گا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا بلکہ دنیا میں بھی اچھے اور بُرے اعمال کے اثرات چہرے سے مترشح ہوتے ہیں، چہرہ غمازی کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن حوض کوثر پر میں تمہارے انتظار میں ہوں گا جو شخص میرے پاس ہو گا وہ حوض کوثر سے سیراب ہو گا اور جس نے ایک بار حوض کوثر سے پانی پی لیا وہ کبھی پیاس محسوس نہ کرے گا۔ حوض کوثر پر کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا وہ مجھے پہچانتے ہوں گے کچھ عرصہ بعد میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہو جائے گا اس پر میں کہوں گا یہ لوگ میرے امتی ہیں۔ مجھے بتایا جائے گا آپ کو علم نہیں انہوں نے آپ کے بعد بدعات کو فروغ دیا تو میں کہوں گا وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے میرے اسلام کے احکام میں تغیر و تبدل کیا ان سے مقصود خوارج، روافض، معتزلہ اور اہل بدعت ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ : جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا تم نے پختہ عہد کے بعد عہد کو توڑا، یہی جواب یہودیوں کو ملے گا جو پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی بعثت پر ایمان رکھتے تھے۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو انہوں نے کفر کیا آپ کی نبوت کی تصدیق نہ کی بلکہ منافقین کو بھی کہا جائے گا کہ تم بظاہر تو انہیں خاتم النبیین تسلیم کرتے ہو لیکن عملی زندگی میں ان کے ارشادات پر عمل پیرا نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔

وَاَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ: ان سے مقصود وہ ہیں جنہوں نے عہد کا ایفاء کیا اللہ اور آپ ﷺ کی اطاعت کرتے رہے ان کے چہرے روشن ہوں گے وہ جنت میں مسرت اور خوشیوں کیساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ : یہ اللہ کی جانب سے آیات ہیں جن کی ہم آپ پر سچائی کے ساتھ تلاوت کر رہے ہیں اور اللہ بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اللہ کے لئے ہے جو چیزیں آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں۔

لغوی تحقیق اور تفسیر : تِلۡكَ آيَاتُ اللّٰهِ : احکام، دلائل، مامورات منہیات سے ہم آپ کو آگاہ کر رہے ہیں ان کے صحیح ہونے میں ہرگز شبہ نہیں مزید تاکید ہے کہ اللہ کی ذات ظلم کے وصف سے پاک ہے وہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا ہے نہ کرے گا وہ ایسا حاکم ہے جو عدل وانصاف کے ساتھ موصوف ہے اسے ہر چیز کا علم ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے مزید برآں آسمان زمین جو کچھ ان میں ہے سب اللہ کے قبضہ میں ہے تمام معاملات میں تصرف کا اسے ہی اختیار ہے۔ (قرطبی ۲/ ۱۶۸، ۱۶۹)

"نتلوھا" مادہ (تلو) ہے معنی پیروی، پیچھے پیچھے چلنا، تلاوت، پڑھنا، اس میں بھی ایک آیت کے بعد قاری چونکہ دوسری آیت پڑھتا ہے اس لئے اتباع کا معنی موجود ہے۔ قرآن حکیم بلاشبہ ایک پیغام، ایک فلسفہ حیات اور ایک انقلابی دعوت ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تلاوت اسی غرض وغایت سے ہو لیکن بالفرض اگر ایک شخص اس کے معنی نہیں جانتا لیکن از راہ محبت و شوق قرآن حکیم کی تلاوت کرنا صبح وشام اس کا شیوہ ہے تو اجر وثواب سے بھلا کیوں محروم ہونے لگا ہمارے نزدیک نہ صرف قرآن حکیم کی تلاوت باعث اجر ہے بلکہ اس کو چھونا اور دیکھنا بھی موجب برکت وسعادت ہے یہ نامہ یار ہے اس سے جتنا بھی پیار ہو کم ہے ہاں اس پیار کا آہستہ آہستہ عمل و کردار میں بھی اظہار ہونا چاہئے ورنہ یہ پیار جھوٹا پیار ہوگا۔ (لسان القرآن ص ۲۷۱)

تشریح : ان آیات میں اللہ کی رسی قرآن پاک کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے نتیجہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیابی یقینی ہے اس کے ساتھ ساتھ افتراق اور اختلاف سے منع کیا گیا ہے بصورت دیگر دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ دینِ اسلام کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہوئے وحدت امت کا ثبوت پیش کرنے کی جانب متوجہ کیا گیا ہے اور مقاصد میں اتفاق کی جلوہ گری ہو البتہ فہم کا اختلاف قابل برداشت ہے اور اختلاف کرنے والے کو معذور سمجھا جائے لیکن جہاں فہم میں اختلاف نہیں وہاں تو ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر ہونا گناہ عظیم ہے اس ضابطہ کے پیش نظر اگر امت محمدیہ سابقہ امتوں کے آثار پر گامزن ہوگی تو دین اسلام میں افتراق کی خلیج وسیع ہو جائے گی ہر گروہ اپنے آپ کو صحیح سمجھے گا۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (الروم: ۳۲)

کیا اسلام میں توحید کے مسئلہ پر کسی کو اختلاف ہے ؟ فواحش و منکرات سے اجتناب پر بھی کسی کو اختلاف نہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعٰلَمِينَ : مامورات اور منہیات سے مقصود لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا ہے اور انہیں بتانا ہے کہ اس طرح فطرت اسلامیہ کے مطابق چل کر اجتماعی نظام کی تکمیل ہوگی اگر اوامر الٰہیہ سے اعراض کریں گے تو عذابِ الٰہی نازل ہوگا اور فرقہ واریت اور اختلاف کی پاداش میں ان کا شمار ظالموں سے ہوگا وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ نہ رہیں گے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ (ہود: ۱۰۲)

"اور اسی طرح تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب وہ بستیوں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے جب کہ وہ ظالم ہوں بلاشبہ اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔"

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ: اور اللہ کے لئے ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور اللہ ہی کی جانب تمام معاملات کا لوٹنا ہے۔ اس آیت کو ذکر کردہ حکم الٰہی کی دلیل کے حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے اللہ کی ذات شہنشاہ مطلق ہے وہ صرف مالک ہی نہیں بلکہ اسے ہی تصرف کا مکمل اختیار ہے جو لوگ فرقہ واریت میں ملوث ہیں انہیں کیسے وہ مقام حاصل ہو سکتا ہے جہاں وحدت سے موصوف لوگ اللہ پاک کی رحمت اور اس کے فضل و کرم سے شادکام ہوں گے انہیں کچھ غم نہ ہوگا اللہ پاک مالک الملک ظلم سے پاک ہے کسی پر ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرے گا ہر شخص کو اس کے عمل کے بدلہ میں اپنی جانب سے بھی نوازے گا بلکہ جس شریعت پر عمل کرنے کا اس نے اپنے بندوں کو مکلّف بنایا ہے اس میں بھی اللہ پاک نے آسانی کا ارادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ روزہ کے احکام کے بارے میں فرمایا :

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز وضو اور غسل کے احکام کے بعد فرمایا: ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ﴾ (المائدہ: ۶)
"اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں مشقت میں ڈالے۔"

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا ان میں سے کچھ مسلمان ہیں اور ان میں سے زیادہ فاسق ہیں۔ وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر معمولی اور اگر وہ تمہارے ساتھ لڑائی کریں گے تو تمہاری جانب پیٹھ کریں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ ان پر ذلت مسلط کی گئی ہے جہاں کہیں پائے جائیں گے البتہ اللہ کی جانب سے تعلق اور لوگوں کی جانب سے تعلق کی صورت میں (ذلت نہیں) اور وہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹ آئے اور ان پر مسکنت مسلط کر دی گئی، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح : جب اللہ پاک نے ایمان داروں کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ تقویٰ کو لازم رکھیں اور اللہ کی رسی قرآن پاک کے ساتھ تمسک کریں۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق خود کو سمع واطاعت کے جذبہ سے سرشار رکھا پھر ان کو ایک جماعت بنانے کا حکم دیا جن کے فرائض میں ہو کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو پورا کریں اس ذمہ داری کو بھی انہوں نے استطاعت کے مطابق سرانجام دیا تو انہیں تمام امتوں میں سے بہتر امت کا سرٹیفکیٹ عطا کیا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سبب بہتر امت ہو ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ تم ستر امتوں کو مکمل کرو گے ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں عظمت اور شرف کے لحاظ سے تم ہو تو اس شرف کے حصول کے کے بعد اب تم نے اسلام کی جانب لوگوں کو دعوت دینا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا ہے منکر کاموں سے مقصود کفر، شرک کبائر گناہ اور بے حیائی کے کام ہیں اللہ کی ذات پر ایمان لانا ہو گا ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز پر ایمان لانا ہو گا جس پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی فرشتوں، کتب الہیہ، پیغمبروں، آخرت اور تقدیر پر ایمان رکھنا ہو گا۔

بعد ازاں اہل کتاب کو دعوت دی ہے کہ وہ صحیح ایمان لائیں جو انہیں اللہ کے عذاب سے رستگاری عطا کرے چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا اگر اہل کتاب محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آتے اور جس اسلام کو آپ نے پیش فرمایا اس پر ایمان لے آتے تو ان کے لئے جھوٹی قسموں کے اٹھانے سے بہتر ہوتا۔ تاہم ان لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا ایمان صحیح ہے جیسے عبداللہ بن سلامؓ اور ثعلبہ بن سعیدؓ وغیرہ ہیں جب کہ ان میں اکثریت فساق لوگوں کی ہے جو اس کتاب کے محتویات کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں نہ عقائد اور احکام پر ان کا ایمان ہے ان کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ آخر الزماں امی پیغمبر پر ایمان لائیں اور جو اسلام وہ پیش کرے اس کی تابعداری کریں نیز اللہ پاک نے مسلمانوں کو مطلع کیا کہ اہل کتاب میں فساق لوگ انہیں کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ البتہ کذب بیانی سے باز نہیں رہیں گے لیکن اگر وہ ان سے محاذ آرائی کریں تو شکست ان کا مقدر ہو گی وہ کبھی بھی مسلمانوں پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا کہ انہیں ذلت اور مسکنت کے ساتھ لازم ملزوم قرار دیا گیا ہے وہ جہاں بھی ہوں گے جس شہر میں بھی آباد ہوں گے ذلت اور مسکنت ان کا مقدر ہے البتہ اگر وہ اسلام کے دامن میں پناہ حاصل کریں گے تو انہیں سکون اور عظمت ملے گی یا کسی مضبوط حکومت کے ساتھ ان کا معاہدہ ہو جائے تو ایسی حالت میں ان کا مقام کسی حد تک بہتر ہو گا دراصل ان کی دشمنی ان کا کفر اللہ کے غضب کو دعوت دے رہا ہے جس کے نتیجہ میں ان کی دنیوی زندگی فقر و مسکنت کی کیفیت میں گزرے گی جب کہ آخرت میں دوزخ کے عذاب میں جکڑے جائیں گے، عذاب کا سبب ان کا اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آیات کے ساتھ کفر کرنا اور بلا جواز انبیاء علیہم السلام کے قتل کے منصوبے بنانا ان کی مسلسل نافرمانی اور حدودِ الہیہ سے تجاوز ان کی ذلت کے اسباب ہیں۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۳۰۰، ۳۰۱)

امت محمدیہ کے فضائل و مناقب میں کثرت کے ساتھ احادیث صحیحہ کتب حدیث میں موجود ہیں، مشکوٰۃ المصابیح کے آخر میں "باب ثواب ھذہ الامۃ" کے ضمن میں امت محمدیہ کے فضائل میں احادیث مرقوم ہیں امت محمدیہ کی منقبت میں ایک حدیث مسلم کے حوالہ سے حافظ ابن کثیر نے ذکر فرمائی ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے دیکھا ایک پیغمبر ہے اسکے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے ایک پیغمبر ہے اسکے ساتھ ایک یا دو اس کے امتی ہیں، ایک پیغمبر ہے جس کے ساتھ ایک شخص بھی نہیں ہے اچانک میری نظر کے سامنے کثیر تعداد میں لوگ نظر آئے میں نے محسوس کیا یہ میری امت کے لوگ ہیں لیکن مجھے بتایا گیا یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے البتہ آپ افق کی جانب نظر اٹھائیں، میں کیا دیکھتا ہوں کہ عظیم تعداد میں لوگ ہیں مجھے بتایا گیا یہ لوگ آپ کی امت ہیں جب کہ ان کے علاوہ ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے بعد ازاں آپ کھڑے ہوئے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے لوگوں نے بحث شروع کر دی کہ یہ کون (خوش قسمت) لوگ ہیں جو بلا حساب، عذاب جنت میں داخل ہوں گے؟ کچھ لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا شائد آپکی مراد ان سے صحابہ کرام ہیں جب کہ کچھ لوگوں نے کہا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ نے استفسار فرمایا تم کن باتوں میں مشغول تھے؟ صحابہ کرام نے آپکو مطلع کیا آپ نے فرمایا ان سے مقصود وہ لوگ ہیں جو دم درود نہیں کرتے اور نہ کسی کو دم کرنے کا کہتے ہیں نہ وہ بیماری کے عالم میں گرم لوہے سے اپنے جسم کو داغتے ہیں مزید وہ بد فالی سے بھی کنارہ کش رہتے ہیں وہ تو اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں اس دوران عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا آپ دعا کریں کہ مجھے اللہ پاک ان میں داخل فرمائے آپ نے فرمایا تو ان میں داخل ہے پھر ایک اور شخص نے یہی سوال دہرایا آپ نے فرمایا عکاشہ بن محصن تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۸۹)

امام الہند مولانا ابو الکلام آزادؒ کا یہود کی ذلت پر بے لاگ تبصرہ

مولانا ابو الکلام آزادؒ رقم طراز ہیں:

"دعوت حق کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصہ یہودیوں کا ہے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بد عملیوں اور سرکشیوں سے مغضوب الٰہی ہو چکے ہیں اور دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں اپنے بل بوتے پر زندگی بسر کر رہے ہوں جہاں کہیں بھی پناہ ملی ہے ذلت و نامرادی کی پناہ ہے، یعنی یا تو اہل کتاب ہونے کی وجہ سے لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے یا پھر حکمران قوموں نے محکومیت واطاعت کے قول و قرار پر زندگی کی مہلت دے دی ہے چنانچہ پہلی حالت عرب میں تھی دوسری روم اور ایران میں پس کوئی وجہ نہیں کہ تم انکی مخالفت سے پریشان خاطر ہو وہ وقت دور نہیں جب عرب میں انکی رہی سہی طاقت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ یہاں سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ قرآن قومی محکومیت کی حالت کو کس نظر سے دیکھتا ہے اس زمانہ میں یہودی رومیوں کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے اور عرب میں بھی انکی بڑی بڑی بستیاں تھیں لیکن چونکہ حکومت و فرماں روائی سے محروم ہو چکے تھے اس لئے فرمایا کہ یہ دوسروں کے رحم پر زندگی بسر کرنے والے ہیں۔ (تفسیر ترجمان القرآن ۱/ ۳۳۵)

لَيْسُوا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: یہ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب سے ایک جماعت صحیح کردار والی ہے وہ رات کے لمحات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور اچھے کاموں (کے کرنے) میں جلدی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو صالحین سے ہیں۔ وہ جو بھی اچھے کام کرتے ہیں ان کی ناقدری نہیں ہوگی اور اللہ کو پرہیزگاروں کا علم ہے۔

لغوی تحقیق: "قَآئِمَةٌ" موجود ہے، حق پر قائم ہے، استقامت ہے ان میں ٹیڑھا پن نہیں ہے، ملت واحدہ کی جانب اشارہ ہے۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں اہل کتاب اور امت محمدیہ برابر نہیں ہیں رسول اکرم ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ایک روز عشاء کی نماز کی ادائیگی میں تاخیر فرمائی بعد ازاں آپ نے مسجد نبوی کا رخ کیا تو لوگ جماعت کے انتظار میں تھے آپ نے فرمایا خبردار اہل اسلام میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہے جو اس نماز کو اتنی تاخیر سے ادا کر رہا ہو جتنی تاخیر سے تم ادا کر رہے ہو۔"

اس کے بعد ان تین آیات کا نزول ہوا جب کہ مفسرین کے نزدیک مشہور یہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تینوں آیات اہل کتاب سے علماء کرام کے بارے میں نازل ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں عبداللہ بن سلام، اسد بن عبید، ثعلبہ بن سعیہ وغیرہ مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب سے جن لوگوں کا ذکر مذموم انداز میں کیا گیا ہے وہ اور جو لوگ ان میں سے اسلام لائے ہیں دونوں برابر نہیں ہیں جب کہ ان میں ایمان والے بھی ہیں اور مجرم بھی ہیں اسی لئے وضاحت ہے کہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو اللہ کے احکام کے مطابق رواں دواں ہے وہ اللہ کے پیغمبر کی اطاعت کرنے والے ہیں ان میں استقامت ہے وہ رات کے لمحات میں قیام کرتے ہیں کثرت کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور قیام میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ایمان اللہ پاک پر اور آخرت کے دن پر ہے۔ مزید بر آں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے مبارک کام میں مشغول رہتے ہیں نیز اچھے کاموں کے سر انجام دینے میں جلدی کرتے ہیں یقیناً ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ صالحین میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کا تذکرہ اس سورۃ کے آخر میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (آل عمران: ۱۹۹)

"اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں تیار ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

اہل کتاب سے ایمان لانے والوں کی فضیلت

اہل کتاب کا جو فرد جب اسلام قبول کر لیتا ہے اس کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "تین افراد ایسے ہیں جنہیں دگنا ثواب عطا ہوگا ان میں ایک شخص وہ ہے جو پہلے کتابی تھا، اپنے پیغمبر پر ایمان رکھتا تھا پھر اس کو موقعہ ملا اس نے آخر الزماں پیغمبر کی نبوت کو تسلیم کیا آپ کا تابعدار بنا وہ دوہرے ثواب کا حق دار ہے۔"

(مشکوۃ المصابیح مع تحقیق البانی کتاب الایمان)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ کافر ہیں ان کے مال ان کی اولاد انہیں اللہ (کے عذاب) سے فائدہ نہیں دے سکے گی یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس مال کی مثال جس کو وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کر رہے ہیں اس بگولے کی طرح ہے جس میں زبردست ٹھنڈک ہے وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر گرا جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے اس نے اس کو ختم کر دیا جب کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا ہے لیکن وہ خود پر ظلم کرتے تھے۔

لغوی تحقیق: "صِرٌّ" زبردست ٹھنڈی ہوا جس کے چلنے سے فصلیں بالکل نابود ہو جاتی ہیں یا ان میں نقص رونما ہو جاتا ہے اس سے (بادِ صرصر) کا شدید ٹھنڈی ہوا پر اطلاق ہوتا ہے۔

الانباری کا قول ہے اسکے مفہوم میں ٹھنڈک، آواز، آگ کا مفہوم بھی ملحوظ ہوتا ہے قرآن پاک میں ہے ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ﴾ (الذاریات: ۲۹) شدید آواز مقصود ہے۔ (المنار ۴/۷۶)

تشریح: ایمان داروں کا تذکرہ فرمانے کے بعد کفار کی وعید کا بیان ہو رہا ہے، ترغیب ترہیب کو جمع کر کے بیان کرنا قرآن پاک کا اسلوب ہے۔ "کَفَرُوْا" سے مقصود بنو قریظہ، بنو نضیر یہودیوں کے قبائل ہوں یا مشرکین قریش ہوں تاہم یہودی زبردست حریص تھے کہ ان کے پاس مال کی بہتات ہو انہیں طویل زندگی گزارنے کا موقعہ میسر آئے نیز اولاد بھی زیادہ ہو تاکہ عددی قوت کے لحاظ سے بھی انہیں معاشرہ میں تفوق حاصل ہو چنانچہ وہ مال کی بہتات پر نازاں تھے اور اپنے مخالف گروہ، ایمان داروں کو فقر و فاقہ کی عار دلاتے رہتے تھے بلکہ وہ برملا یہ بھی کرتے کہ اگر محمد ﷺ حق پر ہوتا) تو اللہ اس کو فقر و فاقہ سے دوچار نہ کرتا اور اس کی زندگی تلخ نہ ہوتی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ مال کی بہتات رکھتے ہوں اور ان کی اولاد بھی زیادہ ہو وہ علم و ادب کی جانب کم ہی توجہ کرتے ہیں روشنی سے انہیں محبت نہیں ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (العلق: ۷)

"ہر گز نہیں بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے جب کہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔"

لیکن مال و دولت سے اللہ کا عذاب ٹل نہیں سکتا مال و دولت کے سبب مغرور انسان حق و صداقت سے روگردانی کرتا ہے وہ حق کی جستجو کی جانب دھیان ہی نہیں کرتا اسے مال کی کثرت اور اولاد کی بہتات پر ناز ہوتا ہے اور جو شخص حق و صداقت کی جانب رخ ہی نہیں کرتا وہ زندگی بھر کفر و جہالت کے عمیق اندھیروں میں گھومتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے دنیوی زندگی میں اس نے مال و دولت کو فراہم کیا اور اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ گیا آخرت میں اسے مال و اولاد سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ دراصل ان کی روحانیت مسخ ہو گئی اور وہ اپنے غلط کردار کے سبب دوزخ کا ایندھن بن گئے۔

مَثَلُ مَايُنفِقُوْنَ : تباہی لانے والی آندھی سے مقصود مال ہے جس کو وہ لذات و شہوات کے حصول میں خرچ کرتے ہیں بلکہ سستی شہرت اور اپنے خیالات کے مؤیدین بنانے میں صرف کرتے ہیں جب کہ مال کی بہتات ان لوگوں کو راہ ہدایت کی جانب جانے سے رکاوٹ بنتی ہے اور انسان میں عقل و شعور کی موجودگی اور اخلاق حسنہ کی عظمت کی مثال کھیتی کی ہے یعنی جس مال کو وہ خرچ کر رہے ہیں اسی مال نے ان کے اخلاق اور ان کے اعتدال کو ختم کر دیا ہے غور و فکر کے زاویوں سے کام نہیں لیا گیا اور نتائج سے خود کو بے پرواہ بنا دیا ہے۔ وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ جو مال خرچ کر رہے ہیں اگرچہ مصرف میں خیر کا پہلو ہے اس ٹھنڈی تیز ہوا کی مانند ہے جس کے تیز چلنے سے کھیت اور باغات بھسم ہو جاتے ہیں انہیں مال خرچ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا بعض مفسرین نے اس سے مقصود وہ لوگ لئے ہیں جو نبی ﷺ کی دشمنی میں مال خرچ کرتے ہیں وہ لوگ آپ کی دعوت حقہ کو کالعدم کرنے کے لئے مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔ عام ہے کہ مال خرچ کرنے والے یہودی ہیں یا منافق ہیں چنانچہ بعض مفسرین نے اس سے مقصود وہ منافق لوگ لئے ہیں جو ریاکاری یا تقیہ کے پیش نظر مال خرچ کرتے ہیں لیکن یہ دونوں گروہ ناکام ہیں جبکہ انکے مقابلہ میں اللہ نے اپنے پیغمبر اور ایمان داروں کو غلبہ عطا کیا اور منافقین کو رسوائی سے ہم کنار کیا جیسا کہ سورۂ براءۃ میں اس کا مفصل تذکرہ ہے۔ (المنار ۴/ ۷۶، ۷۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتَابِ كُلِّهٖ ج وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْآ اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ز وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تم اپنے سے علاوہ کو پوشیدہ دوست نہ بناؤ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے وہ اس چیز کو بہتر سمجھیں گے جس سے تمہیں تکلیف ہو ان کے چہروں سے دشمنی ظاہر ہو رہی ہے اور ان کے سینوں میں جو پوشیدہ ہے وہ زیادہ سخت ہے بلا شبہ ہم نے تمہارے لئے آیات کو واضح کر دیا ہے اگر تم سمجھ سکتے ہو۔ خبردار تم ایسے لوگ ہو جو ان کو دوست بناتے ہو اور وہ تمہیں دوست نہیں سمجھتے ہیں اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب ان کی تم سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو غصے کی وجہ سے (اپنی) انگلیوں کو تمہارے خلاف کاٹتے ہیں تم کہو کہ تم اپنے غصے میں ہی مر جاؤ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ سینوں میں ہے۔ اگر تمہیں نعمت حاصل ہوتی ہے تو اس سے ان کو ناراضگی ہوتی ہے اور اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ احاطہ کرنے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

لغوی تحقیق: "اَلْبِطَانَةُ" کپڑے کا استر "بِطَانَةُ الرَّجُلِ" اہل وعیال خاص لوگ ہم راز، واحد، جمع مذکر، مؤنث سبھی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "لَا يَأْلُوْنَكُمْ" کچھ کمی نہیں کرتے ہیں محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ "لَا اٰلُوْكَ نُصْحًا" میں خیر خواہی کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا، خَبَالٌ، نقصان (الراغب ۲/۴۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں وارد ہے ﴿هُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ وہی تو ہے سب سے اول سب سے آخر اور وہی ظاہر اور مخفی بھی۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح نظام کائنات کی ہر ہر کروٹ، ہر حرکت ہر پہلو کے اعتبار سے اس کی ذات گرامی نمایاں اور ظاہر ہے اسی طرح اللہ کے وصف باطن میں بھی اس کے وجود اور اس کے علم و حکمت کی جلوہ فرمائی کا پتہ چلتا ہے چنانچہ سائنسی تحقیقات نے آج ثابت کر دیا ہے کہ ذرہ کے اندر جو بے شمار کہربائے تیزی سے حرکت کناں ہیں ان میں سمت اور وقت کا شعور موجود ہے اس سے پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ ذرہ میں کہربائیوں کی یہ حرکت کسی قاعدہ اور تعلیل کی رہین منت نہیں لیکن اب رجحان یہ ہے یہاں بھی ایک قانون ہے ایک نظام ہے، اور تعلیل و تسبب کی ایک صورت ہے جس کی تفصیلات گو ابھی معلوم نہیں تاہم اتنا ضرور طے ہے کہ ذرہ بھی اپنی حرکت اور علم میں اسی قانون اور ضابطے کا پابند ہے جسکو ہم تمام نظام عالم میں جاری وساری دیکھتے ہیں ظاہر سے مراد صفات علم و حکمت قدرت و ربوبیت ہے جو عیاں ہیں لیکن اسکی ذات کی کنہ کا ادراک اتنا غامض اور مشکل ہے کہ اس تک عقل انسانی کی رسائی محال ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد "يَا مَنْ غَايَةُ مَعرِفَتِهِ القصُور عَن مَعرِفَتِهِ" اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

مقصود یہ ہے کہ اے وہ ذات گرامی جس کی انتہائے معرفت یہ ہے کہ اس کے بارے میں تصور معرفت کا اعتراف کیا جائے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے قول کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلب و ذہن میں اپنی تجلیات کا اظہار کیا حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا تک نہیں اور ان کو اپنے مشاہدہ و دیدار کی توفیق بخشی حالانکہ اس کی تجلی ذات ان کی آنکھوں سے مستور و مخفی رہی۔" (لسان القرآن ۱۹۶)

تناسب: اس سورہ کے آغاز سے ہی اہل اسلام کا جو اختلاف یہودیوں اور مشرکین کے ساتھ تھا اس کا ذکر ہو رہا ہے اب ان آیات سے لے کر آخر سورت تک ایمان والوں کے احوال کا ذکر ہے اور ان کا آپس میں معاملہ کس طرح کا ہو اب اس آیت کا ربط ماقبل کی آیات کے ساتھ کس طرح کا ہے اس کو واضح کرنا مقصود ہے اولاً اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ایمان داروں اور کفار، یہود کے درمیان روابط تھے ان کا آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد تھا راز داری کی باتیں پہنچانے میں کچھ توقف نہ تھا اس کا ایک سبب آپس میں حلف و معاہدہ تھا دوسرا سبب نسبی تعلق، بیاہ شادی کے سبب رشتہ مصاہرت تھا تیسرا سبب دودھ پلانے کا تعلق تھا اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مؤمن شخص سیدھا سادھا مسلمان ہوتا ہے اسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے مؤمن شخص میں نرمی، رواداری کا جذبہ کار فرما رہتا ہے وہ صرف راستباز ہی نہیں ہوتا بلکہ امانت داری کا وصف بھی اس میں موجود ہوتا ہے سچ بولنا اس کا شیوہ ہوتا ہے وہ خود کو اس سے دور رکھتا ہے کہ کسی کے عیوب کو فاش کرے جب کہ مدینہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منورہ میں اہل کتاب یہودی اور مشرکین ان کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ دعوت اسلامی کی روشنی کو بجھادیا جائے اور اسلام کی تعلیمات کو باطل قرار دینے میں ہمہ تن مساعی کو بروئے کار لایا جائے جب کہ ایمان داروں کا اولین مقصد یہ تھا کہ دعوت اسلامی کی نشر واشاعت میں کوئی دقیقہ فرگذاشت نہ کیا جائے اور حق وصداقت کی تائید کی جائے ظاہر ہے کہ دونوں جماعتوں کے مقاصد ایک دوسرے کے خلاف تھے اور ان میں تناقض تھا جب کہ دونوں گروہ اس بات کے خواہش مند تھے کہ ایمان دار لوگ ان یہودیوں اور مشرکین کے ساتھ روابط بر قرار رکھیں جن کے ساتھ نسبی تعلق تھا اور حلیف اپنے معاہد کے ساتھ رواداری کے ساتھ پیش آئے جب کہ اسلام کے نقطہ نظر سے یہودی اور بنو اوس وخزرج کے مشرکین افراد میں اختلاف تھا تو اس آیت میں خبر دار کیا ہے کہ ہر گز کوئی مصلحت کار فرمانہ ہو جو لوگ اسلام نہیں لاتے ہیں انہیں آپ اپنا دوست راز داں نہ سمجھیں وہ آپ کو نقصان پہنچانے میں ہر گز کوئی کمی نہیں کریں گے ایمان داروں اور غیر ایمان داروں میں تعلقات کی ایک حد ہے اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔

شان نزول : ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان لوگ یہودیوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے اللہ پاک نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روک دیا ہے کہ وہ یہودیوں کے ساتھ جاہلیت کے کسی معاہدہ کے پیش نظر بھائی چارہ قائم نہ رکھیں وہ لوگ فتنہ پرور ہیں ان کے فتنوں سے خود کو تحفظ عطا کریں بعض مفسرین نے ان منافقین کو بھی شامل کیا ہے جن کا تعلق اوس، خزرج قبائل سے تھا ان قبائل کے لوگوں کی یہودیوں سے پرانی دوستی تھی بلکہ اسلام لانے کے بعد بھی انہوں نے اپنے پرانے تعلقات کو قائم رکھا لیکن یہودی آپ ﷺ کے مشن کے شدید مخالف تھے اس بناء پر ان کی دوستی انصار صحابہ کرام کے ساتھ ظاہری تھی اس دوستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ برابر اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کی جماعت میں فتنہ وفساد برپا کریں اور ان کے تنظیمی رازوں سے باخبر ہو کر ان کے دشمنوں تک پہنچائیں ان کی اس منافقانہ روش سے محتاط رہنے کے لئے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔ (المنار ۴/ ۸۰، ۸۱)

بخاری، نسائی کتب حدیث میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے ارشاد نبوی ہے "اللہ پاک نے ہر پیغمبر بلکہ ہر وہ شخص جو پیغمبر کا خلیفہ بنا اس کے ساتھ دو راز دار ساتھی مقرر فرمائے ہیں ان میں ایک خاص راز دار ساتھی تو اسے اچھے کاموں کا مشورہ دیتا ہے بلکہ ترغیب دلاتا ہے جب کہ دوسرا ساتھی اسے گناہ کے کاموں پر اکساتا ہے لیکن جس شخص کو اللہ پاک اس کے اکسانے سے تحفظ عطا فرمائے وہ محفوظ رہتا ہے۔

پس غیر مسلمان شخص کو راز دار نہ سمجھا جائے اور اسے کسی اونچی پوسٹ پر متعین نہ کیا جائے چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ فلاں شہر کا ایک شخص فن کتابت میں ماہر ہے اور نگرانی کے فرائض میں کوتاہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا نہیں ہے آپ اسے اپنا انشاء پردازی کا کام سونپ دیں آپ نے جواب دیا کیسے ممکن ہے کہ میں اپنا رازدار ایسے انسان کو بناؤں جو ایمان دار نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ کتابت کا کام کسی ذمی کو نہ سونپا جائے وہ اس پوسٹ پر جب متعین ہوگا تو اس میں غرور آئے گا اور وہ خود کو مسلمانوں سے اونچا سمجھے گا۔ مزید بر آں مسلمانوں کے داخلی مخفی امور پر اس کو آگاہی حاصل ہوگی ممکن ہے کہ اس کی خفیہ سرگرمیاں مسلمانوں کو کسی نقصان سے دوچار نہ کردیں اسی لئے فرمایا کہ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے وہ تو اس کوشش میں برابر لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو مصائب و مشکلات کے بھنور میں پھنسائے رکھیں۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ: ان کے چہروں کے خدوخال اور ان کی زبانوں پر غیر شعوری طور پر باتیں آجاتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں اس قدر تیز ہیں کہ ان کی دشمنی ان کے چہرے مہرے سے اس قدر مترشح ہوتی ہے کہ کسی بھی سمجھ دار انسان سے ان کی دشمنی مخفی نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱ ۵۹۵،۵۹۶)

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ: مقصود یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ان علامات سے آگاہ کر دیا ہے جن کی روشنی میں تم خود میں اس صلاحیت کو اجاگر پاتے ہو کہ کون شخص ایسا ہے جس کو رازدار دوست بنایا جائے اور کس کو خائن اور اسکی خباثت باطنی کے سبب اس سے مکمل انقطاع رکھا جائے ارشاد الٰہی میں مکمل وضاحت ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ، اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۃ ممتحنہ: ۸،۹)

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ان سے دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔“

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ: بلاشبہ تم تو ان کفار سے محبت کرتے ہو جو سب لوگوں سے زیادہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے معاملات کے بگاڑ میں ہرگز نرمی کا داعیہ نہیں رکھتے ہیں ان کی دلی آرزو ہے کہ تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشقت میں غلطاں رہو وہ تمہارے بارے میں دشمنی اور دھوکہ بازی کا کھلے بندوں کردار ادا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ کب تم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں تعجب ہے کہ تم کیسے ان کے ساتھ محبت کرتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو۔ غور فرمائیں باجود ان کی اس کیفیت کے مقابلہ میں ایمان والوں کا ان سے محبت کرنا اس حقیقت کو ثابت نہیں کر رہا ہے کہ دین اسلام تو محبت، آشتی، سہل انگاری کا نام ہے کہ اس سے زیادہ بہترین سلوک کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

بلکہ حیرت ہے کہ اس قدر بہترین سلوک کے مقابلہ میں وہ تم سے محبت کا اظہار بھی نہیں کرتے ہیں حالانکہ تم نہ صرف اس کتاب پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارے لئے نازل ہوئی ہے بلکہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہو جو ان کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے لیکن کیا خیال ہے اگر تم ان کی کتاب پر ایمان کا اظہار نہ کرو جیسا کہ وہ تمہاری کتاب پر ایمان کا اظہار نہیں کرتے ہیں پھر تو تم اس لائق ہو کہ وہ تم سے دشمنی کریں باوجود اس کے تم ان سے محبت کرتے ہو لیکن وہ تم سے محبت کا اظہار بھی نہیں کرتے ہیں مزید بر آں تم تو ان کی کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہو۔

وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا : جب منافقین تم سے ملاقات کرتے ہیں تو تمہارے ساتھ گفتگو کا انداز نرم ہوتا ہے بلکہ بظاہر زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں جہاں سے وہ ایمان داروں کے سامنے نہیں ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ زبردست دشمنی کا اظہار کرتے ہیں یہاں تک کہ غصہ کی شدت کے عالم میں اپنی انگلیوں کو کاٹنا شروع کر دیتے ہیں اور مطلوب کے عدم حصول پر زبردست غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل ان کی یہ کیفیت اس بنا پر ہے کہ وہ ایمان داروں میں الفت و مودت کا جذبہ کار فرما دیکھتے ہیں اور ان کے اتفاق پر ان کے غم و غصہ میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔ مزید بر آں اللہ پاک جب مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے تو انہیں اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا ہے کہ وہ کفار کے ساتھ بظاہر دشمنی کے انداز کو چھوڑ کر مدارات پر اتر آتے ہیں۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ : ان کے حق میں بد دعائیہ کلمہ ہے تاکہ ان کے غیظ و غضب میں مزید اضافہ ہو کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں مقصود اسلام کی قوت میں اضافہ اور مسلمانوں کی عزت میں حیران کن خوشخبری ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ : جب تمہیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگتے ہیں تو انہیں اس سے غم لاحق ہوتا ہے اور ان کے دلوں پر یہ خبر نہایت شاق گزرتی ہے اور اگر تمہیں شکست کا سامنا ہوتا ہے یا تمہاری جمعیت میں اختلاف رونما ہوتا ہے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا : اگر تم میں تکالیف پر صبر کا جذبہ کار فرما ہے بلکہ تم احکام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٰہیہ کے مطابق رواں دواں رہو اور منہیات سے بچاؤ اختیار کرو چنانچہ کفار کو رازدار بنانا بھی ممنوع ہے تو اس سے بھی رکے رہو تو ایسی حالت میں ان کا دجل و فریب تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم نے اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کا ایفاء کیا عبودیت کا ثبوت پیش کیا تو اللہ بھی اپنے حق ربوبیت کو پورا فرمائے گا اور تمہیں آفات و مصائب سے تحفظ عطا کرے گا۔ ارشاد الٰہی ہے :

﴿وَمَن يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجعل لَّهٗ مَخرَجًا ، وَّ يَرزُقهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحتَسِبُ﴾(الطلاق : ۲،۳)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کیلئے (رنج و محن سے) مخلصی (کی صورت) پیدا ہوگی اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔"

ایک حکیم کا قول ہے جب تم اپنے حاسدین کو ذلیل و خوار کرنا چاہتے ہو تو تم مزید فضائل اور مکارم اخلاق میں کوشاں رہو اس آیت کے مفہوم میں عبرت کا سامان موجزن ہے کہ ایمان دار لوگ دشمنوں کی دشمنی پر صبر کریں جہاں تک ممکن ہو ان کے شر سے خود کو تحفظ عطا کریں لیکن برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں قرآن پاک کا اسلوب داعیانہ ہے وہ تو محبت و آشتی کا درس دیتا ہے وہ تو برائی کے مقابلہ میں نیکی کا حکم دیتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے :

﴿اِدفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحسَنُ فَاِذَالَّذِی بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیمٌ﴾(فصلت : ۳۴)

"مدافعت میں بہت اچھا انداز اختیار کریں تو اس وقت وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے گویا کہ وہ اب گہرا دوست ہے۔"

لیکن دشمنی کو محبت کے ساتھ بدلنا مشکل ہو تو پھر برائی کا بدلہ برائی سے دینا درست ہے لیکن زیادتی سے بچاؤ اختیار کیا جائے جیسا کہ بنو نضیر کے ساتھ آپ نے بالآخر لڑائی کی اور انہیں ان کے گھروں سے جلا وطن کر دیا جب انہوں نے عہد کا خیال نہ کیا خیانت پر اتر آئے بلکہ آپ کے دشمنوں کا ساتھ دیا قریش مکہ اور پورے اہل عرب کے تعاون میں انہوں نے مضبوط پارٹ ادا کیا اس کے بعد صرف ایک ہی علاج تھا کہ انہیں ملک سے جلاوطن کیا جائے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے تمہاری راہنمائی فرمادی ہے کہ تم اپنے دشمن کے حملہ سے محفوظ رہ سکتے ہو جب تم احکام الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اس حقیقت پر تمہارا ایمان ہو کہ اللہ پاک نے ان کے اعمال کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اللہ پاک اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ ان کے ارادوں کو ختم کر دے پس اللہ کی ذات پر ہی اعتماد کرو اور اسی پر توکل رکھو۔ (تفسیر مراغی ۲/ ۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ
رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا
النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ : اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اپنے گھر والوں سے صبح سویرے نکلے آپ ایمان داروں کو لڑائی کیلئے انکے مقامات کی نشان دہی کر رہے تھے اور اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے۔ اس وقت تم سے دو گروہوں نے چاہا کہ وہ بزدلی اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ انکا مددگار تھا اور اللہ ہی پر ایمان داروں کو توکل کرنا چاہئے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدر کے دن فتح عطا کی جب کہ تم کمزور تھے پس تم اللہ سے ڈرو تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ جب آپ نے ایمان داروں سے کہا کیا تمہیں کفایت نہیں کرے گا کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے جو اتارے جائیں گے۔ ہاں! اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو اور کافر تمہارے پاس اپنے جوش سے آئیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری امداد کرے گا جو نشان زدہ ہوں گے۔ اللہ نے اس (مدد) کو نہیں بنایا مگر تمہاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشخبری کے لئے اور تاکہ تمہارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور کامیابی کا (حصول) نہیں ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو غالب دانا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے) تاکہ کفار سے ایک جماعت کو ہلاک کرے یا انہیں مغلوب کر دے پس وہ ہو جائیں گے کہ وہ اپنے مقصد تک پہنچنے میں ناکام رہے۔

لغوی تحقیق اور بلاغت : " غَدَوْتَ " بعض افعال ناقصہ استعمال ہوتے ہیں اسم کو پیش اور خبر کو زبر دیتے ہیں جب کہ بعض اوقات وہ فاعل کے ساتھ ہی مکمل ہو جاتے ہیں چنانچہ فعل " غَدَا " سے مقصود صبح کے وقت جانا ہو تو وہ فعل تام ہوتا ہے جب کہ کبھی " صَارَ " کے معنی میں آتا ہے جیسے " لَقَدْ غَدَا فُلَانٌ صَدِيْقًا " فلاں نامی شخص دوست ہے تو وہ ناقصہ ہے۔ (اعراب القرآن ۲ ۲۹۶)

" وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ " تعداد کی کمی سے کنایہ ہے نیز سامان حرب بھی کم ہے وگرنہ اس سے مقصود وہ لوگ نہیں ہیں جنہیں معاشرہ میں ذلیل سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ایسے اونٹوں پر سوار ہو کر نکلے جو آب پاشی کے لئے مقرر تھے اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے جبکہ گھوڑا تو انکے پاس صرف ایک ہی تھا۔ (اعراب القرآن ۲ ۲۹۹)

چند ضروری وضاحتیں ملاحظہ فرمائیں :

" وَاِذْ غَدَوْتَ " سے تقریباً ساٹھ آیات تک جنگ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اس لئے از حد ضروری ہے کہ کتب حدیث اور سیرت کی کتب سے مستند واقعات کو ذکر کیا جائے تاکہ قارئین کرام کو آیات مبارکہ کے مفہوم کے سمجھنے میں دشواری لاحق نہ ہو۔

اولاً : اس حقیقت کو ذہن نشین فرمائیں کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مدینۃ الرسول کی جانب ہجرت فرما ہوئے تو اس واقعہ سے قریش مکہ سخت ناراض ہوئے بلکہ جن لوگوں نے انہیں اپنے شہر میں رہائش کی سہولت عطا کی ان کے خلاف وہ سخت طیش میں آئے بلکہ انہیں ڈرانے دھمکانے کے اسباب کو مہیا کیا ان حالات میں مدینۃ الرسول میں آباد لوگوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے دفاع کا انتظام کرتے رسول اکرم ﷺ دین اسلام کے داعی اور لیڈر تھے بلکہ مدینۃ الرسول میں آباد لوگوں کے سربراہ اور لیڈر تھے چنانچہ دفاع کے نتیجہ میں مسلسل لڑائیوں کا آغاز ہوا نتیجۃً اس عرصہ میں اسلام جس سرعت اور تیزی کے ساتھ پھیلا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے تو بعض جنگیں ایسی ہیں جن میں نبی ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مشہور جنگ بدر اور جنگ احد ہے۔

جنگ بدر کا مختصر تذکرہ

قریش مکہ اس خام خیالی میں مبتلا تھے کہ محمد ﷺ اور اس کے پیروکار ہنگامہ خیز لوگ ہیں ان کو صفحہ ہستی سے مٹانا ضروری ہے بالخصوص جب کہ مدینہ میں ان کی قوت کا شہرہ بپا ہے شام کے ملک کی جانب تجارت کی غرض سے جانے والے لوگوں کے راستہ میں اس کا محل وقوع ہے مکہ سے شام کی جانب رواں ہونے والے قافلوں کے لوٹنے اور ان پر حملہ آور ہونے کا انہوں نے پروگرام بنایا چنانچہ ہجرت سے دوسرے سال ان کی پہلی کوشش جنگ بدر کی شکل میں کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ جنگ بدر کے نتیجہ میں مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی وہ کامیاب رہے جب کہ مشرکین مکہ عظیم شکست اور ناقابل فراموش حوادثات سے دوچار ہوئے کہ ان کے ستر افراد میدان جنگ میں مارے گئے اور اتنی ہی تعداد ان کے جنگ جو بہادر قیدی بنے ان کی شکست فاش کا چرچا تمام عرب ممالک میں ان کی ذلت اور ان کی عبرت کا سامان بنا۔ (المراغی ۴/ ۵۱)

جنگ احد کا مفصل تذکرہ

احد ایک پہاڑ کا نام ہے مدینۃ الرسول سے شمال کی جانب ایک میل کی مسافت پر واقع ہے اس پہاڑ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری ۷/ ۳۷۷)

جب مشرکین مکہ جنگ بدر میں شکست خوردہ رسوائی کی حالت میں مکہ مکرمہ کی جانب واپس لوٹے تو ابوسفیان نے مشرکین کو رسول اکرم ﷺ کے خلاف جمع کرنا شروع کر دیا اس لئے کہ قریش کے عظیم لیڈروں کے قتل کے بعد وہی سردار تھا۔ چنانچہ مشرکین پھر لڑائی کے لئے جمع ہوئے ان کی تعداد تین ہزار تھی ان میں سات صد افراد زرہ پوش تھے نیز ان کے لشکر میں دوصد گھوڑے تھے ان کا لیڈر ابوسفیان تھا جب کہ اس سفر میں اس کے ساتھ اس کی بیوی ہندہ نامی تھی مجموعی طور پر عورتوں کی تعداد پندرہ تھی انہوں نے اپنے ساتھ دفیں اٹھا رکھی تھیں وہ انہیں بجاتی تھیں اور بدر کے مقتولوں پر آہ و فغاں کرتی تھیں اس طرح مشرکین کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے پر اکساتی تھیں۔ چنانچہ کفار کے لشکر نے مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر شوال سن تین ہجری میں مدینہ کے بالمقابل اپنا کیمپ قائم کیا رسول اکرم ﷺ کا خیال تھا کہ مدینہ میں ہی قیام کیا جائے اور یہیں سے ان کے ساتھ لڑائی کی جائے جب کہ دیگر صحابہ کرام کا خیال تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان کے ساتھ جنگ کی جائے آپ کے ساتھ ایک ہزار صحابہ کرام کا لشکر تھا آپ کا لشکر مدینہ اور احد کے درمیان تھا اس دوران عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ابی اسلامی لشکر سے ایک تہائی فوج لے کر اپنے ساتھ ملا کر الگ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ احد پہاڑ کے دامن میں اترتے ہیں لشکر کی پیٹھ احد پہاڑ کی جانب تھی کہ آپ کے لشکر کی تعداد صرف سات صد تھی جن میں ایک صد کی تعداد زرہ پوش تھی جب کہ صرف دو گھوڑے تھے آپ نے جھنڈا مصعب بن عمیر کے سپرد کر رکھا تھا دوسری جانب مشرکین کے لشکر کی دائیں جانب پر کنٹرول خالد بن ولید کا تھا اور بائیں جانب پر عکرمہ بن ابی جہل کا تھا اور جھنڈے کی حفاظت کا اہم کام بنو عبد الدار قبیلہ کے افراد کے پاس تھا جب دونوں لشکر آپس میں مڈبھیڑ ہوتے ہیں تو ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ اپنی دیگر رفقاء کے ساتھ دف بجاتی ہوئیں ذیل کا گیت گا رہی تھیں :

وَیهًا بَنِی عَبدِالدَّارِ وَیهًا حُمَاةَ الاَدبَار ضَربًا بِکُلِّ بَتَّارٍ

"بنو عبد الدار قبیلہ کے لوگو! تم پر افسوس ہے شکست خوردہ لوگوں کی حفاظت کرنے والو! تم پر افسوس ہے تم تیز قاطع تلواروں کا وار مسلسل دشمن پر کیوں نہیں کر رہے ہو" اس دوران حضرت حمزہؓ نے زوردار حملہ کرتے ہوئے اپنی مردانگی کے جوہر دکھلائے جب کہ مصعب بن عمیر جن کے سپرد جھنڈا تھا اس نے دیوانگی کے عالم میں ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ شہید ہو گیا اس کی شہادت کی خبر سن کر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اب جھنڈا علی بن ابی طالب کے سپرد کیا جائے۔ مشرکین کی شکست کے بعد جن تیر اندازوں کو اللہ کے پیغمبر نے حکم دیا تھا کہ ہمیں کامیابی حاصل ہو یا شکست ہو تم نے درہ خالی نہیں چھوڑنا ہے لیکن انہوں نے حکم کی پاسداری نہ کی اور غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ درہ خالی چھوڑ دیا موقعہ کو غنیمت سمجھ کر خالد بن ولید مسلمانوں کے لشکر کے عقب کی جانب سے اپنے لشکر کو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا لشکر میں شور و غوغا برپا ہوا اس دوران سنا گیا کہ محمد ﷺ (معاذ اللہ) شہید ہو گئے ہیں مسلمان پسپا ہو گئے ہیں دشمن ان پر حملہ آور ہے اور ان کے تعاقب میں ہے حقیقت یہ ہے کہ اس روز مسلمانوں پر شدید آزمائش نازل ہوئی اس کے نتیجہ میں ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے جب کہ مشرکین کے مقتولین کی تعداد صرف بائیس افراد پر مشتمل تھی انتہا یہ ہوئی کہ دشمن کے حملہ سے رسول اکرم ﷺ بھی محفوظ نہ رہ سکے آپ پر اس زور سے پتھروں کی بوچھاڑ کی گئی کہ آپ زمین پر گر پڑے آپ کا رباعیہ دانت ٹوٹ گیا آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا آپ کے ہونٹ بھی زخمی ہو گئے اس دوران آپ اپنے چہرے سے خون صاف فرما رہے تھے آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے وہ لوگ کیسے فلاح حاصل کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو خون آلود کر دیا ہے اس دوران آپ انہیں اللہ پاک کی جانب دعوت دیتے رہے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی :

﴿ لَیسَ لَكَ مِنَ الاَمرِ شَیْءٌ اَو یَتُوبَ عَلَیهِم اَو یُعَذِّبَهُم فَاِنَّهُم ظٰلِمُونَ ﴾ (آل عمران : ۱۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس کام سے تجھے کچھ تعلق نہیں یا اللہ ان پر مہربانی فرمائے یا اللہ ان کو عذاب میں گرفتار کرے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔"

اس دوران آپ کے خود مبارک کا ایک حلقہ رسول اللہ ﷺ کے رخ انور میں داخل ہو گیا۔ چنانچہ اس دوران ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے آپ کے رخسار مبارک سے خون کو چوسا اس عالم میں مشرکین آپ کی وفات کے آرزو مند تھے لیکن اللہ پاک نے آپ کو تحفظ عطا فرمایا ان کی آرزو کی تکمیل نہ ہو سکی۔ ارشاد باری ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ حفاظت کے دوران حضرت طلحہ کو تلوار کا زبردست وار لگا جس سے ان کا ہاتھ ناکارہ ہو گیا، ہند نامی عورت اور اس کی رفقاء عورتوں نے صحابہ کرام کی لاشوں کا مثلہ کیا ناک کان کاٹ کر ان کو بصورت ہار پہنا جب کہ ہند نامی عورت کی قساوت قلبی ملاحظہ کریں کہ اس نے حضرت حمزہ کے جگر کو نکال کر اس کو چبایا بلکہ اس کو نگلنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کے حلق سے نہ گزر سکا مزید بر آں بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حمزہ رضی اللہ عنہ کی باچھوں میں نیزے کا کنارا گھونپ دیا پھر وہ احد پہاڑ پر بلند ہوا اور نہایت بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا "لڑائی کی مثال توڈول جیسی ہے ہم نے جنگ بدر کا بدلہ چکا دیا ہے" کعبہ کے بڑے بت ہبل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اب تو بلند ہے یعنی تیرا دین غالب ہے۔"

آخر میں ابو سفیان نے واپس لوٹتے ہوئے اعلان کیا آئندہ سال تم سے بدر کے میدان میں مقابلہ ہوگا اس کی آواز سن کر نبی ﷺ نے حکم دیا تم اسے جواب دو "ہمیں تیری پیشکش منظور ہے اس وقت فیصلہ ہو جائے گا" اس کے بعد مشرکین مکہ کی جانب چل دیئے۔ آپ اپنے چچا حمزہ کی لاش کی جانب تشریف لے گئے کیا دیکھتے ہیں اس کا پیٹ کٹا ہوا ہے ناک، کان بھی کٹے ہوئے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر مستقبل میں مجھے اللہ نے کفار پر غلبہ دیا تو میں کفار کے تیس آدمیوں کی لاشوں کا مثلہ کروں گا پھر آپ نے لاش کو اس کی چادر کے ساتھ ڈھانپنے کا حکم دیا بعد ازاں آپ نے اس پر نماز جنازہ سات تکبیرات کے ساتھ ادا کی۔ پھر دوسرے شہداء کی لاشوں کو لایا گیا ان کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک ایک کر کے رکھا گیا آپ نے ان پر بہتر مرتبہ نماز جنازہ ادا کی اسی کے ساتھ ہی حمزہ رضی اللہ عنہ کی تدفین کا حکم دیا کچھ صحابہ کرام نے اپنے شہداء کو مدینہ لے جا کر دفن کیا پھر آپ نے اس سے منع فرمایا آپ نے حکم دیا کہ جہاں لوگ فوت ہوں وہیں ان کو دفن کیا جائے۔ اس واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنا سنگین نتائج پیدا کرتے ہیں۔ غزوۂ احد میں اسلامی لشکر کی شکست کا سبب یہ ہے کہ مجاہدین نے غنیمت سمیٹنے کا لالچ کیا اور جس درہ پر آپ نے انہیں مقرر کیا تھا اس کو چھوڑ دیا۔ صرف دنیوی مال و متاع کے حصول کے لئے انہوں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ (الراعی ۲/ ۵۱، ۵۲، ۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب: جس آیت کی تشریح اس سے قبل کی گئی ہے اس کے ساتھ ان آیات کی مناسبت جن کی وضاحت ذکر کی جارہی ہے نہایت آسان ہے۔ سابقہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں کو حکم دیا تھا کہ وہ کفار اور منافقین کو اپنا رازدان نہ سمجھیں آپ ہرگز خوفزدہ نہ ہوں ان کی خفیہ سرگرمیاں آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں اس کے لئے صبر اور احتیاط کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا ہوگا اب تک دشمنوں کے ساتھ آپ کو دو لڑائیوں کا سامنا کرنا پڑا ایک معرکہ میں تم نے صبر کے دامن کو خیرباد کہہ دیا اور دشمن سے بچاؤ کے ناقابل تسخیر منصوبوں پر عمل نہ کیا تو تمہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا اس سے مقصود جنگ احد ہے جب کہ دوسرے معرکہ میں تمہاری عددی قوت بہت کم تھی اسلحہ بھی دشمن فوج کے اسلحہ سے کہیں کم تھا لیکن تمہارے پائے استقامت میں تزلزل رونما نہ ہوا تم نے صبر کے دامن کو تھامے رکھا اور اپنے بچاؤ کے اسباب میں ہرگز کوتاہی نہ کی تمہاری شجاعت، مردانگی اور جذبہ شہادت نے تمہیں کامیابی کے ساتھ ہمکنار کیا اس سے مقصود جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں یاد دلا رہے ہیں اے پیغمبر! آپ علی الصباح میدان احد کی جانب روانہ ہوں آپ میدان کارزار میں اپنے رفقاء کی ڈیوٹیاں لگا رہے تھے کہ انہیں کس مقام پر جم کر ہمت اور حوصلہ کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری گفتگو اور نیتوں کا علم ہے۔ جب تم اس مسئلہ پر غور کر رہے تھے کہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر اپنا دفاع کیا جائے نیز اللہ تعالیٰ کو علم ہے جب کہ تمہارے کیمپ سے دو قبائل بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا انہوں نے واپسی کا خیال ختم کیا۔ درحقیقت ایمان دار لوگ زندگی کے تمام لمحات میں صرف اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تردد کو خیرباد کہہ دیتے ہیں اور خوشی اللہ کے راستہ میں اپنے مال و جان کا نذرانہ پیش کرنے سے متردد نہیں ہوتے جب کہ جنگ احد میں صحابہ کرام کی شکست کا سبب صبر کو خیرباد کہنا اور بچاؤ کے اسباب کی جانب التفات نہ کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ ایمان داروں کو معرکہ احد میں بدترین قسم کی شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں انصار صحابہ کرام سے ستر افراد میدان کارزار میں جام شہادت نوش فرما گئے جب کہ مہاجرین سے چند صحابہ کرام شہید ہوئے اس معرکہ میں نبی ﷺ کا جسم مبارک بھی مجروح اور آپ کا رباعیہ دانت مبارکہ ٹوٹ گیا آپ کے چچا حمزہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

لیکن جنگ بدر میں اگرچہ تمہارے پاس جنگی ساز و سامان نہ تھا عددی قوت بھی دشمن کی عددی قوت سے بہت کم تھی پھر بھی اللہ نے تمہیں فتح و نصرت سے نوازا اس لئے کہ تم نے صبر کے دامن کو خیرباد نہ کہا اور برابر اس کوشش میں رہے کہ کہیں شکست کے اسباب بروئے کار نہ آجائیں تم نے خوب احتیاط سے کام لیا۔ نتیجۃً کفار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ستر آدمی میدان کارزار میں کام آگئے اور ستر افراد کو قید کر لیا گیا اس کے ساتھ ساتھ بیش بہا مال غنیمت قبضہ میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں غلبہ عطا فرمایا حالانکہ تم اپنے مقابل فریق سے سامانِ حرب اور عددی قوت کے لحاظ سے کمتر تھے اس کے نتیجہ میں اب تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے تمہاری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں گزرنی چاہیئے جب کہ جنگ احد میں یہ اسلوب اختیار نہیں کیا کہ اللہ نے جنگ احد میں تمہیں شکست سے دوچار کیا حالانکہ تم عددی اور مالی قوت کے لحاظ سے اس لائق تھے کہ تمہیں کامیابی حاصل ہوتی اس میں یہ حکمت کار فرما ہے کہ اللہ وصف حیاء کے ساتھ موصوف ہے وہ کریم ہے اس کا یہی تقاضا تھا کہ صرف غزوۂ احد کا تذکرہ فرمایا اب ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ غور کریں کہ شکست کا سبب کیا ہے ظاہر ہے شکست کا ایک سبب حکم کی اطاعت نہ کرنا اور دوسرا سبب صبر کے دامن کو چھوڑنا ہے۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۳۰۹)

اذ تقول للمؤمنين : غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کو بوجہ ان کے صبر اور تقویٰ کے کامیابی حاصل ہوئی تو اللہ پاک رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے مطلع کر رہے ہیں کہ معرکہ بدر میں انہیں اطلاع ملی کہ (کرز بن جابر محاربی) چاہتا ہے کہ مشرکین کی مدد کے لئے کچھ افراد بھیجے وہ ان کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں تو یہ خبر ایمان داروں پر شاق گزری اس وقت آپ نے ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا تمہیں یہ بات کفایت نہیں کرتی کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد کے لئے تین ہزار فرشتے بھیج دے جو آسمان سے نازل ہوں گے۔ یقیناً تمہارے لئے یہ بات کافی ہے کہ اگر تم صبر کے دامن کو تھامے رکھو اور تم میں تقویٰ کار فرما ہو اور تمہارا دشمن جلدی میں تم پر حملہ آور ہو تو تمہارا پروردگار ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کے لئے پانچ ہزار فرشتے اتار دے گا جو امتیازی وصف کے ساتھ موصوف ہوں گے لیکن (کرز بن جابر) اپنے پروگرام میں کامیاب نہ ہو سکا اس نے خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے رفقاء کی مدد میں صرف ایک ہزار فرشتے نازل فرمائے جیسا کہ سورۂ انفال میں ارشاد ربانی ہے :

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ﴾

”جب تم اپنے پروردگار سے مدد طلب کر رہے تھے اللہ پاک نے تمہاری اِستدعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے پیغام دیا کہ میں ایک ہزار فرشتوں کو تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں۔“ (الانفال : ۹)

چنانچہ ایک ہزار فرشتے مدد کے لئے نازل ہوئے انہوں نے ایمان والوں کے ساتھ مل کر کفار کے ساتھ لڑائی کی اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا اور اس کے یقینی ہونے میں ہرگز شبہ نہیں لیکن ایک ہزار سے زائد تعداد میں فرشتوں کی امداد نہیں ہوئی اس لئے کہ زائد تعداد میں فرشتوں کی امداد کو (کرز بن جابر) کی عملاً قریش کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ معاونت پر موقوف رکھا گیا تھا جب اس نے ان کی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سے زائد فرشتوں کی امداد کو جاری نہیں فرمایا دراصل فرشتوں کی امداد کا ذکر تمہارے لئے خوشی کا باعث بنا اس سے تمہارے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور اضطرابی کیفیت ختم ہو گئی اللہ پاک کی جانب سے اس امداد کا یہ فائدہ ہوا کہ ستر کی تعداد میں مشرکین سے قتل ہو گئے اور ستر کی تعداد میں قیدی ہوئے۔ چنانچہ وہ نہایت مایوس ہو کر واپس چلے گئے انہیں کامیابی تو کیا حاصل ہونا تھی اسکے خلاف وہ شکست خوردہ ذہنیت کے ساتھ واپس گئے (ایسر التفاسیر ۱/۲۱۱)

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنگ بدر کے موقعہ پر نبی ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل فرشتہ ہے اس نے اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑا ہوا ہے اسکے جسم پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

(فتح الباری ۷ /۳۱۲)

غزوۂ بدر پہلی اسلامی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور کفار کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور اسلحہ بھی تھا۔ دراصل رسول اکرم ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی اور مشرکین کے لیڈر اُمیہ، ابو جہل وغیرہ جہنم رسید ہوئے۔ آپ کی دعا کے کلمات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

"اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد کا واسطہ دیتا ہوں جب کہ قریش نہایت فخر و طمطراق کے ساتھ گھروں سے نکلے ہیں وہ تیرے پیغمبر کی تکذیب کرتے ہیں تجھ سے جھگڑا کر رہے ہیں اے اللہ! تو ان کی مدد فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا اے اللہ! اگر صحابہ کرام کی یہ جماعت آج قتل ہو جاتی ہے تو ان کے بعد زمین پر تیری عبادت نہ ہو گی۔"

دراصل جب آپ نے دیکھا کہ فرشتے مدد کے لئے نازل ہوئے ہیں تو آپ نے نہایت الحاح کے ساتھ دعا فرمائی بالآخر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پکڑے اور عرض کیا آپ کے دعائیہ کلمات کافی ہیں مزید دعا نہ فرمائیں۔ (فتح الباری ۷ /۲۸۹)

غزوۂ بدر میں صحابہ کرام کی تعداد ۳۱۳ تھی جب کہ کفار کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی ان میں ستر افراد قتل ہوئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ (فتح الباری ۷ /۳۰۷) غزوۂ بدر کے سلسلہ میں مزید احادیث کو سورۂ انفال کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا : غزوۂ احد میں بھی آغاز جنگ میں کفار کے لشکر سے کچھ لوگ قتل ہوئے ابن جریر نے اٹھارہ کفار کا ذکر کیا ہے جب کہ اس سے زیادہ تعداد میں قتل ہوئے ہیں مشرکین نے مقتولوں کو دفن کر دیا تاکہ مسلمان ان کی نعشوں کا کہیں مثلہ نہ کر دیں جیسا کہ انہوں نے مسلمانوں کی نعشوں کا مثلہ کیا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مثال حمزہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے کہ ابو سفیان کی بیوی "ہندہ" نامی عورت نے ان کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر نکال کر دانتوں میں چبایا لیکن نگل نہ سکی۔ کچھ لوگوں کو ذلیل کیا اور ان کے اعضاء کو کاٹا لیکن وہ ناکام واپس لوٹے۔

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَہُمۡ فَاِنَّہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اور آپ کو اس کام میں کچھ دخل نہیں یا اللہ ان کی توبہ قبول کر لے یا ان کو عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے معاف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ: اس آیت کا تعلق بھی غزوۂ احد سے ہے اس کا شان نزول امام بخاری، ترمذی اور امام نسائی نے بیان کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن کفار کے لئے بد دعا کرتے ہوئے ذیل کے کلمات کہے:

"اے اللہ! ابو سفیان پر لعنت فرما، اے اللہ حارث بن سلیمان پر لعنت کر اور اے اللہ! صفوان بن امیہ اور سہیل بن امیہ پر لعنت بھیج۔" چونکہ ان تمام کی توبہ قبول ہوگئی اس لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو کچھ اختیار نہیں ہے کہ اللہ کسی کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے کہ وہ ظالم ہے یہ اختیار اللہ کو ہے اس طرح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن آپ کا رباعیہ دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کے چہرے مبارک سے خون بہنے لگا اس حالت میں آپ کی زبان پر یہ کلمات آئے کہ وہ لوگ کیسے نجات پا سکتے ہیں جنھوں نے اپنے پیغمبر کو زخمی کیا جب کہ پیغمبر انہیں اپنے پروردگار کی طرف دعوت دے رہا ہے تو اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا کہ آپ کو ہرگز کچھ اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ مخلوق کے کسی معاملہ میں کسی فرد کو کچھ اختیار نہیں ہے صرف خالق حقیقی کو تمام اختیارات حاصل ہیں اور اسی کا حکم نافذ ہوگا ممکن ہے کہ اللہ کسی کو توبہ کی توفیق عطا فرمادے تو ایسی حالت میں کسی انسان کا ان پر لعنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجنا درست نہیں ہے۔

غور فرمائیں جب آخر الزماں پیغمبر کو یہ مقام حاصل نہیں ہے اور انہیں کچھ اختیار نہیں ہے تو پھر آپ کے علاوہ کس کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ دین کے معاملات میں جن کا تعلق بندوں سے ہے ان میں کچھ اختیارات انہیں حاصل ہوں چہ جائیکہ جو لوگ فوت ہو چکے ہیں اور قبروں میں مدفون ہیں اگرچہ جب وہ زندہ تھے تو ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا تھا کیسے ممکن ہے کہ کائنات کے معاملات میں وہ دخل دے سکیں، تصرف کر سکیں، کسی کو کامیاب کریں کسی کو ناکام کریں، کسی کو بیمار کریں، کسی کو شفایاب کریں، کسی کو افلاس سے دوچار کریں ہر گز اسلام کا یہ منشاء نہیں ہے بلکہ تمام معاملات صرف اور صرف اللہ کے اختیارات ہی میں ہیں۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَن يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ :جو ذات آسمانوں زمین کی بادشاہت کا استحقاق رکھتی ہے اسی کے اختیار میں آسمان وزمین کے تمام معاملات ہیں اللہ کی ذات کے ساتھ ہر گز کسی کو شریک نہیں بنایا جاسکتا نہ کسی کی رائے کو دخل ہے اگرچہ اس کی حیثیت مقرب فرشتہ کی یا پیغمبر کی ہے۔ تمام نظام اللہ کی قدرت اور اس کی مشیت کے ساتھ مربوط ہے دراصل اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو آگاہ کیا ہے اور ادب سکھلایا ہے کہ مشرکین پر لعنت بھیجنا ان کے حق میں بددعا کرنا آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ آسمان وزمین بلکہ مکمل عالم کا نظام مشرق سے مغرب تک صرف اور صرف اللہ پاک کی ذات کے لئے خاص ہے اسی کے فیصلے نافذ ہوں گے وہ جس شخص کی توبہ کو قبول کرنا چاہے گا قبول کرے گا اور جس کو چاہے گا عذاب میں مبتلا کرے گا اور جس سے چاہے گا انتقام لے گا اور اس کی مشیت جس شخص کے بارے میں فیصلہ کرے گی کہ اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے اور اسے رسوائی سے محفوظ کرے تو وہ قادر مطلق ہے مختار ہے جو اللہ پاک چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا یہ سب اس کا فضل وکرم ہے لیکن مغفرت یا عذاب دینے کی مشیت، حکمت و مصلحت کے تابع ہے۔

(المنار ۴/ ۱۱۸،۲۰، صحیح ترمذی علامہ البانی ۳/ ۳۰ کتاب التفسیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! دو گنا، چار گنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو۔ اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

بلاغت : "لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا" سے مقصود تم سود نہ لو اس کو کھانے سے تعبیر کیا ہے کہ سود نہ کھاؤ اس لئے کہ سود لینا دراصل سود کھانا ہی ہے ان میں علاقہ سببیت کا ہے۔ (اعراب القرآن ۲/ ۳۰۸)

تشریح : اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کی وضاحت کرتے ہوئے ابن جریر فرماتے ہیں مسلمانو! تم اسلام لانے کے بعد سود کو دو گنا چوگنا کر کے نہ کھاؤ جیسا کہ تم دور جاہلیت میں کیا کرتے تھے دور جاہلیت کی وضاحت ملاحظہ کریں :

ایک شخص نے دوسرے انسان سے قرض رقم لی ہے کہ فلاں وقت اس کو ادا کروں گا جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو اس سے کہتا ہے آپ ادا کرنے میں مجھے کچھ مہلت دیں۔ مہلت کے نتیجہ میں، میں تجھے اصل مال سے مزید اتنا مال دوں گا اس پر دونوں رضامند ہو جاتے ہیں چنانچہ اسلام میں اللہ پاک نے اس سے منع فرمایا ہے دور جاہلیت کا سود دراصل مرکب سود ہے جسے ان کے ہاں (رِبَا نَسِیئَہ) ادھار کے سبب سود کہا جاتا ہے مزید تاخیر سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ (مراغی ۲/ ۶۵)

تناسب : بعض مفسرین نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے ذکر کے بعد سود کی حرمت کے ذکر کی توجیہ کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ مشرکین نے اپنے لشکروں پر جو مال صرف کیا تھا وہ سودی ذریعہ سے حاصل کیا گیا تھا تو کہیں ان کا انداز مسلمانوں کو سود کے ذریعہ مال فراہم کرنے پر آمادہ نہ کرے کہ جیسے ممکن ہو مال فراہم کریں خواہ سودی انداز سے ہو اور اسلامی لشکر پر زیادہ سے زیادہ خرچ کریں تاکہ دشمن سے انتقام لیا جائے اس لئے سودی مال کی مضرتوں سے آگاہ کرتے ہوئے منع فرمایا بلکہ غزوۂ احد میں جب صحابہ کرام نے اس درہ کو چھوڑا جس پر انہیں متعین کیا گیا تھا ان کے چھوڑنے کا سبب مال غنیمت کو حاصل کرنا تھا۔ نتیجۃً غزوۂ احد میں اس سبب سے کامیابی شکست سے تبدیل ہو گئی تو اس لحاظ سے سودی مال سے روک دیا۔ (المنار ۴/ ۱۲۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ بقاعی کا تبصرہ

علامہ بقاعی فرماتے ہیں دنیوی مال و متاع کی جانب کشش کا ہونا آخرت سے روگردانی کے مترادف ہے بلکہ سود کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی جانب رغبت دلاتا ہے جیسے سورۂ بقرہ میں اللہ کے ساتھ لڑائی کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے سودی مال کو حرام قرار دیا ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ غزوۂ احد میں صحابہ کرام کو شکست اس سبب سے ہوئی کہ وہ مال غنیمت فراہم کرنے میں محو ہو گئے، دشمن نے درہ کو خالی پا کر حملہ کر دیا نتیجۃً فتح شکست سے تبدیل ہو گئی بلکہ ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے اس لئے مال سے نفرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم سودی مال کے فراہم کرنے سے خود کو دور رکھو۔ (نظم الدرر ۵ / ۶۴)

سودی کاروبار کی حرمت واضح ہے اگر کوئی شخص موت سے پہلے اس کاروبار سے تائب ہو جاتا ہے تو اس کی توبہ اللہ کے ہاں مقبول ہو گی۔ سنن ابو داؤد میں عمرو بن اقیش رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر ہے کہ دور جاہلیت میں اس نے لوگوں سے سودی مال لینا تھا اسے پسند نہ تھا کہ وہ سودی رقم حاصل کئے بغیر اسلام قبول کرے۔ جنگ احد کے روز وہ آیا اس نے پوچھا میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں لوگوں نے بتایا وہ میدان احد میں ہیں کچھ اور لوگوں کے بارے میں بھی اس نے استفسار کیا اسے بتایا گیا کہ وہ میدان احد میں ہیں۔ اس پر اس نے اپنے سر پر لوہے کی ٹوپی رکھی، گھوڑے پر سوار ہوا میدان جنگ کی جانب روانہ ہوا جب صحابہ کرامؓ نے اسے دیکھا تو انہوں نے اس سے کہا اے عمرو! آپ ہمارے قریب نہ آئیں اس نے جواب میں اپنے ایمان لانے کی خبر دی۔ چنانچہ اس نے اس روز بہادری کیساتھ دشمن پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا زخمی حالت میں اسے گھر لایا گیا اس دوران سعد بن معاذ اسکے پاس آئے اس نے اس کی ہمشیرہ سے کہا آپ اس سے استفسار کریں قومی حمیت کے پیش نظر یا اللہ پاک کی رضا جوئی کے لئے وہ لڑائی کرتا رہا اس نے جواب دیا صرف اللہ کی رضا کیلئے بعد ازاں وہ فوت ہو گیا اس کو جنت میں داخلہ ملا۔ حالانکہ اس نے ایک نماز بھی ادا نہیں کی۔ (نظم الدرر ۵ / ۶۷، بخاری ص ۳۲)

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ :دوزخ سے خود کو تحفظ عطا کرو جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے آخر الزماں پیغمبر کی تکذیب کرتے ہیں جب وہ ان کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے تو گویا وہ تکذیب کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جھٹلانا ہی اطاعت سے روکتا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ :اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ اطاعت کے نتیجہ میں ان پر دنیا اور آخرت میں رحمت ہو گی دراصل ان لوگوں کی جانب اشارہ ہے جنہوں نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی ان سے مقصود وہ تیر انداز ہیں جو دفاعی مرکز پر قائم نہ رہے غنیمت کے لالچ میں مرکز چھوڑ دیا اس کے نتیجہ میں مسلمان بدترین قسم کی شکست سے دوچار ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ
اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ
الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا
فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ
يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۙ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خَالِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی جانب سے بخشش کی جانب جلدی کرو اور بہشت کی جانب کہ اس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے (برابر) ہے اسے پرہیزگاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جو آرام اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جانے والے ہیں اور لوگوں (کی کوتاہیوں) کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ جب وہ برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر لیتے ہیں تو اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور کون ہے جو اللہ کے سوا گناہوں کو معاف کرے۔ اور وہ ان کاموں پر ضد نہیں کرتے جن کو کر پاتے ہیں ان کو جانتے ہیں یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے پروردگار کی جانب سے معافی ہے اور باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اطاعت کرنے والوں کا اجر و ثواب اچھا ہے۔

بلاغت: "عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" تشبیہ میں مبالغہ ہے مقصود (كَعَرْضِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) ہے بالخصوص جب کہ بہ نسبت طول کے عرض میں بہت امتداد ہوتا ہے مزید حرف تشبیہ حذف ہے اس کے ساتھ ساتھ مضاف بھی محذوف ہے۔ (اعراب القرآن ۲/ ۳۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح : پرہیز گاروں کے بدلہ کا ذکر ہے جب وہ خود کو دوزخ سے تحفظ عطا کریں گے گویا کہ ڈرانے کے بعد ترغیب دلائی گئی ہے اللہ پاک کا یہی انداز ہے کہ تم اللہ کی مغفرت اور جنت کی جانب جلدی کرو یعنی مغفرت اور جنت کے اسباب بروئے کار لاؤ یعنی گناہ سے توبہ کرو۔ سود کے لین دین سے مکمل بائیکاٹ کرو اور صدقات خیرات کے عمل کو برقرار رکھو حرف تشبیہ اور مشبہ کو حذف کر کے ذکر کیا گیا ہے اس میں مبالغہ کار فرما ہے اصل عبارت یوں ہے۔ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ : جنت کو ان کے لئے مہیا کیا گیا ہے جو پرہیز گار ہیں۔ معلوم ہوا جنت کا تعلق بھی مخلوق سے ہے نیز اس عالم سے وہ الگ ہے۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ : پرہیز گاروں کے پانچ اوصاف کا ذکر ہے کہ وہ فراخی، تنگی دونوں حالتوں میں مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ خیال رہے کہ پرہیز گاروں کے اس وصف کا پہلے ذکر کیا ہے کہ وہ فراخی تنگی دونوں حالتوں میں مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ دراصل یہاں مقابلہ سود کے ساتھ ہے جس سے روکا گیا ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں ہے اس لئے کہ سود خور شخص فقیر، محتاج انسان کی حاجت کو آسان انداز سے پورا نہیں کرتا ہے اس کا سود لینا بلا مقابلہ ہے یعنی خون چوسنا ہے جب کہ صدقہ خیرات میں ضرورت مند کی اعانت ہے یہ تو سراسر سود کی ضد ہے۔ مزید توجہ کریں قرآن پاک میں جہاں بھی سود کا ذکر ہوا ہے اسے قبیح انداز میں ذکر کیا گیا ہے جبکہ صدقہ، زکوٰۃ کا تذکرہ مدح وستائش کے انداز میں بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے

﴿وَمَا اٰتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِيٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّن زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ (الروم: ۳۹)

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دو چند سہ چند کرنے والے ہیں۔"

وَالْكٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ : جب انہیں بدنی یا مالی نقصان پہنچتا ہے یا ان کی عزت پر کوئی شخص حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اپنے غصہ کو روک لیتے ہیں یعنی ان کے جوارح پر اس کے اثرات دکھائی نہیں دیتے وہ خود کو انتقام کے مقام پر بٹھانے سے دور رکھتے ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ بد اخلاقی کا انداز اختیار کرتے ہیں وہ انہیں معاف کر دیتے ہیں اگرچہ وہ انتقام کی قدرت رکھتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے "وہ شخص بہادر نہیں ہے جو اپنے کسی بھائی کو زمین پر پچھاڑ دیتا ہے البتہ وہ انسان بہادر ہے جو اپنے غصہ پر کنٹرول کرتا ہے۔" (بخاری ص ۱۳۱۱)

وَالَّذِينَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً : محسنین کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ جب ان سے کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یا وہ خود پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کی ڈانٹ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں توبہ کی جانب لپکتے ہیں پشیمانی ان کے دامن کو تھام لیتی ہے وہ عزم کرتے ہیں کہ مستقبل میں وہ اس گناہ کا ہر گز ارتکاب نہیں کریں گے۔

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ: ان کے ایمان لانے، تقویٰ اختیار کرنے دیگر نفسانی کمالات روحانی پاکیزگی اختیار کرنے پر ان کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ مزید بر آں ان کی رہائش جنات میں ہوگی جن کے نیچے نہریں جاری رہیں گی ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے ان لوگوں کو کتنا اچھا اور بہتر بدلہ دیا گیا ہے جو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے زندگی بھر صراط مستقیم پر رواں دواں رہے اور ان کے اعمال کتاب وسنت کی روشنی میں انجام پائے۔

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِن يَمْسَسْكُمْ
قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج
وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ
الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾

ترجمہ: تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بیان صریح اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور کسی طرح کا غم نہ کرنا اگر تم مؤمن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو خالص (مؤمن) بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاغت : " هَذَا بَيَانٌ " یہاں لفظ " هَذَا " کا (مشار الیہ) تاریخ کا وہ ہمہ گیر اصول ہے جو تمام قوموں کے عروج وزوال کا باعث رہا ہے کہ فتح وکامرانی انہی قوموں کا مقدر ہے جو ایمان باللہ اور عمل صالح کی راہ پر گامزن رہے ہوں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑا اور نیکیوں کو چھوڑا، انہیں ہلاکت و بربادی کے عذاب سے بہر حال دوچار ہونا ہے جیسا کہ فرمایا :

﴿فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾ (آل عمران : ۱۳۷)

اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

بیان سے مراد اس جگہ اس ہمہ گیر اور اٹل اصول کی وضاحت اور تبیین ہے جو تاریخ کے تمام ادوار میں بقاو فنا کا ضامن و کفیل رہا ہے یعنی قوموں کی بقاو ارتقاء اخلاقی خوبیوں کی رہین منت ہے۔ (لسان القرآن ص ۲۴۹)

وضاحت : غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ایک سبب ان کا صبر نہ کرنا تھا غنیمت کے حصول کے لئے اپنی ذمہ داری کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے حالانکہ ڈسپلن کا تقاضا تھا کہ وہ قیادت کی اطاعت سے سر مو انحراف نہ کرتے۔ چنانچہ اللہ پاک ایمان والوں کو مطلع فرمارہے ہیں کہ اللہ کا قانون جو اس کی تمام مخلوقات پر حاوی ہے تم سے پہلے کچھ امتیں گزری ہیں تو اللہ کی زمین کی سیاحت کرو تمہیں ان لوگوں کا انجام واضح طور پر نظر آئے گا جنہوں نے اللہ کے قانون کو پامال کیا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم، عاد، ثمود وغیرہ قومیں گزری ہیں اللہ نے ان کی جانب پیغمبروں کو مبعوث فرمایا لیکن انہوں نے پیغمبروں کی تعلیم کو تسلیم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اٹل قانون کے مطابق تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا لیکن ایمان داروں کو عذاب سے محفوظ رکھا اگرچہ انہیں ان کی قوم سے تکالیف پہنچیں۔ اب اللہ کا قانون حسب سابق جاری ہے تو اے ایمان والو! اللہ تمہیں دشمنوں کے ظلم و ستم سے تحفظ عطا کرے گا (اور تمہارے دشمنوں کو جنہوں نے اللہ کے قانون کی مخالفت کی) تباہ و برباد کر دے گا اگر تمہیں اس بارے میں شک ہے تو روئے زمین کی سیاحت کرو اور ان قوموں کے کھنڈرات کا جائزہ لو جنہیں اس لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا کہ انہوں نے اللہ کے احکام کی مخالفت کی حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں لوگوں کو ایک واضح موقف پر کھڑا کر دیا گیا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز واقع ہو جائے گا بلکہ ایسا روشنی کا مینار ہے جس کے ذریعہ جنت کا حصول آسان ہو جائیگا۔ بنیادی شرط اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا : ان جملوں میں اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو غزوۂ احد میں شکست ہونے کے سبب تسلی دلا رہے ہیں ان سے مخاطب ہو کر فرمارہے ہیں کہ تم میں ضعف و اضمحلال کا کچھ اثر نہیں ہونا چاہئے تم نے جہاد کو چھوڑنا نہیں ہے اگر غزوۂ احد میں تمہاری فوج کے کچھ نوجوان شہید ہو گئے ہیں تو تم نے اس غم کے سبب جہاد سے کنارہ کش نہیں ہونا ہے۔ یقیناً تمہیں تمہارے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو گا زمانہ ماضی میں بھی تمہیں غلبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوا اور مستقبل میں بھی تمہیں غلبہ حاصل ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارا ایمان مستحکم ہو اور تم تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ اگر تمہارے لشکر کے کچھ لوگ زخمی ہوئے اور جانبر نہیں ہو سکے ہیں۔ جب کہ بعض جانبر ہو گئے ہیں تو اس سے تم میں کمزوری رونمانہ ہو اور تم نے خود کو جہاد کی عظمت سے الگ نہیں کرنا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ جنگ بدر میں تمہارے دشمن کے کچھ رفقاء زخمی ہوئے اور کچھ موت کے حوالہ ہوئے جب کہ لڑائی کی مثال ڈول جیسی ہے کبھی تم کامیاب کبھی تمہارا دشمن کامیاب یہ اللہ کا قانون ہے جسے قانون فطرت کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا﴾ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ بعد ازاں اس کا سبب بیان کیا کہ اللہ پاک نے اس المناک حادثہ کے سبب ایمان والوں کے ایمان کا جائزہ لینا تھا اور انہیں شہادت سے ہم کنار کرنا تھا جب کہ منافق راستہ میں ہی اپنے سردار عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی قیادت میں واپس چلے گئے لیکن پختہ مسلمان میدان جنگ میں بہادری کے ساتھ لڑتے رہے ان میں کچھ شہادت کے منصب جلیلہ سے ہمکنار ہوئے ان کی تعداد ستر تھی ان میں چار افراد مہاجرین سے تھے ان کے لیڈر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے جو سید الشہداء کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کے علاوہ سبھی انصار سے تھے۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا : اللہ پاک نے جنگ احد میں ایمان والوں کو شکست سے اس لئے دوچار کیا تاکہ انہیں ان کے گناہوں سے پاکیزہ کیا جائے کہ وہ مکمل طور پر صاف ہو جائیں۔ مزید برآں شکست کے سبب مستقبل میں آپ کی اطاعت سے کبھی دست کش نہ ہوں گے بلکہ ان کے مسلسل اور پے در پے حملوں سے جزیرۃ العرب سے کفر کا نام و نشان مٹ گیا۔ (ایسر التفاسیر ۱/۳۱۹)

علامہ مراغی کا تبصرہ

علامہ مراغی بیان کرتے ہیں غزوۂ احد میں شکست کے نتیجہ میں پختہ قسم کے ایمان داروں کا منافقین سے امتیاز ہو گیا اور جن ایمان داروں میں کچھ کمزوری تھی اس کے سبب ان کی کمزوری جاتی رہی سبھی مسلمان سونے کی خالص ڈلی بن گئے جو ہر قسم کے میل کچیل سے صاف ہوتی ہے۔ اکثر و بیشتر بار انسان پر اس کا ذاتی معاملہ بھی کبھی مشتبہ دکھائی دیتا ہے۔ بار بار تجربات کے بعد اصل حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے بلکہ امتحانات اور مصائب کی بھٹی میں سے گزرنے کے بعد آلائشیں کافور ہوتی ہیں جیسا کہ سونے کی ڈلی کو کٹھالی میں گرم کرنے سے کھوٹ کو اصل سے دور کیا جاتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک شخص کا جب اپنے دین کے بارے میں اعتقاد ہو کہ اس کا دین سچا ہے تو حالات کے سازگار ہونے کے دور میں وہ آسانی کے ساتھ جانی، مالی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تاکہ دین اسلام کا جھنڈا بلند ہو جب کہ اس کی مخالفت کرنے والوں کے مکر و فریب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چالیں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتیں۔ غور فرمائیں جن صحابہ کرام نے جنگ احد کے موقعہ پر رسول اکرم ﷺ کے حکم کی مخالفت کی اور غنیمت لوٹنے کے لالچ میں اپنی ذمہ داری کو خیرباد کہا اور وہ لوگ جو شکست خوردگی کے عالم میں میدان احد سے بھاگ گئے اللہ پاک نے انہیں کس طرح وہ بلند مقام عطا کیا جب کہ شکستگی کے عالم میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمان لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے سستی، کاہلی اس کے نزدیک بھی نہ آئے بلکہ کسی کو سہارانہ سمجھا جائے۔ خرق عادت کے طور پر کامیابی کا حصول اور سیادت کے منصب کا بھی وہ استحقاق نہیں رکھتا ہے بلکہ اس کو سمجھنا چاہئے کہ اس کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ نہایت محنت اور مشقت کے ساتھ اپنی ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہونے میں مسلسل و پیہم رواں دواں رہے بلکہ ذمہ داری کی ادائیگی میں جانی، مالی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

چنانچہ غزوۂ احد میں جو صحابہ کرامؓ سخت آزمائش میں ثابت قدم رہے انہوں نے اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والی جنگوں میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے صفحات میں ان کی عظمت کو ہمیشہ اجاگر کرتا رہے گا۔ چنانچہ غزوۂ (حمراء الاسد) میں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کے تعاقب میں صرف وہ لوگ قدم زن ہوں جو غزوۂ احد میں شریک تھے اس کے نتیجہ میں شریک بہادروں نے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق دل و جان کے ساتھ عزم صادق کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مردانگی کے وہ جوہر دکھلائے جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ مرتسم رہیں گے۔ حالانکہ وہ شکست خوردگی اور زخموں کے سبب کمزور تھے۔ (المراغی ۲/۸۲)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ
وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص
فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ
عَلٰى عَقِبَيْهِ ط فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا
كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ج وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ط وَسَنَجْزِى
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ : کیا تمہارا گمان ہے کہ تم جنت میں داخل ہو گے ؟ اور ابھی اللہ نے الگ نہیں کیا ہے ان لوگوں کو جنہوں نے تم سے جہاد کیا اور صبر کرنے والوں کو الگ نہیں کیا ہے۔ بے شک تم موت کی آرزو کرتے رہے اس سے پہلے کہ تم موت سے ملاقات کرو بس تم نے موت کا معائنہ کر لیا ہے اور تم دیکھ رہے تھے۔ اور نہیں ہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے پیغمبر ہیں) بے شک اس سے پہلے بھی پیغمبر گزرے ہیں کیا اگر پیغمبر فوت ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے تو تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے ؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر واپس ہو گیا تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جزا عطا کرے گا۔ اور کسی شخص کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر فوت ہو اللہ کا حکم لکھا ہوا معین وقت کے ساتھ ہے اور جو شخص دنیا میں بدلہ چاہے گا ہم اسکو دنیا کا بدلہ دیں گے اور جو شخص آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اسکو آخرت سے ثواب دیں گے اور ہم شکر ادا کرنے والوں کو جلدی بدلہ دیتے ہیں۔

تشریح : جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا جب کہ بعض صحابہ کرامؓ شہادت سے ہم کنار ہوئے اس دوران شیطان نے منادی کی محمد (ﷺ) قتل ہو گیا ہے مزید بر آں (ابن قمئه ليسى) مشرکین کے ہاں گیا انہیں بتایا کہ میں نے محمد کو قتل کیا ہے جب کہ حقیقت یہ تھی کہ آپ زخمی تو تھے لیکن زندہ تھے ابن قمئہ نے آپ کے سر کو زخمی کر دیا تھا اس خبر کی شہرت ہوئی اکثریت نے سمجھا کہ آپ قتل ہو گئے ہیں جیسا کہ اللہ نے کثرت کے ساتھ ایسے انبیاء کا ذکر فرمایا ہے جنہیں موت کے گھاٹ کے اتار دیا گیا۔ اس خبر نے شہرت اختیار کی نتیجتاً اس خبر سے مسلمانوں میں شدت غم کے سبب ضعف رونما ہوا۔ بددلی کی کیفیت رونما ہوئی تو اللہ نے یہ آیت نازل کی : ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾

"محمد تو اللہ کے بس پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں۔"

آپ بھی دوسرے انبیاء کی طرح ہیں جس طرح آپ سے پہلے انبیاء فوت ہوئے یا قتل ہوئے اسی طرح آپ بھی موت یا قتل سے محفوظ نہیں ہیں امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ایک مہاجر صحابی کا ایک انصاری کے قریب سے گزر ہوا جو زخمی اور خون میں لت پت تھا مہاجر نے اس سے کہا تجھے معلوم نہیں ہے کہ محمد تو قتل ہو گئے ہیں انصاری نے جواب دیا اگر محمد قتل ہو گئے ہیں تو وہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے اب تمہارے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ تم دین اسلام سے دفاع کرتے ہوئے میدان کار زار میں اتر پڑو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔بعد ازاں ان لوگوں کو بنظر استحسان نہیں دیکھا گیا جو اس خبر سے ضعف و اضمحلال میں مستغرق ہو گئے۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا:﴿اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ﴾

کیا اگر آپ فوت ہو جاتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں تو تم رجعت قہقری اختیار کرتے ہوئے دین اسلام کو خیر باد کہہ دو گے یاد رکھو جو شخص دین اسلام قبول کرنے کے بعد انحراف کرے گا وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اس کے ساتھ ساتھ اللہ ان لوگوں کو نوازے گا جو اس کی اطاعت کرتے رہیں گے اور دین اسلام کی جانب سے دفاع کرتے رہیں گے نیز رسول اکرم ﷺ کی زندگی بھر اطاعت کرتے رہیں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ فوت ہوئے تو ابو بکر صدیق نے اس آیت کو دہرایا اس لئے کہ بعض صحابہ کرام کا خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے عنقریب واپس لوٹیں گے بلکہ انہوں نے مزید وضاحت کی کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد ﷺ تو فوت ہو گئے ہیں لیکن جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کی عبادت درست ہے اس لئے کہ اللہ زندہ و پائندہ ہے اس پر کبھی موت طاری نہیں ہو گی لیکن نبی ﷺ کے بارے میں جو موت مقرر تھی آپ اس کے سبب موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کبھی بھی دوبارہ موت سے ہمکنار نہیں ہوں گے۔ خیال رہے کسی شخص کے ساتھ زبردست عقیدت اور محبت کے نتیجہ میں اس قسم کے غلط اعتقادات دل و دماغ میں جنم لیتے ہیں ایک حدیث میں آپ نے فرمایا تم نے مبالغہ کی حد تک میری تعریف نہیں کرنا ہے جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو محبت و عقیدت کے پیش نظر اللہ کا مقام دے دیا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (بخاری ص ۷۰۹)

اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ :اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شکست خوردہ نیز منافقین مرتدین کو ڈانٹ پلائی ہے اور ان کے توہمات کو غلط قرار دیا ہے۔ مزید انہیں خبردار کیا ہے کہ جو لوگ اس وجہ سے مرتد ہو چکے ہیں یا مستقبل میں مرتد ہوں گے وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اللہ پاک ان کے ایمان لانے اور ان کی مدد سے مستغنی ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے گا جو ایمان پر ثابت قدم رہے اور اپنے پروردگار اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں گے انہیں دنیا اور آخرت میں اجر عظیم سے نوازے گا اور اعزاز و اکرام عطا کرے گا۔

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ : اس آیت مبارکہ میں دو حقیقتوں کو اجاگر کیا گیا ہے پہلی حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اللہ کے حکم کے ساتھ ہوتی ہے جو اس کا خالق اور مالک ہے جو بھی فوت ہوتا ہے وہ اللہ کے علم کے ساتھ ہوتا ہے ملک الموت کسی شخص کی روح کو اللہ کے حکم کے بغیر قبض نہیں کرتا ہے نیز ہر شخص کی وفات کی تاریخ کہ وہ کس لحظہ میں فوت ہو گا مقرر ہے، لوح محفوظ میں ثبت ہے کسی انسان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت وقت مقرر سے پہلے یا بعد ناممکن ہے جب کہ دوسری حقیقت یہ ہے کہ جو شخص محاذ جنگ پر گیا وہ اللہ کا نام لے کر لڑائی کرتا ہے اگر اس کا مقصود دنیوی مفاد ہے تو اس کو تقدیر کے مطابق مفاد حاصل ہو گا لیکن اگر آخرت کے ثواب کا متلاشی ہے تو اللہ اس کو دنیا میں بھی اس کی تقدیر کے مطابق نوازے گا نیز آخرت میں اسے جنت عطا کرے گا وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ ان لوگوں کو ایسے انعامات سے نوازے گا جن کو کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کے کان میں ان کا گزر نہیں ہوا ہو گا نہ کسی کے دل میں ان کا کبھی خیال آیا ہو گا۔

(ایسر التفاسیر ۱/ ۳۲۲، تفسیر ابن کثیر ۱/ ۶۱۳)

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا وَحُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر راہ اللہ میں واقع ہوئیں ان کے سبب نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی نہ (کافروں سے) دبے۔ اور اللہ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (اس حالت میں) ان کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے پروردگار! ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلا دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلا (دے گا) اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

لغوی تحقیق: " كَاَيِّنۡ " کا رسم الخط " كَاَيٍّ " بھی صحیح ہے اس کا معنی کم خبریہ والا ہے " رِبِّيُّوۡن " کا واحد " رِبِّي " ہے۔ " اَلرب " کی جانب منسوب ہے۔ مقصود علماء ہیں جب کہ حرف " ر " پر کسرہ کی شکل میں جماعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مفہوم مراد ہے۔(اعراب القرآن ۲/ ۳۲۹)

فعل ماضی مجہول کی قراءت میں لفظ "رِبِّيُون" نائب فاعل ہے جب کہ "قُتِلَ" ضمیر سے خالی ہے یہ بھی احتمال ہے کہ نائب فاعل ضمیر ہو جس کا مرجع "نبی" کا لفظ ہے اس صورت میں "معه" خبر مقدم ہے "رِبِّيُون" مبتدا مؤخر ہے اس صورت میں پیغمبر کا قتل ظلماً ہے اس آیت میں پیغمبر کے مظلوم ہونے کا ذکر ہے۔ جب کہ "لاغلبن انا ورسلی" سے پیغمبر کے غالب ہونے کا بیان ہے جب کہ پیغمبر مقتول تو غالب نہیں ہے۔جواب یہ ہے کہ ایک غلبہ دلیل کے لحاظ سے ہے وہ سبھی کے لئے ثابت ہے دوسرا غلبہ تلوار کے ساتھ ہے وہ ان کے ساتھ خاص ہے جنہیں اللہ کی راہ میں لڑائی کا حکم دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو لڑائی کا حکم نہیں دیا گیا ہے اس پر غالب، مغلوب ہونے کا حکم لگانا ممکن نہیں۔

وضاحت یوں ہے جب اللہ نے تصریح فرمادی ہے کہ اس کے پیغمبر ان لوگوں پر غالب رہیں گے جو تلوار کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے اور جو دلائل کے میدان میں نکلیں گے پیغمبر دلائل کے لحاظ سے ان پر غالب ہو گا۔ارشاد ربانی ہے :

﴿وَلَقَد سَبَقَت كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا المُرسَلِينَ ، اِنَّهُم لَهُمُ المَنصُورُونَ﴾(الصافات :۱۷۱،۱۷۲)

"ہمارا کہنا پیغمبروں کے لئے پہلے سے ثابت ہے کہ بلاشبہ انہیں فتح و نصرت سے نوازا جائے گا۔"

اس سے مقصود تلوار، دلیل دونوں کا غلبہ ہے۔غلبہ سے مقصود قہر ہے اور "نصر" سے مقصود مظلوم کی اعانت ہے۔ چنانچہ امام ابن جریر کے نزدیک اس آیت سے صرف نبی ﷺ کو مراد لینا درست نہیں ہے بلکہ تمام پیغمبر مراد ہیں۔ مزید بر آں نصر سے مقصود مظلوم کی اعانت نہیں ہے بلکہ غلبہ مراد ہے۔ حقیقت یہ ہے قرآن پاک کی ایک سے زیادہ آیات میں بعض پیغمبروں کے قتل کی وضاحت ہے :

﴿فَفَرِيقًا كَذَّبتُم وَفَرِيقًا تَقتُلُونَ﴾(البقرة :۸۷)

"پیغمبروں کی ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک فریق کو تم نے قتل کیا۔"

نیز﴿قُل قَد جَاءَ كُم رُسُلٌ مِن قَبلِي بِالبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِى قُلتُم فَلِمَ قَتَلتُمُوهُم﴾(آل عمران :۱۸۳)

"آپ اعلان کریں تمہارے پاس مجھ سے پہلے پیغمبر دلائل لے کر آئے، تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا۔؟"

تشریح : غزوۂ احد میں پیش آنے والے حوادثات کا مسلسل تذکرہ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی ہے جنہوں نے صبر کا مظاہرہ نہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر محاذ جنگ سے ہٹ گئے ان کی اس کیفیت کو بھانپ کر آپ نے انہیں پکارا اے اللہ کے بندو! میرے قریب آؤ، اے اللہ کے بندو! میرے قریب آؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آپ کے بلانے پر کچھ صحابہ کرام واپس لوٹے اس واقعہ کے بارے میں اللہ پاک خبر دے رہے ہیں کہ کتنے ایسے پیغمبر گزرے ہیں جن کی معیت میں کثیر تعداد میں علماء اور پرہیزگار لوگ لڑائی میں مصروف رہے۔ میدان جہاد میں انہوں نے ہرگز کمزوری نہ دکھائی بلکہ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ وہ پیغمبروں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہے میدان جہاد میں مشکلات سے دوچار رہے لیکن صبر کے ساتھ انہوں نے تمام تکالیف کو برداشت کیا۔ دشمن کے مقابلہ میں انہوں نے کمزوری نہ دکھائی توان کی شجاعت وبہادری کے سبب اللہ نے ان کو اپنا محبوب بنایا اس لئے کہ اللہ پاک صبر کا دامن تھامنے والوں کو محبوب جانتا ہے۔

دوسری آیت میں علماء کے موقف کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ جذبہ جہاد کے ساتھ ان کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف فرما۔ ہمیں میدان جہاد میں ثابت قدمی عطا کر اور ہمیں کفار پر غلبہ دے ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے گویا کہ اللہ پاک ایمان والوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ کہ تم خود کو ان اوصاف کے ساتھ موصوف کیوں نہیں کرتے ہو جن کے ساتھ وہ موصوف ہیں۔ تم خود کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیوں نہیں کرتے ہو اور تضرع وزاری کی کیفیت میں بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کیوں نہیں کرتے ہو کہ وہ تمھارے سبھی گناہ معاف کرے؟ بالخصوص وہ تمام فروگزاشتیں جو شکست کا باعث بنی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں تضرع کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر اپنے گناہوں پر اللہ کی مغفرت کی بھیک مانگی اور میدان جہاد میں ثابت قدمی کی دعا کی کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں پسپانہ ہوں بلکہ ان کو غلبہ حاصل ہو تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، ان کا مطلوب انہیں عطا کیا، انہیں غالب کیا اور عالم آخرت میں انہیں ثواب سے نوازا اور انہیں خوشخبری دی کہ میں تم سے خوش ہوں آخرت میں تمھارا مقام جنت ہے جو مقام پرہیزگاروں کی رہائش گاہ ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ ان لوگوں کو محبوب سمجھتا ہے جو مقام احسان پر فائز ہوں مقام احسان یہ ہے کہ ایماندار شخص جب بارگاہ الٰہی میں تضرع اور زاری کے عالم میں اس کی عبادت میں محو ہو تو اس کی کیفیت یہ ہو گویا کہ وہ ان آنکھوں سے اللہ پاک کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ لیکن اگر یہ کیفیت رونمانہ ہو سکے تو کم از کم یہ کیفیت ضرور نمایاں ہو کہ میں اللہ پاک کی نظر میں ہوں مجھ پر تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ اس کیفیت کی حلاوت اور شیرینی سے اس کے جسم کا ایک ایک عضو متاثر ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ (۱۴۹) بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ج وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ (۱۵۰) سَنُلْقِيْ فِيْ
قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ج وَ
مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ط وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ (۱۵۱)

ترجمہ : مومنو! تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے (یہ تمھارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمھارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

التفات : بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ میں اسلوب غائب کا ہے جب کہ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا میں التفات تکلم کی جانب ہے مزید برآں استعارہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب کفار کو غلبہ حاصل ہوا اس کے باوجود اللہ نے ان کے دلوں پر خوف مسلط کر دیا وہ مکہ کی جانب روانہ ہو گئے بظاہر کوئی سبب نہ تھا حالانکہ وہ غائب تھے پھر ان میں قوت بھی تھی خوف معنوی چیز ہے اس کے لئے لفظ القاء کا استعمال ہوا جو معنی ہے اس کو حادی کے مقام میں اتارا گیا ہے۔

فائدہ : جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا مجھے پانچ عطیات سے نوازا گیا مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو ان سے نہیں نوازا گیا ہے ان میں پہلا عطیہ یہ ہے کہ ایک ماہ مسافت پر رہائش پذیر انسانوں پر میرا رُعب طاری رہتا ہے دوسرا عطیہ تمام زمین میرے لئے مسجد اور مٹی کے ساتھ تیمّم کی آسانی ہے۔ تیسرا عطیہ میرے لئے غنیمتیں حلال ہیں۔ چوتھا عطیہ مجھے شفاعت کبریٰ سے نوازا گیا ہے، پانچواں عطیہ مجھ سے پہلے پیغمبر اپنی مخصوص قوم کی جانب مبعوث ہوتے رہے جب کہ مجھے تمام لوگوں کی جانب مبعوث کیا گیا ہے۔

(اعراب القرآن ۲ / ۳۳۴، بخاری ص ۲، ۷۰، ۳۳۶)

تشریح : غزوۂ احد میں ہونے والے واقعات کا مسلسل ذکر ہو رہا ہے۔ چنانچہ سیرت کی کتب میں مرقوم ہے کہ منافقین میں کچھ لوگ اس ذہن کے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ اس جنگ میں ایمان داروں کو شکست کا سامنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑا ہے تو انہوں نے ایمان داروں کو مشورہ دیا کہ تم پہلے دین کی جانب واپس لوٹ جاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جل کر رہو اگر محمد (نعوذ باللہ) پیغمبر ہوتا تو جنگ میں قتل نہ ہوتا مزید اس قسم کی باتیں کرنا شروع کیں جو مشکل وقت میں کی جاتی ہیں اللہ پاک نے ان حالات میں ایمان داروں کو مخاطب کرتے ہوئے کفار کے ساتھ وابستگی سے منع فرمایا ذہن نشین کریں کہ ''اَلَّذِینَ کَفَرُوا'' سے مقصود ابو سفیان ہے اس لئے کہ وہ فتنے کی جڑ تھا جب کہ مفسرین نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے رفقاء کو مراد لیا ہے جنہوں نے کمزور ایمان داروں کے دلوں میں شبہات پیدا کئے بلکہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے خلاف گستاخانہ کلمات کہنے شروع کر دیئے کہ اگر یہ پیغمبر ہوتا تو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا اس کی حیثیت تو ایک عام انسان کی ہے کبھی وہ غالب آتا ہے جب کہ کبھی وہ مغلوب ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ تم اپنے پہلے دین میں واپس آجاؤ اللہ پاک خبردار فرما رہے ہیں اگر تم ان کی باتوں میں آؤ گے تو وہ تمہیں ایمان سے کفر کی جانب لے جائیں گے۔ نتیجۃً تم زبردست نقصان اٹھاؤ گے جب تم اسلام کی عظمت کو خیرباد کہہ کر کفر کی ذلت اختیار کرو گے بالخصوص اپنے دشمن کے سامنے خود کو نیچا کرو گے جب دشمن کے مقابلہ میں خود کو اس کے رحم و کرم پر سپرد کرنا نفسیاتی لحاظ سے نہایت مشکل ہے پھر طبعاً کوئی جرأت مند انسان اس کو کبھی برداشت نہیں کرتا۔ مزید برآں ثواب سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ذلت و ادبار کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جب کہ دوسرا نقصان قیامت کے دن ہوگا جب تمہیں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہوگا اس سے زیادہ اذیت ناک ٹھکانہ شائد کوئی دوسرا نہیں ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ: تمہیں اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس لئے کہ وہ پروردگار ہے وہ اپنے بندوں کی معاونت کرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس کے دشمنوں کی بات کی جانب دھیان بھی نہ کیا جائے بس اسی سے مدد طلب کرو وہ تمام مدد کرنے والوں سے زیادہ مدد کرنے والا ہے لیکن اس کی مدد تمہیں اس وقت حاصل ہوگی جب تم اس کی اطاعت کرو گے نیز اس کی نافرمانی سے خود کو تحفظ عطا کرتے رہو گے۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ: ''رُعب'' سے مقصود شدید قسم کا خوف ہے جبکہ ''سَنُلْقِی'' میں سین کے سبب یقین کا معنی ہوتا ہے کہ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اللہ پاک موحدین کو نصرت و فتح سے نوازتا ہے اور ان کے دلوں میں ایمان کو اجاگر فرماتا ہے اور شرک کی قباحتوں سے نفرت دلاتا ہے جب کہ کفار کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کا خوف مسلط کرتا ہے دراصل وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید کرتے ہیں ان کا مذہب خواہشات پر مبنی ہے اور اس قسم کے لوگ اطمینان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں ان کا دل ہمیشہ مضطرب رہتا ہے یا کفار کے دل پر رعب طاری ہوتا ہے۔ اس صورت میں غزوۂ احد کے ساتھ خاص ہے اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے عام قرار دیا جائے تو غزوۂ حنین کو بھی شامل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ غزوۂ حنین میں کفار مرعوب نہ تھے۔
لیکن اگر موجودہ دور میں مسلمانوں کے دلوں پر کفار کا خوف مسلط ہے تو اس کا سبب ان کی عملی زندگی کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مطابق نہیں جب کہ قرآن پاک کا وعدہ سچا ہے لیکن کہاں ہیں وہ ایمان دار لوگ جن کا ایمان آیات قرآنیہ کے مفہوم ومدلول کے مطابق ہے ورنہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر ایمان داروں میں ایمان و عمل صالح موجود ہے تو وہ خلافت ارضی کے مستحق ہیں۔ ارشاد باری ہے :

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنكُم وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَستَخلِفَنَّهُم فِی الاَرضِ كَمَا استَخلَفَ الَّذِينَ مِن قَبلِهِم﴾ (النور : ۵۵)

"اللہ کا ان لوگوں سے وعدہ ہے جو ایمان دار ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں کہ انہیں خلافت ارضی سونپ دے گا جیسا کہ ان لوگوں کو منصب خلافت سے نوازا جو ان سے پہلے تھے۔"

اس حقیقت کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ شرک کے سبب خوف واضطراب جلوہ گر رہتا ہے جیسا کہ پانی سیراب کرتا ہے اسی طرح جس شخص کو حق وصداقت سے آگاہی ہوتی ہے اس کے دل ودماغ پر یقین کی فضا چھا جاتی ہے اور باطل نظریات متزلزل ہو جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ج حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ج وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ط وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ : اللہ نے تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا جب تم اللہ کے حکم کے ساتھ کفار کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور اپنے کام میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں دکھایا جو تم چاہتے تھے تم میں کچھ وہ تھے جو دنیا کا ارادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اور تم میں وہ تھے جو آخرت کا ارادہ رکھتے تھے پھر اللہ نے تم کو ان سے پھیر دیا تاکہ تمہارا امتحان کرے اور بے شک اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور اللہ ایمان والوں پر رحمت کرنے والا ہے۔ جب کہ تم بھاگے جا رہے تھے اور تم کسی پر متوجہ نہیں ہوتے تھے اور پیغمبر تمہیں بلا رہے تھے اس جماعت میں جو تمہارے پیچھے تھی تو اللہ نے تمہیں غم پر غم کا بدلہ دیا تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور نہ اس پر جو تمہیں پہنچے گا اور اللہ خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

لغوی تحقیق : ”حَسَّ “ معلوم کیا، قتل کیا، ”حَسَّ الْبَرْدُ الزَّرْعَ“ پالے نے کھیتی کو برباد کر ڈالا، جلا ڈالا ”تَحَسَّسَ “ معلوم کیا، دیکھا، سنا ” اَلْحَسِیْسُ“ آہستہ، آواز، آہٹ، مقتول ”اَلْحَاسَّةُ“ احساس سے بہرہ ور قوت چھ حواس۔ ” وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ “ غزوۂ احد سے متعلق ہے جب مسلمانوں نے کفار مکہ کے حملوں میں منہ توڑ جواب دیا کفار مکہ کو شکست ہوئی اور وہ اس جنگ میں مارے جائیں یہ اللہ کے حکم و مصلحت کے عین مطابق تھا۔ (لسان القرآن ص ۴۵۸)

غزوہ حمراء الاسد کا بیان : غزوۂ احد میں پیش آنے والے واقعات کا مسلسل ذکر ہو رہا ہے قبل ازیں اس حقیقت کو واضح کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کفار کے مشوروں اور مطالبات کو تسلیم کرنے سے روکا اس کے ساتھ ان سے وعدہ کیا کہ کفار کے دلوں پر ان کا رعب طاری رہے گا بحمد اللہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جب ابوسفیان نے اس عزم کا اظہار کیا کہ مدینۃ الرسول پہنچ کر وہاں کے تمام مکینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا لیکن اللہ نے اس کے دل پر ہی نہیں بلکہ اس کے رفقاء کے دلوں پر بھی مسلمانوں کا خوف مسلط کر دیا۔ چنانچہ وہ مدینۃ الرسول جانے کا ارادہ ترک کر کے مکہ مکرمہ واپس چلے گئے اس دوران رسول اکرم ﷺ اور آپ کے رفقاء (حمراء الاسد) مقام سے واپس لوٹ آئے ابوسفیان کے ساتھ مزاحمت کا خیال ترک کر دیا۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنے احسان کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جب اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور انہیں غلبہ عطا فرمایا ارشادِ الٰہی ملاحظہ فرمائیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾

"بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا جب تم انہیں قتل کر رہے تھے۔"

مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ ﷺ نے جب تیر اندازوں کو گھاٹی پر متعین فرمایا جن کی تعداد تیس تھی ان کے امیر عبداللہ بن جبیر تھے انہیں حکم دیا خواہ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں تمہیں اپنے مقام سے ہرگز ادھر اُدھر نہیں ہونا ہے نیز انہیں واشگاف الفاظ میں اس حقیقت سے آگاہ کیا اگر تم اپنے مفوضہ فرائض پر ڈٹے رہو گے تو ہم یقیناً غالب آئیں گے تمھاری ذمہ داری ہے کہ تم دشمن پر تیر برساتے رہنا تاکہ دشمن ہم پر عقب سے حملہ آور نہ ہو۔ چنانچہ لڑائی گھمسان کی تھی اللہ پاک نے اپنا وعدہ پورا فرمایا مشرکین اپنا ساز وسامان چھوڑ کر بھاگ گئے جب کہ مسلمان اللہ پاک کے حکم کے مطابق مشرکین کو قتل کر رہے تھے اس دوران تیر اندازوں نے محسوس کیا کہ دشمن شکست سے دوچار ہو گیا ہے اور مسلمان مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں تو انہوں نے محسوس کیا ہم یہاں بے فائدہ کیوں کھڑے ہیں کیوں نہ ہم بھی غنیمتوں کو لوٹیں لیکن ان کے قائد عبداللہ بن جبیر نے انہیں رسول اکرم ﷺ کے حکم سے آگاہ کیا انہوں نے تاویل کرتے ہوئے کہ دشمن شکست خوردگی کی کیفیت میں ہے ہم یہاں بے فائدہ کیوں کھڑے رہیں چنانچہ وہ بھی غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ مشرکین کے لشکر کے ایک حصہ کا کمانڈر خالد بن ولید تھا جب اس نے دیکھا کہ تیر انداز افراد اپنی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں تو وہ اپنا دستہ لے کر ان پر حملہ آور ہوا اور جو افراد وہاں موجود تھے انہیں قتل کر دیا اور مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس سے وہ کمزور پڑ گئے کچھ مقابلہ کر رہے تھے لیکن پریشان تھے۔ گھمسان کا رن پڑا چنانچہ ستر صحابہ کرام شہادت سے سرفراز ہوئے ان میں آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا آپ کا رباعیہ دانت ٹوٹ گیا شیطان نے واویلا شروع کر دیا کہ محمد قتل ہو گیا ہے اکثر صحابہ کرام میدان جنگ چھوڑ گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آغاز میں تو مسلمانوں کا لشکر کامیاب تھا آخر میں وہ اپنی غلطی کے سبب ناکام ہوئے اس دوران رسول اکرم ﷺ دو انسانوں کے سہارے چلتے ہوئے آئے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کو دیکھ کر خوش ہوئے گویا کہ ان کے تمام دکھ درد کافور ہو گئے اس دوران آپ نے فرمایا ان لوگوں پر اللہ سخت ناراض ہے جنہوں نے اس کے پیغمبر کے چہرے کو زخمی کیا اس دوران ابو سفیان پہاڑ کی گھاٹی میں چیخ چیخ کر یہ جملہ دہرا رہا تھا۔ ہبل بت! تو بلند ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ جملہ دہرایا "اللہ اعلی واجل" اللہ بلند وبرتر ہے ابو سفیان نے فخریہ انداز میں کہا "آج بدر کی لڑائی کا حساب چکا دیا ہے زمانہ گردش میں ہے لڑائی کی مثال ڈول جیسی ہے" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں وہ شہید ہیں جب کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔" ابوسفیان نے کہا "ہمارا معبود عزیٰ ہے جب کہ تمہارا معبود عزیٰ نہیں ہے" آپ ﷺ نے فرمایا تم جواب میں کہو" اَللّٰہُ مَولاَنَا وَلاَ مَوْلیٰ لَکُمْ "اللہ ہمارا مولا ہے وہ تمہارا مولا نہیں ہے اس دوران حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے ان کے پیٹ میں شگاف تھا۔ ہندہ نامی عورت نے اس کے جگر کو کاٹا، دانتوں سے چبایا وہ اسے نگلنا چاہتی تھی لیکن نگل نہ سکی آپ نے شہداء کا جنازہ ادا کیا جب کہ حمزہ کا جنازہ ستر بار ادا ہوا۔

انس بن مالک کے چچا انس بن نضر کی شہادت کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے ان کا بیان ہے کہ مجھے پہلی جنگ یعنی جنگ بدر میں رسول اکرم ﷺ کی معیت حاصل نہ ہو سکی تو انہوں نے حسرت بھری نگاہ میں اس جذبے کا اظہار کیا کہ اگر مجھے اللہ کے پیغمبر کی معیت میں آئندہ جہاد کا موقعہ میسر آیا تو اللہ کو معلوم ہو جائے گا کہ جہاد کے ساتھ میری وارفتگی کی کیا کیفیت ہے۔ چنانچہ وہ غزوۂ احد میں شامل ہوا اس نے نہایت پامردی کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھائے، دشمن شکست سے دوچار ہوا لیکن غزوۂ احد میں شریک اپنے رفقاء کے طرز عمل سے نالاں تھا جس کے سبب اس نے رفقاء کے طرز عمل سے برأت کا اظہار کیا اور مشرکین کے اچانک حملہ سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے تلوار کو پکڑا۔ سعد بن معاذ سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے سعد سے "استفسار کیا تم کیا کر رہے ہو؟ میں تو احد سے پہلے ہی جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں" یہ جملہ کہا اور لشکر میں گھس گیا بالآخر شہید ہوا اسکے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں کے اتنے زخم تھے کہ انکی پہچان مشکل ہوگئی البتہ انکی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے بھائی کو پہچان لیا جب کہ اس کے جسم پر اسّی سے زیادہ نیزوں، تلواروں اور تیروں کے زخم تھے۔

(بخاری ص ۸۳۴، ابن کثیر ۱/ ۶۲۰)

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلاَ تَلْوٗن : غزوۂ احد کے موقعہ پر جب مسلمان شکست خوردگی کے عالم میں محاذ جنگ سے بھاگ رہے تھے اس کی تصویر کشی ملاحظہ فرمائیں: اللہ نے تمہیں معاف کر دیا جب تم محاذ جنگ سے فرار اختیار کرتے ہوئے وادیوں میں سے گزر رہے تھے جب کہ اللہ کا پیغمبر تمہیں پکار رہا تھا اے اللہ کے بندو! واپس آؤ، لیکن تم بھاگے جا رہے تھے ادھر اُدھر تمہارا دھیان نہیں تھا اللہ نے تمہاری نافرمانی کے سبب تمہیں پریشانی میں مبتلا کیا ایک غم یہ تھا کہ تمہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی پھر غنیمت سے بھی محروم رہے دوسرا غم یہ تھا کہ کچھ رفقاء شہید ہوگئے بالخصوص نبی ﷺ زخمی ہوگئے مزید بر آں آپ کے قتل کی خبر کو مشہور کیا گیا۔

لِکَیْلاَ تَحْزَنُوْا : رسول اکرم ﷺ کے قتل کی خبر سے جو غم تمہیں اس بناء پر لاحق ہوا تھا کہ تم کامیاب نہ رہے پھر مال غنیمت سے محروم رہے وہ ختم ہوگیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ: اللہ پاک کو تمہاری نافرمانی، باہم منازعت اور فرار اختیار کرنا سب معلوم ہے بالخصوص نبی علیہ السلام کو معرکہ میں تنہا چھوڑنا اور محاذ جنگ سے بھاگنا۔ پس اللہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا نیکوکار کو اچھا بدلہ جب کہ نافرمان کو نافرمانی کی سزا دے گا یا معاف کر دے گا۔ واللہ غفور کریم

(ایسر التفاسیر ۱/۳۳۰)

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: پھر اللہ نے تم پر غم کے بعد امن اتارا جو اونگھ تھی وہ تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ رہی تھی اور (دوسری) جماعت تھی ان کو اپنے فکر نے غمناک کر دیا وہ اللہ کے بارے میں ناجائز گمان کرتے تھے کفر کا گمان وہ کہنے لگے کیا ہمارے لئے اس معاملہ میں کوئی چیز ہے آپ کہہ دیں تمام معاملات اللہ کے لئے ہیں وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے تھے جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے وہ کہنے لگے اگر اس کام سے ہمارے لئے کوئی چیز ہوتی تو ہم اس جگہ نہ ہوتے آپ کہیں اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو وہ لوگ ضرور باہر نکلتے جن کے متعلق ان کے مقتل میں قتل ہونا لکھا جا چکا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تا کہ اللہ اس چیز کی آزمائش کرے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تا کہ خالص کرے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جانتا ہے جو سینوں میں ہے۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے تم سے روگردانی کی جس دن دونوں جماعتیں باہم ملیں بلاشبہ شیطان نے ان کو پھسلایا ان کے بعض اعمال کی نحوست کے سبب اور اللہ نے انہیں معاف کر دیا بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا بردبار ہے۔

چند اہم امور سے پردہ کشائی

غزوۂ احد کے احوال بیان ہو رہے ہیں چنانچہ پہلی آیت میں اللہ پاک نے چند اہم امور سے پردہ کشائی کی ہے۔

اولاً: اس غزوۂ میں مسلمان جس تکلیف سے دوچار ہوئے اس کا غم انہیں بے چین کیے ہوئے تھا تو اللہ پاک نے انہیں امن واطمینان سے نوازا ان کا خوف جاتا رہا تو ان کی کیفیت یہ تھی کہ بعض کے ہاتھ میں تلوار ہے تو اس پر نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے پھر وہ اس کو تھام لیتا ہے۔

ثانیاً: چونکہ لشکر میں منافقین بھی موجود تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے امن واطمینان سے محروم رکھا دشمن کا خوف ان کے دل ودماغ پر غالب رہا وہ صرف اپنے بارے میں سوچتے رہے کہ کس طرح وہ موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں اس کا تذکرہ اس جملہ میں ملاحظہ کریں: ﴿وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں پوشیدہ کفر ونفاق کو واضح کیا ہے کہ اللہ کے بارے میں ان کے خیالات حقیقت پسندانہ نہ تھے دراصل وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اسلام سچا دین نہیں ہے اور محمد بھی اللہ کا پیغمبر نہیں ہے اور ایمان کا ادعا کرنے والے عنقریب شکست سے دوچار ہوں گے پھر موت ان پر مسلط ہو جائے گی اس طرح اسلام اور مسلمانوں کا یہ منظر نظر سے اوجھل ہو جائے گا۔

رابعاً: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں جو خباثت پوشیدہ تھی اس کو عیاں کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں داخل ہونے سے کچھ فائدہ نہیں لیکن یہ جملہ انہوں نے رازداری کی کیفیت میں کہا اگر ہمیں کچھ فائدہ حاصل ہونا ہوتا تو ہم گھروں سے نہ نکلتے نہ ہم میدان جنگ میں برسرپیکار ہوتے اور نہ ہمیں ان مصائب سے واسطہ پڑتا جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی اس درپردہ کیفیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے واضح کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ تمام معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں۔ مزید ان کی مخفی سرگرمیوں کو عیاں کرتے ہوئے بتایا کہ وہ تو اپنے دلوں میں کفر، بغض، دشمنی چھپائے ہوئے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے دشمن ہیں بلکہ نبی ﷺ کے بھی دشمن ہیں لیکن آپ کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا کہ اگر ہمیں اختیار ہوتا تو ہم کبھی میدان مبارزت میں نہ آتے در حقیقت وہ مشرکین اور کفار کے ساتھی ہیں انہیں افسوس ہے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں آئے اگر نہ آتے تو ہم قتل نہ ہوتے۔ اللہ پاک نے ان کی اس بات کارد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی مقیم رہتے تو پھر بھی ان لوگوں نے اپنے گھروں سے نکلنا تھا جن کی موت تقدیر میں ثبت تھی اس لئے کہ تقدیر کا فیصلہ اٹل ہے اس نے ضرور نافذ ہونا ہے تقدیر سے ہرگز مفر نہیں اسی لئے فرمایا اگر تم اپنے گھروں میں بھی رہتے پھر بھی بہر صورت تم نے احد کی جنگ میں ضرور جانا تھا اور تقدیر کے فیصلہ کے مطابق وہاں موت سے ہم کنار ہونا تھا وہ اپنے اپنے قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو خالص اور صاف کردے اور اللہ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک حقیقت کے بارے میں اطلاع دے رہے ہیں ضروری ہے کہ اس سے آگاہ ہوا جائے وہ یہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب لڑائی شدت اختیار کر گئی اور مصیبت میں اضافہ ہو گیا تو کچھ لوگ میدان جنگ سے پسپا ہو گئے دراصل شیطان نے ان کو پھسلایا وہ اس گناہ کے مرتکب ہوئے اللہ نے ان کے اس گناہ کو معاف کر دیا ان سے مؤاخذہ نہ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ معاف کرنے والا اور حلم کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اسی لئے اپنے گناہگار بندے کو مہلت دیتا ہے اسے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس کی غلطی پر قلم عفو پھیرتا ہے لیکن اگر وہ حلم کے وصف کے ساتھ موصوف نہ ہوتا تو ہر گناہگار کا اس کے گناہ کے سبب اس کا مؤاخذہ کرتا پھر توبہ اور نجات کا امکان نہیں تھا۔

معلوم ہوا جو صحابہ کرام غزوۂ احد میں شریک تھے دشمن کے زبردست حملہ کے بعد صحابہ کرام راہ فرار اختیار کر گئے اللہ پاک نے انہیں معاف کر دیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب عبداللہ بن عمر سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ غزوۂ احد سے فرار اختیار کر گئے تھے تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا نیز بتایا کہ اللہ نے ان کے اس گناہ کو معاف کر دیا غزوۂ بدر میں عثمان اس لئے شریک نہ ہوئے کہ ان کی بیوی رقیہ بیمار تھی جب کہ بیعت رضوان میں آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا اگر آپ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور صحابی موزوں ہوتا تو اس کو بھیجتے۔ چنانچہ عثمان کی بیعت کے لئے آپ نے اپنا ہاتھ نکالا اور فرمایا یہ ہاتھ عثمان کا ہے آپ نے اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا۔ ارشاد نبوی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ (فتح الباری ۷/ ۳۶۳، قرطبی ۴/ ۲۴۵)
"جو شخص گناہ سے تائب ہوتا ہے گویا کہ اس نے گناہ کا ارتکاب ہی نہیں کیا"

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ : اللہ پاک توبہ کے بعد تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے مزید وہ وصف حلم کے ساتھ موصوف ہے وہ کسی گناہ پر مؤاخذہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا ہے دراصل یہ جملہ ان لوگوں کے عفو کا سبب ہے جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ تھی جو غزوہ میں شریک تھے اس لئے کہ نبی ﷺ کی معیت میں احد کے دن صرف تیرہ افراد باقی رہ گئے تھے۔ (مراغی ۲/ ۱۰۷)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! تم نے ان لوگوں کی مانند نہیں ہونا ہے جو کافر ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ زمین میں سفر کرتے یا وہ جہاد میں ہوتے اگر وہ ہمارے ہاں ہوتے تو فوت نہ ہوتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ اس بات کو اللہ ان کے دلوں میں افسوس لاحق کرے اور اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ دیکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے یا فوت ہو گئے تو اللہ کی جانب سے بخشش ہے اور رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر تم فوت ہو گئے یا قتل ہو گئے ضرور اللہ کی جانب تمہیں اٹھایا جائے گا۔

لغوی تحقیق : "حَسْرَةٌ" افسوس، ارمان، کسی چیز کے کھو جانے پر اظہار تاسف، "حَسَرَ الْمَاءُ" پانی اتر گیا۔ حَسَرَتِ الْجَارِیَةُ خِمَارَهَا عَنْ وَجْهِهَا لڑکی نے اپنے چہرے سے اوڑھنی ہٹادی، اپنا چہرہ کھول دیا "حَسَرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اَلْبَصَرُ" نگاہ تھک گئی۔ "اِنْحَسَرَ عَنْهُ الظَّلَامُ" اندھیرا چھٹ گیا اور وہ روشنی میں آ گیا "اَلْحَسِيْرُ" تھکا ماندہ قرآن حکیم میں ہے ﴿يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ نگاہ آخر ذلیل درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ (لسان القرآن ص ۴۵۷)

زندگی، موت اللہ کے قبضہ میں ہے

مسلسل غزوۂ احد کے واقعات کا تذکرہ ہو رہا ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو متوجہ کر رہے ہیں جو ایمان والے ہیں کہ تم نے خود کو کفار کے اوصاف کے ساتھ موصوف نہیں کرنا ہے۔ چنانچہ کفار کا وطیرہ ہے کہ جب ان کے عقیدہ کے مطابق لوگ تجارت، جنگ کی غرض سے سفر اختیار کرتے ہیں ان میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے یا تقدیر الٰہی سے قتل ہو جاتا ہے تو وہ برملا اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو ان پر موت طاری نہ ہوتی اور وہ قتل نہ ہوتے۔ ان کا یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے بلکہ کفر کا سبب ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ زندگی، موت اللہ کے قبضہ میں ہے دونوں کا وقت مقرر ہے گھر میں اقامت اختیار کرنے سے موت کا وقت ٹل نہیں سکتا اور اگر موت کا وقت نہیں ہے تو سفر میں موت کا آنا ممکن نہیں دراصل کفار اپنے ہم خیال لوگوں کو حسرت میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں جبکہ زندگی موت اللہ کے قبضہ میں ہے بہادری موت سے ہم کنار نہیں کرسکتی ہے کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ خالد بن ولید جو سیف اللہ کے لقب کے ساتھ ملقب ہیں وہ بستر مرگ پر ہیں اور اعلان کر رہے ہیں مجھے ان گنت جنگوں میں شرکت کا موقع میسر آیا ہے میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس پر نیزے، تلوار کا زخم نہ ہو لیکن ملاحظہ کریں کہ میں بستر پر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر رہا ہوں بزدل لوگوں کے لئے میں بددعا کرتا ہوں اللہ کرے ان کی آنکھیں مسرت سے ہم کنار نہ ہوں جب کہ وہ زندگی بھر میدان جہاد سے الگ تھلگ رہے تاکہ موت سے تحفظ رہے۔

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ : حقیقت یہ ہے کہ قانون قدرت کے مطابق زندگی اور موت کا وقوع ہے ایک شخص کو اللہ زندہ رکھتا ہے اگرچہ عموماً اس کا خطرناک جنگلات سے گزر کیوں نہ ہو یا اس کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ سمندر کے سفر میں کیوں نہ گزرا بلکہ خوفناک لڑائیوں میں اس نے شجاعت کے کارنامے سرانجام دیئے اس لئے کہ اللہ کی تقدیر کے مطابق ہی تمام معاملات طے پاتے ہیں اور جس شخص کو چاہتا ہے موت سے ہم کنار کرتا ہے اگرچہ وہ مضبوط قلعہ میں رہائش پذیر کیوں نہ ہو۔ مزید برآں اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کیوں نہ ہو۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : انسان اپنی زندگی میں اس کوشش میں رہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دنیوی مال و متاع کو فراہم کرے تاکہ اس کی زندگی آرام سے بسر ہو لیکن اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جانا یا زخمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا جس کے نتیجہ میں اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت اس پر سایہ فگن ہوتی ہے وہ اس کے لئے دنیوی ساز و سامان فراہم کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے انسان اپنی زندگی میں اللہ کی رضاجوئی کے لئے جو عمل کرتا ہے پھر اس پر مداومت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ موت سے ہم کنار ہوتا ہے تو اس شخص کی موت واقعتاً اللہ کے راستہ میں ہوتی ہے۔

ذہن نشین فرمائیں کہ اس آیت میں قتل کا ذکر موت سے پہلے ہے مقصود جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں بالعموم قتل ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے لیکن اگر کسی شخص کو یہ سعادت میسر نہیں آسکی ہے تو تھکاوٹ یا کسی بھی سبب سے اس کی موت درحقیقت موت فی سبیل اللہ ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۱۵۹) اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ج وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۶۰)

ترجمہ: پس اللہ کی مہربانی کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ آپ کے ارد گرد سے بھاگ جاتے پس آپ انہیں معاف کریں اور ان کیلئے بخشش طلب کریں اور اس کام میں ان سے مشورہ حاصل کریں جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اگر اللہ تمہیں غلبہ عطا کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو اسکے بعد تمہاری مدد کرے اور اللہ پر ہی ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

لغوی تحقیق: "فَظٌّ" سخت مزاج قول فعل میں یگانگت کا نہ ہونا۔ غَلِیظ: تند مزاج جس کے دل میں کسی کا وعظ اثر انداز نہ ہو۔ "اِنفَضَّ الْقَوْمُ" لوگ بکھر گئے مشاورت اصل معنی شہد کو اس کی جگہ سے نکالنا مقصود ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت مسلمہ کے سیاسی امور میں مشورہ کرنا۔

تشریح : ان سے پہلے ذکر شدہ آیات میں اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کی ان باتوں کی جانب راہ نمائی کی ہے جن سے انہیں دنیوی، اخروی معاملات میں فائدہ حاصل ہو سکتا تھا ان میں سے یہ بات اہم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی فروگذاشتوں کو معاف کر دیا۔ چنانچہ آپ کی اخلاقی برتری پر اللہ پاک نے آپ کی عظمت کو اجاگر فرمایا ہے لیکن آپ میں عفوو درگزر کی عظمت کا اجاگر ہونا اللہ کی رحمت کے سبب ہے۔ چنانچہ غزوۂ احد کے بعد آپ پر ان آیات کا نزول ہوا جن میں بعض صحابہ کرام نے آپ کے ارشادات کی مخالفت کی جس کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ شکست سے دوچار ہوئے جب کہ مشرکین مکہ کو کامیابی حاصل ہوئی بلکہ صحابہ کرام کے زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا آپ نے صبر کا مظاہرہ کیا ثابت قدمی کا درس دیا اپنے رفقاء کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کیا انہیں ان کی لغزش پر سرزنش کرنے سے خود کو تحفظ عطا کیا اور انہیں معاف کر دیا مزید انہیں بتایا کہ مستقبل میں تم کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔

اس مقام کے علاوہ بعض دیگر مقامات پر اللہ سبحانہ نے آپ کی اخلاقی برتری کی تعریف کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے : ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم : ۴)

"بلاشبہ آپ خلق عظیم کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں۔"

نیز فرمایا : ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ : ۱۲۸)

"بے شک تمہارے پاس تم سے ہی پیغمبر آیا ہے جس چیز سے تمہیں مشقت ہوتی ہے اس پر وہ دشوار گزار ہے تمہارے بارے میں وہ لالچی ہے ایمان والوں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ : اگر آپ سخت مزاج ہوتے معاملات میں بداخلاقی کے مرتکب ہوتے تو آپ کے رفقاء آپ کو تنہا چھوڑ جاتے اور بھاگ جاتے اور آپ کا مشن ہر گز کامیابی کے ساتھ ہم کنار نہ ہوتا۔ ذہن نشین فرمائیں انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے مقصود اللہ کی مخلوق کو احکام الہیہ سے آگاہ کرتا ہے ہر گز اس مقصد میں کامیابی ممکن نہیں جب تک کہ لوگوں کا میلان ان کی جانب نہ ہو اور انہیں ان کی مجلس میں سکون میسر نہ ہو اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ تو رحیم و کریم تھے آپ گناہ سے آلودہ لوگوں کے گناہ معاف فرماتے اور لغزشوں سے درگزر فرماتے بلکہ دست شفقت پھیلا کر ان کو اپنے قریب لانے میں کوشاں رہتے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ : عفوو درگزر کے ساتھ ساتھ انہیں مجلس مشاورت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک کریں اس لئے کہ افراد اکثر حالات میں ظلم سے کنارہ کش رہتے ہیں جب کہ ایک فرد کو اگر معاملہ سونپ دیا جائے تو اس کے سبب بعض اوقات امت مسلمہ خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے مشاورت سے منازعات کا حل نکلتا ہے جب کہ مجلس شوریٰ کے افراد کی تعداد زیادہ ہو اور وہ صاحب استقامت ہوں اللہ سبحانہ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ آپ اس کو عملاً نافذ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کرتے اور ہر رکن کی رائے کو توجہ سے سنتے اور مصلحت کے تقاضوں کی روشنی میں ایک رائے کو دیگر آراء پر تفوق عطا فرماتے چنانچہ آپ نے غزوۂ بدر کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ قریش مکہ مکرمہ سے جنگ کے ارادہ سے چل پڑے ہیں آپ نے اس وقت تک کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا جب تک کہ مہاجرین اور انصار نے اپنی موافقت کا یقین نہ دلایا۔ بالکل اسی طرح غزوۂ احد میں بھی آپ نے مشورہ طلب کیا جیسا کہ آپ کو اس کا علم ہو چکا ہے اسی طرح کسی اہم کام میں جب اس کے بارے میں آپ پر وحی کا نزول نہ ہوتا تو مشورہ کرتے تھے جب کہ وحی کے نزول کے بعد تو مشورہ کی ضرورت ہی نہیں وحی کا نفاذ ضروری ہو جاتا ہے خیال رہے نبی ﷺ نے مجلس شوریٰ کے قواعد کا تعین نہیں فرمایا اس لئے کہ امت مسلمہ کے اختلاف کے ساتھ ان میں اختلاف کا ہونا ممکن ہے پھر وقت اور علاقہ کی خصوصیات بھی ایک جیسی نہیں ہوا کرتیں ان میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے میں یہ حقیقت اثر انداز ہوئی ہے کہ آپ نے بیماری کی حالت میں ان کو امامت کے منصب پر کھڑا کر دیا تو آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ جس شخص کا انتخاب نماز کی امامت کے لئے کیا گیا ہے جب کہ نماز کا معاملہ دینی ہے تو کیوں نہ ہم دنیوی معاملات میں بھی اس کا تعین کریں۔

مجلس شوریٰ کے فوائد

سبھی لوگوں کا فہم ایک جیسا نہیں ہوتا جب کہ عوام الناس کے مصالح کا تقاضا ہے کہ ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا جائے اور ارکین شوریٰ کے اخلاص اور عقل و فہم کا جائزہ لیا جائے بعض اوقات ایک شخص کے ذہن میں ایسی مصلحت جلوہ افروز ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ کو خاص قسم کا سکون میسر آتا ہے۔ مزید برآں اتفاق واتحاد کی جلوہ آفرینی سے معاشرہ جنت نظیر دکھائی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ باجماعت نماز ادائیگی کو اکیلے ادا کرنے سے ستائیس درجہ ثواب کی خوشخبری سے اس کی جانب میلان کی رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے "جب لوگ مشاورت کے ساتھ فیصلہ کریں گے تو انہیں اللہ کی جانب سے نہایت صحیح سمت کی جانب راہ نمائی حاصل ہوتی ہے" یہی وجہ ہے کہ اسلام کا نظام شورائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ: جب مشاورت کے بعد کسی کام کے کرنے کا ارادہ پختہ ہو جائے تو اللہ پر توکل اختیار کرتے ہوئے ضروری اور اہم مادی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مقصود کے حصول میں گامزن ہو جائیں۔ لیکن صرف اپنی مادی قوت ذہنی افتاد پر بھروسہ نہ کریں کامیابی کے حصول کے لئے اللہ کی توفیق اور اس کی معاونت کی ہر لمحہ تضرع وزاری کے عالم میں دعا کی جائے بعض اوقات مقصد کے حصول میں ایسی رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہیں جن کا پہلے ذہن میں شبہ تک نہیں ہوتا۔ صرف اللہ کی ذات کو ہی ان خدشات کا علم ہوتا ہے جو علام الغیوب کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔ لیکن کسی اجتماعی فیصلہ کے نفاذ سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں ارباب شوریٰ سے مشاورت کی جائے غزوۂ احد میں آپ نے ان صحابہ کرام کے مشورہ پر دھیان نہ دیا جو اپنی پہلی رائے سے منحرف ہو چکے تھے کہ مدینۃ الرسول سے باہر نہیں نکلنا چاہیے حالانکہ آپ مشاورت کے بعد مسلح ہو کر احد کی جانب روانہ ہوئے تھے اس طرح آپ نے انہیں آگاہ کیا کہ ہر کام کا وقت معین ہوتا ہے اور جب مشورہ تکمیل پذیر ہو جائے اس کے بعد مشورہ کے مطابق اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب قائد شوریٰ کے فیصلہ کا نفاذ کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانے کا آغاز کرتا ہے تو پھر یہ درست نہیں کہ عزیمت کی مخالفت کرے اور پروگرام کو عملی جامہ نہ پہنائے اگرچہ باور کیا جائے کہ مجلس شوریٰ کی رائے صائب نہیں ہے جیسا کہ غزوۂ احد کے فیصلہ کی کیفیت آپ کے سامنے ہے۔

سیاست کے میدان میں مجلس شوریٰ کے اراکین کو اسی قاعدہ کے مطابق رواں دواں رہنا چاہیے ہرگز قائد کی مخالفت نہ ہو۔ چنانچہ ایک انگریز سیاستدان کا قول ہے کہ سیاست میں جب کسی کام کا فیصلہ باہمی مشاورت کے بعد طے پاتا ہے۔ تو دستور العمل کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اور اس سے انحراف ہرگز درست نہیں اگرچہ نفس الامر میں فیصلہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ: جو لوگ فیصلہ کرنے کے بعد اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کو نافذ کرتے ہیں تو اللہ ان سے محبت کرتا ہے محبت کے تقاضا کے مطابق ان کی مدد کرتا ہے اور رشد کی جانب ان کی راہنمائی کرتا ہے اس آیت میں مکلّف لوگوں کو توکل علی اللہ کی رغبت دلائی گئی ہے اور توکل سے روگردانی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے جب کہ توکل سے مقصود ہرگز یہ نہیں ہے کہ ظاہری اسباب کو بروئے کار لانے کی جانب توجہ نہ کی جائے۔ چنانچہ صحیح توکل وہ ہے جس میں اسباب کو فراہم کیا جائے بلا اسباب توکل تو حماقت ہے بلکہ شریعت کے اصولوں سے ناواقفیت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ مِنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ﴾(یوسف:۶۷)
"اے میرے بیٹو! تم نے ایک ہی دروازے سے داخل نہیں ہونا ہے تم نے مختلف دروازوں سے داخل ہونا ہے اور میں تمہیں اللہ (کی تقدیر) سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا فیصلہ تو بس اللہ ہی کا ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

چنانچہ توکل کے ساتھ ساتھ اسباب کو فراہم کرنا بھی ضروری ہے بلکہ احتیاط کا دامن ہرگز چھوٹنے نہ پائے۔ ارشاد نبوی ہے "اگر تم اللہ پر صحیح توکل رکھو گے تو اللہ تمہیں رزق سے نوازے گا جس طرح پرندوں کو رزق ملتا ہے صبح جب پرواز کرتے ہیں تو بھوکے ہوتے ہیں اور شام کے وقت ان کے پیٹ غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔" (صحیح ترمذی ۲/ ۲۷۴، صحیح ابن ماجہ علامہ البانی ۴۱۶۴)

اس حدیث میں پرندوں کی کوشش کا ذکر ہے کہ وہ صبح سویرے رزق کی تلاش میں اڑتے ہیں جبکہ ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں اور شام کے وقت جب وہ واپس آتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلاَ غَالِبَ لَکُم: اگر اللہ کا ارادہ ہو کہ وہ تمہاری مدد کرے جیسا کہ غزوۂ بدر میں اس نے تمہاری مدد کی اس لئے کہ تم اللہ کے قانون کے مطابق رواں دواں رہے اور ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے تو تم ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے جب کہ تمہارا دشمن توکل سے محروم ہے۔ اور اگر وہ تم سے اپنی مدد کو روک لیتا ہے اس وجہ سے کہ تم نے اپنے قائد کی نافرمانی کی اس پر بزدلی کے شکار ہو سکتے ہو جیسا کہ غزوۂ احد میں ہوا تو کوئی بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتا اور نہ تمہیں رسوائی سے بچاؤ عطا کر سکتا ہے جب کہ مومن لوگ تو بالخصوص اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔

وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ط وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ج ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لاَ یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰہِ کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: کسی پیغمبر کے لئے (لائق) نہیں کہ وہ مال غنیمت سے خیانت کرے اور جو شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی خیانت کا مرتکب ہوگا وہ قیامت کے دن خیانت کے مال کو لائے گا پھر ہر جان کو اس کے عمل کرنے کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا ہوگا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ بھلا وہ شخص جو اللہ کی رضا کا تابعدار ہے اس شخص کے برابر ہے جو اللہ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ اس کے اللہ کے ہاں درجات ہیں اور اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نے ایمانداروں پر احسان کیا جب ان میں انہی میں سے پیغمبر مبعوث فرمایا وہ ان پر آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور سنت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ظاہر گمراہی میں تھے۔

لغوی تحقیق: "الغُلُّ" درپردہ کسی چیز کو اٹھانا جب کہ اس کا زیادہ استعمال مالِ غنیمت سے تقسیم سے پہلے درپردہ مال کو اٹھانا ہے اس کا نام "غُلُول" بھی ہے دراصل "اَلْغَلَل" سے مقصود پانی کا درخت کے اندر سرایت کرنا ہے۔ خیانت کو "غُلُول" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے ناجائز ذریعہ سے درپردہ اپنے قبضہ میں کرنا ہے اسی سے "اُلغُلُّ" کا معنی (دشمنی) ہے اور "اَلغَلِیلُ" سے مقصود پیاس کی شدت ہے جبکہ "اَلْغَلَالَةُ" اس لباس کو کہا جاتا ہے جو بدن کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ "تَغَلْغَلَ فِي الشَّيْءِ" ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہونا اور اس میں چھپ جانا۔ (المنار ۴/ ۷/ ۲۱)

تشریح: کسی پیغمبر کی شان کے لائق نہیں کہ وہ خیانت کا ارتکاب کرے اسلئے کہ اللہ نے انکو خیانت وغیرہ سے معصوم رکھا ہے جب کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ وحی کو چھپاتے نہیں ہیں۔

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: جو شخص بھی کسی خیانت کا مرتکب ہوگا وہ قیامت کے دن میدان حشر میں اسے اٹھائے ہوئے ہوگا جس سے اس کی ذلت ہو رہی ہوگی۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث میں وضاحت ہے کہ آپ نے اپنے وعظ میں خیانت کا تذکرہ کیا اور اسے بہت بڑا جرم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مال سے خیانت کی ہوگی قیامت کے دن وہ اسے اپنے سر پر اٹھائے ہوئے آئے گا وہ التجاء کرے گا اے اللہ کے رسول! آپ میری مدد فرمائیں تو آپ جواب دیں گے مجھے اختیار نہیں ہے میں نے تمام احکام پہنچا دیئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے خیانت کرنا گناہ ہے اگرچہ گناہ معنوی حیثیت کا حامل ہے لیکن ان کے لئے قرآن پاک میں بھی محسوس چیزوں کے لئے اٹھانے کی طرح کا ذکر ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَلَيَحۡمِلُنَّ أَثۡقَالَهُمۡ وَأَثۡقَالًا مَّعَ أَثۡقَالِهِمۡ وَلَيُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ عَمَّا كَانُواْ يَفۡتَرُونَ﴾ (العنکبوت : ۱۳)

"اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ کو اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے اور ان سے قیامت کے دن پرسش ہوگی جو وہ افترا باندھتے رہے۔"

ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ: قیامت کے روز ہر انسان کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے پھر انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے :

﴿فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَرَهُۥ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ﴾ (زلزال : ۷)

" جو شخص ذرہ برابر اچھا عمل کرے گا وہ اس کو دیکھ پائے گا اور جو ذرہ بھر برائی کا عمل کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

غزوۂ احد میں شکست کا سبب

غزوۂ احد میں پسپائی کا سبب یہ نہیں تھا کہ (معاذ اللہ) اللہ کے پیغمبر کسی خیانت کے مرتکب ہوئے تھے دراصل پسپائی کا سبب یہ تھا کہ بعض صحابہ کرام نے قبل از وقت غنیمت کے مال کو لوٹنا شروع کر دیا شاید ان کا مقصد یہ تھا کہ مال غنیمت سے کچھ مال کو وہ چھپالیں گے یا کہیں ان کے پیغمبر مال غنیمت سے کچھ مال چھپا نہ لیں ان کے اس باطل خیال کارد کرتے ہوئے اللہ پاک نے کھلے لفظوں میں وضاحت کر دی ہے کہ کسی بھی پیغمبر کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مال غنیمت کو مجاہدین کے درمیان برابر تقسیم نہ کرے اس طرح وہ خیانت کا مرتکب ہو۔ چہ جائیکہ آخر الزمان پیغمبر ﷺ سے اس قسم کا جرم سرزد ہو بلکہ توکل کے منافی ہے حدیث نبوی ہے کہ چراگاہ کے قریب جانوروں کو چرانے والے کے لئے ممکن ہے کہ وہ جانوروں کو چراگاہ میں داخل کرے یعنی احتیاط کے دامن کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ (نظم الدرر ۵ /۱۱۱)

أَفَمَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَ ٱللَّهِ كَمَنۢ بَآءَ بِسَخَطٖ مِّنَ ٱللَّهِ: ایک شخص صاحب تقویٰ ہے حسنات میں اللہ کی رضاجوئی کے لئے مشغول رہتا ہے۔ خیانت، فواحش، منکرات سے باز رہتا ہے وہ کیسے اس انسان جیسا ہے جو اللہ کی ناراضگی کے کاموں میں محو رہتا ہے۔ چوری خیانت قتل کا مرتکب ہوتا ہے نیک کاموں سے دور رہتا ہے اس کی سزا کو واشگاف جملہ میں ذکر کیا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کہ یہ ٹھکانہ ہر لحاظ سے برا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿أَفَمَن كَانَ مُؤۡمِنٗا كَمَن كَانَ فَاسِقٗاۚ لَّا يَسۡتَوُۥنَ﴾ (السجدۃ : ۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیا وہ شخص جو ایمان دار ہے اس شخص جیسا ہے جو فاسق ہے دونوں برابر نہیں ہیں۔"
اللہ کے ہاں ان سب کے درجات اور طبقات مختلف ہیں۔ ذہن نشین فرمائیں جنتیوں کے لئے (درجات) کا لفظ مستعمل ہے جب کہ جہنمیوں کے لئے (درکات) کا لفظ مستعمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ۱۴۵)

"بے شک منافق لوگ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔"

پوری مخلوق سے اونچا درجہ رسول اکرم ﷺ کا ہے جس کا نام الرفیق الاعلیٰ ہے۔ چنانچہ آپ نے مرض الموت میں دعا کی: اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْاَعْلیٰ "اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ کے اعزاز سے ہم کنار فرمائیں تو نبی ﷺ کی شخصیت کو غلول اور خیانت سے منزہ قرار دینے کے بعد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ کی ولادت ان کے شہر مکہ مکرمہ میں ہوئی اس میں انہوں نے نشوونما پائی۔ زندگی بھر آپ نے دنیا سے اعراض کیا اخلاق میں آپ کو تفوق حاصل رہا، راستبازی، امانت داری، دعوۃ الی اللہ کے اوصاف کے ساتھ موصوف تھے عربی النسل تھے آپ کی دعوت کو سمجھنا ان کے لئے بہت آسان تھا آپ پر انہیں بالخصوص اعتماد تھا۔ آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ
ایک عربی شاعر آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

وَكَمْ اَبٍ عَلَا بِابْنٍ ذِي شَرَفٍ كَمَا عَلَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ عَدْنَانُ

کہتے ہیں "کتنے ہی ایسے والد ہیں جو اپنے بیٹے کے سبب بلند وبرتر ہیں جو شریف النفس ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے سبب ان کے قبیلہ عدنان کو برتری حاصل ہوئی۔"
آپ ﷺ بے شمار خصوصیتوں کے حامل تھے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

"اور ہم نے بس آپ کو دو جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا ہے"

مزید برآں آپ زندگی بھر اللہ کی قدرت، وحدانیت اور علم پر مشتمل آیات قرآنیہ کی مسلسل تلاوت فرماتے رہے اور تمام لوگوں کو ان سے استفادہ کی جانب متوجہ کرتے رہے۔ مزید برآں عقائد فاسدہ سے ان کی تطہیر فرماتے رہے۔ وثنیت، بت پرستی اور شرک سے انہیں ڈراتے رہے جب کہ اہل عرب اور دیگر ممالک کے لوگ بھی اسلام سے پہلے اخلاقی لحاظ سے نہایت پستی میں تھے بلکہ انسانیت کے دائرہ سے باہر تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے استطاعت کے مطابق ان کی اخلاقی اصلاح میں عظیم کردار ادا کیا۔ بت پرستی کا قلع قمع کیا ان کے ان خیالات کو باطل قرار دیا کہ طبعی اسباب کے علاوہ بھی مسببات سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اور نقصانات سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحفظ ہو سکتا ہے تو ان کی تعظیم ضروری ہے بلکہ ان کی پناہ میں زندگی گزارنا افادیت کا حامل ہے۔ اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ ان اعتقادات کے حامل لوگ اوہام پرستی میں مستغرق ہیں خرافات کے دلدادہ ہیں امن و سکون کے مقامات سے خوف زدہ ہیں اور جن مقامات سے احتراز ضروری ہے ان کے ساتھ ان کی امیدیں وابستہ ہیں۔ آخر الزماں پیغمبر انہیں شریعت کے ظاہری امور سے ہی آگاہ نہیں کرتا بلکہ اسرار شریعت سے بھی شاد کام کرتا ہے اور فوائد سے ہمکنار کرنے میں ممکنہ مساعی کو صرف کرتا ہے۔

وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ: آپ ﷺ کی بعثت سے قبل وہ ظاہر گمراہی میں مستغرق تھے وہ توحید کی حقیقت سے آشنا نہیں تھے بتوں کی عبادت کرتے اور اوہام کے پرستار تھے۔ مزید برآں وہ توامی تھے لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں تھے کہ وہ روشنی اور اندھیرے میں امتیاز کر سکیں، ہدایت اور ضلالت میں فرق کر سکیں۔

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتۡکُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَیۡہَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰی ہٰذَا ؕ قُلۡ ہُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَاۤ اَصَابَکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لِیَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا ۚۖ وَقِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعۡنٰکُمۡ ؕ ہُمۡ لِلۡکُفۡرِ یَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡہُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِہِمۡ مَّا لَیۡسَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یَکۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِہِمۡ وَقَعَدُوۡا لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِکُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ: کیا جب تمہیں مصیبت پہنچی کہ تم اس سے دوگنا (مصیبت) پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ مصیبت کہاں سے ہے؟ آپ کہہ دیں یہ تمھاری جانوں کی طرف سے ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو مصیبت تمہیں اس دن پہنچی جس دن کہ دو جماعتیں جمع تھیں پس وہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہے اور تاکہ ایمان والوں کا امتیاز کرے اور ان لوگوں کو الگ کرے جو منافق ہیں اور انہیں کہا گیا کہ تم آؤ اللہ کی راہ میں لڑائی کرو یا (کفار کی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدافعت کرو انہوں نے جواب دیا اگر ہم لڑائی کرنا جانتے ہوتے تو ہم تمہاری پیروی کرتے وہ لوگ اس دن کفر کے زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کے وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو انکے دل میں نہیں ہے اور اللہ کو علم ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب یہ لڑائی سے بیٹھ گئے کہ اگر یہ ہماری فرماں برداری کرتے تو قتل نہ ہوتے آپ کہیں تم اپنے سے موت کو دفع کرو اگر تم سچے ہو۔

لغوی تحقیق: "اَوَلَمَّا" اس میں تین کلمات ہیں ہمزہ استفہامیہ ہے اس کے بعد "واو" عاطفہ ہے اس کے بعد "لَمَّا" وقت کے معنیٰ میں ہے صرف "لَمَّا" کے بارے میں کچھ معلومات پیش کئے جارہے ہیں۔

اولاً: "لَمَّا" جازمہ ہوتا ہے وہ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اس کو جزم دیتا ہے نیز مضارع کو ماضی کے معنیٰ میں تبدیل کردیتا ہے جیسے (لم) ہے۔

ثانیاً: ماضی کے ساتھ خاص ہے بعض نحوی اس کو ظرف (حِينَ) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ کچھ نحوی اس کو حرف ربط کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو جملوں کے درمیان ربط ہوتا ہے جیسے لَمَّا جَاءَ نِي اَكْرَمْتُهُ جب وہ میرے پاس آیا میں نے اس کی عزت کی۔

ثالثاً: حرف استثناء ہے جیسے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (الطارق: ۴) نہیں ہے کوئی جان مگر اس کی فرشتہ حفاظت کرتا ہے۔ اس صورت میں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔ (اعراب القرآن ۲/۳۶۴)

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ: مجاز مرسل ہے یوں کہنا چاہیے يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ افواہ کا لفظ زبانوں کا محل ہے تو محل کو ذکر کیا ہے۔ مقصود وہ ہے جو اس محل میں ہے اس کا نام علاقہ حلیہ ہے۔ (اعراب القرآن ۲/۳۶۸)

تشریح: تمہارے لئے درست نہیں کہ تم غزوۂ احد کے واقعہ میں اپنی شکست اور مصیبت کے بارے میں تعجب کا اظہار کرو۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس غزوہ میں تمہاری شکست غزوۂ بدر میں تمہاری کامیابی کے برابر نہیں جب کہ غزوۂ بدر میں مشرکین کے ستر افراد میدان کارزار میں قتل ہو گئے اور اتنی تعداد میں تمہارے قیدی بنے تم غزوۂ بدر میں اللہ پاک کے فضل کو فراموش نہیں کر سکتے ہو اس کی یاد تمہارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہنی چاہئے۔ اس کے برعکس تم حیران ہو کہ غزوۂ احد میں تمہیں شکست کا سامنا ہوا تم شکست کے بارے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کر رہے ہو کہ کس سبب کے پیش نظر ناکامی ہوئی اور کثیر تعداد میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے بلکہ رسول اکرم ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ آپ کا رباعیہ دانت ٹوٹ گیا اس حالت میں رسول اکرم ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے کہ وہ لوگ کیسے فلاح پاسکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو زخمی کر دیا۔

قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا: اس جملہ میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ دنیوی معاملات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے قبل ازیں تم نے انہیں دوگنا مصائب سے دوچار کیا۔ شکست کے ساتھ ساتھ ان کے ستر افراد موت کے گھاٹ اتر گئے اور اتنے ہی قیدی ہوئے جبکہ غزوۂ احد میں تمہاری فوج کے ستر افراد شہید ہوئے ان کے تعجب کا بظاہر سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام تو دین حق ہے پھر ہمارے ساتھ لشکر میں اللہ کے پیغمبر بھی شریک تھے۔

مزید بر آں ہم دین اسلام کی مدد کر رہے ہیں لیکن وہ کفر و شرک کی مدد کر رہے ہیں۔ تو انہیں ہم پر غلبہ کیوں حاصل ہوا اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک نے واضح کیا کہ تم نے اس سے پہلے انہیں اپنے سے دوگنا نقصان پہنچایا ہے اس کا اصل جواب یہ ہے کہ تمہاری ناکامی کا سبب تمہاری نافرمانی ہے تم نے متعدد معاملات میں اللہ کے پیغمبر کی نافرمانی کی ہے۔

مصلحت کا تقاضا

۱:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ لڑائی مدینہ شہر میں لڑی جائے۔ احد کی جانب نہیں نکلنا چاہیے لیکن تم نے انکار کیا اور مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا جبکہ اگر لڑائی مدینہ شہر میں لڑی جاتی مشرکین شہر میں داخل ہوتے تو مدینہ کے بازاروں اور گلیوں میں عورتیں، بچے بھی گروہوں کی شکل میں چھتوں سے دشمن کی فوج پر پتھر برساتے پھر تم نے اللہ کے پیغمبر کے حکم کی پرواہ نہ کی اور تم نے اس مقام کو چھوڑ دیا جہاں تمہارا تعین کیا گیا تھا دشمن نے اس جگہ کو خالی پاکر وہاں سے تم پر حملہ کر دیا تمہاری نافرمانی نے تمہیں شکست سے دوچار کیا۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ: ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں بتایا جارہا ہے کہ غزوۂ احد میں جب تمہارا لشکر مشرکین کے سامنے لڑائی کیلئے آیا۔ لیکن تمہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا یہ سب کچھ اللہ کے ارادہ اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہوا جس لشکر کے افراد اپنے کمانڈر کے حکم کی مخالفت کریں اور اپنی پشت کی جانب کا تحفظ نہ کریں انہیں یقیناً شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا ہے سب کچھ سنت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اس میں تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا۔

وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی قوت ایمانی کا جائزہ لینا چاہتا ہے کہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ایمان میں ضعف تو رونما نہیں ہو چکا ہے اگر مصائب نے ان کے کیمپ کا رخ کیا تو وہ بھانپ جائیں کہ مستقبل میں اسباب کا ظہور نہیں ہونا چاہئے وگرنہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ اسباب کے رونما ہونے پر مسببات ضرور عمل پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ منافق لوگ جو ایمان کا اظہار کرتے اور کفر کو چھپاتے ہیں ان کی اصل حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا خواہ وہ کتنے ہی محتاط کیوں نہ ہوں بالکل اسی طرح راستباز مسلمانوں کا انجام اچھا ہوتا ہے بلکہ عبرت کا نمونہ ہوتا ہے۔ منافقین کی اصل حقیقت کی پردہ کشائی ذیل کی آیت میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿اَلَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُم فَاِن كَانَ لَكُم فَتحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوآ اَلَم نَكُن مَّعَكُم وَاِنْ كَانَ لِلكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوآ اَلَم نَستَحوِذ عَلَيكُم وَنَمنَعكُم مِّنَ المُؤمِنِينَ﴾(النساء :۱۴۱)

”جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں۔“

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: ان منافقین کو جب جہاد کی دعوت دی جاتی ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں دین اسلام کے ساتھ محبت ہے تو تم محبت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے محاذ جنگ میں اترو لیکن اگر تم دین اسلام کے سبب جہاد نہیں کرنا چاہتے ہو تو اپنی ذات، اہل وعیال اور مال ومتاع کے تحفظ کے لئے میدان جہاد میں نکلو تو وہ حیلے بہانے پیش کرتے ہیں۔ مال ومتاع کی حفاظت سے بھی سستی کاہلی دکھاتے ہیں بلکہ جواب دیتے ہیں کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم واقعی محاذ جنگ پر پہنچو گے تو ہم کبھی تم سے پیچھے نہ رہیں ہم تمہارے ساتھ مل کر وہاں پہنچیں گے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جنگ وجدل کے بغیر ہی معاملہ درست ہو جائے گا۔ خیال رہے یہ آیت عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ سے اس لشکر میں نکلے تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ کفار مکہ کے مقابلہ کے لئے نکلیں لیکن منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں تین سو منافقین واپس مکہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ مسلمان شکست سے دوچار ہوں اور بزدلی ان کے اذہان پر چھا جائے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ انداز ان کی منافقت کو عیاں کر رہا ہے ان کا مقصود صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے کیمپ میں بددلی رونما ہو لیکن دوسری جانب سے مشرکین مکہ کا اسلحہ سے لیس ہو کر احد کی جانب پیش قدمی کرنا اس حقیقت کو آشکارا کر رہا تھا کہ وہ پوری طرح مسلح ہو کر مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن لڑائی کرنے کے لئے بے تاب تھے۔

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ: حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ جملہ (کہ اگر ہمیں لڑائی کا یقین ہوتا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم لازماً تمہارے ساتھ قدم بقدم رواں دواں رہتے)اس حقیقت کو آشکارا کر رہا ہے کہ وہ ایمان کی جانب اس قدر قریب نہ تھے جس قدر کفر کے ساتھ ان کی وابستگی تھی وہ مسلمانوں کی مدد سے خود کو دور کر رہے تھے اور بطور استہزاء کے ان کے سامنے معذرت خواہانہ انداز اپنائے ہوئے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دشمن کے بھرپور حملہ کے وقت اہل و عیال اور وطن کے تحفظ کے لئے دفاع کرنا ایمانداروں پر فرض ہو جاتا ہے۔ ہرگز اس سے پہلو تہی کرنا جائز نہیں ذہن میں یہ سوال جنم لے رہا ہے کہ ان کے بارے میں اللہ پاک نے یہ جملہ استعمال کیا ہے کہ وہ کفر کے قریب ہیں انہیں کھلے لفظوں میں کافر کیوں نہیں کہا گیا ہے اس کا جواب واضح ہے کہ اسلام میں علامات اور قرائن کے ساتھ کفر کے لفظ کے ساتھ کسی شخص کو مطعون کرنا جائز نہیں جب تک کہ صریح کفر کے کلمات آشکارانہ ہوں یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک فرماتے تھے بلکہ آپ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا جنازہ غزوۂ احد کے واقعہ کے کئی سال بعد ادا کیا بعد ازاں اللہ پاک نے ان کی ذلت کو واشگاف الفاظ میں پیش کیا ملاحظہ فرمائیں :

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (التوبہ : ۸۴)

"آپ ان میں سے کسی فوت ہونے والے شخص کا ہرگز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کا انکار کیا ہے۔"

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ : ان کی زبان سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ ان کے دل کی آواز نہیں ہے ان کے دل میں تو کفر چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ جھوٹ بولنا ان کی عادت ہے تاکہ ان کے دل میں چھپا ہوا کفر معاشرہ میں نمایاں نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفاق سے انہیں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ : اللہ پاک کو علم ہے جو ان کے دلوں میں کفر اور مسلمانوں کے خلاف مکر و فریب نیز وہ کب مصائب کی لپیٹ میں آتے ہیں شدت کے ساتھ اس کا انتظار کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کفر لحہ بہ لحہ ان کے مخفی ہتھکنڈوں کو واضح کر رہا ہے اور ان کی خفیہ سرگرمیوں کو عیاں کر رہا ہے۔ بالآخر اللہ پاک دنیا اور آخرت میں ان کی دسیسہ کاریوں کے سبب انہیں سزا دے گا جب کہ نفاق سے انہیں ہرگز فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ : منافقین اپنے بھائیوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں جو میدان جنگ میں قتل ہو گئے اگر وہ ہماری رائے کو تسلیم کر لیتے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہتے اور میدان کارزار میں نہ نکلتے جیسا کہ ہم جنگ کے لئے باہر نہیں نکلے تو وہ ہرگز قتل نہ ہوتے جیسا کہ ہم قتل ہونے سے محفوظ رہے دراصل اس میں اشارہ ہے کہ انہوں نے ان کو بیٹھ رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : اللہ پاک نے ان کی دلیل کو بے وزن قرار دیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کی کذب بیانی کو الم نشرح کرتے ہوئے ان کی اس بات پر رد کیا ہے کہ وہ موت سے بچاؤ کے لئے لڑائی سے الگ ہوئے۔ مقصود یہ ہے اگر تم سچے ہو کہ محتاط رہتے ہوئے تم تقدیر سے خود کو بچا سکو گے اور زندگی اس میں ہے کہ لڑائی کے لئے نہ نکلا جائے تو کیا ممکن ہے کہ اس طرح تم ہمیشہ ہمیشہ موت سے تحفظ حاصل کر لو گے ہرگز نہیں۔ (المراغی ۲/۱۲۹، ۱۳۰)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ
يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾
اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ
قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا
رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ
اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اس چیز پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا اور وہ خوش ہیں ان لوگوں کی وجہ سے جو ان کے پیچھے سے انہیں نہیں ملے کہ انہیں کچھ ڈر نہیں اور نہ وہ غم زدہ ہیں۔ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے سبب خوش ہیں اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کی مزدوری ضائع نہیں کرتا۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کے احکام کو قبول کیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں کے لئے جو ان سے نیک کام کرنے والے ہیں اور پرہیزگار ہیں بہت بڑا ثواب ہے۔ وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا کہ کفار تمہارے لئے اکھٹے ہیں تم ان سے ڈرو لیکن (اس بات نے) ان کے ایمان میں اضافہ کیا اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کے احسان اور اس کے فضل کے ساتھ لوٹے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ بلاشبہ یہ خبر دینے والا شیطان ہے وہ اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے پس تم کافروں سے نہ ڈرو اور تم مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔

تشریح: جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے جو لوگ جان کی بازی لگا دیتے ہیں انہیں شہادت کا اعزاز حاصل ہو گیا وہ نہ صرف یہ کہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں بلکہ انہیں اللہ کا قرب حاصل ہے وہ بارگاہ الٰہی میں معزز قرار دیئے جاتے ہیں وہ مختلف قسم کے فواکہ اور مطعومات سے ہمیشہ شاد کام رہتے ہیں۔ مزید بر آں وہ مسلسل مسرت وانبساط کی کیفیت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ایک حدیث میں جس کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: غزوۂ احد میں جب تمہارے بھائی شہادت کے اعزاز سے ہم کنار ہوئے تو اللہ پاک نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے اندر ودیعت فرمایا وہ جنت میں نہروں سے پانی پیتے ہیں جن کا پانی رواں دواں رہتا ہے اور پھلدار پودوں سے فروٹ تناول کرتے ہیں۔ مزید بر آں وہ سونے کی قندیلوں میں رہائش پذیر ہیں جنہیں عرش الٰہی کے سائے میں لٹکایا گیا ہے جب وہ اعلیٰ قسم کے کھانوں اور مشروبات سے مسرت کا احساس پاتے ہیں اور آرام دہ نہایت خوبصورت خواب گاہوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں کاش! ہمارے مسلمان بھائیوں کو ہمارے عیش و آرام اور تنعم کی زندگی کا علم ہو جائے کہ اللہ پاک نے ہمیں کس قدر انعامات، مسرتوں اور خوشیوں سے شاد کام کر رکھا ہے ان کے جذبات کی قدر فرماتے ہوئے اللہ پاک انہیں آگاہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی مسرتوں سے بھرپور جذبات اور احساسات کو ان تک پہنچا دیتا ہوں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن کی وضاحت ہو رہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے "آپ ہرگز اس خیال کو ذہن میں نہ آنے دیں جس کا پرچار منافق لوگ کر رہے ہیں جو اولاً تو وہ قیامت کا انکار کرتے ہیں یا قیامت کے وقوع میں انہیں شکوک و شبہات درپیش ہیں وہ تو دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں ان کا خیال ہے جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں وہ زندگی سے محروم ہوگئے یعنی وہ معدوم ہوگئے ہیں۔ اللہ پاک ان کے اس باطل خیال کا رد کرتے ہوئے واضح کر رہے ہیں کہ انہیں آپ زندگی سے محروم نہ کہو بلکہ اب تو وہ دوسرے جہان میں ہیں جو اس جہان سے کہیں بہتر ہے اس میں انہیں ابدی زندگی حاصل ہوگئی ہے وہ اللہ کے ہاں شہداء ہیں اور آخرت کی زندگی شہداء کی کی بہت بہتر ہے انہیں اللہ کے ہاں خاص شرف اور عظمت حاصل ہے ان کا اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنی جان کا ہدیہ پیش کرنا اللہ کے ہاں دنیوی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

ذہن نشین فرمائیں شہداء کی زندگی کے کوائف ہماری نظر سے اوجھل ہیں بلکہ ہم ان کے کوائف کا ادراک بھی نہیں کر سکتے ہیں اور جس قدر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں اس کی وضاحت ہے اس سے زیادہ ہمیں علم نہیں ہے۔ البتہ اس وضاحت سے کہ ان کے لئے وہاں کھانے پینے کا بہترین انتظام ہے۔ ہمیں شہادت کے حصول کی جانب خوشنما پرکشش الفاظ میں رغبت دلائی گئی ہے۔ (مراغی ۲/۱۳۱، ۱۳۲)

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ : شہادت کے شرف کے ساتھ مشرف ہونے پر اور فوری انعامات کے حصول نیز قرب الٰہی اور ہمیشہ کی زندگی کے حصول پر وہ شاداں و فرحاں ہیں جب کہ اللہ پاک نے انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے بلکہ وہ اپنے ان مجاہدین بھائیوں کو خوشخبری کا پیغام دیتے ہوئے جو ابھی تک شہادت سے ہم کنار نہیں ہوئے نہایت مسرت کے عالم میں تاکید کر رہے ہیں کہ وہ جس قدر جلدی ممکن ہو منصب شہادت سے فیض یاب ہو کر عالم آخرت کی جانب قدم زن ہوں۔ شہادت سے فیض یاب ہونے کے بعد انہیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوگی جس میں کسی ناپسندیدہ خوفناک چیز کا ہرگز گزر نہ ہوگا نہ کسی محبوب مرغوب نعمت کے چھن جانے کا غم ہوگا۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ : نعمت سے مقصود وہ ثواب ہے جو عمل کے سبب عمل کرنے والوں کو حاصل ہوگا جب کہ فضل سے مقصود احسان ہے جس سے اللہ اپنے ان بندوں کو نوازتا ہے جو اس کی تابعداری میں مکمل جھکاؤ رکھتے ہیں اور مؤمنین سے مقصود وہ شہداء ہیں جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں جن کا ذکر کیا جارہا ہے در اصل ایمان ایسا وصف ہے جس کا مقام بہت بلند ہے بلکہ سعادت کا حصول اسکے ساتھ وابستہ ہے اس مقام پر نہ صرف جہاد کی ترغیب ہے بلکہ شہادت پر بھی ابھارا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ اطاعت کے جذبہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مزید برآں ایمان والوں کو عظیم کامیابی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے۔ در اصل یہ جملہ "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" ارشاد باری کی وضاحت کر رہا ہے ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ پاک کے انعامات اور اتصال میں زندگی گزار رہا ہے اس کو کبھی غم لاحق نہ ہوگا اور جس شخص کے اعمال حسنہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دل میں ہرگز کچھ خوف راہ نہیں پاتا ہے۔(مراغی ۲/ ۱۳۴)

غزوۂ احد میں شکست پر تبصرہ

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ :اس کا تعلق غزوۂ احد کے ساتھ ہے امام بخاریؒ نے اس آیت کے ساتھ باب کا انعقاد کیا ہے اس کے تحت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث ذکر کی ہے اس حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شاگرد عروہ کو بتایا اے میرے بھانجے! تیرے والد زبیر اور ابوبکر کا شمار بھی ان لوگوں میں سے ہے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے جب غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے اور مشرکین مکہ اپنے گھر کی جانب مکہ واپس لوٹے تو آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہیں دشمن واپس نہ آجائے تو آپ نے فرمایا کون لوگ دشمن کا تعاقب کریں گے۔؟ آپ کے ارشاد گرامی کے جواب میں ستر صحابہ کرام نے ان کے تعاقب میں جانے کے لئے خود کو پیش کیا۔ چنانچہ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لئے آپ کی معیت میں صحابہ کرام روانہ ہوئے دشمن کو باور کرانا مقصود تھا کہ غزوۂ احد میں شکست کے سبب صحابہ کرام میں ہرگز کمزوری نہیں ہے بلکہ دشمن کے تعاقب میں نکلے ہیں جب (حَمْرَاءُ الْاَسَد) مقام پر پہنچے تو سعید بن ابو معبد خزاعی کی آپ سے ملاقات ہوئی اس نے صحابہ کرام کی شہادت پر آپ سے تعزیت کی نیز اس نے آپ کو بتایا کہ اس کی ملاقات ابوسفیان اور اس کے رفقاء سے (روحاء) مقام میں ہوئی ہے وہ خود کو ملامت کر رہے تھے۔ درست ہے کہ ہم نے صاحب عظمت لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے لیکن ان کا مکمل استیصال کرنے سے پہلے ہم واپس آگئے انہوں نے واپس کا پروگرام بنایا تھا جب انہیں معبد خزاعی نامی انسان نے بتایا کہ مسلمانوں کا ایسا لشکر تمہارے تعاقب میں روانہ ہو چکا ہے کہ میں نے اتنی کثیر تعداد میں کبھی کوئی لشکر نہیں دیکھا اس لشکر میں وہ لوگ بھی شریک ہیں جو مدینۃ میں پیچھے رہ گئے اور غزوۂ احد میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ بات سن کر اس نے اپنے پروگرام کو بدل لیا پھر وہ واپس مکہ کی جانب لوٹ گیا۔(فتح الباری ۷/ ۳۷۳)

دوسری جانب ابوسفیان اور اس کے رفقاء جب غزوۂ احد سے واپس لوٹے چلتے چلتے جب روحاء مقام پر پہنچے تو وہ نادم ہوئے کہ کیوں نہ ہم نے مکمل طور پر مسلمانوں کا قلع قمع کیا۔ جب یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے پروگرام بنایا کہ دشمن کو خوفزدہ کرنا ضروری ہے اس کی صورت یہ ہے کہ دشمن کا مضبوط قوت کے ساتھ تعاقب کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام ابوسفیان کے تعاقب میں نکل پڑے آپ نے حکم جاری کیا کہ ہماری معیت میں صرف وہ لوگ روانہ ہوں جو غزوۂ احد میں ہمارے ساتھ تھے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ نکل پڑے جب (حَمْرَاءُ الْاَسَد) مقام پر پہنچے جو مدینہ سے ۸ میل کی مسافت پر واقع ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ صحابہ کرام زخمی تھے تاہم انہوں نے خود کو آمادہ کیا تاکہ اجر و ثواب سے محروم نہ ہوں دوسری جانب اللہ نے دشمنوں کے دلوں پر مسلمانوں کا خوف مسلط کر دیا وہ تیزی کے ساتھ مکہ کی جانب پلٹ گئے اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس کی وضاحت کی جا رہی ہے۔ (مراغی ۲/۱۳۳، تفصیل کے لئے نظم الدرر ۵/۱۷۲، ۱۷۴)

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت غزوۂ بدر الصغریٰ میں نازل ہوئی جب ابو سفیان غزوۂ احد سے واپس جانے لگا تو اس نے کہا اے محمد! آپ چاہیں تو آئندہ سال ہماری جنگ پھر بدر مقام پر لڑی جائے گی۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہ جنگ ہو گی جب آئندہ سال آیا تو ابو سفیان لشکر لے کر (مَرِّ ظہران) مقام کے کنارے (مَجَنَّة) جگہ پر اترا لیکن اللہ پاک نے اس کے دل کو خوفزدہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے واپسی کا پروگرام بنالیا اس دوران اس کی ملاقات نعیم بن مسعود شخص سے ہوئی وہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے نکلا تھا۔ ابو سفیان نے اسے بتایا میں نے محمد اور اس کے رفقاء سے وعدہ کیا تھا کہ ہماری ملاقات بدر مقام پر ہو گی لیکن اس وقت ہم قحط سالی کی لپیٹ میں ہیں جب کہ لڑائی کے لئے مناسب وقت وہ ہے کہ ہمارے چارپایوں کو چارہ میسر آسکے اور ہم دودھ سے غذائیت حاصل کر سکیں لیکن قحط سالی کے حالات میں میرا پروگرام یہ ہے کہ میں واپس مکہ چلا جاؤں لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ محمد تو لشکر لے کر پہنچ جائے اور میں گھر میں بیٹھا رہوں اس سے وہ دلیر ہو جائیں گے میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ مدینہ کا سفر کریں اور انہیں روانہ ہونے سے روکنے کا کوئی بہانہ تراشیں۔

چنانچہ پروگرام کے مطابق نعیم مدینہ پہنچا اس نے محسوس کیا کہ مسلمان تو حسب وعدہ ابو سفیان کے ساتھ مقابلہ میں نکلنے کی تیاری میں مشغول ہیں اس نے ان کو روکنے کی پوری کوشش کی اور کہا تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم خود کو ان کے مقابلہ سے روکو ورنہ مجھے محسوس ہو رہا ہے اگر مڈبھیڑ ہو گئی تو شائد تمہارے لشکر کا ایک فرد بھی زندہ واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کی گفتگو سے کچھ مسلمان متاثر ہوئے جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اعلان کیا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کے مقابلہ کے لئے اگرچہ مجھے اکیلے ہی نکلنا پڑا تو میں ضرور نکلوں گا۔ چنانچہ ستر صحابہ کرام آپ کی معیت میں روانہ ہوئے ان کی زبان پر ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ "ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔" یہاں تک کہ آپ حمراء الاسد مقام میں پہنچے آپ کا وہاں آٹھ روز تک قیام رہا ابو سفیان کے لشکر کا انتظار کرتے رہے اس دوران صحابہ کرام نے وہاں خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رکھا جس سے انہیں معقول فائدہ ہوا پھر وہ مدینہ واپس چلے گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کے کلمہ نے انہیں اطمینان عطا کیا۔ (المراغی ۲/۱۳۵)

حافظ ابن کثیر نے بخاری شریف کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ﴿حَسْبُنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ وَ نِعمَ الوَکِیلُ﴾ کا کلمہ تھا جب انہیں آگ میں گرایا گیا اور محمد ﷺ کی زبان پر بھی یہ کلمہ تھا جب لوگوں نے آپ کو بتایا کہ کفار تمہارے مقابلہ کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں تاکہ تم ان سے خوف زدہ ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ کی اقتداء میں صحابہ کرام کی زبان پر بھی یہ کلمہ جاری ہوا ﴿حَسبُنَا اللّٰهُ وَ نِعمَ الوَکِیلُ﴾ "اللہ کی ذات ہمارے لئے کافی ہے اور وہ ذات بہترین ذات ہے کہ خود کو جس کے سپرد کیا جائے۔ (ابن کثیر ۱/ ۶۴۵، فتح الباری ۸/ ۲۲۹)

وَلاَ یَحزُنكَ الَّذِینَ یُسَارِعُونَ فِی الكُفرِ ج اِنَّهُم لَن یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیئًا ط
یُرِیدُ اللّٰهُ اَلاَّ یَجعَلَ لَهُم حَظًّا فِی الاٰخِرَةِ ج وَلَهُم عَذَابٌ عَظِیمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ
الَّذِینَ اشتَرَوُا الكُفرَ بِالاِیمَانِ لَن یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیئًا ج وَلَهُم عَذَابٌ اَلِیمٌ ﴿۱۷۷﴾
وَلاَ یَحسَبَنَّ الَّذِینَ كَفَرُوآ اَنَّمَا نُملِی لَهُم خَیرٌ لِّاَنفُسِهِم ط اِنَّمَا نُملِی
لَهُم لِیَزدَادُوآ اِثمًا ج وَلَهُم عَذَابٌ مُّهِینٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ المُؤمِنِینَ
عَلٰی مَآ اَنتُم عَلَیهِ حَتّٰی یَمِیزَ الخَبِیثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِیُطلِعَكُم عَلَی الغَیبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجتَبِی مِن رُّسُلِهٖ ج مَن یَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِن تُؤمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُم اَجرٌ عَظِیمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ان (کی وجہ) سے غمگین نہ ہونا یہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔ اور کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیئے جاتے ہیں یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخرکار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا۔ (لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔

لغوی تحقیق : "حُزْنٌ" غم واندوہ، زمین کی صلابت جمع "اَحْزَان" (صوت حزین) غمناک آواز "اَلحَظُّ" حصہ، کہا جاتا ہے "هُوَ ذُو حَظٍّ مِنَ العِلمِ" وہ علم کے بارے میں خوش نصیب ہے۔ (لسان القرآن ص ۴۹۰)

"اَلمَلَاءُ" کشادہ جگہ۔ "اَمْلَاءٌ" مہلت دینا "اَملٰی لِفَرسِہٖ" گھوڑے کی رسی کو ڈھیلا کر دیا تاکہ وہ جہاں سے چاہے چارہ کھائے "اَلْمَلَوَانِ" رات، دن (الراغی ج ۲) "اَلخَبِيثُ" گھٹیا، ناپاک، حرام "لَيسَ الاِبرِيزُ كَالخَبِيثِ" سونا اور اس کا میل کچیل یکساں نہیں۔ "خَبُثَ طَعمُهُ" اس کا مزہ بگڑ گیا۔ ارشاد الٰہی ہے :

﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤمِنِينَ عَلٰى مَا اَنتُم عَلَيهِ حَتّٰى يَمِيزَ الخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾
(آل عمران : ۱۷۹)

"جس حال پر تم ہو اللہ اس پر ایمان والوں کو چھوڑے رکھنے کا نہیں جب تک وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کرے" (آل عمران : ۱۷۹)

وضاحت : ابتداء میں اسلامی معاشرہ ملا جلا تھا جہاں اس میں کثیر تعداد مخلص صحابہ کی تھی وہاں چند منافقین بھی تھے جو مسلمانوں کے بھیس میں رہتے اور فتنے برپا کرتے رہتے تھے ان کو اس بات پر ناز تھا کہ ہمارا راز مسلمانوں پر کھلا نہیں ہم مزے سے ان میں رہ بھی رہے ہیں اور ان کے خلاف سازشوں کا جال بھی بچھا رہے ہیں اس آیت میں ان کو متنبہ کیا گیا کہ یہ صورت حال باقی رہنے والی نہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ بالآخر ان کے چہرے بے نقاب ہوں اور مسلمان جان لیں کہ کون لوگ پاک ہیں اور کن کے ارادے فاسد اور ناپاک ہیں۔

"خَبِيث" منافق، "طَيِّب" مومن (لسان القرآن ص ۳۷۵) "يَجْتَبِي" جمع کرنا "اَلْجَابِيَةُ" وہ حوض جس میں پانی جمع ہو۔ "اِجْتَبیٰ" اس نے چن لیا۔ "وَجِفَانٍ كَالجَوَابِ" اور لگن جیسے حوض۔ "وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ" یوسف علیہ السلام نے جب خواب دیکھا کہ شمس و قمر ان کے آگے سجدہ کناں ہیں تو یعقوب علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منصب نبوت پر فائز کرنے والا ہے۔ (لسان القرآن ص ۳۱۹)

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ غزوۂ احد میں مشرکین مکہ کو کامیابی حاصل ہوئی جب کہ نبی ﷺ اور آپ کے رفقاء صحابہ کرام کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں بعض منافق لوگوں نے اپنے کفر کو ظاہر کیا بلکہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام کو خوف زدہ کرنے لگے کہ اب تمہارا دشمن کامیاب ہے اور تم پر مایوسی کی کیفیت سایہ افگن ہے اس سے بھی آگے بڑھ کر ان کی زبان پر یہ جملہ گردش کرنے لگا کہ محمد تو بادشاہت کا طالب تھا (نعوذباللہ) آپ کے علم میں ہے کبھی یہ غالب رہتا ہے اور کبھی اس کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر فی الواقع یہ اللہ کی جانب سے پیغمبری کے مقام پر مبعوث کیا گیا ہوتا تو اسے ہرگز شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا ان کی ان باتوں پر رسول اکرم ﷺ کو غم لاحق ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں جن کی تفسیر کی جارہی ہے ان آیات میں آپ کو تسلی دی جارہی ہے جیسا کہ آپ کو کفار کے اعراض، قرآن پاک کے مضامین پر طعن و تشنیع مزید برآں آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش میں بھی آپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا اے محمد ﷺ ان کی غلط سلط باتوں سے آپ غم زدہ نہ ہوں کہ منافقین اور یہودی کفار کی حمایت میں سربرآوردہ ہیں بلکہ مشرکین کو صحابہ کرام کے خلاف مشتعل کر رہے ہیں انہیں ایذاء پہنچانے میں تمام وسائل بروئے کار لانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ چنانچہ آپ کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے فرمایا یہ لوگ ہرگز اللہ کے دوستوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ان کی ان کوششوں کا وبال انہیں پہنچے گا۔ اس لئے کہ ان کی لڑائی فی الحقیقت آپ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان کی لڑائی اللہ کے ساتھ ہے اس جملہ میں ایمان داروں کو کتنا عظیم شرف حاصل ہے کہ ان کو اذیت پہنچانا اللہ کی ذات کو اذیت پہنچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ اَلاَّ يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الاٰخِرَةِ :ان کا کفر میں انہماک اس سبب سے ہے کہ اللہ نے انہیں آخرت کی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے بلکہ اس محرومیت کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ (المراغی ۲ ص ۱۴۰)

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ :اس آیت سے مقصود وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جاتے ہیں کفر کے بدلے اپنے ایمان کو فروخت کر دیتے ہیں اور ہدایت کی بجائے گمراہی کو خریدتے ہیں اللہ پاک نے ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر دیا ہے کہ وہ اللہ کی ذات کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مزید وہ دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے مقصود دوزخ کا عذاب ہے اس لئے کہ اس سے زیادہ تکلیف دہ کوئی دوسرا عذاب نہیں ہے۔

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ :اس آیت میں کفار کے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے کہ جب اللہ انہیں مہلت دے رہا ہے اور ان کو طویل عمر عطا کر رہا ہے ان کی نافرمانی پر انہیں فوراً عذاب سے دوچار نہیں کرتا ہے تو انہیں مہلت دینا ان کے حق میں بہتر نہیں ہے بلکہ ان کے لئے زبردست عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس قدر ان کی زندگی طویل ہوگی اسی مناسبت سے ان کے گناہ زیادہ ہوں گے تو ان گناہوں کے سبب انہیں ہولناک عذاب میں گرفتار کر کے انہیں تباہ و برباد کیا جائے گا اس لئے کہ وہ متکبر تھے اللہ کی زمین میں اکڑ کر چلتے تھے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فساد انگیزی میں مسلسل مصروف عمل رہتے تھے تو گناہوں کی مناسبت کے ساتھ ان کو ایسے عذاب سے دوچار کیا جائے گا جس میں ان کی ذلت نمایاں ہو گی۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ : غزوۂ احد کے واقعات کا مسلسل ذکر ہو رہا ہے چنانچہ اس آیت میں اللہ پاک خبر دار کر رہے ہیں کہ اللہ پاک کی عظمت شان کے منافی ہے کہ وہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے جب کہ ان میں ایسے لوگ ہیں جو صادق الایمان ہیں ان کے ساتھ ساتھ ایسے افراد بھی ہیں جو منافق ہیں ایمان کے دعویٰ میں وہ جھوٹے ہیں ایسی صورت میں اللہ پاک ان کی آزمائش کرتے ہیں کچھ مشقت کے اعمال بجالانے کا حکم دیتے ہیں جیسے جہاد، ہجرت، نماز اور زکوٰۃ کے اعمال ہیں ان کے علاوہ دیگر عبادات اور احکام ہیں جن میں کچھ زیادہ دقت نہیں ہوتی اللہ پاک کا آزمائش سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو جو ایمان میں سچے ہیں اور ان کی روحانیت پاکیزہ ہے ایسے ایمان داروں سے الگ کرے جو ایمان کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں معاشرہ میں انہیں منافق کہا جاتا ہے ان کی روحانیت مسخ ہو چکی ہے۔

خیال رہے اللہ پاک کی فطرت کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی فرد کو علم غیب عطا نہیں کرتا ہے کہ اس کے سبب مؤمن اور کافر میں خط امتیاز واقع ہو جائے اور صالح، خبیث کو الگ الگ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ آزمائش کرتے ہیں جس کے سبب مؤمن اور کافر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے بعض کا انتخاب فرماتے ہیں جن کو پوشیدہ باتوں پر آگاہ کرتے ہیں پس تمہارا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان صحیح ہونا چاہئے اگر تم ایمان کے دعویٰ میں سچے ہو اور اللہ کی نافرمانی سے خود کو دور رکھتے ہو تو تمہیں اجر جزیل سے بھی نوازا جائے گا جنت میں جو مسرتوں کا گہوارہ ہے خوشیوں کا گھر ہے وہ تمہارے رہنے کا مقام ہے۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۳۴۷)

علامہ رشید رضا کا تبصرہ

علامہ رشید رضا تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ پاک پیغمبروں کو غیب کی کچھ باتوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر ان باتوں کو لوگوں کی مصلحت کے پیش نظر ان تک پہنچاتے ہیں جیسے صفات الٰہیہ عالم آخرت کے بعض احوال فرشتے وغیرہ ہیں نیز ارشاد باری ملاحظہ فرمائیں :

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ، لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ﴾ (الجن: ۲۶، ۲۷، ۲۸)

”(وہی) غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو پسند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے) اور (اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں۔"

لیکن غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کلی طور پر غیب کا علم رکھتے ہیں یہ کہنا تو اللہ کی ذات کے خلاف دیدہ دلیری ہے بلکہ جہالت پر مبنی ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿قل لاَ اَقولُ لَکُم عِندی خَزَائِنِ اللّٰہ وَلاَ اَعلَم الغَیب وَلاَ اَقُول لَکُم انّی ملك ان اتبع الا مَا یُوحیٰ الی قُل ھَل یَستَوِی الاَعمٰی وَالبَصِیر اَفَلاَ تَتَفَکّرُون﴾(الانعام: ۵۰)

"کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (اللہ کی طرف سے) آتا ہے کہہ کہ بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوتے ہیں تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَوکُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ لاَستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوءُ اِن اَنَا اِلاَّ نَذِیرٌ وَّ بَشِیرٌ لِّقَومٍ یُؤمِنُونَ﴾(الاعراف: ۱۸۸، النار۴ /۲۵۵، ۲۵۶)

میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فوائد جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

وَلاَ یَحسَبَنَّ الَّذِینَ یَبخَلُونَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِن فَضلِہٖ ھُوَ خَیرًا لَّھُم ؕ بَل
ھُوَ شَرٌّ لَّھُم ؕ سَیُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِہٖ یَومَ القِیَامَۃِ ؕ وَ لِلّٰہِ مِیرَاثُ
السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَد سَمِعَ اللّٰہُ قَولَ
الَّذِینَ قَالُوآ اِنَّ اللّٰہَ فَقِیرٌ وَّنَحنُ اَغنِیَآءُ ۘ سَنَکتُبُ مَا قَالُوا وَ قَتلَھُمُ
الاَنبِیَآءَ بِغَیرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الحَرِیقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَت
اَیدِیکُم وَاَنَّ اللّٰہَ لَیسَ بِظَلاَّمٍ لِّلعَبِیدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِینَ قَالُوآ اِنَّ اللّٰہَ عَھِدَ اِلَینَآ
اَلاَّ نُؤمِنَ لِرَسُولٍ حَتّٰی یَاتِیَنَا بِقُربَانٍ تَاکُلُہُ النَّارُ ؕ قُل قَد جَآءَکُم رُسُلٌ
مِّن قَبلِی بِالبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِی قُلتُم فَلِمَ قَتَلتُمُوھُم اِن کُنتُم صٰدِقِینَ ﴿۱۸۳﴾
فَاِن کَذَّبُوكَ فَقَد کُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبلِكَ جَآءُو بِالبَیِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالکِتَابِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ: جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لئے برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں یہ جو کہتے ہیں ہم اس کو لکھ دیں گے اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی (قلم بند رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش) سوزاں کے مزے چکھتے رہو گے۔ یہ ان کے کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم بھیجا ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمارے پاس ایسی نیاز لے کر نہ آئے جس کو آگ آکر کھا جائے تب تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور وہ (معجزہ) بھی جو تم کہتے ہو اگر سچے ہو۔ تو تم نے ان کو قتل کیوں کیا پھر اگر یہ لوگ تم کو سچا نہ سمجھیں تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آچکے ہیں اور لوگوں نے ان کو بھی سچا نہیں سمجھا۔

لغوی تحقیق: "ذُوقُوا" مصدر "اَلذَّوقُ" تکلیف یا راحت کا شعور اس کا اصل تعلق زبان کے ساتھ ہے تا کہ کھانے پینے کا ذائقہ معلوم ہو جب کہ ذائقہ غیر محسوس ہے بعد ازاں اس کا استعمال محسوسات میں بھی پایا جاتا ہے "ذُقْتُ الْقَوسَ" میں نے کمان کی تندی کا جائزہ لیا کہ اس میں شدت ہے یا نہیں۔ (المنار ۴/ ۲۶۵) "اَلْحَرِيقُ"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادہ "حَرَق" ہے اس کا معنی جلن ہے۔ "اَلحُرْقَةُ" گرمی، "اَلحَرِيقُ" آگ کی بھڑک۔ "اَلزُّبُرُ" (جمع) اس کا واحد "زَبُوْر" ہے مادہ "زَبر" زبر اور زجر دونوں کا معنی ایک ہے، روکنا، کتاب کو زبور اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ باطل سے منع کرتی ہے اور حق وصداقت کی جانب دعوت دیتی ہے۔ (اعراب القرآن ۲/ ۳۹۹)

تشریح: غزوۂ احد کے بارے میں وضاحتیں اختتام پذیر ہونے کے بعد جو مستقل مضمون بیان ہو رہا ہے اس کا تعلق احد کے واقعات کے ساتھ نہیں ہے ان آیات سے سورۂ آل عمران کے آخر تک احکام کا بیان ہے لیکن اس آیت کا اس کے ماقبل کے ساتھ ربط واضح ہے۔ آیات متقدمہ میں جانی قربانی دینے پر رغبت دلائی گئی ہے اس آیت سے جہاد میں مالی قربانی کی جانب ترغیب دی جا رہی ہے اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے میں بخل اختیار کرتے ہیں ان کو شدید انداز میں ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ چونکہ ایک قراءت غائب کے صیغہ کے ساتھ ہے جب کہ دوسری قراءت مخاطب کے صیغہ کے ساتھ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر نہیں! بلکہ ان کے حق میں نہایت ہی بری بات ہے جس مال کو انہوں نے روک رکھا تھا قیامت کے دن وہی مال ان کے گلے کا ہار بنے گا۔

بخاری شریف کتاب التفسیر میں ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے جس شخص کو اللہ نے مال عطا کیا اُس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس مال کو ایک زبردست زہریلے گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور زکوٰۃ نہ دینے والے کے گلے میں اس سے ہار پہنا دیا جائے گا اس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے سانپ اس شخص کے جبڑوں کو پکڑتے ہوئے کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں اس طرح اس کو عذاب ہوتا رہے گا اس وضاحت کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ایک روایت میں وضاحت ہے کہ وہ ہار آگ کا ہو گا جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بخل سے مقصود علم کا بخل لیا ہے اور یہ آیت یہودی علماء کے بخل کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی ان صفات کے بیان کرنے سے بخل کیا جن کا تذکرہ تورات میں تھا۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اور لوگ یکے بعد دیگرے اس کے وارث ہوتے ہیں ایک وقت ایسا آئے گا کہ سبھی ورثا اور مورو ثین فنا ہو جائیں گے صرف مالک حقیقی کی ذات باقی ہو گی وہی اول ہے وہی آخر ہے ہرگز اس حقیقت کو فراموش نہ کیا جائے کہ جس شخص کو مال وجان، قوت اور علم عطا ہوا ہے وہ عارضی ہے ہر شخص نے اپنے وقت پر اس دنیا کو چھوڑنا ہے تو جب کسی انسان کو ان سعادتوں سے نوازا گیا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مناسب مقامات پر ان کو صرف کرے اور اللہ کی مخلوق کو فوائد سے نوازے۔ (المنار ۴/ ۲۶۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ : قرآن پاک کی وضاحت کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ یہودی اسلام اور مسلمانوں کے بہت بڑے دشمن ہیں جہاں کہیں بھی انہیں اعتراض کی گنجائش معلوم ہوتی ہے فوراً اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اس حقیقت کو فراموش نہ کیا جائے کہ اللہ کی ذات اور اس کا تعارف یہ ہے کہ وہ ذات بے نیاز ہے کھانے پینے کی اسے ضرورت نہیں اللہ کی ذات تو تمام کائنات کی خوراک کا انتظام فرماتا ہے اور فرماتا رہے گا وہ ہرگز کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اللہ پاک کا یہ ارشاد کہ "تم معاشرہ میں بے نوا افلاس زدہ لوگوں پر مال صرف کرو انسانیت پر رحم کرو اگر آپ کسی جانور کو پانی پلائیں گے تو آپ کے نامہ اعمال میں اس کا اجر ثبت ہوگا ان سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ اللہ ہمارے مال کا محتاج ہے بہت بڑی دیدہ دلیری ہے اور زبردست گستاخی کا کلمہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے جواب میں یہ جملہ ذکر ہوا ہے کہ ہم نے ان کے اس وحشیانہ جملہ کو نوٹ کر لیا ہے یقیناً اس جرم کی پاداش میں انہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ مزید بر آں ان کے آباؤ اجداد نے انبیاء علیہم السلام کو ظلماً قتل کیا اور ان کا یہ جرم اتنا خطرناک اور اس قدر گھبراہٹ ناک ہے کہ اللہ کی عظیم ذات کو محتاج کہنے کے برابر یہ جرم ہے دونوں جرم شدید عذاب کے متقاضی ہیں اور دونوں کی سزا برابر ہے۔ غور کریں اس اسلوب میں جس قدر تہدید کار فرما ہے آیت مبارکہ کہ ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ میں عنایت الہیہ کا اسی قدر پر کشش اسلوب نمایاں ہے۔ (المنار ۴ / ۲۶۲)

ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ کے یہودیوں نے تو انبیاء علیہم السلام کو قتل نہیں کیا تو قتل کی نسبت ان کی جانب کس بناء پر ہے۔؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اس دور کے یہودی چونکہ ان کے قتل سے خوش ہیں اس لئے نسبت ان کی جانب کر دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں :

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ (المائدہ : ۷۹)

"وہ ان منکر کاموں سے رکتے نہیں تھے وہ کر گزرتے تھے۔"

جو شخص کسی مجرم کے جرم پر ناراض نہیں ہوتا نہ اسے متنبہ کرتا ہے وہ بھی مجرم ہے اگر مستقبل میں کسی وقت حالات ایسے رونما ہو جائیں جن میں اس کے لئے یہ جرم کرنا مشکل نہ ہو تو وہ ضرور اس کے اقدام میں کوتاہی نہیں کرے گا کسی کمزوری کے پیش نظر وہ پہلے اس جرم کے اقدام سے باز رہا کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا جیسا کہ ان کے آباؤ اجداد نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا بلکہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے ہی آپ کو موت کے گھاٹ اتارا آپ اس زہر کے اثر سے فوت ہوئے جس کو خیبر کی یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں ڈالا تھا حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے مرض الموت میں عائشہ صدیقہ کو اس حقیقت سے آگاہ کیا آپ نے بتایا اے عائشہ! میں اس لقمہ کے اثر کے سبب اپنی رگ حیات کو منقطع ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا محسوس کر رہا ہوں کہ جس میں اس نے زہر ملائی تھی۔(بخاری ص ۹۱۴)

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ، ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيكُمْ : آگ کے عذاب سے درد والم کا مزہ چکھو، عذاب کے مزے یعنی اس کی کڑواہٹ، گرمی تمہارے برے اعمال کا بدلہ ہے جن کا تم ارتکاب کرتے رہے۔ نسبت ان کے ہاتھوں کی جانب ہے کہ خود تم نے ان کو سرانجام دیا۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ : تمہیں یہ عذاب تمہاری بداعمالیوں کے سبب پہنچا ہے اللہ پاک تو عدل کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اس کا ہر فعل ہر حکم عدل پر مبنی ہے وہ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا جو مجرم نہیں ہیں اور مجرموں کو پرہیز گاروں کے برابر نہیں کرتا جیسا کہ کفار کو ایمان داروں کے برابر نہیں کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے : ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ (صٓ ۲۸)

" کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کی مانند کر دیں جو زمین میں فساد انگیزی کرتے رہے یا ہم پرہیز گاروں کو ان لوگوں کی مانند کر دیں جو فاجر و فاسق ہیں۔"

استفہام انکاری اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا اور نیکوکار بدکار دونوں کو ایک مقام عطا کرتا ہے جب کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔(المنار ۲/ ۲۶۶)

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ : ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کعب ابن اشرف اور اس کے دیگر رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے انہوں نے مطالبہ کیا اے محمد! تو اپنے بارے میں دعویٰ کرتا ہے کہ تو اللہ کا پیغمبر ہے اور اللہ نے تجھے کتاب سے نوازا ہے لیکن تورات میں ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ ہمارے سامنے آسمان سے آگ نازل نہ ہو اور وہ اس قربانی کو جلا کر راکھ کر دے جو قربانی بطور صدقہ دی گئی ہے۔ آسمان سے آگ کے آنے اور قربانی کو راکھ کرنے کی صورت میں سمجھا جاتا ہے کہ اس کی قربانی عند اللہ مقبول ہے پھر آگ میں معمولی سرسراہٹ بھی ہو لیکن ان کا یہ ادعا صریح جھوٹ ہے۔ اس قسم کے جھوٹ سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ ان حیلوں بہانوں سے آپ پر ایمان لانے سے خود کو بچا سکیں گے ان کے کذب کو واضح کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں : اے محمد ﷺ آپ ان سے دریافت کریں کہ مجھ سے پہلے تمہاری جانب انبیاء علیہم السلام معجزات لے کر آئے جن سے ان کی نبوت کی تصدیق ہوتی تھی جیسے زکریا یحییٰ اور دیگر پیغمبر ہیں۔ نیز تمہارے مطالبات کو پورا کیا اور آگ بھی آسمان سے نازل ہوئی جس نے تمہاری قربانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھسم کردیا اس کے باوجود تم نے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تسلیم نہ کیا بلکہ ان کے قتل کے درپے ہوئے حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ سخت مزاج ہو۔ حق وصداقت کو سمجھتے ہی نہیں ہو اس کو تسلیم کرنا تو تمہارے مزاج کے ہی خلاف تھا اگرچہ اس شرمناک فعل کے مرتکب ان کے آباؤاجداد تھے۔ لیکن آپ کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے وہ اپنے آباؤاجداد کے اس عمل کو درست سمجھتے تھے جب امت کے افراد اخلاق وعادات میں بالکل مساوی ہوں تو امت کو ایک فرد کی حیثیت میں سمجھا جاتا ہے بلکہ عرب کی سرزمین میں بھی یہی صورت حال پائی جاتی تھی جب کہ وہ ایک شخص کے جرم کو پورے قبیلہ کا جرم قرار دیتے تھے اور قبیلے کے ایک ایک فرد کو مجرم اور ہر فرد سے اس کا مؤاخذہ کیا جاتا تھا۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ :باوجود اس حقیقت کے واضح ہونے کے کہ آپ نے ان کے سامنے دلائل واضحہ اور معجزات باہرہ پیش کئے ہیں اور ایسی کتاب سے ان کو نوازا ہے جو صراطِ مستقیم کی جانب دعوت دے رہی ہے اس میں روشن دلائل بکثرت موجود ہیں۔ اگر وہ عناد کے سبب اس کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں تو آپ ان کے حال پر تعجب نہ کریں اللہ کی مخلوق میں یہ سنت جاری ہے آپ سے پہلے جو پیغمبر آئے وہ معجزات کے ساتھ ساتھ زجر وتوبیخ سے بھی لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈراتے رہے۔ لیکن ان کی تمام تر مساعی ناکام رہیں انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کے ارشادات کو غور وفکر کے لائق نہ سمجھا بلکہ ان کی ذات پر کیچڑ اچھالا اور انہیں حقیر سمجھتے ہوئے ان کا مزاح اڑاتے رہے۔

چنانچہ اللہ پاک رسول اکرم ﷺ کو اطمینان دلا رہے ہیں کہ تمام لوگوں کے مزاج اور ان کی کیفیات ہر دور میں یکساں رہی ہیں کچھ لوگ فراخ دلی سے خیر خواہی کی باتوں کو قبول کرتے ہیں جب کہ کچھ لوگ حق و صداقت کو پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ مقابلہ پر اتر آتے ہیں اور دعوت حقہ کا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ دلائل کو پر کاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ (المراغی ۲/ ۱۴۹، ۱۵۰)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ
زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ
الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ: ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے (اے اہل ایمان) تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے تو اگر صبر اور پرہیز گاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

لغوی تحقیق: "اَذٰی" جسمانی یا ذہنی ضرر، نجاست جو ضرر پر مشتمل ہو اس لئے کہ نجاست کی حالت میں طبیعت اکثر فطری بشاشت سے محروم ہو جاتی ہے۔ ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى﴾ (الاحزاب: ۶۹) "ان لوگوں جیسانہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو رنج پہنچایا۔" قرآن حکیم نے مسلمانوں کو ایذاء دہی سے روکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے دوسروں کو ذہنی یا جسمانی تکلیف پہنچے۔ یا عزتِ نفس و شرف پر حرف آئے کسی کو ایذاء پہنچا کر خوش ہونا ان پسماندہ قوموں کا شیوہ ہے جو حرمت انسانی کے تصور سے بیگانہ ہیں۔ (لسان القرآن ص ۷۵) "اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" میں تشبیہ بلیغ ہے اللہ پاک نے دنیا کو اس سامان کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس سے اس شخص کو دھوکہ دیا جاتا ہے جو اس کا طلبگار ہے تا کہ اسے خرید کرے جب کہ اس میں خرابی اور عیب کا ذکر نہیں کرتا۔ (اعراب القرآن ۲/ ۱۰۴)

تشریح: اللہ پاک نے نبی ﷺ کو صبر کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اگر آپ کی قوم نے آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تکذیب کی ہے تو آپ غم زدہ نہ ہوں اس لئے کہ ایسے پیغمبر کثرت کے ساتھ آپ سے پہلے گزر چکے ہیں جن کو جھٹلایا گیا جیسا کہ آپ کو ایذا پہنچائی گئی ہے اسی طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی ان کی قوموں نے تکالیف شاقہ میں ڈالا تھا بلکہ انہیں آپ سے زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ان میں کچھ ایسے انبیاء گزرے ہیں جنہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ جیسے یحییٰ اور زکریا علیہ السلام ہیں تو آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے ان کی ایذارسانی کے دن گنے جا چکے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں ان کو قیامت کے دن ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا اور آپ کو بھی صبر اور حلم کا بدلہ عطا ہو گا لیکن انہیں نہ صرف یہ ہے کہ دنیا میں رسوائی ملی بلکہ آخرت میں بھی انہیں پورا پورا بدلہ ملے گا ہر ذی روح چیز موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے صرف ایک اللہ کی ذات کو ہمیشہ بقا حاصل رہے گی۔ اس پر کبھی موت طاری نہ ہو گی اللہ کی ذات کے علاوہ جن انسان بلکہ فرشتے اور حاملین عرش فرشتے بھی موت کا مزہ چکھیں گے صرف ایک اللہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ قیامت قائم ہو گی تو تمام مخلوقات کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہو گا۔

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : اس آیت میں اشارہ ہے کہ مکمل بدلہ تو قیامت کے دن ہی ملے گا جب کہ بعض اچھے اور برے کاموں کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ : جو شخص عذاب سے بچ گیا اور ثواب سے ہم کنار ہو گیا اس کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ارشاد نبوی ہے "جس شخص کو پسند ہے کہ اسے دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں اس کا داخلہ ہو جائے تو اس پر جب موت طاری ہو تو اس لمحہ اس کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو اور لوگوں کے ساتھ اس طرح بہتر سلوک کرے جس طرح وہ خود اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک ہو۔" ایک حدیث میں وارد ہے "جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" (بخاری)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ : دنیا کی حقارت کو واضح کرنا مقصود ہے دنیا تو نہایت ذلیل چیز ہے جس کو بقا نہیں ہے اس کی مدت بھی بہت کم ہے لیکن تمھارا حال یہ ہے کہ تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہ نسبت دنیا کے نہایت بہتر ہے بلکہ اس کیلئے ہیشگی ہے ایک حدیث میں ہے "اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقارت کی کیفیت یہ ہے جیسا کہ تم اپنی انگلی کو جب دریا میں ڈبوتے ہو تو جس قدر پانی تمھاری انگلی کے ساتھ لگتا ہے اس کے برابر دنیا ہے جب کہ آخرت کی مثال دریا کے پانی کی ہے" آپ جائزہ لے سکتے ہیں کہ اس پانی کی کیا حقیقت ہے جو انگلی کے ساتھ لگا ہے اور اس پانی کی کثرت کا آپ انگلی کے پانی کے ساتھ مقابلہ کریں تو آپ کے سامنے دنیا کی حقارت واضح شکل میں سامنے آجائے گی تو پھر عقل مندی کا تقاضا کیا ہے تم برابر دھوکے میں مبتلا ہو تم نے سراب کو پانی سمجھ رکھا ہے کیا سراب سے پیاس دور ہو سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اس آیت میں دنیا کی ذلت اور حقارت کی جانب اشارہ ہے جس کو فنا ہے جب کہ آخرت کو بقا اور دوام حاصل ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مومن انسان کی مال و جان اولاد، اہل وعیال کے لحاظ سے آزمائش ہوتی رہتی ہے اور آزمائش کا معیار ہر ایمان دار شخص کا تدین ہے۔ جس قدر کوئی شخص زیادہ متدین ہوگا اسی قدر آزمائش سخت ہوگی۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ: اللہ پاک ایمان والوں کو مخاطب فرماتے ہیں جب وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ وارد ہوئے غزوۂ بدر سے پہلے انہیں صبر کی ترغیب دلا رہے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ایماندار شخص آزمائشوں کے کٹہرے میں ہوتا ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین مکہ دونوں تمہارے دشمن ہیں ان حالات میں تمہیں آزمائشوں سے گزرنا ہے تو اس حالت میں تم نے صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا عفوودرگزر سے کام لینا ہوگا یقیناً مصائب کے بادل چھٹ جائیں گے۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ: اس ارشاد الٰہی کی روشنی میں نبی ﷺ اور آپ کے رفقاء صحابہ کرام اللہ پاک کے حکم کے مطابق مشرکین مکہ اور اہل کتاب کے ساتھ عفوودرگزر کا معاملہ کرتے رہے اور ان کی جانب سے پیش آنے والی اذیتوں پر صبر کے دامن کو تھام کر ان کے ساتھ معاملہ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے صحابہ کرام کو اجازت عطا کی اس کے بعد غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے بڑے لیڈر اور پروہت موت کے گھاٹ اتر گئے اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن اُبی اور اس کے رفقاء جو مشرک اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے منافقت کے ساتھ اللہ کے پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کی بظاہر مسلمان ہو گئے لیکن جو شخص حق وصداقت کے ساتھ وابستہ ہو گیا اس نے حق وصداقت کا ساتھ دیتے ہوئے امر بالمعروف نہی المنکر کا فریضہ سرانجام دیا تو یہ میدان خاصا دشوار ہے اس میدان میں اذیتوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے صبر کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا لیکن صبر کے ساتھ ساتھ اللہ کی جانب توجہ اور اس سے استعانت کی بھیک مانگنا ضروری ہے امام بخاری نے ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ کے عنوان کے تحت ایک حدیث کتاب التفسیر میں ذکر کی ہے اس کو قارئین کی ضیافت طبع کے لئے اردو میں بیان کیا جارہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اہل کتاب اور مشرکین سے صحابہ کرام کو کیا تکالیف پہنچیں:

عبداللہ ابن اُبی منافق کا انسانیت سوز کردار

ایک دن کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھے کی کمر پر فدک بستی کی بنی ہوئی چادر بچھائی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سوار ہوئے جب کہ اسامہ بن زید آپ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے آپ سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جارہے تھے اس دوران آپ کا گزر ایک مجلس کے پاس سے ہوا جس میں عبداللہ بن ابی بھی تھا لیکن اس وقت عبداللہ بن اُبی اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا اس مجلس میں مسلمان، مشرک یہودی موجود تھے اور عبداللہ بن رواحہ بھی تھا جو مسلمان تھا آپ کی سواری کے چلنے سے کہیں راستے کی گرد اس مجلس تک پہنچ گئی تو گرد کے سبب عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر کے ساتھ اپنا ناک ڈھانپ لیا اور کہا ہم پر غبار نہ اڑاؤ (گزرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے مجلس میں شریک لوگوں پر السلام علیکم کہا آپ رک کر اتر پڑے، آپ نے مجلس میں موجود تمام لوگوں کو اللہ پاک کی توحید کی جانب دعوت دی اور قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کیں اس دوران عبداللہ بن ابی بول اٹھا اے شخص! جو باتیں تو بتا رہا ہے وہ باتیں بہت اچھی ہیں اگر ان میں حق ہے لیکن تو ہماری مجلس میں آکر ہمیں تکلیف میں نہ ڈال آپ اپنے گھر جائیں جو شخص تیرے گھر پہنچ جائے اس کے سامنے بیان کرو (اس کی اس بات پر) عبداللہ بن رواحہ بولا اے اللہ کے رسول! آپ ضرور ہماری مجالس میں تشریف لائیں ہمیں آپ کا آنا پسند ہے۔ چنانچہ مسلمان، مشرک، یہودی باہم الجھ پڑے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے لیکن آپ ان کے جوش کو ٹھنڈا کرتے رہے بالآخر وہ سب خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں نبی ﷺ سواری پر سوار ہوئے وہاں سے چل نکلے اور سعد بن عبادہ کے ہاں رکے آپ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا آپ نے عبداللہ بن ابی کی باتیں سنی ہیں اس نے فلاں فلاں اعتراض کیا ہے۔ سعد بن عبادہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اس کے بارے میں عفو و درگزر سے کام لیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے اللہ نے آپ پر یقیناً حق و صداقت کو نازل کیا ہے (آپ توجہ فرمائیں) اس علاقہ کے لوگ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ عبداللہ بن ابی کو سیادت کے منصب پر بٹھا دیا جائے اور اس کے سر پر سیادت کا تاج رکھا جائے لیکن اللہ کو اس کی سیادت منظور نہ تھی جب آپ کو اس سیادت سے نواز دیا گیا تو وہ غصے میں آگیا آپ نے جو کچھ دیکھا اس کا اصل سبب یہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کو معاف کر دیا بلکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام مشرکین اور اہل کتاب کو اللہ پاک کے حکم کے مطابق معاف کرتے تھے اور خندہ پیشانی کے ساتھ تکالیف برداشت کرتے ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَذًى كَثِيۡرًا﴾

”اور تم سے پہلے اہل کتاب جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور شرک کرنے والوں سے بہت اذیت کی باتیں سنو گے۔“

لیکن غزوۂ بدر کے بعد جس میں قریش کے سرغنہ لیڈر قتل ہو گئے عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرکین بتوں کے پجاریوں نے بر ملا کہا اب یہ دین بلندی کی جانب جارہا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ کے رسول کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (فتح الباری ۸ / ۲۳۰، ۲۳۱)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز
فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا
تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا
فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: اور جب اللہ نے لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لے لیا کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہوں نے اسکو پسِ پشت پھینک دیا اور اسکے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے۔ جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں انکے لئے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے رستگار ہو جائیں گے اور انہیں تو درد دینے والا عذاب ہو گا اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی بھی اللہ ہی کی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بلاغت: فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ تمثیلی استعارہ ہے کہ کسی کام کی جانب دھیان نہ کرنا یعنی اسے پس پشت ڈال دینا، اس کی ضد کسی چیز کو اپنا نصب العین بنانا۔

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا میں استعارہ مکنیہ ہے اشتراء سے مقصود تبدیل کرنا ہے یعنی ماموراتِ الٰہیہ کو چھوڑ کر اس کے بدلہ میں حقیر دنیا کو حاصل کرنا ہے۔ (اعراب القرآن ۲/ ۴۰۷)

تشریح: پہلی آیت میں اللہ پاک اہل کتاب کو ڈانٹ پلا رہے ہیں جن سے اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے عہد لیا تھا کہ جب آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ مبعوث ہوں تو ان پر ایمان لائیں اور لوگوں میں اچھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز کے ساتھ ان کی تشہیر کریں بلکہ خود کو اس کے حکم کے پابند بنائیں۔ لیکن جب آخر الزمان پیغمبر مبعوث ہوئے تو انہوں نے ان کے بارے میں معلومات کو چھپایا۔ چنانچہ وہ دنیوی اور اخروی سعادتوں سے محروم ہوئے انہیں زبردست نقصانات کا سامنا کرنا پڑا بالخصوص علماء کو خوف زدہ کیا کہ تم نے ان کے راستہ پر نہیں چلنا ہوگا وگرنہ تم بھی اسی عذاب کی گرفت میں آؤ گے جس عذاب میں وہ گرفتار ہوئے۔ علم تو سبھی کے لئے منفعت بخش ہے اور علم کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

ذہن نشین کریں علم کو چھپانا بہت بڑا گناہ ہے ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص علم شرعی کو چھپائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ مزید بر آں تحریف سے دور رہنا ہوگا اپنے مقصود کے حل کیلئے غلط تاویلات سے احتراز کرنا ہوگا۔ مقاصد کے بیان میں ایسی وضاحت کار فرما ہو کہ پھر سامعین کو اضطراب لاحق نہ ہو۔ اور سمجھنے میں دشواری بھی نہ ہو اگرچہ منطوق کے لحاظ سے یہ آیت یہودیوں عیسائیوں پر منطبق ہوتی ہے جب کہ مسلمانوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے اگرچہ مسلمان اس کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہیں بلکہ حفظ کی سعادت سے بھی ہم کنار ہوتے ہیں بازاروں، گلیوں، چوراہوں تفریح گاہوں اور مساجد میں تلاوت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں لیکن قرآن پاک کے معانی کی تبیین سے کچھ دلچسپی نہیں ہے اس کے نتیجہ میں وہ قرآن پاک کے مواعظ، احکام، اسرار سے ناآشنا ہوتے ہیں بلکہ انحراف کا داعیہ ان کے دل ودماغ پر غالب ہوتا ہے اور جو لوگ دین اسلام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ قرآن پاک کے مطالب اور معانی میں محو رہتے ہیں ان کی کیفیت ان لوگوں جیسی ہے جن کے ہاتھوں میں آگ کے انگارے میں یعنی ان کی زندگی نہایت کٹھن ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الاَنبِيَاءُ ثُمَّ الاَمْثَلُ فَالاَمْثَلُ

تمام لوگوں سے زیادہ کٹھن زندگی انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے ان کے بعد معاشرہ میں جو لوگ کتاب وسنت کی راہ نمائی میں صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں۔

ذہن نشین فرمائیں کتاب کی تبیین اور وضاحت کی ایک شکل تو یہ ہے کہ جو لوگ ابھی ایمان کی دولت سے محروم ہیں انہیں دعوت دی جائے اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سامنے رشد وہدایت کو نکھار کر پیش کیا جائے علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ زندگی بھر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش میں مسلسل محو رہیں غفلت، سستی، کاہلی سے دور رہیں۔

فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ: ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ پورے اہتمام کے ساتھ اپنا نصب العین بنا کر اس میدان میں کود پڑتے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اس میدان سے خود کو ایک کنارے میں رکھا بلکہ ان کی مثال تو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گدھوں کی سی ہے جن کی پشت پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ یعنی قرآن کے مطالب و معارف سے بالکل ناآشنا ہیں جب کہ کچھ ایسے نام نہاد علماء ہیں جو تحریف کے رذیل عمل میں مستغرق ہیں۔ چنانچہ آج کے اس دور میں یہی کیفیت بعض مسلمان علماء کی ہے وہ یہودی علماء کے نقش قدم پر گامزن ہیں وعظ و نصیحت سے کوسوں دور ہیں حالانکہ کتاب اللہ ان کے سامنے ہے وہ زبان حال کے ساتھ انہیں پکار رہی ہے کہ تم اس قدر غفلت میں کیوں بدمست ہو؟ تعجب ہے کہ تم کتاب اللہ کے وعظ وارشاد سے اعراض کر رہے ہو حالانکہ کتاب اللہ تمھارے سامنے ہے۔

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا: کتاب اللہ کی تحریف یا غلط تاویل کر کے دنیوی مفادات حاصل کرتے ہیں جبکہ تحریف کے عوض دنیوی فائدہ نہایت حقیر ہے یہ سودا تو خسارے کا ہے حکام کے ڈر سے یا دنیوی مال و متاع کے حصول کی خاطر تحریف کا دروازہ وا کرنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ نصوص شرعیہ کی تاویل میں کسی جابر حکمران کے شر سے بچاؤ اختیار کر کے صراط مستقیم سے رک جانا یا عوام الناس کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے یا متمول لوگوں سے حصولِ منفعت کی خاطر ان کی خواہشات کی موافقت کرنا کہیں اللہ کی گرفت میں نہ لے آئے۔

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ: یہودیوں نے جس چیز کو خرید کیا ہے وہ نہایت مذموم ہے انہوں نے عارضی ساز و سامان کو دائمی راحت کے بدلے خرید کیا ہے جبکہ دائمی راحت، عزت ان لوگوں کو میسر آتی ہے جو کتاب الٰہی کے ارشادات کی روشنی میں رواں دواں رہتے ہیں ان کی عظمت کا راز اس اصول پر عمل پیرا ہونے میں ہے کہ ان کے تمام معاملات باہم مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا: اس آیت میں یہودیوں کی ایک دوسری کیفیت کا تذکرہ ہے تاکہ ایمانداروں کو ان سے بچاؤ حاصل رہے وہ اللہ کی کتاب کی تحریف اور غلط تاویل کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے علم و فضل پر نازاں ہیں کہ انہیں پیشوا سمجھا جاتا ہے ان کی پیروی کی جاتی ہے وہ شدت کے ساتھ اس بات کے آرزومند ہیں کہ انہیں کتاب الٰہی کا حافظ کہا جائے بلکہ مفسر سمجھا جائے جب کہ اس سلسلہ میں ان کا کچھ کردار نہیں ہے بلکہ ان کا کردار اس کے بالکل برعکس ہے جبکہ انہوں نے روشنی اور ہدایت کی آیات کی تاویل اپنی خواہش اور منشا کے مطابق ڈھال لی ہے۔ مزید تعجب اس بات پر ہے کہ ان کے اس کردار کا عوام الناس کو علم نہیں ہے وہ اس گھناؤنے کردار کے باوجود اب بھی اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں بلکہ مقربین کی فہرست میں ہیں اللہ پاک نے ان کی کذب بیانی کے پردہ کو چاک کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں واضح کیا ہے کہ عنقریب وہ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آجائیں گے دنیا میں انہیں رسوائی سے ہم کنار ہونا ہے ان کی عظمت کا سورج ڈوب چکا ہے اور وہ عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان نزول: امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس آیت کے ساتھ باب کا انعقاد فرمایا ہے اور اس کی وضاحت میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت لائے ہیں رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جب آپ کسی غزوہ کے لئے روانہ ہوتے تو منافقین میں سے کچھ لوگ غزوہ میں شریک نہ ہوتے گھروں میں بیٹھے رہتے اور اس بات پر خوشی کا اظہار کرتے کہ ہم آپ کے ساتھ سفر پر نہیں گئے ہیں جب رسول اکرم ﷺ سفر سے واپس آتے تو وہ آپ کی خدمت میں جاکر معذرت کرتے اور قسمیں اٹھاتے ان کو یہ بات پسند تھی کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا ہے اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے تو ان کے اس قبیح کام پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(فتح الباری ۲/۲۳۳)

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: آخرت میں یہ لوگ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے اس لئے کہ یہ لوگ فاسد اخلاق کے مالک تھے ان کے ارادے خبیث تھے۔ مزید بر آں وہ جھوٹی ستائش کے دلدادہ تھے بخاری شریف میں اسی باب کے ضمن میں ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں: مروان نے اپنے دربان رافع نامی شخص کو حکم دیا کہ آپ ابن عباس کے پاس جائیں انہیں بتائیں ہر شخص کی کیفیت یہ ہے کہ وہ جو اچھا کام کرتا ہے اس کے کرنے سے اسے خوشی ہوتی ہے نیز وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ جو کام اس سے نہیں ہوا اس پر بھی اس کی تعریف ہو اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہم سبھی عذاب کے مستحق ہوں گے ابن عباس نے واضح کیا تمہیں اس خیال میں مستغرق نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ نبی ﷺ نے یہودیوں کو بلایا ان سے ایک سوال کیا انہوں نے صحیح جواب نہ دیا انہوں نے آپ کو باور کرایا کہ ان کا یہ فعل آپ کے نزدیک قابل ستائش ہے اور جس بات کو چھپایا اس پر خوش ہوئے یعنی محمد ﷺ کا پیغمبر ہونا۔(بخاری ۲/۲۳۳)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اے ایمان والو! تم نے خیانت کا ارتکاب نہیں کرنا ہے اور نہ تم نے کمزوری دکھانا ہے تم نے حق و صداقت کو بیان کرنا ہے، چھپانا نہیں ہے تم نے اللہ کی آیات کے عوض مال حاصل نہیں کرنا ہے اور اپنے اعمال پر خوش نہیں ہونا ہے بلا شبہ اللہ تمہیں تمہاری دشواریوں پر تحفظ عطا کرے گا اور منکرات سے تمہیں دور رکھے گا جن سے روکا گیا ہے اس لئے کہ آسمانوں پر بھی اور زمین پر بھی تمہاری مدد کرنا اس کے لئے مشکل نہیں ہے وہ تمہیں ان لوگوں پر غلبہ عطا کرے گا جو تمہیں اپنے ہاتھوں اور زبان کے ساتھ تکالیف پہنچاتے ہیں خواہ ان کا تعلق اہل کتاب سے ہے خواہ وہ مشرک ہیں۔(المراغی ۲/۱۵۹۔۱۶۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ اَلَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ
یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ
سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَهٗ ؕ
وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ
اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ
الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ
اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر ذکر الٰہی کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں سوچ بچار کرتے ہیں (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔اے ہمارے پروردگار! جس شخص کو تو نے دوزخ میں داخل کیا یقیناً تو نے اسے رسوا کیا اور ظلم کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں۔اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے سنا منادی کرنے والے کو جو ایمان کی جانب بلند آواز کے ساتھ پکارتا ہے کہ تم اپنے پرودگار پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے۔اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت فرما۔اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ چیز عطا کر جس کا تو نے ہم سے اپنے پیغمبروں کی زبان پر وعدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایااور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کرنا بے شک تو وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے۔

اللہ کے وجود پر دلیل

انسان کو فطری طور پر اللہ پاک نے کائنات کے حقائق کے ادراک سے نوازا ہے مزید عقل وشعور کی روشنی میں جب وہ ذرا آگے قدم رکھتا ہے تو اسے ایسی ذات کے وجود سے آگاہی حاصل ہوتی ہے جس نے اس کائنات کو عدم سے نکال کر وجود عطا کیا آپ ذرہ سے لے کر کہکشاؤں تک اور نباتات میں معمولی سے پودے سے لے کر بہت بڑے درخت تک اور پانی کے ایک قطرہ سے لے کر محیط اعظم سمندر تک جب غور کریں گے تو فطرت آپ کی راہ نمائی کرے گی کہ کائنات ارض وسماوی کو عدم سے وجود میں لانے والی ایک ایسی ذات ہے جس کی حقیقت تک اگرچہ رسائی ممکن نہیں تاہم اس کے وجود کو تسلیم کرنے کے بغیر کچھ چارہ نہیں۔ چنانچہ غزالی، فارابی، ابن رشد اور دیگر اسلامی فیلسوف اس دلیل سے انکار نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے علاوہ کچھ ایسے عملی نہایت مشکل دلائل بھی موجود ہیں۔ (اعراب القرآن ۲/ ۴۱۳)

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ : کے بارے میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں :

"اسلام سے پہلے عرب اصنام پرستی کے علاوہ چاند کی پرستش کے بھی قائل تھے سورج کو بھی چاند کی معشوقہ قرار دیتے تھے اور اس کو مقدس خیال کرتے تھے اور بزعم خود سمجھتے تھے کہ رات اور دن کا اختلاف انہی دیوتاؤں کی قدرت کا کرشمہ ہے قرآن حکیم کی اس آیت میں مشرکین مکہ کو اس سائنسی حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے کہ دن اور رات کا تسلسل کے ساتھ آگے پیچھے آنا اور ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا اس حکیمانہ قانون فطرت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے وضع کیا ہے یہ آسمان یہ کواکب ونجوم کی درخشانیاں اور ان کے اندر وہ محکم نظام وہ جاری وساری قانون جس کی وجہ سے یہ اپنے اپنے مقام ودائرے میں رواں دواں تاریکیوں اور روشنیوں کا باعث ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جن کو بڑے بڑے فلکیات کے ماہرین سمجھ نہیں پارہے ہیں دراصل یہ وہ مسائل ہیں جن سے ایک علیم وحکیم اور قادر مطلق اللہ کا تصور ابھر کر سامنے آتا ہے اس میں حکمت کا یہ پہلو بھی نظر وفکر کا محور قرار پاتا ہے کہ اس دنیا کی کروٹوں سے جس میں کبھی تاریکی کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی روشنی کی حکمرانی، گھبرانا نہیں چاہئے یہ دونوں لازم وملزوم ہیں ہماری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ ظلمت وتاریکی میں رات کو سو کر دن بھر کی تھکن کو دور کریں اور دن کی روشنی میں ایسے کام سرانجام دیں جن سے اللہ کی مخلوق کو روشنی، راہ نمائی اور راحت حاصل ہو۔ (لسان القرآن ص ۲۵۳، ۲۵۴)

تشریح : اہل کتاب کی دیدہ دلیریوں اور لن ترانیوں کے بعد جن کے وہ ایمان داروں کی مخالفت میں مرتکب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہے ہیں اللہ پاک ان مغرور لوگوں کو آسمانوں، زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اس لئے کہ غور د فکر کے بعد وہ فخر و غرور سے باز آجائیں گے اور اس حقیقت سے روشناس ہوں گے کہ اللہ پاک لوگوں کی ہدایت کے لئے ان سے ہی کسی شخص کا انتخاب کر کے بھیج دے لیکن آیت مبارکہ میں ارباب عقول کی تخصیص کی گئی ہے کہ وہ آیات پر غور و فکر کرنے سے غرور سے باز آجائیں گے۔

امام رازی کا تبصرہ

امام رازی نے اس مقام پر اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ قرآن پاک کا نقطۂ نظر دراصل لوگوں کے دلوں کو کائنات کے معاملات میں مشغولیت سے پھیر کر اللہ کی ذات کی معرفت میں مستغرق کرنا ہے اس سے پہلے احکام کے بیان اور اسلام کے مخالفین کے شبہات کو رد کرنے میں پورا زور صرف کیا گیا ہے اب لوگوں کے دلوں کو منور کرنے کے لئے تدبر و تفکر کا حکم دیا جا رہا ہے۔

آسمانوں، زمین کو عدم سے وجود میں لانے اور رات دن کے اختلاف میں کبھی رات مختصر کبھی طویل ہوتی ہے کبھی دن مختصر کبھی طویل ہوتا ہے۔ کبھی رات اندھیرے والی کبھی روشن ہوتی ہے نیز یکے بعد دیگرے ان کا آنا جانا معروف ہے یہ ایسے دلائل ہیں جو اللہ کے استغنا پر دلالت کناں ہیں اور سبھی بندے اس کے محتاج ہیں جیسے کہ ان کی دلالت اس بات پر بھی ہے کہ تمام مخلوق پر اللہ کی ربوبیت سایہ فگن ہے ان کی زندگی اللہ پاک کے قبضہ میں ہے ان کے تمام معاملات میں تصرف صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ وہی ان کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی ان کا پروردگار نہیں وہی ان کا معبود ہے اس کے سوا کوئی ان کا معبود نہیں لیکن ان باتوں کو صرف وہ لوگ سمجھتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں جن کی بصیرت روشن ہے اس کے بعد عقل والوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ آسمانوں زمین کی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں تو انہیں اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کی یاد میں محو رہتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں وہ قیام، قعود اور لیٹنے کی حالت میں اللہ کی یاد میں محو رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرنے کے ساتھ ہی ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے سب کچھ حق پیدا کیا ہے تیری ذات عبث اور کھیل سے منزہ ہے تو نے جس چیز کو پیدا کیا ہے اس میں حکمت پوشیدہ ہے کہ تیری ذات کا شکریہ ادا کیا جائے اس لئے کہ تو شکریہ ادا کرنے والوں کی عزت افزائی میں کچھ کمی نہیں کرے گا جب کہ ناشکری کرنے والوں کو ذلیل کرے گا۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ : منادی سے مقصود رسول اکرم ﷺ ہیں آپ کی عظمت کے باعث آپ کا ذکر اس وصف سے ہوا ہے کہ آپ نے انہیں ایمان لانے کی دعوت دی تو جب انہوں نے اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات کو صحیح طور پر پہچان لیا تو انہوں نے اپنے ایمان دار ہونے کا دعویٰ کیا۔ مزید التجا کی کہ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال اور مستقبل میں جو گناہ ہم سے سرزد ہوں ان کو بھی نامہ اعمال سے مٹا دینا اور ہماری وفات نیکو کاروں کے ساتھ ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ انہیں اللہ سے ملاقات کرنا محبوب ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو محبوب جانتا ہے اللہ کی ذات اس سے ملاقات کو محبوب سمجھتی ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ : اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے ساتھ جو اچھا بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا وہ ہمیں عطا فرما ہمیں جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رکھ، ہمیں قیامت کے دن رسوائی سے تحفظ عطا کرنا حشر کے میدان میں ہمارا پردہ رکھنا ہمیں دوزخ کی جانب نہ دھکیلنا جو شخص دوزخ میں داخل ہوا وہ رسوا ہوا۔

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ : تو نے ایمان اور عمل صالح پر جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مقصود دنیا میں سیادت کا عطا کرنا ہے۔ ذہن نشین فرمائیں آسمانوں، زمین کی تخلیق، رات، دن کے اختلاف کے بارے میں معلومات انیقہ کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت ۱۶۴ ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے نیند سے بیدار ہونے کے بعد ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ سے آیات تلاوت کی جائیں۔ بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنی خالہ میمونہ ام المؤمنین کے گھر رات بسر کی اس نے بیان کیا میں خواب گاہ کی چوڑائی کی جانب لیٹ گیا جب کہ آپ اور آپ کی بیوی طول کی جانب محو استراحت ہو گئے آپ پر نیند غالب آگئی لیکن آدھی رات کے قریب یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد رسول اللہ ﷺ نیند سے بیدار ہو کے آپ اپنے چہرہ پر اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے مقصود نیند کو ختم کرنا تھا اس کے بعد آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں بعد ازاں آپ مشکیزہ کی جانب گئے جو لٹکا ہوا تھا آپ نے اس کے پانی سے وضو بنایا لیکن اچھے انداز سے وضو کیا بعد ازاں آپ نوافل ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے ابن عباس بیان کرتے ہیں "میں بھی اٹھا آپ کی طرح وضو بنایا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا چنانچہ آپ نے ۱۲ رکعات نفل ادا کئے اس کے بعد وتر ادا کئے پھر آپ لیٹے رہے یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں مؤذن پہنچا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر اس کو بل دینے لگ گئے۔ چنانچہ آپ نے بارہ رکعات نفل ادا کئے اس کے بعد وتر ادا کئے پھر آپ لیٹے رہے یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں مؤذن پہنچا تو آپ نے دو رکعت تخفیف کے ساتھ ادا کیں بعد ازاں آپ گھر سے مسجد نبوی میں آئے آپ نے فجر کی نماز کی امامت کروائی۔" (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۶۶۰، بخاری باب الوضوء ص ۲۴)

ایک دوسرے طریق سے اس روایت میں اضافہ ہے کہ جو شخص اس سورۃ کی ان آخری آیات کی تلاوت کرتا ہے لیکن تدبر تفکر نہیں کرتا اس کیلئے ہلاکت ہو گویا کہ آپ نے غور و فکر اور تدبر کی رغبت دلائی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ج فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا
فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف
ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لا لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا
ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ: پس ان کے پرودگار نے ان کی دعا کو قبولیت سے نوازا کہ میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا مرد ہے یا عورت تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہیں میرے راہ میں تکالیف دی گئیں اور انہوں نے جنگ کی اور وہ قتل ہو گئے تو میں ضرور ان سے ان کے گناہوں کو دور کروں گا اور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اللہ کی جانب سے بدلہ ہے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔ تجھے کافروں کا شہروں میں آنا جانا دھوکے میں نہ ڈالے (یہ) تھوڑا فائدہ ہے پھر ان کے لئے باغات ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کی جانب سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کیلئے بہتر ہے۔اور بے شک اہل کتاب سے ضرور ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس پر جو تمہاری جانب اتارا گیا اور جو انکی جانب اتارا گیا ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے خوف زدہ ہیں وہ اللہ کی آیات کے بدلے معمولی فائدہ نہیں لیتے ہیں۔یہ لوگ انکے لئے انکا ثواب انکے پروردگار کے پاس ہے بے شک اللہ حساب لینے والا ہے۔ایمان والو! صبر کرو اور محنت مشقت اٹھاؤ اور جہاد کیلئے خود کو آمادہ کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

لغوی تحقیق : "فَاسْتَجَابَ" جواب دینا، مان لینا، دعا قبول کرنا، اصل مادہ (ج۔و۔ب) ہے۔"جَابَ البِلَادَ" مختلف شہروں میں گھوما "جَابَ الثَّوْبَ" کپڑے کو کاٹا، "جَابَ الصَّخْرَةَ" چٹان کو تراشا، "اَجَابَ" سوال کا جواب دیا "اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ" دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے (لسان القرآن ۲۹۰) "ثَوْبٌ" لوٹ آنا، جمع ہونا، کپڑا بصورت جمع، نفس اور ذات کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے "طَاهِرُ الثِّيَابِ" پاکیزہ نفس "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" اپنے نفس کو عقیدہ و عمل کی ناپاکیوں سے بچائے رکھئے۔(لسان القرآن ۲۰۶)

"بِلَادٌ" واحد "بَلَدٌ" شہر یا قریہ "لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اس سے مراد مکہ ہے اس کو بطور نکرہ کے بھی استعمال کیا گیا ہے "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا" اے میرے پروردگار! اس بستی کو امن والا شہر بنادے۔(لسان القرآن ۲۱۹)

بلاغت : سورۂ آل عمران کا اختتام بھی سورۂ بقرہ کی طرح حسن و جمال سے بھرپور ہے، دعائیہ کلمات ہیں ان کے ساتھ ساتھ کچھ اہم تاکیدی احکام ہیں جنہیں وصایا مبارکہ کے نام کے ساتھ موسوم کرنا چاہئے ان کے فوائد اس لائق ہیں کہ وہ ذہن میں راسخ ہوں۔(اعراب القرآن ۲/ ۲۲۲)

نیز آخری آیات میں انسان دعائیہ کلمات کے ساتھ دعا کرتے وقت عجز و مسکنت کی صحیح تصویر دکھائی دے اللہ کی عظمت کا تصور فائق ہو اور تواضع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آنکھیں اشک بار ہوں اور دل خشیت الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کانپ رہا ہو۔(اعراب القرآن ۲/۴۲۶)

تشریح : قبل ازیں دعائیہ کلمات کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوزا اس لئے کہ وہ صادق الایمان ہیں ذکر الٰہی میں مستغرق ہیں اور کائنات میں تفکر کے عمل سے سستی، کاہلی کا شکار نہیں ہوتے ان کے دعائیہ کلمات میں اللہ پاک کی تقدیس اور تنزیہ کا صدق دل سے اعتراف ہے نیز اخروی زندگی کی معرفت نے انہیں اسقدر اسکا گرویدہ بنا دیا ہے کہ اس سے ہم کنار ہونے کے لئے تضرع وزاری کے ساتھ دست بدعا ہو کر اس کی بھیک مانگ رہے ہیں ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے :

چونکہ تم نے اپنی زندگی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق بسر کیا اس کے باوجود تم اپنی کوتاہی اور ضعف کا بار بار ذکر کر رہے ہو اللہ کی بارگاہ سے مغفرت کا سوال کر رہے ہو تو ہم تم کو اس خوشخبری سے ہمکنار کر رہے ہیں کہ ہر شخص کے عمل کا بدلہ پورا پورا دیں گے خواہ وہ مرد ہے یا عورت لیکن عمل میں اخلاص کی روح کار فرما ہو ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو اور کوئی مرد اس دھوکہ میں نہ آئے کہ وہ قوت اور گھر کے فرد اعلیٰ کے سبب بہ نسبت عورت کے اللہ پاک کے زیادہ قریب ہے اسی طرح کسی عورت کو اپنے بارے میں یہ وہم لاحق نہ ہو کہ خاوند چونکہ گھر کا فرد اعلیٰ ہے اس لئے محض اس وجہ سے اس کا مقام اللہ کے ہاں بلند ہے۔ خاوند، بیوی کے درمیان مساوات اللہ پاک کے اس جملہ سے مترشح ہے ﴿بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾ تم ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ان میں کچھ فرق نہیں البتہ اعمال کے لحاظ سے تفاضل ہے ایک حدیث میں وارد ہے "اَلنِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ" عورتوں، مردوں میں مماثلت ہے حقیقت یہ ہے کہ اس آیت نے مسلمان عورتوں کے مقام و مرتبہ کو بلند کر دیا ہے اس لئے خاوند بھی ان کے مقام کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کریں۔

تاریخ کے حوالہ سے کون اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ اسلام سے پہلے تمام قومیں عورت کو چارپائے کی حیثیت میں دیکھتی تھیں کہ مرد کی شہوت کو تسکین پہنچانے کے لئے وہ ایک کھلونا ہے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی وہ ہمہ وقت پابند ہے جب کہ یورپ نے عورت کو اتنا اونچا کیا کہ اسے مرد کی صف میں لا کھڑا کر دیا۔ انکا یہ نظریہ غلط ہے بہر حال عورت اور مرد میں امتیاز قائم رکھنا ضروری ہے تاکہ معاشرہ خرابیوں سے محفوظ رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

غور کیجئے اسلام نے مرد کو وراثت میں فوقیت عطا کی کہ اسے دو لڑکیوں کے برابر ورثہ ملے گا ظاہر ہے کہ خاوند بیوی کے اخراجات کا مکلّف ہوتا ہے۔ مزید بر آں معاشرہ میں جس قدر مردوں پر ذمہ داریاں ہیں عورتوں پر نہیں ہیں جب کہ اجتماعی حقوق میں دونوں برابر ہیں۔ (سورۂ بقرہ میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں)

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ : جن لوگوں کو اسلام لانے کے بعد وطن چھوڑنا پڑا اور انہیں اللہ کی راہ میں تکالیف برداشت کرنا پڑیں بلکہ میدان جہاد میں لڑائی کے لئے نکلے اور انہوں نے اپنی پیاری جان کا اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہدیہ پیش کیا تو ان کی لغزشوں کو معاف کر کے انہیں قیامت کے دن جنت میں داخلہ ملے گا جس میں نہریں جاری ہوں گی ایمانداروں کے ذکر کردہ اوصاف اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ ہم خود کو ریاضت جسمانی کے عمل میں محور رکھیں۔ اگر ہم اللہ کی راہ میں اذیتیں برداشت کرنے سے کنی نہیں کتراتے ہیں بلکہ پیاری جان کو بھی قربان کرنے سے ہچکچاتے نہیں ہیں تو یقیناً ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی کے مستحق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق و صداقت کو اس وقت تک کامیابی نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی تائید کرنے والے افراد نہ ہوں اور وہ باطل کو سرنگوں کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق کو غلبہ حاصل ہوگا اور باطل دم دبا کر بھاگ جائے گا۔

ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللهِ : عمل صالح کا اثر عمل کرنے والے پر نمایاں ہوتا ہے نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے آخرت میں بھی اس کا بدلہ ہوگا۔ اللہ کی جانب سے ثواب کا بدلہ ایسا ملے گا جس کا تصور اللہ کے سوا سے ممکن نہیں اللہ کی ذات جود و سخا اور احسان کے لحاظ سے بے مثال ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ : رسول اکرم ﷺ کو اطمینان دلانا مقصود ہے۔ اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کفار کو ڈھیل دینا آپ کو مایوسی سے ہمکنار نہ کرے نہ صرف آپ بلکہ ہر مومن شخص کے لئے ضروری ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے اس کا مقصود ثواب حاصل کرنا ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے جبکہ ثواب اور نعمتیں دائمی ہوں گی۔ اور کفار اس دنیا میں اگر نعمتوں میں بدمست ہیں تو آپ ہرگز کچھ خیال نہ کریں کہ چند دنوں کی بات ہے سب نعمتیں ان سے چھن جائیں گی۔

اگرچہ آیت مبارکہ میں نبی ﷺ مخاطب ہیں جب کہ مقصود امت محمدیہ کے تمام افراد ہیں کہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہرگز کسی وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ ان کی یہ کیفیت ہمیشہ اسی طرح رہے گی ہرگز نہیں چند روزہ آرام ہے جبکہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے ان کے مقابلہ میں ایمان داروں کے ٹھکانے کا بیان ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ فیصلہ درست ہوا ہے وہ ہرگز خسارے میں نہیں ہیں بہشت میں ان کی مہمانی ہوگی۔ یہ جسمانی نعمت ہے جبکہ روحانی نعمت اللہ پاک کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی یہ نعمت جنت کی نعمت سے بھی عظیم ہے لیکن اس نعمت کے ساتھ ہم کنار ہونے کا وعدہ تقویٰ پر ہے جس سے مقصود اللہ کی نافرمانی کو چھوڑنا اور اللہ کی اطاعت کرنا ہے اس کے بعد اشارہ کیا ہے کہ روحانی نعمتیں محض اللہ پاک کے فضل و کرم کے سبب ہیں۔

شان نزول

وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ :اس میں اہل کتاب کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں اللہ کی ذات پر ایمان لائے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو تمہاری راہ نمائی کے لئے نازل ہوئی نیز ان کا اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو آپ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس آیت کا شان نزول نسائی شریف میں مذکور ہے جب نبی ﷺ کو نجاشی حبشہ کے بادشاہ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا" اس کی نماز جنازہ ادا کرو بلکہ نجاشی کے علاوہ جو لوگ بھی عیسائیوں سے اسلام میں داخل ہوں ان کا بھی"

(بخاری کتاب المناقب باب ۳۸ ص ۷۹۳)

جبکہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مجوسیت سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے اسی طرح عبداللہ بن سلام اور اس کے رفقاء بھی اسلام لاتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب سے جو لوگ بھی اسلام میں داخل ہوئے وہ سب اس آیت میں داخل ہیں ان کے ایمان لانے کو تاکید کے حرف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اہل کتاب اپنے دین اور اپنی کتاب کے لحاظ سے مغرور تھے اور وہ اس خیال میں تھے کہ انہیں استغناء حاصل ہے وہ کسی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ان میں دشمنی اور حسد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان میں سے چند افراد ہی اسلام میں داخل ہوئے لیکن اسلام قبول کرنے والے علم و فضل اور بصیرت کے لحاظ سے قابل ستائش تھے۔ جب کہ اس دور میں ایسے علماء سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جو علم و فضل کے لحاظ سے اپنا ایک مقام رکھتے ہیں لیکن جس عقیدے اور رائے پر شروع سے قائم ہیں اور جس کو انہوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیا ہے اور اپنے مذہب کی کتب میں پڑھا ہے۔ اگرچہ اس کے غلط ہونے میں ذرہ برابر اشتباہ نہیں تاہم تقلید کے سبب اسے چھوڑنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے تیار نہیں ہیں۔ نیز اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کی حالت کی تائید ہے کہ تنگی کی حالت میں وہ کفار سے بہتر ہیں جب انہیں فراخی حاصل ہوتی ہے گویا اللہ پاک اعلان فرمارہے ہیں اہل کتاب سے کھاتے پیتے لوگوں کے حال کا جائزہ لو کہ وہ دنیوی مال ومتاع کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے بلکہ دنیوی جاہ ومنزلت پر اللہ کی خوشنودی اور رضا کو ترجیح دیتے ہیں ان کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ: چنانچہ ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگوں کو ان کے پروردگار کے ہاں بہترین اجر وثواب سے نوازا جائے گا جس کا وہ استحقاق رکھتے تھے اللہ پاک کا ان پر احسان ہے جس نے ان کی حق وصداقت کی جانب راہ نمائی کی جب کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان بہترین اوصاف سے عاری ہیں ان میں نخوت وغرور مشتعل ہے۔ وہ اپنے آباؤاجداد پر فخر کرتے ہیں عصبیت کے باعث ان اوصاف کو چھپارہے ہیں جو آخر الزمان پیغمبر کے بارے میں ان کی کتاب میں موجود ہیں انہیں یقین ہے کہ آپ ﷺ آخر الزماں پیغمبر ہیں ایسے لوگ آخرت میں دوزخ کا ایندھن ہیں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس شخص کو محمد ﷺ کی دعوت پہنچی ہے اور حقیقت اس کے سامنے عیاں ہے اس کے باوجود آپ کی نبوت پر اس کا ایمان نہیں ہے تو آپ سے پہلے پیغمبروں پر بھی اس کا ایمان اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ: اللہ پاک ایک ہی وقت میں تمام مخلوق کا محاسبہ فرمائیں گے ان کے اعمال کے اثرات ان پر نمایاں ہوں گے۔ زندگی کی مکمل فلم تیار ہوگی یکے بعد دیگرے تمام کوائف آنکھوں کے سامنے گردش کرتے ہوئے نظر آئیں گے جیسا کہ موجودہ ترقی یافتہ دور کی فلم میں ان تمام واقعات کی عکاسی دکھائی دیتی ہے جن کو فلمایا گیا ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا: اے ایمان والو! تمہیں زندگی میں جس مصیبت سے سامنا ہو اس پر صبر کرو اور مخالف کے مقابلہ میں صبر آزمائی میں اس پر غالب رہو تم بھی جہاد کیلئے گھوڑوں کا انتظام کرو جیسا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں۔ مصابرت اور مرابطت سے مقصود دشمن سے مقابلہ میں اس کو مغلوب کرنا ہے جس طرح کی قوت کا مظاہرہ وہ کرتا ہے تمہیں بھی شدت کے ساتھ اس کا مظاہرہ کرنا چاہئے بری، بحری ہوائی مقابلہ میں جس جدید اسلحہ سے دشمن لیس ہے تم نے بھی اسلامی لشکر کو اس سے لیس کرنا ہے علوم ریاضی اور طبیعات میں تمہیں بھی مہارت تامہ حاصل ہونی چاہئے اس سائنسی دور میں ان علوم سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : تقویٰ ایسا وصف ہے جس کے سبب ہر انسان اللہ پاک کی ناراضگی سے خود کو تحفظ عطا کرے لیکن اس سے پہلے اللہ کی معرفت کا حاصل ہونا ضروری ہے نیز کن کاموں سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں۔ اور کن کاموں کے کرنے سے ناراض ہوتے ہیں علم کے مطابق رضائے الٰہی کے کاموں کو انجام دیا جائے اور ان کاموں سے اجتناب اختیار کیا جائے جن سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں اس کی معرفت کیلئے ضروری ہے کہ کتاب اللہ، سنت نبویہ کا فہم نیز امت محمدیہ کے اسلاف کی سیرت سے آگاہی ہو۔

فلاح سے مقصود عملی زندگی میں مقصود کے ساتھ ہمکنار ہوتا ہے دنیوی، اخروی دونوں قسم کی فلاح کو حاصل کیا جائے۔ دنیوی فلاح کے حصول کے لئے صبر کرنا، دشمن کے مقابلہ میں مصابرت اختیار کرنا اور جدید اسلحہ سے مکمل طور پر لیس ہونا ان کے ساتھ ساتھ دشمن پر کامیابی کے اسباب میں تقویٰ کا ہونا ضروری ہے لیکن اخروی فلاح کے لئے نیت کا درست ہونا، حق وصداقت کو قائم کرنا اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو نصب العین بنانا یہ سب امور اخروی سعادت کے حصول میں کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مزید بر آں تمام امور کی تکمیل انسانی اختیار میں ہے انسانی قدرت اور استطاعت سے باہر نہیں ہیں اسی لئے ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے نسائی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں "آپ نے فرمایا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ساتھ گناہ نامہ اعمال سے محو ہو جائیں گے، درجات بلند ہوں گے وہ عمل یہ ہے کہ تکلیف کے اوقات میں مبالغہ آرائی کے انداز میں وضو بنانا مساجد کی جانب جاتے ہوئے قدموں کا زیادہ ہونا اور ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ کام رباط سے ہیں۔ تین بار فرمایا"

نیز رباط سے مقصود دشمن کے مقابلہ میں سرحد کی حفاظت کیلئے پہرہ دینا بھی رباط ہے بلکہ ایک حدیث میں ہے "ایک رات دشمن کی سرحد پر پہرہ دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔" (ابن کثیر ۱/۶۹۲)

www.KitaboSunnat.com

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ : اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی ایک شخص سے اس کی بیوی کو پیدا فرمایا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو پیدا فرمایا اور تم اللہ سے ڈرو جس کے ساتھ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور تم رشتہ داری کے قطع کرنے سے ڈرو بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

لغوی تحقیق : "بَثَّ ، اَلْبَثُّ" پھیلا دینا اڑا دینا، منتشر کر دینا، ظاہر کر دینا، بچھا دینا، بکھیر دینا "وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ا" اور دونوں سے کثرت سے مرد عورت روئے زمین پر پھیلا دیئے "اَلْبَثُّ" غم واندوہ "قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ" اس نے کہا میں تو اپنے غم واندوہ کا اظہار اللہ سے کرتا ہوں "زرابی مبثوثه" اور مسندیں بچھی ہوئیں "كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" جس دن ایسے لوگ ہوں گے جیسے پتنگے جو سکون کے بعد ہیجان میں آجائیں۔ (لسان القرآن ۱۵۱)

"اَیُّ" استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے "اَیُّ رَجُلٍ جَآءَ" کیسا آدمی آیا۔ شرط کے معنی میں آتا ہے جیسے "اَیُّ رَجُلٍ یَسْتَقِیْمُ یَنْجَح" جو شخص استقامت اختیار کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ معرف باللام منادیٰ ہو تو اس وقت "اَیّ" کے ساتھ "ھا" تنبیہ لا کر منادی تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے "یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ" (اعراب القرآن ۲/۴۳۰)

تشریح : سورۂ نساء کی ۱۷۶ آیات ہیں مدنی سورت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب سورۂ نساء نازل ہوئی تو میں آپ کی زوجیت میں تھی جب کہ عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہجرت سے پہلے سال شوال میں ہوئی آل عمران اور سورۂ نساء میں مناسبت تین طرح سے ہے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱ : آل عمران کے اختتام پر پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم ہے جب کہ سورۂ نساء کے آغاز میں تقویٰ اختیار کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔

۲ : آل عمران میں غزوۂ احد کا واقعہ مکمل بیان ہوا ہے جب کہ اس سورت میں اس کا کچھ حصہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں : ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ﴾ یہ آیت غزوۂ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳ : آل عمران میں غزوۂ احد کے بعد ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا﴾ میں غزوۂ حمراء الاسد کا ذکر ہے جب کہ سورۂ نساء میں بھی اس کی جانب اشارہ ہے ملاحظہ فرمائیں : ﴿وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ﴾

سورۂ نساء میں جو مسائل زیر بحث آرہے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱ :- لوگوں کی نظر سے اوجھل اور لوگوں کے سامنے بہر صورت اللہ کا ڈر ملحوظ خاطر رہے۔

۲ :- تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ تم سب کو ایک نفس یعنی آدم سے پیدا فرمایا ہے۔

۳ :- قرابت داروں اور سسرال کے لحاظ سے متعلقہ لوگوں کے ساتھ احکام کا بیان ہے۔

۴ :- نکاح، وراثت کے مسائل کا بیان ہے۔

۵ :- دشمن کے ساتھ لڑائی کے احکام ذکر ہوئے ہیں۔

۶ :- اہل کتاب کے ساتھ مناظرہ کا بیان ہے۔

۷ :- منافقین کے واقعات اور ان پر تبصرہ ہے۔

۸ :- اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا تذکرہ ہے۔

تشریح : اے لوگو! تم خود کو اس ذات کی نافرمانی سے بچاؤ جس کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہاری پرورش فرمائی بلکہ اسی نے تم پر انعامات کی بارش برسائی تمہیں قرابت میں منسلک کیا تم سب کا ایک اصل ہے ایک خاندان ہے اس آیت میں لفظ "نفس" سے مقصود آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ آدم کا ابوالبشر ہونا مسلم ہے۔

نفس یا روح کی حقیقت معلوم کرنا ضروری ہے ایک رائے یہ ہے کہ روح ایسی چیز ہے جس سے انسان زندہ ہے اور روح نورانی جسم کا نام ہے جس میں بلندی کار فرما ہے۔ نہایت خفیف، متحرک جوہر ہے جو اعضاء میں جاری وساری رہتا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی ہے یا جس طرح آگ کے شعلہ میں آگ مشتعل ہے جونہی گلاب کے پودے سے پھول توڑا جائے تو اس کے ساتھ اس میں سے پانی خشک ہونے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ ختم ہو جاتا ہے اسی طرح آگ کے شعلہ کو جب آپ آگ سے الگ کر کے فضا میں رکھیں گے تو چند لمحات کے بعد اس کی آگ آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی اور شعلہ کوئلہ کی شکل اختیار کر جائے گا پس جب تک اعضاء میں ان اثرات کے قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جن کا فیضان لطیف جسم کی جانب ہے تو اعضاء میں احساس حرکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادیہ، سوچ وغیرہ موجود رہتی ہے اور جونہی اس کے اعضاء میں فساد رونما ہوتا ہے اور وہ اثرات کے قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں تو روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے اور عالم ارواح میں چلی جاتی ہے۔

گویا کہ روح بجلی ہے جسم میں روح بجلی کا کرنٹ ہے جسم میں کچھ ایسے مادے ہیں جن سے بجلی تیار ہوتی ہے یعنی روح اجاگر رہتی ہے جب جسم سے ان مادوں کو دور کر دیا جاتا ہے یا مادوں کی خصوصی ترکیب ختم ہو جاتی ہے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی روح باقی نہیں رہتی کچھ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ روح کا وجود جسم سے الگ بھی ہے گویا کہ جسم اس آلہ کی مانند ہے جو بجلی کو آن یا آف کرتا ہے اس آلہ کے توسط سے جسم میں بجلی گھر سے بجلی کی رو جسم میں داخل ہوتی ہے اگر اس آلہ کا نظام خراب ہو جائے تو پھر بجلی کی رو اس کے ذریعہ جسم میں نفوذ نہیں کرے گی۔

اماں حوا کی پیدائش

خَلَقَ مِنْهَا زَوجَهَا : آدم سے اس کی بیوی کو پیدا فرمایا بخاری شریف میں وضاحت ہے کہ مائی حوا کو آدم کی بائیں جانب کی پسلی سے پیدا فرمایا جب کہ اس کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہے اگر آپ اس کو درست کرنا چاہیں گے تو پسلی سیدھی نہ ہوگی البتہ ٹوٹ جائے گی اگر آپ اس کو سیدھا کرنے سے رک جائیں گے تو اس سے فوائد حاصل کرتے رہیں گے جب کہ ٹیڑھا پن برابر اس میں موجود رہے گا البتہ جنس دونوں کی ایک ہے جب کہ اس کی پیدائش آدم سے ہوئی ہے۔

وَبَثَّ مِنهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَّنِسَآءً : آدم اور حواء سے مردوں، عورتوں کو روئے زمین پر پھیلا دیا ان کے بعد مرد، عورت کے ملاپ سے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہا۔

وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهِ وَالاَرحَامَ : تم میں اللہ کا ڈر ہمیشہ موجود رہے جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو مثال کے طور پر آپ ایک شخص سے کہتے ہیں میں اللہ کے نام پر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میری فلاں ضرورت پوری کریں اس دوران سوال کرنے والا پر امید ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت پوری ہوگی اللہ سے امید اور خوف کے ساتھ ساتھ رشتہ داری کا بھی پاس رکھو اسے ضائع نہ کرو یعنی رشتہ داروں کے ساتھ مروت، ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ قطع رحمی نہ کرو۔ تقویٰ کو مکرر ذکر کیا مقصود زیادہ سے زیادہ تقویٰ کی ترغیب دلانا ہے البتہ تقویٰ اختیار کرنے کے سلسلہ میں پہلے لفظ "رب" کو ذکر کیا ہے جو پرورش اور احسان کا متقاضی ہے جب کہ بعد میں لفظ "اللہ" کا ذکر کیا ہے جس میں ہیبت اور قہر نمایاں ہے مقصود ڈرانا ہے گویا کہ ترغیب، ترہیب دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ اللہ پاک نے تجھے پیدا فرمایا تجھ پر احسانات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائے تو تجھے اللہ کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے اس لئے کہ اللہ کا مؤاخذہ سخت ہے وہ عظیم قوت والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا : بلاشبہ اللہ پاک کو تمہارے اعمال کا علم ہے اور تمہارے اعمال تم پر کیا اثر ڈالتے ہیں اس کا بھی اس کو علم ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ دراصل تنبیہ ہے کہ ہمارے نامہ اعمال میں اخلاص جلوہ گر ہو۔ (المراغی ۲/ ۱۷۳، ۱۷۷)

صحیح حدیث میں وارد ہے آپ اللہ کی عبادت میں اس انداز سے مشغول ہوں جیسا کہ آپ ان آنکھوں سے اللہ کی ذات کو دیکھ رہے ہیں اگر یہ تصور ظہور پذیر نہ ہو تو اس یقین کا ہونا ضروری ہے کہ آپ اللہ پاک کی نظر میں ہیں۔ (ابن کثیر ۱/ ۴۷۶، بخاری، مسلم)

آیت مبارکہ کی فضیلت : رسول اکرم ﷺ خطبۃ الحاجۃ میں اولاً آل عمران کی اس آیت کی تلاوت فرماتے :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُم مُّسلِمُونَ﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

پھر اس سورۃ کی پہلی آیت تلاوت فرماتے جس کی تفسیر کی جارہی ہے بعد ازاں سورۂ احزاب کی یہ آیت تلاوت فرماتے :

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَولاً سَدِيدًا يُصلِحۡ لَكُم اَعمَالَكُم وَيَغفِرۡلَكُم ذُنُوبَكُم وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب : ۷۰)

ان کے بعد ''امابعد'' کلمات کہتے پھر ضرورت کا ذکر فرماتے۔ (مشکوٰۃ علامہ ناصر الدین البانی)

وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰٓى اَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاۡكُلُوۡٓا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا ﴿۲﴾ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ﴿۳﴾ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِيۡٓـئًا مَّرِیۡٓـئًا ﴿۴﴾

ترجمہ : اور تم یتیموں کو ان کا مال عطا کرو اور تم پاک کے بدلے ناپاک نہ لو اور تم ان کے مال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے مال کے ساتھ نہ ملاؤ بے شک! یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم خطرہ محسوس کرو تو تم یتیم لڑکیوں کے (حق کے) بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار پس اگر تم ڈر محسوس کرو کہ تم ایسی صورت میں انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک عورت سے نکاح کر دیا لونڈی کو اپنے قبضے میں لے آؤ یہ زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ تم ظلم نہ کرو گے۔ اور تم بیویوں کو ان کا حق مہر دو خوشی اگر بیویاں تمہیں کچھ مہر اپنی خوشی سے معاف کر دیں تو تم اسے خوشگوار انداز سے کھا سکتے ہو۔

لغوی تحقیق: " حُوبٌ "گناہ، حَوب (حا کی زبر کے ساتھ) کا معنی بھی گناہ ہے حدیث میں ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِی حَوبَتِیْ" اے اللہ میرا گناہ معاف فرما۔ دراصل "حوب" کا تعلق ایسے گناہ سے ہے جس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہو ارشاد الٰہی ﴿وَلاَ تَاکُلُوا اَموَالَکُم﴾ آیت کی تفسیر مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے ملاحظہ فرمائیں:

"قرآن کریم نے ہر نوع کے استحصال و ظلم سے روکا ہے بالخصوص یتامیٰ کا استحصال تو اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ بے چارے اس قابل کہاں ہوتے ہیں کہ آپ اپنے اموال کی دیکھ بھال کر سکیں لامحالہ ان کو انہی نگران حضرات کی دیانت و ایمان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جو از روئے وصیت نگران قرار پاتے ہیں یا جن کو برادری یا وُرثاء نگران تسلیم کر لیتے ہیں بچوں کی بے چارگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مال دار بن جانے کی کوشش کرنا اس کی حق تلفی ہی نہیں پرلے درجہ کی سنگ دلی اور شقاوت قلبی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جن سات چیزوں کو مُوبِقات یا مُہلکاتِ ایمان و عمل قرار دیا ہے ان میں ایک یتامیٰ کے مال میں ناجائز تصرف بھی ہے۔" (لسان القرآن ص ۵۳۹)

تشریح: یتیموں کے اولیاء کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم نے یتیموں کے مال کی حفاظت کرنا ہے ان کے مال کو نقصان نہیں پہنچانا ہو گا جب تم ان میں ہوش مندی کو محسوس کرو تو ان کا مال ان کے سپرد کرو اس لئے کہ یتیم بچہ کمزور ہے وہ اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ نقصان سے تحفظ عطا کر سکتا ہے۔ تم یتیم کے مال کو جس کا استعمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لئے حرام ہے اس کو حلال مال کے بدلے حاصل نہ کرو حلال مال وہ ہے جس کو تم نے اللہ پاک کے فضل کے ساتھ حاصل کیا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ: عربی زبان میں "اَکْلٌ" کا معنی کھانا ہے لیکن آیت مبارکہ میں مفہوم یہ ہے کہ تم نے یتیموں کے مال میں اس انداز سے تصرف نہیں کرنا ہے کہ ان کا مال ضائع ہو جائے اور (الیٰ) سے مقصود یہ ہے کہ تم نے ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانا نہیں ہے کہ دونوں میں امتیاز باقی نہ رہے اس کیفیت میں خدشہ ہے کہ تم حلال وحرام میں کچھ پرواہ نہیں کرو گے یاد رکھو اس طرح یتیم کے مال کو ہڑپ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ: جب تم میں سے کسی شخص کی کفالت میں یتیم لڑکی ہے اسے ڈر ہے کہ وہ اسے مہر مثل نہیں دے سکے گا تو وہ اس کے علاوہ کسی اور لڑکی کی جانب توجہ کرے۔ بخاری میں عروہ بن زبیر نے عائشہ سے اس آیت کے بارے میں استفسار کیا عائشہ نے جواب دیا "اے میرے بھانجے اس سے وہ لڑکی مراد ہے جو اپنے ولی کی سرپرستی میں زندگی گزار رہی ہے وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہے جب کہ ولی کو اس کا مال اور اس کی خوبصورتی اپنی جانب گرویدہ کر رہی ہے وہ چاہتا ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرے لیکن حق مہر میں انصاف نہیں کرتا ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ نکاح کا آرزومند ہے اس کے برابر اسے حق مہر نہیں دیتا ہے تو ایسی صورت میں انہیں روک دیا گیا کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کریں ہاں اگر عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھے اور حق مہر میں بھی اعلیٰ معیار کو قائم رکھے وگرنہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے علاوہ ان لڑکیوں سے نکاح کریں جو انہیں بھلی لگتی ہیں۔ عائشہ بیان کرتی ہیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ طلب کیا تو اللہ نے ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (النساء: ۱۲۷) آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دوسری آیت میں اللہ کا ارشاد ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۲۷) سے اس جانب اشارہ ہے کہ تم اس یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتے ہو جب وہ مالدار نہیں ہے اور حسن وجمال کے لحاظ سے بھی باعث کشش نہیں ہے تو لوگوں کو روک دیا گیا کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کریں جن کے حسن اور مال میں کشش ہے کہ وہ عدل وانصاف کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھیں جب کہ انہیں ان عورتوں کیساتھ نکاح کی خواہش نہیں ہوتی جب کہ وہ مالدار نہیں ہیں یا ان کی خوبصورتی باعث کشش نہیں۔

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ: تم ان کے علاوہ لڑکیوں سے نکاح کرو۔ دو، تین، چار سے کرو یعنی بیک وقت چار بیویوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ سے نکاح نہیں کرنا اگر ایک بیوی فوت ہو جائے تو چار کی گنتی پوری کرتے ہوئے ایک لڑکی سے مزید نکاح کیا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اس کی زوجیت میں ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ ہوں اس پر علماء امت کا اجماع ہے بہر حال چار بیویوں سے زیادہ بیویوں کا آپ کے عقد میں ہونا آپ کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ غیلان بن مسلمہ ثقفی جب مسلمان ہوا تو اس کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔ آپ نے حکم دیا ان میں چار کا انتخاب کر لیجئے دیگر بیویوں کو زوجیت سے الگ کر دیجئے۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ: جب ایک سے زائد بیویاں آپ کے نکاح میں ہوں اور تمہیں خدشہ ہے کہ تم ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک عورت آزاد یا لونڈیوں کی اجازت ہے اس لئے کہ ان میں باری کا قانون ضروری نہیں اگرچہ مستحب ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت میں اللہ پاک نے فرمایا کہ تم عورتوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہو اگرچہ تم کتنا ہی زور کیوں نہ صرف کرو۔

ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا: اس سے یہ فائدہ بھی ہو گا کہ تمہاری اہل وعیال کی تعداد میں زیادہ اضافہ نہ ہو گا اور تم پریشانی سے محفوظ رہو گے۔ فقر وفاقہ سے کسی حد تک تحفظ حاصل رہے گا لیکن جمہور محدثین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "اَنۡ لَّا تَعُوۡلُوۡا" سے مقصود ہے کہ تم ظلم کرنے سے دور رہو گے۔ (ابن کثیر ۲/ ۱۷۹)

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ حسب استطاعت بیویوں کے حقوق میں مساوات کا خیال رکھے رہائش اور لباس میں یکسانیت ہو البتہ دل کا میلان اگر ایک بیوی کی جانب زیادہ ہے تو اس پر کچھ قدغن نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا قلبی میلان دیگر بیویوں کی بہ نسبت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی جانب زیادہ تھا البتہ تحائف میں مساوات تھی دوسری بیویوں کی اجازت کے ساتھ ترجیحی سلوک فرماتے تھے بلکہ آپ یہ جملہ دہرایا کرتے تھے۔ :

"اے اللہ! میں تقسیم میں ہرگز ترجیحی سلوک کا روادار نہیں ہوں لیکن دل میرے قبضہ میں نہیں اگر اس کی کشش کسی بیوی کی جانب زیادہ ہے تو اس پر میرا مؤاخذہ نہ کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی خاوند کے نکاح میں جب ایک سے زائد بیویاں ہوتی ہیں تو نہ صرف وہ ایک دوسری کی دشمن ہوتی ہیں بلکہ ان کی اولاد میں دشمنی کے جراثیم جنم لیتے ہیں اس طرح عائلی نظام اعتدال کی راہ سے دور ہو جاتا ہے اور فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں چوری، زنا، حقوق میں ظلم، جھوٹ بلکہ بیٹا اپنے والد کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور والد اپنے دشمن بیٹے کو قتل کرنے کا منصوبہ بناتا رہتا ہے ان حالات میں ضروری ہے کہ مفاسد سے بچاؤ کی پالیسی کو منفعت بخش اور مصلحت کی پالیسی سے مقدم سمجھا جائے نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے نہ کسی کے نقصان میں آنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حالات پیدا کئے جائیں۔ بہر حال استطاعت کے مطابق مفاسد کا قلع قمع ضروری ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرد کی زوجیت میں ایک سے زیادہ بیویوں کا ہونا آپس میں مودت ورحمت کے مخالف ہے خاوند کا سکون اور اس کی بیوی کا اس کے ساتھ صحیح پیار ایک بیوی کے ساتھ ہے ہاں اگر ایک شخص ضرورت کے پیش نظر عدل وانصاف کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر دوسری بیوی کو اپنی زوجیت میں لاتا ہے تو کچھ حرج نہیں وگرنہ نہ صرف خاوند اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے بلکہ وہ اپنی بیویوں اور بچوں پر بھی ظلم کرتا ہے۔(المراغی ۲/ ۱۸۲)

ازواج مطہرات کے تعدد کی حکمت

رسول اکرم ﷺ کے عقد میں زیادہ بیویوں کی اجازت کی حکمت یہ تھی کہ آپ نے بڑے بڑے قبائل کو اپنا سسرال بنا کر ان کی محبت کو اپنی جانب مائل کیا قبائل کے افراد آپ کے احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے ان کے درمیان عدل ومساوات کا ایسا نمونہ چھوڑا جس کے نتیجہ میں قبائل آپ کے گرویدہ ہوئے آپ نے اپنے بعد ۹ امہات المؤمنین کو چھوڑا جو امت کی عورتوں کو ان کے احکام سے باخبر رکھتی تھیں جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان مسائل کے دریافت کرنے میں مردوں سے رابطہ قائم کرنا شرم وحیاء کے منافی تھا لیکن اگر آپ اپنے پیچھے ایک بیوی چھوڑ کر جاتے تو ان مخصوص مسائل کے سلسلہ میں پریشانی ہوتی لیکن جس طرح بادشاہ اور روسا اعظم لوگ زیادہ بیویوں سے ان کا مقصود شہوت رانی میں تنوع بالخصوص باکرہ عورتوں سے زیادہ رغبت کرنا ہوتا ہے۔ جب کہ رسول اکرم ﷺ کے حرم میں سوائے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باقی تمام ازواج مطہرات بیوہ اور ادھیڑ عمر کی تھیں کیا آپ نے رسول اکرم ﷺ کے اس جملہ پر کبھی غور نہیں کیا جس نے بیوہ عورت سے نکاح کیا آپ نے فرمایا "تجھے تو کنواری لڑکی سے نکاح کرنا چاہئے تھا تو اس کے ساتھ لہو ولعب کا سلسلہ جاری رکھتا اور وہ تیرے ساتھ ملاعبت، کھیل کود رکھتی تو اسے خوش وخرم رکھتا اور وہ تجھے خوش وخرم رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی۔"

آپ کا یہ تبصرہ اس حقیقت سے پردہ کشائی کرتا ہے کہ کنواری لڑکی سے ہی نکاح کرنے میں انسان صحیح معنی میں خوش وخرم رہتا ہے جب کہ آپ کا مقصد بیوہ عورتوں سے نکاح کا یہ تھا کہ وہ عورتوں کے مسائل کو آگے عورتوں تک پہنچائیں گی انہیں شرم وحیاء والے مسائل کے بتانے میں کچھ ہچکچاہٹ نہ ہو گی۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً : آیت مبارکہ میں خاوندوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ انہوں نے جن عورتوں سے عقد نکاح استوار کیا ہے ان کو حق مہر کا عطیہ دیں دراصل حق مہر محبت ومؤدت کی علامت ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ دونوں کے درمیان محبت وملاطفت زیادہ سے زیادہ ہو۔ عرف عام میں یہ چیز بھی دیکھنے میں آئی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صرف حق مہر کے عطیہ پر ہی اکتفاء نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے علاوہ مختلف قسم کے تحائف ملبوسات، زیورات کھانے پینے کی اشیاء میں بہتات دکھائی دیتی ہے۔

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا : اگر بیویاں اپنے خاوندوں کو مہر سے خوشی کچھ مال دیتی ہیں تو انہیں اس کے لینے کی اجازت ہے کچھ گناہ نہیں۔ اس حقیقت کو ہرگز فراموش نہ کیا جائے کہ ان دونوں کا باہمی برتاؤ شرف انسانی کی حفاظت کے لئے ہو روپے، پیسے کی بناء پر نہ ہو مال کی محبت کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں۔ (المراغی ۲/۱۸۴)

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۞ ۵ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ج فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ج وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ط وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ج وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ط فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۞ ۶

ترجمہ : اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال نہ دو کہ جس کے سبب اللہ نے تمہاری معیشت کو تمہاری استقامت بنایا ہے اور تم انہیں خوراک دو اور لباس پہناؤ اور ان کے بارے میں اچھی بات کرو۔ اور تم یتیموں کا امتحان لو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی حد کو پہنچ جائیں پس اگر تم ان سے بھلائی محسوس کرو تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو اور تم ان کا مال فضول خرچی اور جلدی کرتے ہوئے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اس خوف سے نہ کھاؤ اور جو شخص مالدار ہے وہ پرہیز کرے اور جو محتاج ہے وہ اچھے انداز سے کھا سکتا ہے جب تم ان کی جانب ان کا مال واپس کرو تو ان پر گواہ بناؤ اور اللہ حساب کرنے والا کافی ہے۔

لغوی تحقیق : "بَدَر" مہ کامل، مدینہ کے درمیان وہ مقام جہاں کفر و اسلام کی پہلی انقلاب آفرین جنگ ہوئی "بَدَرہ" دس ہزار درہم کا مجموعہ، "غُلَامٌ بَدَرٌ" جوان رعنا، "بَیدَرہ" جہاں غلہ ذخیرے کے طور پر جمع کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ "بَدَرتُ اِلَیہِ وَبَادَرتُ اِلَیہِ" میں جلدی میں اس کے ہاں گیا۔ "بِدَارِ" جلدی کرنا، قرآن حکیم میں ہے ﴿وَلَا تَاکُلُوھَا اِسرَافًا وَبِدَارًا﴾ اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ (لسان القرآن ص ۱۵۷)

"اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ" جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ "بَلَغَ" "بلیغ ہونا بلاغت کے عام اور فنی معنی تو یہ ہیں کہ کلام ایسے الفاظ پر مشتمل ہو جو بجائے خود فصیح ہوں اور ان میں جو بات بیان کی جائے وہ موقع محل کے عین مطابق ہو لیکن قرآن پاک نے قول بلیغ کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے کہ وہ ایسا کلام ہو جو دل کی گہرائیوں میں آپ سے آپ اتر جائے۔ "بَالَغَ فِي الأَمرِ" مبالغہ کیا۔ "تَبَلَّغَ بِالشَّيءِ" قناعت کی۔ (لسان القرآن ص ۲۲۵)

"اَلسُّفَهَاءُ" کا واحد سفیہ ہے فضول خرچ شخص "سَفِهَ" "ہلکا پن"، اضطراب "ثَوبٌ سَفِیهٌ" وہ کپڑا جو بناوٹ میں ردی ہو پھر بے وقوف شخص پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (المراغی ۲/ ۱۸۵)

تشریح: اللہ پاک اس بات سے روک رہے ہیں کہ کم عقل لوگوں کو ایسے مالیاتی نظام کے تصرف پر متعین نہ کیا جائے جس پر تمام لوگوں کے تجارتی معاملات بلکہ ان کی معیشت کا انحصار ہے بلکہ ان پر پابندی عائد کی جائے جب کہ پابندی کی ایک صورت کسی انسان کا بوجہ صغر سنی کے معاملات کو نہ سمجھنا ہے اور اپنے موقف کو کھلے الفاظ میں بیان کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ فہم و فراست سے عاری بلکہ بے عقل ہے۔ مزید بر آں دین اسلام کے اصولوں سے آشنا نہیں جب کہ بعض اوقات رکاوٹ اور پابندی کا سبب اس کا کم عقل اور بے وقوف ہوتا ہے اور کبھی وہ اتنا مقروض ہے کہ اس کے پاس جس قدر دولت موجود ہے اس سے اس کا قرض بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ جب کہ دوسری جانب اس سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے والوں پر حاکم وقت نے پابندی عائد کر دی ہے کہ یہ شخص دیوالیہ ہو چکا ہے اس سے قرض کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ عدالت اس کو قرض خواہوں کے قرض سے رہائی دے رہی ہے۔ اس حقیقت سے کون ناواقف ہے کہ انسان کو اگر اس کی شریک حیات مجبور کرتی ہے کہ اس کا فلاں مطالبہ پورا کیا جائے۔ جو اس کی استطاعت میں نہیں تو وہ مجبور ہو کر قرض لیتا ہے۔ نتیجۃً وہ اس قدر قرض کے نیچے دب جاتا ہے کہ بعض اوقات اس کے ہوش و حواس جواب دے جاتے ہیں بالکل اسی طرح نالائق اولاد کے مسائل ہیں اس سے بڑھ کر معاشرہ کے غلط تقاضوں اور رسم ورواج سے اس قدر بے قرار ہو جاتا ہے کہ وہ مر جانے کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے ان پریشانیوں سے نجات کے حصول کے لئے اللہ پاک واضح الفاظ میں حکم دے رہے ہیں کہ تم نے مالیات کا نظام بے وقوف لوگوں کے تصرف میں کرنے سے خود کو بچانا ہو گا۔

وَّ ارزُقُوهُم: اس حقیقت سے روگردانی نہ کریں کہ مالیات کے نظام پر کنٹرول تمہارا ہو، البتہ انہیں حسب ضرورت کھانے پینے اور لباس کے لئے (فنڈ) فراہم کرو لیکن استطاعت سے زیادہ نہ ہو اور جب ان کی ضرورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے انہیں (فنڈ) دو تو انہیں نصیحت کرو کہ وہ میانہ روی سے اخراجات کریں اور اخلاق کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى : تمہاری کفالت میں جو بچے یتیم ہیں تم ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بالخصوص توجہ مبذول رکھو جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں یعنی انہیں احتلام سے سابقہ پڑنے لگ جائے تو پھر انہیں یتیم نہ کہا جائے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں وضاحت ہے کہ بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے نیز بلوغت سے پہلے تو وہ مرفوع القلم ہوتا ہے جبکہ بلوغت کے بعد وہ شریعت اسلامیہ کا مکلّف ہوتا ہے یا اس کی عمر پندرہ سال ہو جاتی ہے تو وہ مکلّف ہوتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں غزوۂ احد کے موقعہ پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میری عمر ۱۴ سال تھی آپ نے مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی لیکن غزوۂ خندق میں مجھے اس لئے اجازت دی گئی کہ میری عمر پندرہ سال ہو چکی تھی۔ زیر ناف بال نمودار ہونے سے بلوغت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ صحیح قول یہی ہے کہ اس سے بھی بلوغت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ عطیہ قرظی بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بنو قریظہ میں ہمیں نبی ﷺ کے پاس پیش کیا گیا آپ نے حکم دیا جن کے زیر ناف بال موجود ہیں انہیں قتل کیا جائے دوسروں کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ میرے زیر ناف بال نہیں تھے اس لئے مجھے رہا کر دیا گیا۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ : جب تم ان کے بارے میں محسوس کرو کہ ان کی دینی حالت بہتر ہے۔ مزید ان میں مال و دولت کی حفاظت کا داعیہ بھی موجود ہے تو تم ان کا مال ان کی حفاظت میں دو۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا : اللہ پاک منع فرما رہے ہیں کہ تم نے بلا کسی اشد ضرورت کے یتیموں کے مال سے کچھ ذاتی اخراجات نہیں کرنے ہیں کہ ان کے مال کا ان کی بلوغت سے پہلے صفایا کر دو۔ اس میں اسراف بھی ہے اور تیزی کے ساتھ خرچ کرنے میں بد دیانتی کا داعیہ بھی کار فرما ہے ہاں یتیم کا نگران اگر مالدار ہے تو اسے یتیم کے مال سے اخراجات کی ممانعت ہے البتہ اگر یتیم کا نگران شخص ضرورت مند ہے تو وہ مناسب انداز سے ضروری اخراجات کفایت کیساتھ کر سکتا ہے دراصل اس کے اخراجات اس کی مزدوری ہے۔

فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ : ان کے بالغ ہونے پر بلکہ جب تمہیں ان میں فہم و فراست محسوس ہو تو انہیں ان کا مال سپرد کرو لیکن سپرد کرتے وقت گواہ موجود ہوں تاکہ انکار کی گنجائش نہ ہو۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا : یتیموں کے اولیاء کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ یتیموں کے مال کی نگرانی میں کوتاہی نہ کریں اور ادائیگی کے وقت مال میں ہرگز کمی نہ ہو مال کو گن کر دیا جائے ہرگز کسی قسم کا لالچ کر کے اسے نقصان پہنچانے سے تحفظ عطا کیا جائے۔ اللہ پاک کو علم ہے وہ تمہارے ارادوں اور مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے کہیں تم مال کی محبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیش نظر کسی مخفی حیلہ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہو۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے آپ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور محسوس کرتا ہوں اور میں تیرے لئے اسی کام کو پسند کرتا ہوں جس کو میں خود پسند کرتا ہوں میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ تو نے زندگی بھر دو افراد پر بھی امارت کو قبول نہیں کرنا ہوگا اور نہ یتیم کے مال کا نگران بننا ہوگا۔(ابن کثیر ۲/ ۶۸۳)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُونَ ص وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۷﴾ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

ترجمہ: مردوں کا اس (مال سے حصہ ہے) جس کو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس مال سے جس کو ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ جائیں اس مال سے جو کم ہے یا زیادہ ہے مقرر شدہ حصہ ہے۔ اور وراثت کی تقسیم کے وقت جب قرابت دار اور یتیم اور مسکین موجود ہوں تو ان کو بھی اس سے حصہ عطا کرو اور انہیں اچھی بات کہو۔ اور چاہئے کہ وہ لوگ اللہ سے ڈریں اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جائیں ان کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس کریں پس وہ اللہ سے خوف زدہ رہیں (کہ کہیں وہ ضائع ہو جائیں گے) وہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔ بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں بے شک وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں اور وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور دوزخ میں داخل ہوں گے۔

تشریح: جب یتیموں کے والدین اور قریبی رشتہ دار اپنے بعد مال چھوڑ جائیں تو سبھی ورثا اس مال میں برابر ہیں مرد، عورت میں کچھ امتیاز نہیں سب کو مساوی مال دیا جائے گا اسی طرح عام ہے کہ مال زیادہ ہو یا کم سبھی کو برابر دیا جائے گا۔ بعض محدثین نے اس آیت کے حکم کو بالکلیہ منسوخ قرار دیا ہے اس کی ناسخ آیت ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ﴾ ہے اور یہ حکم وراثت کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔ (ابن کثیر ۲/ ۶۸۶)

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى: جب وراثت کی تقسیم کے وقت ایسے قریبی رشتہ دار موجود ہوں جن کا وراثت کے مال میں حصہ معین نہیں ہے تو ان کو وراثت کے مال سے بطور عطیہ کے مال دیا جائے۔ شروع اسلام میں یہ حکم واجب تھا اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے یا برقرار ہے اسلاف سے دونوں اقوال مروی ہیں جو لوگ اس حکم کو برقرار سمجھتے ہیں وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جیسا کہ ابن جریر طبری نے بیان کیا ہے جب ورثہ کی تقسیم کے وقت قرابت داروں میں سے ضرورت مند موجود ہوں جو وراثت سے محروم ہیں تو وہ جب اپنے سامنے ملاحظہ کریں گے کہ فلاں کو اتنا مال ملا ہے اور فلاں کو اتنا تو اس وقت ان کے دل میں مال کا لالچ رونما ہوگا کہ ان سب کو مال مل رہا ہے لیکن ہم محروم ہیں تو اللہ پاک نے حکم دیا جو شفیق اور مہربان ہے کہ انہیں بطور عطیہ کے کچھ مال دیا جائے ان پر صدقہ بھی ہوگا۔ بلکہ ان پر احسان ہوگا اور ان کے دل کی پاسداری کا یہی تقاضا ہے قرآن پاک میں باغ والوں کا واقعہ ہے کہ وہ فصل اٹھانے کے لئے رات کے لمحات کا انتخاب کرتے ہیں تاکہ کوئی مسکین ان کے قریب نہ آئے۔ تو اللہ پاک نے ان کے باغ کو تباہ و برباد کر دیا۔ چنانچہ انہیں ایسی حالت میں تنبیہ کی گئی کہ ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو ان قرابت داروں کی پاسداری نہیں کرتے جن کا وراثت میں حصہ نہیں کہ بالفرض اگر وہ فوت ہو جائیں اور اپنے بعد کمزور اولاد چھوڑ جائیں جن کے بارے میں اندیشہ برابر رہتا تھا تو اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے انہیں اللہ کے عذاب سے خود کو بچانا چاہئے اور ان قرابت داروں کے ساتھ گفتگو کا انداز وہی ہو جو مشفقانہ انداز وہ اپنی اولاد کے ساتھ اپناتے ہیں اور انہیں بیٹا کہہ کر پکاریں۔ (ابن کثیر ۱/ ۶۸۷)

علامہ ابن جوزی نے اس آیت کے بارے میں علماء کے دو قول ذکر کئے ہیں ایک قول یہ ہے کہ آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم ہے۔ دوسرا قول منسوخ کا ہے۔ (نواسخ القرآن ص ۲۵۳)

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا: جب لوگ بلا سبب یتیموں کا مال غصب کریں گے گویا کہ اس مال کو اپنے پیٹ میں ڈالیں گے تو مال نہیں بلکہ دوزخ کی آگ کو اپنے پیٹ میں داخل کر رہے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کے سبب ان کے پیٹ بھڑک رہے ہوں گے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور ہے ارشاد نبوی ہے "سات ہلاک ہونے والے اعمال سے دور رہنا ان میں اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو بلا وجہ موت کے گھاٹ اتار دینا، سودی مال کو اپنی ضروریات میں صرف کرنا، یتیم کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرنا، لڑائی میں ثابت قدم نہ رہنا راہ فرار اختیار کرنا، پاک دامن غافل ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔ (ابن کثیر ۱/ ۶۸۸)

یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَ اِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصۡفُ ؕ وَ لِاَبَوَیۡہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗۤ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہٗۤ اِخۡوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ لَکُمۡ نَفۡعًا ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱﴾ وَ لَکُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَکَ اَزۡوَاجُکُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡنَ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ وَ لَہُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّکُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَہُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ تُوۡصُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ وَ اِنۡ کَانَ رَجُلٌ یُّوۡرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امۡرَاَۃٌ وَّ لَہٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡ ذٰلِکَ فَہُمۡ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصٰی بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ۙ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ : اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کا دو عورتوں کے برابر حصہ ہے اگر (فوت شدہ انسان کی اولاد) تمام لڑکیاں ہوں جو دو سے زائد ہوں پس ان کے لئے اس مال سے دو تہائی ہے جو (فوت ہونے والا) چھوڑ گیا اور اگر ایک لڑکی ہے تو اس کے لئے ترکہ کا آدھا ہے اور میت کے والدین کو ان میں سے ہر ایک کو ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا اگر فوت ہونے والے کا لڑکا ہے لیکن اگر اس کا لڑکا نہیں ہے اور اس کے ماں باپ اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے اگر میت کے بھائی ہیں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (یہ تقسیم) وصیت کی ادائیگی کے بعد ہے جو وصیت میت نے کی تھی یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ ان میں کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے متعین حصہ اللہ کی جانب سے ہے بلاشبہ اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ سے آدھا ہے اگر ان کا لڑکا نہیں ہے اگر ان کا لڑکا ہے تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھا حصہ ہے وصیت کی ادائیگی کے بعد یا قرض کی ادائیگی کے بعد اور ان کے لئے چوتھا حصہ ہے اس مال سے جس کو تم نے چھوڑا اگر تمہارا لڑکا نہیں ہے پس اگر تمہارا لڑکا ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس مال سے جس کو تم نے چھوڑا وصیت کی ادائیگی کے بعد جس کی تم نے وصیت کی یا قرض کی ادائیگی کے بعد اور اگر (فوت شدہ) شخص جس کا ورثہ تقسیم ہو رہا ہے یا عورت کلالہ ہے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر وہ اس سے زیادہ ہیں تو وہ سب مال کے تیسرے حصہ میں شریک ہوں گے وصیت کی ادائیگی کے بعد جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت کی گئی یا قرض کی ادائیگی کے بعد کسی کو تکلیف سے دوچار نہ کیا جائے اللہ کی جانب سے وصیت ہے اور اللہ جاننے والا حلم والا ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلْحَظُّ" حصہ، مقدر، نیک بختی، کہاجاتا ہے" هُوَ ذُو حَظٍّ مِّنَ الْعِلْمِ" وہ علم کے لحاظ سے خوش نصیب ہے۔ "مَحْظُوظٌ" خوش نصیب، کامرانی سے بہرہ ور۔ قرآن حکیم میں ہے :

﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی میراث کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔"

اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں عورتوں کو معاشرے پر بار خیال کیا جاتا تھا اس لئے حقوق نام کی کوئی چیز ان کے ہاں عورتوں کو حاصل نہ تھی۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو بدرجہ غایت احترام کی نظر سے دیکھا اور اس کے لئے حقوق و فرائض کا ایک متوازن اور معتدل نقشہ تجویز کیا اس نے نہ صرف معاشرے میں اس کو ایک مستقل اور باوقار حیثیت بخشی بلکہ حصول مال و تجارت کی آزادی بھی عطا کی اور ترکے میں بھی اس کا آدھا حصہ مقرر کیا۔ ترکے کی بحث میں دو باتوں کو خصوصیت سے ذہن میں رکھنا چاہئے اسلام نے عورت کو اس کی حیاتیاتی نزاکتوں کے پیش نظر عائلی زندگی میں مصارف اور خرچ کی ذمہ داریوں سے قطعی آزاد رکھا ہے عورت کو چونکہ میکے اور سسرال دو خاندانوں کی رکنیت حاصل ہے اس بناء پر اس کا حصہ بھی مرد کے مقابلے میں دوہرا ہے یعنی میکے میں بھی وہ حصہ دار ہے اور سسرال میں بھی۔ (لسان القرآن ص ۴۹۰)

تشریح : اللہ پاک تم کو حکم دیتا ہے بلکہ تم پر فرض کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں تمہارے بعد یا ان کے ورثہ کے بارے میں جس کے وہ مستحق ہوں گے تمہارے مال سے جس کو تم چھوڑ جاؤ گے خواہ وہ لڑکے ہیں یا لڑکیاں، بالغ ہیں یا بچے ہیں۔ یاد رکھیں اس میں ہرگز اختلاف نہیں کہ بیٹے کا بیٹا اپنے والد کی عدم موجودگی میں والد کا قائم مقام ہوگا۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ : لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے جب اولاد میں کچھ لڑکے اور کچھ لڑکیاں ہیں اس میں اشارہ ہے کہ اسلام نے جاہلیت کے اس حکم کو پامال کر دیا ہے کہ لڑکیوں کو وراثت سے محروم گردانا جائے۔ سوال مترشح ہوتا ہے کہ ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ کیوں دیا گیا ہے اس کا جواب واضح ہے کہ لڑکا نہ صرف یہ کہ اپنے اخراجات برداشت کرے گا بلکہ اپنی بیوی کے اخراجات بھی اس کے ذمہ ہیں جب کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکی صرف اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے اور جب لڑکی کا نکاح ہو جائے گا تو اس کے اخراجات اس کے خاوند پر ہوں گے۔ اولاد کا لفظ عمومیت کے لحاظ سے کافر اولاد کو بھی شامل ہے لیکن حدیث نبوی نے واضح کر دیا کہ دین کا اختلاف وراثت کو ختم کر دیتا ہے ارشاد نبوی ہے "لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى" دو مختلف مذہب اپنانے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح جس شخص نے ارادتاً اپنے والد کو قتل کر دیا اس کو باپ کی وراثت سے محروم رکھا جائے۔

فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ: اگر صرف لڑکیاں ہیں دو سے زائد ہیں خواہ کس قدر زیادہ کیوں نہ ہوں ان کو ترکہ سے دو تہائی ملے گا خواہ والد کا ترکہ ہے یا والدہ کا ہے اگر ایک لڑکی ہے اس کے ساتھ بھائی نہیں ہے نہ بہن ہے تو اس کو ترکہ سے نصف ملے گا باقی ترکہ استحقاق کے لحاظ سے تمام ورثاء کو ملے گا جیسا کہ وراثت کے احکام میں اس کی وضاحت کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے جب اولاد لڑکے لڑکیاں ہیں تو ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا اگر لڑکی ایک ہے تو اس کو مال وراثت سے آدھا مال ملے گا اگر تین یا اس سے زیادہ لڑکیاں ہیں تو ان سب کو دو تہائی ملے گا البتہ دو لڑکیوں کا حکم بیان نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے ابن عباس سے ایک روایت میں ان کو ایک لڑکی کے موافق آدھا ملے گا جب کہ جمہور محدثین کا مؤقف یہ ہے کہ ان دونوں کو دو تہائی حصہ ملے گا جیسا کہ دو سے جب زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بیٹیاں وراثت کے لحاظ سے تمام ترکہ کی مستحق نہیں ہیں لیکن اگر لڑکا ایک ہے تو وہ مکمل ترکہ کا مستحق ہے اور اگر اس کے ساتھ اس کا ایک بھائی ہے یا ایک سے زیادہ ہیں تو ترکہ ان دونوں میں یا سبھی میں برابر تقسیم ہو گا۔

فوت ہونے والے انسان کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا اگر فوت ہونے والے شخص کا ایک لڑکا ہے یعنی فوت ہونے والے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ برابر ملے گا جب کہ فوت ہونے والے شخص کا ایک بیٹا ہے یا ایک سے زیادہ ہیں ثلث مال کے علاوہ مال کو اس کی اولاد اس تفصیل کے مطابق تقسیم کرے گی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اگر اس کا لڑکا نہیں ہے البتہ اس کے وارث ماں باپ ہیں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا یعنی اس کا لڑکا، پوتا نہیں ہے جب کہ اس کے والدین موجود ہیں تو ماں کو تیسرا حصہ اور باقی باپ کو ملے گا جیسا کہ اس کو بتایا جا چکا ہے کہ وارث کا مال ان دونوں کو ہی ملے گا۔ اولاد کی موجودگی میں والدین وراثت کے مال میں اولاد کے برابر ہیں اس میں اس حقیقت کو نمایاں کرنا مقصود ہے کہ دونوں کا احترام یکساں واجب ہے لیکن والدین کا حصہ وراثت سے اولاد کے حصہ سے کم ہے جب کہ والدین کے حقوق اولاد پر زیادہ ہیں اس کا یہ سبب ہے کہ اکثر و بیشتر یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ ان دونوں کو اولاد کے مال کی کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے تین سبب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عمر رسیدہ ہیں ان کی ضروریات زیادہ نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ عام طور پر مال دار ہوتے ہیں۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ عام طور پر ان کی اولاد سے ایسے افراد موجود ہوتے ہیں۔ جن پر ان کے اخراجات کی ذمہ داری ہوتی ہے البتہ اولاد اگر ان کا بچپن ہے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں یا ان پر بڑھاپا طاری ہے وہ زندگی کے ایسے دور میں ہوتے ہیں کہ وہ اخراجات کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ابھی انہوں نے اپنی اولاد کو رشتہ زوجیت میں منسلک کرنا ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان کا انہماک ہوتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ : اگر فوت ہونے والے انسان کے اس کے والدین کے ساتھ اس کے بھائی ہیں تو والدہ کو ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا جب کہ بھائیوں سے مقصود بھائیوں کے ساتھ ساتھ بہنیں بھی ہیں خواہ وہ عینی ہیں یا اخیافی، والدہ کی جانب سے بھائی، بہن ہیں یا علاتی والد کی جانب سے بھائی بہن ہیں تو تمام بھائی، بہن کے سبب والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ جب کہ بھائیوں، بہنوں کا حکم اکثر صحابہ کرام کے نزدیک بھائیوں والا حکم ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے مخالف ہیں ان سے منقول ہے کہ انہوں نے عثمان پر اعتراض کیا کہ یہ کیسے درست ہے کہ دو بھائی والدہ کو تیسرے حصہ سے چھٹے حصہ کی جانب دھکیل دیتے ہیں جب کہ اللہ پاک کے فرمان میں دو بھائیوں سے زیادہ کا ذکر ہے اور دو بھائیوں کے لئے "اخوۃ" کا لفظ استعمال نہیں ہوتا عثمان نے جواب دیا کہ میں ان لوگوں کے فیصلہ کو کیسے رد کر سکتا ہوں جن کا مقام مجھ سے مقدم ہے اور وہ شہروں میں سکونت پذیر ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود اس سے نبی ﷺ اور خلفاء راشدین تھے جنہوں نے شریعت کی روشنی میں (لغت کے لحاظ سے نہیں) دو افراد کو جماعت کا قائم مقام ٹھہرایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ نے والدین کے احکام کو اولاد کے احکام کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ والدین کے احکام جب وہ منفرد ہوں ان کے ساتھ کوئی دوسرا وارث نہ ہو نیز ان کا حکم بھائیوں کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا ہے۔ اب والدین کا یہ حکم باقی ہے۔

جب کہ جمہور صحابہ کرام کی رائے ہے کہ خاوند نصف کا مستحق ہے اور بیوی چوتھے حصہ کی مستحق ہے باقی مال ماں باپ کو ملے گا تیسرا حصہ ماں کو اور باقی باپ کا ہے جب کہ ابن عباس کا قول ہے خاوند اپنا حصہ حاصل کرے گا اور والدہ کو تیسرا حصہ ملے گا باقی والد کا ہے۔

معلوم ہوا وراثت میں زوجیت کے حقوق والدین کے حقوق پر مقدم ہیں اس لئے کہ دونوں ماں باپ اس مال کو آپس میں تقسیم کریں گے جو خاوند، بیوی میں سے ایک کے اپنا حصہ لینے کے بعد باقی ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ زوجیت کا رشتہ بنوت کے رشتہ سے مقدم ہے اس لئے کہ خاوند بیوی اجتماعی زندگی بسر کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان میں سے ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود کی تکمیل کرتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ اسی کا آدھا حصہ ہے اور وہ دونوں خاوند، بیوی کے رشتہ میں جب سے منسلک ہیں وہ والدین سے بالکل الگ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معیشت کے حقوق ان میں زیادہ اکٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شارع نے اخراجات کے بارے میں عورت کو اولین حق عطا کیا ہے یہاں تک کہ اگر خاوند کے پاس صرف دو روٹیاں ہیں تو ایک روٹی سے اپنی بھوک دور کرے اور دوسری روٹی بچوں کے حوالہ کرے نہ والدین کو دے نہ کسی دوسرے قرابت دار کو دے بلکہ بیوی کو دے۔

وصیت کا بیان

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ : اللہ پاک تمہیں وصیت کرتا ہے کہ تم میں سے جو شخص فوت ہو اس کی اولاد کو ورثہ کے مال سے اتنا حصہ اور والدین کو اتنا حصہ لیکن وصیت کے نفاذ کے بعد اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گا۔ ذہن نشین فرمائیں وصیت کو قرض کی ادائیگی سے پہلے بیان کیا ہے جب کہ قرض کی ادائیگی کو وصیت کے نفاذ سے مقدم کرنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقدم کیا اس لئے کہ وصیت تو وراثت کی طرح ہے اس میں معاوضہ نہیں ہے اس لئے وارثوں پر اس کا نفاذ گراں ہوتا ہے۔ (المراغی ۲/۱۹۸)

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا : تمہیں معلوم نہیں کہ تمہیں والدین یا اولاد میں سے کون زیادہ منفعت پہنچانے والے ہیں اس لئے تمہیں وراثت کے مال کی تقسیم میں دور جاہلیت کے راہ پر نہیں چلنا ہوگا کہ وہ قوی لوگوں کو وراثت کے مال سے نوازتے جن میں دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے کی قوت ہے عورتوں بچوں کو محروم کر دیتے اس لئے کہ وہ تو خود کمزور ہیں ان سے کیا فائدہ حاصل ہوگا لیکن اللہ پاک حکم دے رہے ہیں کہ تم نے اللہ کے حکم پر چلنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فوائد کو تم سے بہتر جانتا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ : اولاد اور والدین کے حقوق وراثت کو بیان کرنے کے بعد خاوند، بیوی کے آپس میں وراثت کے حقوق کو بیان کیا جا رہا ہے۔ خاوند کو بیویوں کے ترکہ سے آدھا مال ملے گا اگر بیویوں کی اولاد نہیں ہے برابر ہے کہ تم سے نہیں ہے یا تمہارے علاوہ دوسرے خاوند سے نہیں ہے خواہ اولاد مذکر ہے یا مؤنث خواہ ایک فرد ہے یا زیادہ خواہ بیوی کے بطن سے اس کی مجامعت کے سبب نہیں ہے۔ باقی ترکہ بیوی کی اولاد کو ملے گا اس کے والدین کو ملے گا جیسا کہ سابقہ آیت میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے ہاں یہ بھی شرط نہیں کہ بیوی کے ساتھ مجامعت ہوئی ہو بلکہ صرف نکاح ہونا ہی کافی ہے۔

فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ : اگر ان کی اولاد ہے تو تمہیں بیوی کے ترکہ سے چوتھا حصہ ملے گا باقی ماں، ذوی الفروض، عصبات یا ذوی الارحام کو ملے گا اگر کوئی وارث نہیں تو بیت المال میں داخل کر دیا جائے لیکن بیویوں کے ترکہ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم وصیت کے نفاذ اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ :بیویوں کو ترکہ سے چوتھا حصہ ملے گا اگر تمہاری اولاد نہیں پہلے بیان کردہ وضاحت کے مطابق اگر بیوی ایک ہے تو اکیلی کو چوتھا حصہ ملے گا اگر بیویاں دو یا دو سے زیادہ ہیں تو چوتھے حصہ میں مساوی شریک ہوں گی۔ جب کہ باقی مال قرابت داروں یا ذوی الارحام سے جو مستحق ہو گا اس کو ملے گا۔

فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ :اگر تمہاری اولاد ہے تو بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا باقی اولاد اور والدین میں تقسیم ہو گا لیکن وصیت کے نفاذ اور قرض کی ادائیگی کے بعد تقسیم ہو گا۔

کلالہ کا لغوی اور شرعی معنی

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً :کلالہ کا لغوی معنی احاطہ کرنا ہے۔ چنانچہ تاج کو عربی زبان میں "اکلیل" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے سر کو گھیرا ہوا ہے کلالہ سے مقصود وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ والد ہو بے شک اس کا بھائی، بہن ہیں جو اخیافی ہیں یعنی والدہ کے لحاظ سے ہیں ان کے احکام ﴿قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ آیت کی تفسیر میں ذکر ہوں گے۔

فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ :کلالہ میں اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ اور بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا لیکن اگر وہ زیادہ ہیں تو ان کو تیسرا حصہ ملے گا اور وہ سب مرد عورتیں برابر ہوں گے۔

مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ :وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد لیکن ان میں اپنے وارثوں کو ہرگز نقصان نہ پہنچایا جائے وصیت میں ضرر رسانی کی صورت یہ ہے کہ تیسرے حصہ سے زیادہ کی وصیت کرے ایسی وصیت نافذ نہیں ہو گی اس میں رشتہ داروں کو نقصان پہنچانا ہے جب کہ انہیں نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔

(المراغی ۲/ ۲۰۱)

علم وراثت کا بیان ہو رہا ہے ارشاد نبوی ہے "اصل علوم تین ہیں ان کے علاوہ سبھی علوم زائد ہیں :

اولاً : محکم آیات، ثانیاً : سنّت مطہرہ ہے جس میں ہرگز ضعف نہ ہو یا علم وراثت ہے جو عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۶۸۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اَللّٰہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اس کو بہشتوں میں داخل فرمائے گا ان میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

لغوی تحقیق: "اَلْحَدُّ" روک، مانع، دو ملکوں میں حد فاصل، جرائم کی مقررہ اور غیر متبدل سزا، اللہ کا حکم ضابطہ، تیزی "اَلْحِدَادُ" سیاہ ماتمی لباس "اَلْحَدَّادُ" لوہار "اَحَدَّ اِلَيْهِ النَّظْرَ" اس نے اس کو گھور کر دیکھا "حُدُوْدُ اللّٰهِ" اللہ کے ضابطے۔ (لسان القرآن ص ۴۲۳)

"خَلَدَ" ہمیشہ رہا، "خَلَدَ اِلَيْهِ" اس کی جانب مائل ہوا "خَوَالِدُ" چولہے کی وہ اینٹیں یا پتھر جو خیمہ چھوڑ جانے کے بعد باقی رہتے ہیں "اَلْخَلَدُ" دل جو زندگی بھر دھڑکتا رہتا ہے "اَلْخُلُوْدُ" بقا، طویل (لسان القرآن ۶۴۰)

تشریح: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ: سے مقصود احکام شریعت ہیں جن کی پیروی کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان پر عمل نہ کرنے سے روک دیا ہے اس سے ان احکام کی جانب اشارہ ہے جو شروع سورت سے یہاں تک بیان ہوئے ہیں

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: اللہ کی اطاعت سے مقصود وہ احکام ہیں جن کو اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کی وساطت سے بیان فرمایا ہے پس اللہ کے رسول کی اطاعت فی الحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۸۰)

چنانچہ اللہ پاک ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ جو وحی اللہ کے رسول کی جانب ہوگی وہ اللہ کا حکم ہے اس کی اطاعت ضروری ہے ظاہر ہے کہ انسان اپنی عقل اور علم کے باوجود ہرگز اللہ کی وحی سے مستغنی نہیں۔ اس لئے کہ صرف انسانی عقل کو کسی بھی دور میں امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا پس پیغمبروں کی اتباع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی سیرت کے مطابق رواں دواں رہنا ایسی بنیاد ہے جس کے علاوہ شریعت کا محل قائم نہیں رہ سکتا جن باغات کا ذکر آیت قرآنیہ میں ہے ان سے مقصود دنیوی نہروں کی طرح نہیں ہیں ہم ان کی کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ بہر حال جنت کی نہریں دنیوی نہروں سے بدرجہا وہ زیادہ باعث کشش خوبصورت ہوں گی۔

جنتیوں اور دوزخیوں کے لئے ہمیشگی کا حکم

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ: ایک نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ جنت والوں کی بارے میں خالدین جمع کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جب کہ دوزخ والوں کا ذکر کرتے ہوئے صیغہ واحد لایا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں اجتماعی طور پر رہنا انس و مودت کو اجاگر کرتا ہے جب کہ انعامات سے سبھی لوگ شاد کام ہوں گے لیکن دوزخی شخص دوزخ میں اکیلا ہوگا جب کوئی شخص تکلیف میں ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ بالکل تنہا ہو تو اس کو تکلیف کا شدید احساس ہوتا ہے۔ غالباً اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنے کے بعد ایک مسلمان شخص ہر گز پسند نہیں کرے گا کہ اسے دوزخ میں گرایا جائے جہاں تنہائی ہی بہت بڑا عذاب ہے۔ جب کہ جنّت کی زندگی میں ہر قسم کا عیش و آرام اجتماعی شکل میں ہے اور پھر اس کو دوام ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَدۡخِلۡنَا بِرَحۡمَتِكَ فِيۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ

وَالّٰتِيۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاۡتِيٰنِهَا مِنۡكُمۡ فَاٰذُوۡهُمَا ۚ فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں سے جو زنا کا ارتکاب کرلیتی ہیں تو ان پر اپنے سے چار گواہ پیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو اور اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند کرو یہاں تک کہ موت ان کی عمر کو پورا کرے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ متعین کرے۔ اور دو مرد جب تم میں سے زنا کا ارتکاب کریں تو ان کو اذیت پہنچاؤ اگر وہ توبہ کریں یا اصلاح کر لیں تو ان کو اذیت پہنچانے سے روگردانی کرو بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ بلاشبہ اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی کے ساتھ برے کام کرتے ہیں پھر وہ جلدی توبہ کر لیتے ہیں پس یہ لوگ اللہ ان پر رحمت کے ساتھ پھر آتا ہے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ (قبول) نہیں جو بد اعمالیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت حاضر ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو کفر پر فوت ہو جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

تناسب اور تشریح : قبل ازیں اللہ پاک نے عورتوں کے بارے میں وصیت کی ہے کہ ان کے ساتھ احسان کیا جائے نیز ان کے مال کی حفاظت کی جائے اگر بطیب نفس وہ کچھ مال دینا چاہیں تو آپ لے سکتے ہیں اس کے بعد ان عورتوں کے بارے میں تشدید وارد ہے جو بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہیں ان پر سختی کرنا درحقیقت ان پر احسان ہے ظاہر ہے کہ احسان کی ایک صورت ثواب کے ساتھ متعلق ہے جب کہ دوسری صورت احسان کی یہ ہے کہ ان کو زجر و توبیخ کے ساتھ معاصی سے بچایا جائے۔ جن کا نتیجہ ہلاکت اور تباہی ہے جب کہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے نیز افراط و تفریط سے بچاتا ہے ظاہر ہے کہ تمام نافرمانیوں سے قبیح ترین نافرمانی زنا کا ارتکاب ہے۔ جب کہ عورتوں کا فتنہ کثرت کے ساتھ موجود ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والے نقصانات نہایت خطرناک نتائج کے حامل ہیں۔ ولد الزنا کو وارث بنانے میں ان کا کردار نہایت بھونڈا ہے کہ ان بچوں کی نسبت ان کے اصلی باپ کی جانب نہیں ہوئی جن کے نطفہ سے ان کی پیدائش ہوئی ہے۔

آیت مبارکہ میں فاحشہ سے مقصود زنا ہے دراصل فاحشہ کا قبیح فعل پر اطلاق ہوتا ہے اور زنا کا فعل تو واقعی قبیح ہے اور "مِن نِسَآئِکُم" سے مقصود ایمان دار عورتیں ہیں تو ان کے جرم کے اثبات کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہے اور گواہ مرد ہوں، آزاد ہوں حدود میں عورتوں کی گواہی کو قبول نہیں کیا جا سکتا اس میں حکمت یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ عورتوں کو بے حیائی اور جرائم کے مواقع سے دور رکھا جائے ان کے بارے میں ہمیشہ اس خیال کو تقویت دی جائے کہ انہیں جرائم اور قباحتوں کا علم تک نہ ہو تاکہ ان کی سوچ میں بگاڑ رونما نہ ہو اور بے حیائی کے مرتکب افراد کے ساتھ ان کا ہرگز تعلق نہ ہو۔ آیت مبارکہ میں تمام مسلمان مخاطب ہیں اس لئے کہ اپنے معاملات میں وہ خود ذمہ دار ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے احتساب کے لئے ایسے حکام کا انتخاب کریں جن میں احکام نافذ کرنے کی قوت ہے بلکہ وہ حدود کا عملاً نفاذ کر سکتے ہیں انہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم مسلمانوں میں سے چار گواہ تلاش کرو اگر گواہی ثابت ہو جائے تو جن کے بارے میں گواہی مل چکی ہے انہیں جیل میں محبوس کرو۔ یہاں تک کہ وہ طبعی موت مر جائیں یا پھر ان پر شرعی حد نافذ کی جائے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا مجھ سے مسائل معلوم کرو، دوبار آپ نے اس کو دہرایا اور فرمایا اللہ نے ان کا راستہ بتادیا ہے وہ یہ ہے شادی شدہ مرد، عورت کو کوڑے اور رجم کی سزا دی جائے جب کہ غیر شادی شدہ جوڑے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ مزید برآں اس عام آیت کی تخصیص سورۂ نور کی اس آیت سے ہو رہی ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (النور: ۲)

"زناکا ارتکاب کرنے والی عورت اور مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔"

جمہور محدثین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے کوڑے نہ لگائے جائیں اس لئے کہ نبی ﷺ نے ماعز اور غامدیہ کو رجم کیا ہے انہیں حد نہیں لگائی گئی۔ (ابن کثیر ۱ ۴۶۷)

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا: زانی مرد اور عورت کو ارتکاب زنا کے جرم میں ڈانٹ پلائی جائے جب چار گواہ گواہی دیں۔ لیکن یہ سزا شروع اسلام میں تھی سورۂ نور کی آیت نے اس کی سزا مقرر کی ہے دونوں کو سو، سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ دو لڑکے لواطت کے مرتکب ہو جائیں تو انہیں ایذا دی جائے ان کے تائب ہونے پر ان سے درگزر کرو جب کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے ارشاد نبوی ہے کہ جب تم کسی شخص کو لواطت کا فعل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل، مفعول دونوں کو قتل کرو۔ علامہ ابن جوزی نے ان دونوں آیات کو سورۂ نور کی آیت ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ﴾ کے ساتھ منسوخ قرار دیا ہے۔

(نواسخ القرآن ص ۲۶۲، ۲۶۳)

گناہ سے توبہ کرنے کے فوائد

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ: جب کہ اللہ پاک نے بیان کیا ہے کہ جو گنہگار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ توبہ قبول کرنے والا ہے لیکن توبہ کرنے میں جلدی کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ گنہگار شخص اپنے گناہ پر اصرار کرتا چلا جائے اسی اثناء میں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ موت کا لقمہ بن جائے اور اسے توبہ کی توفیق میسر نہ آئے۔

توبہ کرنے والوں کی اقسام

۱) وہ لوگ جو سلیم الفطرت ہیں اچھے کاموں کے بجالانے کی ان میں استعداد ہے اس قسم کے لوگ جب ایک بار کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو گناہ کی بشاعت کے تصور سے انہیں عبرت حاصل ہوتی ہے۔ ندامت ان کے اعصاب پر چھا جاتی ہے نتیجتاً وہ ہر قسم کے گناہوں سے نفس امارہ کو لگام دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

۲) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن میں شہوت کا داعیہ مضبوط ہوتا ہے جب وہ نفس امارہ کے اکسانے پر کسی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ پاک کی جانب سے ان کے دلوں پر وہ آیات قرآنیہ حملہ آور ہوتی ہیں جن میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ نتیجتاً ان کا دباؤ غالب آجاتا ہے معصیت پر ابھارنے والی قوتیں مغلوب ہو جاتی ہیں اور وہ لوگ اس کے بعد خود کو گناہ میں ملبوث کرنے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

۳) تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کبائر گناہوں سے تو خود کو بچاتے ہیں جب کہ صغائر گناہ ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں تو وہ ہر لحہ محسوس کرتے ہیں کہ دو قوتیں آپس میں متحارب ہیں ایمان کی قوت انہیں صغائر سے روکنے کی تلقین کرتی رہتی ہے جب کہ نفس امارہ انہیں مزید کبائر کی جانب رواں دواں رہنے کی تلقین کرتا ہے لیکن ایمانی قوت غالب آتی ہے اور وہ نفس امارہ کی اطاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ : جن لوگوں نے جہالت کے باعث گناہ کئے گناہ کے ارتکاب کے فوراً بعد ندامت نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے جب کہ ان کے دلوں پر گناہوں کے اثرات پختہ نہیں ہیں اور برائیوں پر انہیں اصرار بھی نہیں ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا : چونکہ اللہ پاک کو اپنے بندوں کے حالات کا علم ہے وہ ان کی مصلحتوں کو بھی جانتا ہے ان کی کمزوریوں سے بھی واقف ہے اس لئے اللہ پاک ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ : ان لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد جن کی توبہ قبول ہو جاتی ہے ان لوگوں کا حال بتایا جا رہا ہے جو ان کے مخالف ہیں جن کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اللہ پاک کا قانون ہے جو لوگ برائی کے کاموں میں زندگی بھر انہماک رکھتے ہیں یہاں تک کہ موت ان کے سامنے آجاتی ہے تو اس وقت ان کا یہ قول کہ میں اب توبہ کرتا ہوں ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی اس لئے کہ اب بھی وہ صحیح معنی میں توبہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں بلکہ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

وَلاَ الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّار : نہ ان کی توبہ قبول ہے جو توبہ کرنے کے لئے موت کے وقت کا انتظار کر رہے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں جو موت کے آنے پر توبہ کرتے ہیں جب کہ توبہ کا وقت گزر چکا ہے اب تو انہیں اختیار نہیں ہے۔

اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا : ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے، ان دونوں فریقوں پر شہوت کا تسلط تھا وہ فطرت سلیمہ سے بالکل ہٹے ہوئے تھے بلکہ شریعت کی راہ نمائی سے کوسوں دور تھے۔ آخرت میں ہم انہیں دردناک عذاب کے حوالہ کریں گے ان کی برائیوں کا پورا پورا بدلہ انہیں دیا جائے گا جب کہ موت تک انہوں نے ان برائیوں کے نہ چھوڑنے کا عزم کر رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے دلوں کو بگاڑا اپنے مزاج کو دسیسہ کاریوں کی نذر کیا۔ چنانچہ ان کی غلط کاریوں نے انہیں دوزخ کے خوفناک نچلے طبقہ کے حوالہ کیا مقام کرامت اور خوشنودی کے محلات میں ان کی مہمان نوازی کی بجائے انہیں اللہ کی ناراضگی کے سبب ایسی خوفناک دہشت ناک ہمیشہ کی زندگی ملی جس کے سبب وہ ہمیشہ بے قرار رہیں گے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُھْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۲۰﴾ وَکَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْکُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کا ورثہ جبراً حاصل کرو (جب کہ وہ) ناراض ہوں اور تم ان کو نہ روکو تاکہ تم اس مال سے کچھ حاصل کرو جو تم نے انہیں دیا ہے البتہ (اس وقت) کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں اور بیویوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اچھے انداز کے ساتھ زندگی بسر کرو اگر تم انہیں ناپسند سمجھو گے تو ممکن ہے جس کو تم ناپسند سمجھو اور اللہ اس میں بہت زیادہ بہتری مہیا کر دے۔ اور اگر تم بیوی کو بدلنا چاہو دوسری کے ساتھ اور تم نے ان میں سے کسی کو خزانہ دے رکھا ہے تو تم اس مال سے کچھ حاصل نہ کرو کیا تم اس کو ظلم اور ظاہر زیادتی کے ساتھ لے رہے ہو؟ اور تم مال کیسے لے رہے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کی جانب پہنچے ہو اور بیویوں نے تم سے پختہ عہد لیا تھا۔

لغوی تحقیق : "لَا یَحِلُّ ، حَلَّ" کسی چیز کا حلال ہونا، کھول دینا "حَلَّ الدَّینُ" قرض کی ادائیگی کا وقت آن پہنچا۔ "اَحَلَّ" احرام سے نکلنا "اِنحَلَّ" گرہ کا کھل جانا "اِحتَلَّ بِالمَکَانِ" کسی جگہ اترنا "اِستَحَلَّ" حلال سمجھا "اَلحُلَّۃُ" کپڑوں کا جوڑا "اَلتَّحِلَّۃ" قسم کا کفارہ "اَلحَلِیلُ" خاوند "حَلِیلَۃٌ" بیوی جمع حلائل (لسان القرآن ص ۵۰۹)

فائدہ : "اَلاِفضَاءُ" اَفضیٰ کا مصدر ہے، مجامعت سے کنایہ ہے جبکہ لفظی معنی پہنچنا ہے اس لفظ میں اجتماعیت کے ادب کو ملحوظ رکھا گیا ہے ذوق کی بلندی مترشح ہو رہی ہے کہ جنسی تعلقات کو نمایاں انداز میں پیش کرنے سے بچاؤ اختیار کیا گیا ہے قرآن پاک کے اسلوب میں اس کی امثلہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

(اعراب القرآن ص ۴۷۴)

"اَلعَضلُ" تنگی، شدت "اَلدَّاءُ العُضَالُ" ناقابل علاج بیماری "اَلمَعرُوفُ" وہ کام جس سے طبیعت مانوس ہوتی ہو جب کہ شریعت، عرف اور مروت بھی اس کو قبول کرتی ہو۔ (المراغی ۲/۲۱۱)

شان نزول : قبل ازیں یتیموں کے مال وغیرہ کے بارے میں جاہلیت کی عادات کا تذکرہ اور ان کا رد کیا جا چکا ہے۔ اب بیویوں کے حقوق کے بارے میں روکا گیا ہے کہ تم نے ان کے بارے میں دور جاہلیت کا انداز اختیار نہیں کرنا ہوگا کہ تم بیویوں کے حقوق کو جاہلیت کے طور طریقہ کے مطابق ہضم کر جاؤ ان کو وراثت قرار دے کر جو چاہو کرو جب کہ بیویوں کو بالخصوص ان کا انداز پسند نہیں دور جاہلیت میں جو شخص فوت ہو جاتا اس کے قریبی رشتہ دار جس طرح اس کے مال کے وارث بن جاتے تھے اس کی بیوی کے بھی وارث بن جاتے تھے گویا کہ بیوی کی حیثیت مال کے برابر تھی اللہ پاک نے ان کے اس انداز کو ناجائز قرار دیتے ہوئے آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ بخاری، ابوداؤد میں وارد ہے دور جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے ورثاء اس کی بیوی کے وارث ہوتے اگر وارث چاہتا تو خود آپ اس کے ساتھ نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا تو کسی بھی شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دیتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی راہ میں کوئی مزاحم نہیں ہوتا تھا۔بلکہ عورت کو بھی کچھ اختیار نہیں تھا اگر چاہتا تو اس کو نکاح نہ کرنے دیتا تو اس رسم بد کو ختم کرنے کے لئے آیت مبارکہ نازل ہوئی۔اللہ پاک فرماتے ہیں ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کے حقوق کو پامال کرو۔دور جاہلی کے رسم ورواج کے مطابق ان کو مال اور غلام،لونڈی کی حیثیت میں سمجھو جس طرح تم چاہو تصرف کرو جب کہ وہ تمہارے کردار کو اچھا نہیں سمجھتی ہیں ان کو جبر واکراہ سے آزاد کرو ان کی منشاء کے خلاف ہرگز ان میں مداخلت نہ کرو۔

دور جاہلیت میں جس عورت کا حسن وجمال انہیں گرویدہ کرتا اس سے بلا اجازت نکاح کر لینے اور جس میں کوئی کشش نہ سمجھتے اس کا نکاح اپنی منشاء کے مطابق جس سے چاہتے کرا دیتے یا اگر چاہتے تو اس پر پابندی عائد کر دیتے کہ تو نے اس وقت تک نکاح نہیں کرنا ہے جب تک کہ فلاں وارث سے ملا ہوا وراثت کا مال ہمارے قبضہ میں نہ کرے۔

اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ: البتہ ایسی حالت میں انہیں روک سکتے ہو جب وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں جب وہ تمہاری نگرانی سے خود کو دور کریں اور ان کا رہنا سہنا شرعی حدود میں نہ ہو اور سمجھانے سے بھی وہ نہ سمجھیں بلکہ کھلم کھلا زناکاری کرتی پھریں یا چوری کرنے میں بیباک ہوں یا اس طرح کی دیگر معاشرتی برائیوں میں ملوث ہوں جن کو اسلامی معاشرہ میں نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے تو ان حالات میں تم ان پر قدغن عائد کر سکتے ہو۔ اور جو مال تم نے انہیں دیا ہے وہ ان سے واپس لے سکتے ہو خواہ حق مہر ہے یا اس کے علاوہ مال ہے اس مقام میں ایسی بے حیائی کا ذکر ہے جو کھلم کھلا ہے اس لئے کہ ایسی بے حیائی کے ارتکاب سے خاوند کو زبردست رسوائی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ہاں اگر برائی معمولی ہے یا صرف سوء ظن ہے بلکہ تہمت ہے تو معاشرہ میں ایسے انسان ہوتے ہیں جو معمولی کوتاہی کو عظیم گناہ گردانتے ہیں جب کہ آیت مبارکہ کی روشنی میں عورت پر پابندی تب عائد کی جاسکتی ہے۔جب وہ کھلے انداز میں بے حیائی کا اقدام کرتی ہے اور یہ صورت حال اس وقت رونما ہوتی ہے جب بیوی کو خاوند سے چاہت نہیں ہوتی اور اس کا دلی میلان کسی دوسرے شخص کی جانب ہوتا ہے تو ان حالات میں بیوی اپنے خاوند سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں اسے ایذاء پہنچاتی ہے تاکہ خاوند کے دل میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ مشتعل ہو جائے ان حالات میں وہ طلاق دے کر اس کی رخصتی کرا دے اس طرح اس عورت کو اس شخص سے وہ مال بھی مل جائے گا جو اسے طلاق دے رہا ہے۔مزید برآں وہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے پہلے خاوند کے مال سے برابر فائدہ اٹھاتی رہے گی اور عین ممکن ہے کہ وہ حسب عادت دوسرے خاوند کے ساتھ بھی وہی طرز عمل اپنائے جس کے اپنانے سے وہ پہلے خاوند سے ملنے والے مال سے عیش وعشرت کر رہی ہے۔اگر معاملہ خاوندوں کے ہاتھ میں ہوگا تو بیوی کو واضح ہو جائے گا کہ اگر خاوند کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اہانت کا پہلو اختیار کیا گیا تو خاوند اس کو ان کے حقوق سے دستبردار کر سکتے ہیں اس پر قدغن عائد کر سکتے ہیں تو اس خوف سے وہ خواہش کے ارتکاب سے باز رہیں گی اور کوئی بھی حیلہ ناجائز آمدنی کا اختیار نہیں کر سکیں گی۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ: تمہارے لئے از بس ضروری ہے کہ تم بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا کردار ادا کرو جس سے ان کا مزاج مانوس ہے اور شریعت اسلامی اور عرف بھی اس کو مناسب قرار دیتا ہو۔ مزید بر آں اخراجات میں تنگی کرنا گفتگو اور معاملات میں ایذا رسانی کا ارتکاب کرنا جائز نہیں بلکہ ملاقات میں خندہ پیشانی کا داعیہ جلوہ افروز ہو۔ چہرے پر یبوست کے آثار ہویدا نہ ہوں بلکہ پیشانی پر مسکراہٹ کی جلوہ گری ہو۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا: اگر طبعی طور پر ان میں اخلاقی کمزوری ہے یا ان میں کشش کا فقدان ہے جس میں ان کا کچھ قصور نہیں یا ان کی عملی زندگی میں کچھ کوتاہیاں ہیں جیسا کہ گھریلو کاموں کے سرانجام دینے میں وہ مشاق نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر اس قسم کے کوائف دیکھنے میں آتے ہیں تو تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے ان سے تعلقات کے انقطاع میں جلد بازی کرنا درست نہیں ہے۔ بعض اوقات انسان صلاحیتوں کے احساس سے بے خبر ہوتا ہے اس لئے مفارقت کے فیصلہ سے ان صلاحیتوں سے خود کو محرومی کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسلام تو چاہتا ہے کہ بیوی بچوں کے ساتھ حسن معاشرت کا پہلو ہمیشہ اجاگر رہے اگر کوئی بات ناخوشگوار بھی ہو جائے تو صبر کیا جائے معمولی کوتاہی سے دو خاندانوں میں بگاڑ پیدا کرنا معاشرہ کو مسرتوں سے محروم کرنا ہے عداوت کی فضاء کو مشتعل کرنا ہے جو انسانیت کے خلاف ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ: ہاں اگر بیویاں کھلم کھلا بے حیائی پر اتر آئیں اور شرم و حیا کی چادر کو تار تار کر دیا جائے۔ جب کہ بیوی کو اپنے عقد میں برقرار رکھنے سے خاوند کو معاشرہ میں ذلت کا سامنا کرنا پڑے اور اس کی حقارت ضرب المثل بن جائے تو ایسی صورت میں بیوی کی مفارقت کا فیصلہ کر لیا جائے اور اسے اس کا حق مہر دے کر فارغ کر دیا جائے۔ اگرچہ حق مہر کا مال خزانہ کیوں نہ ہو اس کے سپرد کرو اس سے کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھو۔

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا: دور جاہلیت میں معمول تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو اس پر زنا کی تہمت لگاتا، تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر خود کو حق مہر کے بدلے خرید کر آزاد کرا لے تو اس طرح تمہارا حق مہر کو ہڑپ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ جب کہ بیوی کا ہرگز کچھ گناہ نہیں ہے صرف تم اپنی خواہش کے پیش نظر ان کے ساتھ رہنے کو پسند نہیں کرتے ہو۔ تعجب انگیز معاملہ ہے تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم ان سے حق مہر واپس کرو جب کہ تم یک جان دو قالب تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاوند بیوی کے تعلقات کی نقشہ کشی

وَّاَخَذْنَ مِنكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا: ظاہر ہے کہ نکاح ایک پختہ عہد کا نام ہے کہ بیوی کو معروف انداز سے رکھنا اور معروف انداز سے چھوڑنا ہوگا۔ یقیناً نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جو آپس میں میاں بیوی کے درمیان باہم محبت وہمدردی کا ایسا شاندار پیمانہ ہے بلکہ فطرت سلیمہ کا ایسا شاہکار ہے جسے بہر صورت امتیازی شان حاصل ہے کہ بیوی کس قدر پختہ اعتماد کے ساتھ اپنے والدین، بھائیوں، بہنوں تمام خویش واقارب کے بچپن سے لے کر اس نقطہ تک اعتماد، محبت کو یک دم خیرباد کہہ کر ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی قیمتی زندگی کا رشتہ استوار کرتی ہے عام طور پر بعض اوقات میں اس سے پہلے اس کی اس کے ساتھ ہرگز آشنائی نہ تھی اب اس نئے شرعی عہد وپیمان کے بعد وہ خود کو اس کے حوالہ کر دیتی ہے۔ خوشی، غمی میں اس کی رفاقت کا حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتی ہے۔ اس کی خوشی غمی اب خاوند کے ساتھ مربوط ہے جب کہ خاوند بھی اسی جذبہ ایثار اور محبت کے ساتھ اس کی وفا، قربانی، خدمت گزاری کے ان مٹ نقوش کو اپنے دل ودماغ میں اولین حیثیت دے کر ایک ایسی محبت بھری، وفاشعاری، جاں نثاری کا ایسا منظر پیش کرتا ہے جس پر ان سے وابستہ عزیز واقارب رشک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں رشتہ زوجیت کا مقام قرابت داروں میں باہم رشتہ سے کہیں زیادہ پختہ ان مٹ اور والہانہ ہوتا ہے۔ بیوی پر اعتماد لہجہ میں دل ہی دل میں کہتی ہے کہ خاوند کے ساتھ میری وابستگی بے مثال نوعیت کی ہے اور اس کی رفاقت میں میری زندگی جنت نظر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

(سورۂ روم: ۲۱)

”نشانات الٰہیہ سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم سے ہی بیویوں کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں ان سے سکون حاصل ہو اور اس نے تمہارے درمیان محبت ورحمت اور جاں نثاری کا جذبہ اجاگر کیا ہے۔“

بیوی کا بے مثال اعتماد اس فطری شعور کا نتیجہ ہے جس کو عورت کے دل ودماغ میں ودیعت کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ بیوی ہونے کے بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ جس احساس کو اجاگر پاتی ہے اس انداز کا احساس ہرگز کسی بھی فرد کے ساتھ نہیں ہوتا ہے جن کے ساتھ خاندانی روابط کے سبب تعارف موجود ہے۔ وہ پر اعتماد لہجہ میں گنگناتی ہے کہ رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد وہ ایسی بیش بہا سعادت سے ہمکنار ہو چکی ہے کہ مستقبل کی زندگی میں شائد اس سے زیادہ بھرپور خوشی وراحت میسر نہ آسکے گی۔ معاشرہ میں ہرگز اس شخص کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ قیمت نہیں جو اس فطری معاہدہ کا قدر دان نہیں ہے بلکہ وہ شخص ننگ انسانیت ہے۔

آیت مبارکہ میں (قِنطَارٌ) خزانہ کا لفظ غمازی کر رہا ہے کہ حق مہر کا زیادہ ہونا ناجائز نہیں ہے۔ ایک واقعہ ملاحظہ کریں: عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر اعلان کیا کہ چار صد درہم سے زیادہ مہر جائز نہیں ہے اس پر قریش قبیلہ کی ایک عورت کھڑی ہوئی اس نے اعتراض کے اسلوب میں یہ جملہ دہرایا کہ اللہ پاک تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں ﴿وَّاٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا﴾ کہ تم نے اپنی بیوی کو حق مہر میں خزانہ یعنی زیادہ مال دیا۔ آپ کا ارشاد اس کے خلاف ہے عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے اولا اللہ سے عفو و مغفرت کی بھیک طلب کی پھر گویا ہوئے کہ تمام لوگ عمر سے زیادہ سمجھ دار ہیں اور وضاحت کی کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم نے چار صد درہم سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرنا ہے اب میں یہ کہتا ہوں آپ جس قدر بھی مہر میں مال دیتے ہیں درست ہے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ شریعت میں مہر کا تعین نہیں ہے ہر شخص اپنے حالات کے مطابق اسکا تعین کرے تاہم زیادہ حق مہر باندھنا درست نہیں آسانی کیخلاف ہے جبکہ دین اسلام میں آسانی کا خیال رکھا گیا ہے۔ بلکہ معاشرہ میں زیادہ حق مہر کے باندھنے نے نکاح میں رکاوٹ ڈال رکھی ہے اور نکاح میں ڈھیل کے سبب زنا کی بہتات ہو چکی ہے۔ العیاذ باللہ (المراغی ۲/۲۱۶)

بلکہ بیوی کے ساتھ اگر صحیح محبت نہیں تو یہ بھی زنا کا پیش خیمہ ہے اسی لئے آپ نے فرمایا وہ شخص بہتر ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہے آپ اپنی بیویوں کے ساتھ کھیل کود فرماتے نرمی، رواداری حسن معاشرت فرماتے اخراجات میں بخل نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ نے جس بیوی کے حجرہ میں رات گزارنا ہوتی تھی وہاں آپ کی تمام بیویاں پہنچ جاتی تھیں وہیں مل کر کھانا تناول ہوتا تھا۔ بعد ازاں بیویاں اپنے اپنے حجروں میں چلی جاتی تھیں جس بیوی کی باری ہوتی اس کے ساتھ آپ مضاجعت فرماتے۔ (ابن کثیر ۲/۷۰۳)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ
وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ
الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ
الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ
اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اور ان (عورتوں) سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا البتہ جو گزر چکا ہے (وہ معاف ہے) بے شک یہ بے حیائی اور ناراضگی کا (کام) ہے اور برا راستہ ہے۔ تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئی ہیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان عورتوں کی لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پاتی رہیں وہ تمہاری ان عورتوں (کے پیٹ) سے ہیں کہ جن کے ساتھ تم نے دخول کیا ہے پس اگر تم نے ان کے ساتھ دخول نہیں کیا تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں جو (بیٹے) تمہاری پشت سے ہیں (اور تم پر حرام کر دیا گیا ہے) کہ تم دو بہنیں ایک نکاح میں اکٹھا کرو۔ البتہ جو پہلے گزر چکا ہے وہ معاف ہے بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: "اُمَّھَات" کا واحد "اُمٌّ" مراد والدہ ہے۔ "اَلرَّبَائِبُ" کا واحد "رَبِیْبَۃٌ" بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی مراد ہے۔ "حَلَائِلُ" کا واحد "حَلِیْلَۃٌ" حقیقی بیٹے کی بیوی مراد ہے۔

تشریح: گذشتہ آیات مبارکہ میں ان احکام شرعیہ کا ذکر ہوا جن کا تعلق وراثت نکاح بیویوں کے ساتھ معاشرت اچھے انداز کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اب ان دو آیات میں اللہ پاک نے ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے ساتھ بلحاظ نسب کے نکاح حرام ہے۔ اس کے بعد ان عورتوں کا ذکر جن کے ساتھ رشتہ رضاعت کے سبب پھر ان عورتوں کا تذکرہ ہے جن کے ساتھ بوجہ سسرال کے رشتہ کے نکاح کرنا حرام ہے۔ آغاز میں باپ کی بیوی، دادی وغیر کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا تم نے ان عورتوں کے ساتھ ہرگز نکاح نہیں کرنا ہے جن کے ساتھ تمہارے والد نے نکاح کیا جب کہ دور جاہلیت میں بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ کے ساتھ اس کے فوت ہونے کے بعد نکاح کر لیتا تھا۔ جب وہ اس کی حقیقی والدہ نہ ہوتی البتہ دور جاہلیت میں جو نکاح ہوئے انہیں اللہ پاک نے معاف کر دیا ہے لیکن اسلام کے بعد اس نکاح کو ختم کرنا ہے نکاح کو برقرار رکھنا حرام ہے نہ صرف والد کی بیوی بلکہ دادا کی بیوی سے بیٹا اور پوتا نکاح نہ کریں اگرچہ والد اس کے ساتھ عملاً ہم بستر نہیں ہوا ہے۔ بعد ازاں ان محرمات کا ذکر فرمایا جو نسب کے لحاظ سے حرام ہیں۔ ان میں باپ کی منکوحہ عورتیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں خالہ، بھائی کی بیٹیاں، بھتیجیاں، بہن کی بیٹیاں بھانجیاں یہ سات رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں۔

ان کے بعد ان محرمات کا ذکر ہے جو بوجہ رضاعت کے حرام ہیں ان میں وہ عورتیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے ان کے ساتھ ساتھ رضاعی بہنیں حرام ہیں۔ خیال رہے جس بچے نے ایام رضاعت میں کسی عورت سے پانچ بار دودھ پیا ہے تو وہ عورت اس پر حرام ہے نیز اس عورت کی مائیں، بیٹیاں، بہنیں اسی طرح اس کے خاوند کی بیٹیاں اس کی بہنیں اس کی مائیں حرام ہیں اس لئے کہ جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں وہ رشتے رضاعت کے باعث بھی حرام ہیں اس کے بعد ان محرمات کا ذکر ہے جو سسرال سے ہیں۔ بیویوں کی مائیں خوشدامن حرام ہیں اگرچہ صرف نکاح ہی ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی اور بیوی کی بیٹیاں جو پہلے خاوند سے ہیں ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں لیکن اگر اس نے ابھی نکاح ہی کیا ہے اور رخصتی نہیں ہوئی تو پھر اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشتہ مصاہرت کے لحاظ سے حرام رشتوں کا تذکرہ

رشتہ مصاہرت کے لحاظ سے بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہے رخصتی عمل میں آئی ہے یا نہیں لیکن بیٹے سے مقصود وہ بیٹا نہیں جسے منہ بولا بیٹا قرار دیا ہے بلکہ حقیقی بیٹا مقصود ہے البتہ رضاعی بیٹے کی بیوی حقیقی بیٹے کی بیوی کے برابر ہے۔ جبکہ دودھ جو اس کی غذا ہے وہ سبب ہے تو رضاعی بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح ہے اور سسرال کے رشتہ کے لحاظ سے بیوی کی بہن حرام ہے البتہ جس شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح کرے جب تک کہ پہلی بیوی موجود ہے البتہ اس کے فوت ہونے یا اس کو طلاق دینے کے بعد مزید عدت گزارنے کے بعد اس کی بہن سے نکاح درست ہے۔

(ایسر التفاسیر ۱/۳۸۳)

آخر میں ایک ضابطہ ملحوظِ خاطر رہے ایسی دو لڑکیوں کو نکاح میں اکٹھا نہ کیا جائے جن میں قرابت کا رشتہ ہے اگر ان میں سے ایک کو لڑکا فرض کیا جائے دوسری کو لڑکی فرض کیا جائے تو انکا نکاح صحیح نہ ہو۔ اسی طرح بیوی کی پھوپھی یا اس کی خالہ سے نکاح کرنا درست نہیں دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں صحیح حدیث میں وارد ہے اسی طرح آپ نے ضابطہ قائم فرمایا ہے جو رشتے نسب کے سبب حرام ہیں وہ رضاعت کے سبب بھی حرام ہیں۔

(بخاری ص ۱۱۱۰، طبع دار السلام ریاض)

چنانچہ دودھ پلانے والی عورت رضاعی ماں ہے اس کا خاوند رضاعی باپ ہے اس کی بیٹیاں بہنیں ہیں چنانچہ نبی ﷺ کو جب پیشکش کی گئی کہ آپ اپنے چچا حمزہ کی بیٹی کے ساتھ رشتہ زوجیت قائم فرمائیں آپ نے فرمایا وہ میرے لئے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے اور جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ (بخاری باب رقم ۲۸، ص ۱۱۱۰)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا : دور جاہلیت میں جو کچھ ہو چکا ہے وہ تمہیں معاف ہے اب اسلام کے بعد تم نے اسلام کے اصولوں کے مطابق رواں دواں رہنا ہے۔ (المراغی ۲/۲۲۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج
وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ
لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْ
بَعْضٍ ج فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذٰلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ :اور (حرام کردی گئی ہیں) وہ عورتیں جن کے خاوند موجود ہیں البتہ لونڈیاں مستثنیٰ ہیں اللہ نے تم پر لازم کردیا ہے ان تمام ذکر کردہ محرمات کے علاوہ کو تمہارے لئے حلال قرار دیا گیا ہے کہ تم اپنے مال کے ساتھ ان سے نکاح کرو تم پاک دامنی اختیار کرنے والے ہو، شہوت رانی کرنے والے نہیں ہو پس ان عورتوں میں جن کے ساتھ تم لذت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کو ان کا مقرر کردہ حق مہر ادا کرو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم حق مہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضامندی اختیار کرو بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔
تم میں سے جو شخص استطاعت مالی نہیں رکھتا کہ وہ آزاد ایمان دار عورتوں سے نکاح کرے تو وہ نوجوان لونڈیوں سے نکاح کرے جو مسلمان ہیں اور اللہ کو تمہارے ایمان کا علم ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم ایک دوسرے سے ہو توان لونڈیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ نکاح کرو اورانہیں ان کا حق مہر اچھے انداز سے ادا کرو جب کہ وہ پاک دامن ہیں زنا کرانے والیاں نہیں ہیں اور نہ پوشیدہ دوست بنانے والیاں ہیں جب وہ نکاح کے بندھن میں آجائیں پھر اگروہ زناکار تکاب کریں توان پر آزاد عورتوں سے آدھی سزا ہے یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (کسی وجہ سے) تم میں سے گناہ سے خائف ہے اور تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

لغوی تحقیق: "اَلْمُحْصَنَاتُ" مادہ "حِصْنٌ" ہے جس کا معنی قلعہ ہے وہ محفوظ ہوتا ہے جبکہ "مُحْصَنٰت" سے مقصود پاک دامن عورتیں ہیں عربی زبان میں کہا جاتا ہے "اَحْصَنَتِ الْمَرْءَۃُ" جب وہ نکاح کے بندھن میں آجائے تو وہ اپنے خاوند کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اس سے مقصود آزاد عورتیں بھی ہیں "مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُم" سے مقصود وہ عورتیں جو جنگ کے نتیجہ میں قیدی بن گئیں جب کہ ان کے خاوند دارالحرب میں کافر ہیں قیدی ہونے کے بعد ان کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ وضع حمل کے بعد پاک ہونے پر ان سے وہ شخص ہم بستر ہو سکتا ہے جس کے حصہ میں وہ آتی ہے "اَلْمُسَافِحُ" زانی مراد ہے۔ "اُجُوْرٌ" کا واحد "اَجْرٌ" ہے مراد حق مہر ہے۔ "اَلطَّوْلُ" غنا زائد مال، پسندیدہ چیز کے حصول کی رغبت۔ "اَلْفَتَیَاتُ" واحد "اَلْفَتَاۃُ" لونڈیاں مراد ہیں ۔ "اَخْدَان" جمع ہے اس کا واحد "خِدِن" مقصود زانی ہے جو درپردہ کسی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے وہ اس کا خاص دوست ہے رازدار ہے۔ "اَلْفَاحِشَۃُ" زنا "اَلْعَذَابُ" اس کی حد سو کوڑے (نصف) پچاس کوڑے ہیں۔

(المراغی ۵/۴)

تشریح: شادہ شدہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جب وہ اپنے خاوند کے نکاح میں ہیں تو وہ ہرگز کسی دوسرے شخص کے لئے حلال نہیں ہیں۔ البتہ وہ عورتیں جو قیدی بن کر آئی ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں اگرچہ دارالکفر میں وہ شادی شدہ تھیں اس لئے کہ قیدی ہونے کے بعد کفر میں پہلا نکاح کیا گیا ختم ہو جاتا ہے جب کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔

شان نزول: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنگ اوطاس میں ہمیں غنیمت میں ایسی عورتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستیاب ہوئیں جو شادی شدہ تھیں ہم نے ان سے ہم بستر ہونا مناسب نہ سمجھا اس لئے کہ وہ شادی شدہ تھیں ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اس کے نازل ہونے پر ہم نے ان کی شرم گاہوں کو حلال گردانا۔ (مشکوٰۃ مع تحقیق البانی ۲ / ۹۴۷)

ایسی عورتوں کے بارے میں فرزدق کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

وَذَاتِ حَلِیلٍ اَنکَحَتۡهَا رِمَاحُنَا   حَلَالٌ لِمَن یَبنِی بِهَالَم تُطَلَّقِ

(وہ عورتیں جو شادی شدہ تھیں ہمارے نیزوں نے ان کے ساتھ نکاح کرادیا وہ ہمارے لئے حلال ہو گئیں جب ہم نے انہیں اپنے قبضہ میں کر لیا اگرچہ انہیں طلاق نہیں دی گئی)

ایک استدلال

اس واقعہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جس لونڈی کو فروخت کر دیا جائے اس کا فروخت کرنا اس کے خاوند کی جانب سے طلاق ہوتی ہے اس مسئلہ میں واضح دلیل بریرہ لونڈی کا مشہور واقعہ ہے جو اس کے خاوند مغیث کے ساتھ اس کو پیش آیا بریرہ اور مغیث کا واقعہ بخاری، مسلم میں مذکور ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا جب کہ بریرہ اور مغیث کا نکاح آزاد ہونے کے سبب ختم نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو اختیار دیا کہ تم مغیث کے ہاں رہنا چاہو یا نکاح فسخ کرنا چاہو تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ اس نے فسخِ نکاح کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے علیحدگی اختیار کی۔ (اضواء البیان ۱ / ۳۸۳، ۳۸۲، مشکوٰۃ البانی ۲ / ۹۵۵)

اس دلیل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہے کہ جو لونڈی آپ کے حصہ میں آئی ہے اس سے وطی کرنا درست ہے اگرچہ وہ پہلے بت پرست تھی یا مجوسیہ تھی ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں عرب کے کفار بتوں کے پجاری تھے لیکن آپ نے اس کے باوجود ان سے وطی کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ ارشاد نبوی ہے کسی حاملہ لونڈی سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک حمل وضع نہیں ہو جاتا اور عام بالغہ لونڈی سے ایک حیض کے بعد وطی درست ہے ان کے مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے۔ علامہ ابن القیم نے بھی زاد المعاد میں اسی طرح وضاحت فرمائی ہے۔ (اضواء البیان ۱ / ۳۸۸)

وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ: چنانچہ مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتوں سے نکاح صحیح ہے انہیں حق مہر پیش کر و لونڈیوں کو قیمت سے خرید کر اپنے قبضہ میں لاؤ حرام کاری سے بچو۔ ظاہر ہے کہ فطرت مرد کو عورت کے ساتھ مباشرت کی جانب رغبت دلاتی ہے اسی طرح عورت کو مرد کی جانب دھکیلتی ہے لیکن شرعی طور پر نکاح کر و حق مہر ادا کر و مادۂ منویہ کے گرانے میں محرمات سے دور ہو۔ مادۂ منویہ کے اشتعال کے سبب تقریباً تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت اس کی لپیٹ میں مدہوش ہے اگرچہ یورپ میں نکاح بہت کم ہے زناکاری کی کثرت ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ : جن عورتوں سے تمہیں نکاح کی اجازت عطا ہو چکی ہے تم ان سے نکاح کرو ان کا حق مہر ان کے حوالہ کرو بلکہ خلوت صحیحہ میں پہلے مہر ادا کرو اگر تم دونوں باہم رضامندی سے حق مہر میں کچھ کمی یا مکمل ختم کرنے پر اتفاق کر لو تو کچھ گناہ نہیں ہے جب کہ ازدواجی تعلقات میں محبت، سکون، وفاشعاری کا جذبہ کارفرما ہے۔

نکاح متعہ کی وضاحت

ایک شخص کسی عورت کے ساتھ کچھ مدت تک کے لئے نکاح کرتا ہے اسلام کے آغاز میں اس کا جواز تھا اور آپ ﷺ نے بعض غزوات میں بھی اس کی اجازت فرمائی اس لئے کہ بیویاں ان سے دور تھیں بعد ازاں اس کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا بلکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں منبر نبوی پر تشریف فرما ہو کر اس کی حرمت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اعلان فرمایا۔ (الراعی ۵ / ۸)

بعض لوگوں نے اس آیت سے نکاح متعہ کو ثابت کیا ہے جب کہ ﴿اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ کا جملہ قرآن پاک میں نہیں ہے جس سے متعہ کا جواز ظاہر ہوتا ہے اگر اس کو تفسیری جملہ کہا جائے تو بھی درست نہیں اس لئے کہ یہ نص صریح کے معارض ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے "سبرہ بن معبد جھنی فتح مکہ کے غزوہ میں آپ ﷺ کی رفاقت میں تھے آپ نے اعلان فرمایا اے لوگو! اگر میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کی اجازت دی ہے تو اب اللہ پاک نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے اور انہیں تم نے جو معاوضہ دیا ہے اس کو طلب نہ کرو صرف بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ حلال ہے اس کے علاوہ تمام شرمگاہیں حرام ہیں۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح ص ۱۴۳)

ارشاد الٰہی ہے : ﴿فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (المعارج : ۳۱)

"پس جو شخص ان کے سوا کا طلب گار ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو (حدود الٰہیہ سے) تجاوز کرنے والے ہیں۔"

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا : جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی استطاعت نہیں وہ ایماندار لونڈی سے نکاح کرے تم سب ایماندار بھائی بھائی ہو۔ برابر ہو تم ہرگز لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کو عار نہ سمجھو بلکہ لونڈیوں کو قرآن پاک کی زبان میں "فتیات" کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا اس لفظ میں ان کی عظمت شان کا پہلو نمایاں ہے بلکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کو غلام، لونڈی کے لفظ کے ساتھ نہ پکاریں بلکہ غلام کو "فَتیٰ" جوان اور لونڈی کو "فَتَاةٌ" خاتون کہیں۔

بخاری شریف میں ایک حدیث مروی ہے جس میں انہیں ان الفاظ کے ساتھ پکارنے سے روکا گیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے کہ نکاح میں حق مہر کا کچھ تعین نہیں لوہے کی انگوٹھی بھی مہر میں دی جاسکتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح ص ۱۱۱۵)

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ :لونڈیوں کے ساتھ نکاح کے بعد ان کا حق مہر انہیں ادا کرو یعنی مہر مثل ہو ادائیگی اچھے انداز سے ہو اس لئے کہ وہ نکاح کے بندھن میں منسلک ہیں وہ زنا کاری کے پیشہ میں تو ملوث نہیں ہیں انہوں نے درپردہ اپنے دوست تو نہیں بنا رکھے ہیں وہ توپاکبازی کی زندگی بسر کررہی ہیں۔

دور جاہلیت میں زنا کی اقسام

زنا دو قسم کا مروج تھا پوشیدہ زنا یہ تھا کہ عورت کا خاص چاہنے والا دوست ہوتا تھا جو درپردہ اس کے ساتھ مباشرت کرتا اس کی محبوبہ ہر عام خاص کے ساتھ رابطہ نہیں رکھتی تھی۔ دوسری قسم کھلم کھلا زنا تھا۔ چنانچہ اس قماش کی عورتوں نے اپنے گھروں پر علامتی جھنڈے لگا رکھے تھے جن سے انہیں پہچانا جاتا تھا اس کے ساتھ وہاں شراب خانہ بھی ہوتا تھا۔ مزید برآں رقص وسرود کی محفلیں بھی جمتی تھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح میں اگر پاک دامنی اور زنا سے پرہیز ملحوظ خاطر ہے تو لونڈیوں کے بارے میں بھی یہی شرط کار فرما ہے کہ وہ نہ صرف بیرونِ خانہ بلکہ اندرون خانہ بھی اس قبیح اور بے حیائی کے وصف سے دور رہیں اگر مردوں کے لئے (محصنین)کا وصف مذکور ہے تو عورتوں کے لئے **مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ** کے جملے وارد ہیں بلکہ اعلان کردیا کہ تم لونڈیوں کو زنا کاری پر مجبور نہ کرو جب وہ خود پاکدامنی کی خواہش مند ہیں تمہارا مقصود تو صرف دنیوی مال ومتاع حاصل کرنا ہے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ :اگر لونڈیاں شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کی مرتکب ہوں توان کی سزا آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی ہے۔ پس لونڈی کو زنا کے جرم میں پچاس کوڑے لگائے جائیں لیکن آزاد مرد، عورت شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں رجم کیا جائے جب کہ گواہی مل جائے یا اقرار ہو یا عورت حاملہ ہو جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت کو ان کے اقرار کے بعد رجم کرنے کا حکم دیا لیکن عورت کو وضع حمل اور بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد رجم کیا گیا۔ (مسلم ابوداؤد، مشکوٰۃ البانی ۲ / ۹۸۷)

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ :تمہیں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی اجازت اس وقت دی گئی ہے۔ جب تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے معذور ہو یعنی استطاعت نہیں ہے۔ اس لئے کہ فطرت کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی جب طاقت نہیں اور پاکدامنی کو قائم رکھنا مشکل ہے۔ تو ایسی حالت میں تم کہیں اعصابی مریض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ بن جاؤ اس لئے تمہیں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا رشتہ استوار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ: لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے باز رہنا اور صبر کرنا بہتر ہے کہ تم ان کے ساتھ نکاح کے بندھن میں منسلک ہو جاؤ اس لئے کہ صبر میں قوت ارادی مضبوط ہوگی اور پاکدامنی کا ملکہ مزید استوار ہوگا اور خواہش نفس پر عقل کا غلبہ ہوگا جب کہ نکاح کی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ جہاں غلام ہونے کی جانب منسوب ہوگا وہاں اس کے اخلاق میں بگاڑ رونما ہوگا اور ماں کی نسبت کے لحاظ سے اس کے ورثہ میں ذلت آئے گی اس لئے کہ لونڈیاں تو معاشرہ میں ذلیل ہی شمار ہوتی تھیں بلکہ حیوان سمجھی جاتی تھیں۔

رشتہ زوجیت میں حکمت کیا ہے

ذہن نشین کریں کہ زوجیت ایسی حقیقت ہے جو خاوند، بیوی سے وجود پذیر ہوتی ہے دونوں کا کردار ایک ہے شکل وصورت کے لحاظ سے دو کردار ہیں۔ لیکن احساس شعور، وجدان، محبت، رحمت کے لحاظ سے ایک ہی کردار کے دو مہرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں دونوں پر (زوج) کا اطلاق ہوتا ہے یعنی وہ دونوں ایک ہیں ؎

پریتم ہم تم ایک ہیں دیکھن میں ہیں دو
من کو من سے تو لیئے دو من کبھی نہ ہو

فارسی کا ایک شاعر یوں گویا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ط
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ
يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ
عَنْكُمْ ج وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اللہ تمہارے لئے وضاحت کرنا چاہتا ہے اور تمہیں ان لوگوں کے راستوں کی راہنمائی کرنا چاہتا ہے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر رحم کرنا چاہتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور اللہ تم پر رحم کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور وہ لوگ جو شہوت کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بہت زیادہ ٹیڑھے ہو جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور انسان تو ضعیف پیدا کیا گیا ہے

تشریح: سابقہ اوراق میں نکاح کے مسائل کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے اب ان کے اسباب اور احکام کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کا عام طور پر اسلوب ہے کہ احکام کے بعد ان کے اسباب کو اطمینان قلب کے لئے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اسباب کی روشنی میں احکام پر عمل کرنے میں تغافل اور سستی مزاحم نہ ہو بلکہ اطمینانِ قلب اور محبت کے عالم میں عمل پیرا ہو کر دنیوی و اخروی سعادتوں سے دامن کو بھر لیا جائے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ: ان آیات میں ایک سوال کا جواب ہے جو لوگ ان احکام کے مخاطب ہیں ان کے دلوں میں یہ سوال گردش کرتا ہے کہ ان احکام پر عمل کرنے سے لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا اور کیا ہم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان کو بھی ان احکام کا مکلّف گردانا گیا تھا اور کیا ان اعمال پر عمل کرنا ہمارے لئے دشوار ہے یا آسان ہے اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں ان احکام پر عمل کرنے میں تمہارا تزکیہ نفس ہوگا۔ اور تمہارے اخلاق میں بالیدگی رونما ہوگی جس کے نتیجہ میں تم مستقبل میں خلاف شرع کاموں سے خود کو دور رکھو گے بلکہ تمہاری زبان پر ہرگز ایسا کلمہ نہیں آئے گا جو منشاء الٰہی کے مخالف ہو اور عملی زندگی بھی اسوۂ رسول کے مطابق بسر ہوگی۔

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ: اللہ پاک کا تمہارے بارے میں ارادہ ہے کہ تم ان احکام پر عمل کرتے ہوئے ان مضرت رساں نکاحوں سے تائب ہو جاؤ۔ جو فطرت سلیمہ کے خلاف ہیں کہ تم اپنے والد کے فوت ہونے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ مزید برآں تم قطع رحمی کے مرتکب ہوتے تھے اور ازدواجی تعلقات میں تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسب کے روابط کے تقاضوں کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ : اللہ پاک کا علم تمام کائنات پر حاوی ہے اس نے اپنے علم کے مطابق ایسے امور کو شریعت میں داخل کیا ہے جن میں مصلحت پنہاں تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے وصف حکمت کے باعث ایسے امور کا مکلف نہیں بنایا جن پر عمل پیرا ہونا دشوار تھا اس کی حکمت کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ گناہ گاروں کی توبہ قبول کرتا ہے اور عفوودرگزر سے ان کو اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے بلکہ اللہ پاک کی مشیت متقاضی ہوتی ہے کہ تمہیں گناہوں کی میل کچیل سے پاک کرے اور تزکیہ نفس کی نعمت سے تمہیں شادکام کرے اور جو لوگ شہوات نفسانیہ کی تابعداری کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی شہوت کے پیروکار بن جاؤ، زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے، شہوت رانی کی لذتوں سے شادکام ہونا البتہ وہ لوگ جو اوامر الٰہیہ کے مطابق گامزن رہتے ہیں وہ شہوات کی پیروی سے دور رہتے ہیں ان کی زندگی کا مقصد شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے

يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ : اللہ پاک کا تمہارے بارے میں ارادہ ہے کہ تمہیں مشقت سے تحفظ عطا کرے اسی لئے اس نے ضرورت کے پیش نظر لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دی ہے نیز احکام دینیہ میں تمہیں تکلیف مالایطاق سے بچاؤ عطا کیا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں شریعت اسلامیہ کو آسان شریعت کا لقب عطا کیا ہے

انسان خلقت کے لحاظ سے ضعیف ہے

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا : حقیقت یہ ہے کہ انسان کی سرشت میں داخل ہے کہ شہوت نفسانی اسے عورتوں کا گرویدہ بناتی ہے کہ بعض اوقات انسان خود کو مقابلہ میں لانے سے عاجز و درماندہ سمجھتا ہے اور ان سے روگردانی کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہوتی اسی لئے اللہ پاک نے اپنے بندوں کو اپنے خاص رحم وکرم سے نوازا ان پر صرف ان عورتوں سے استمتاع کو ناجائز قرار دیا جن سے استمتاع میں زبردست نقصانات کا اندیشہ تھا اس کے باوجود شہوات نفسانی سے بھرپور نوجوان عورتوں کو زنا کی جانب مائل کرنے میں جو مال و دولت کے خرچ کرنے میں ہرگز کچھ کمی نہیں کرتے بلکہ دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی پر زبردست پابندی عائد کرتا ہے کہ تم نے اپنی عصمت کے آبگینہ کو ہرگز کسی دوسرے انسان سے زخمی نہیں کرانا ہوگا جب کہ وہ خود اس جنون میں رات دن بسر کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح فلاں عورت کے ساتھ مجھے داد و دہش کا سنہری موقعہ دستیاب ہو جائے یہ شخص کتنا احمق ہے جس طرح یہ کسی دوسرے شخص کی بیوی سے شہوت رانی کے وسائل بروئے کار لانے میں دیوانہ ہو چکا ہے کیا اس طرح اس جیسا کوئی دوسرا شخص اس کی بیوی کی عصمت کو داغدار کرنے کے لئے کوئی حیلہ فروگزاشت کرے گا۔ ہرگز نہیں ایک حدیث میں وارد ہے اگر تم پاکدامنی اختیار کرو گے تو تمہاری بیویاں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکدامن رہیں گی اور تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو تمہاری اولاد بھی تم سے مروت، ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ پیش آئے گی۔ (المنار ۲/، ابن کثیر ۱/ ۴۷۲)

علامہ ابن کثیر نے انسان کے ضعیف ہونے کو عورتوں کے ساتھ خاص کیا ہے ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ سمجھ دار دانا شخص کی عقل و فراست کو غت ربود کرنے میں جس قدر عورت کا کردار کامیاب ہے اس قدر کسی اور شخصیت کا دباؤ کامیاب نہیں ہے۔ (صحیح البخاری ۱/ ۶۵)

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے مال کو آپس میں ناجائز نہ کھاؤ البتہ (کھاؤ) جب آپس میں رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو شخص زیادتی اور ظلم کے ساتھ اس طرح کرے تو ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اگر کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دیں گے اور ہم تم کو عزت والی جگہ میں داخلہ دیں گے۔

لغوی تحقیق: "بَاطِل" جھوٹ، مادہ "بَطل" ہے۔ بہادر انسان۔ ہیرو، جمع "اَبطَال" (لسان القرآن ص ۱۹۳)

"تجارت" لین دین سوداگری، کاروبار، رأس المال میں اس طرح کا تصرف جس سے نفع حاصل ہو

"اَلْمُتَرَجَۃُ" منڈی، کاروبار (لسان القرآن ص ۲۶۱)

تناسب: اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب یتیم بچے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اور ان میں رشد کا داعیہ جلوہ گر ہو جائے تو ان کا مال انہیں سپرد کر دو لیکن بے وقوف لوگوں کو مال نہ دو اس کے بعد بیان ہوا کہ بیویوں کو ان کا حق مہر ادا کرو تمہارے لئے ہرگز درست نہیں کہ تم حق مہر کے مال میں کمی بیشی کرو اس کے بعد ایک عام قاعدہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگاہ کرنا مقصود ہے کہ تم نے مالیات کے نظام کو شرعی قواعد کے مطابق چلانا ہے۔ اولاً تم نے کسی شخص سے مال کسی چیز کے معاوضہ میں لینا ہو گا اس کے ساتھ اس کی رضامندی کے بعد مال کو اپنے قبضہ میں کرنا ہے اسی طرح مال کو کسی منفعت کے حصول میں صرف کرنا ہے مالیات کے نظام میں دھوکہ بازی، کھوٹ سود وغیرہ حاصل کرنا جائز نہیں شرعاً جو کام حرام ہیں ان میں مال کو ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلا سبب مال خرچ کرنا درست نہیں اسراف سے بھی پرہیز ضروری ہے اللہ پاک نے ناجائز طور پر مال کے کھانے سے منع کیا ہے اس لئے کہ عام طور پر مال کا مصرف خورد و نوش ہے جب کہ جس قسم کا بھی تم نے مال حاصل کیا وہ ناجائز ذرائع سے پاک ہو پھر مال کی اضافت تمام ایمان داروں کی جانب ہے۔ اس سے مقصود تمام امت مسلمہ کو متنبہ کرنا ہے کہ حقوق اور مصالح میں تم سب ذمہ دار ہو ایک شخص کا دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر اپنے قبضے میں کرنا گویا سبھی کے مال پر قبضہ کرنا ہے جب ایک شخص مال کو ناجائز طور پر اپنے لئے جائز قرار دیتا ہے تو اس طرح اس نے اپنے علاوہ دوسرے شخص کو اجازت دی ہے کہ وہ اسی طرح ناجائز طریق سے اس کا مال ہڑپ کر جائے ظاہر ہے کہ اسلامی زندگی میں قصاص کا نظام نافذ ہے۔ مزید اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ مالدار شخص محتاج انسان پر حسب ضرورت مال صرف کرے بخل سے دور رہے اس حالت میں گویا کہ اس نے اس کو اس کا ہی مال دیا ہے جو اس کے ذمہ تھا یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مالیات کے نظام میں عادلانہ قواعد منضبط فرمائے ہیں۔ ایک انسان کا مال صرف اس کا ہی مال نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ کا مال ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ وہ مال کی حفاظت کرے بلکہ مال پر عائد ہونے والے حقوق کا بھی تحفظ کرے۔ مصلحت عامہ کے تقاضوں کو پورا کرے جس شخص کے پاس مال حوائج سے کم ہے اس کی پریشانی کو دور کرے ضرورت مند، مساکین، فقراء کا خیال رکھے نہ صرف یہ کہ وہ خود ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنے خزانے کا منہ کھول دے بلکہ معاشرہ میں اہلِ خیر صاحب ثروتِ لوگوں کو صدقات، خیرات کرنے کی رغبت دلائے اگر اس انداز سے مالیاتی نظام کو چلانے کی بھر پور کوشش کی جائے۔ تو یقیناً اسلامی معاشرہ میں ایسا شخص ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا جو رات کو بھوکا سویا یا ضرورت کے مطابق کسی شخص کو لباس مہیا نہ ہوا۔ اسلامی ریاست میں جہاں مسلمانوں کے بنیادی حقوق کو مہیا کرنا اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے ضروری ہے وہاں غیر مسلم افراد جو محتاج ہیں اور ان کی حالت اضطراری ہے ان کا بھی خورد و نوش اور لباس کے معاملہ میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ لیکن ہرگز جائز نہیں کہ ضرورت مند افراد اپنی ضرورت کے مطابق مخیرّ احباب کی اجازت کے بغیر ان کے مال سے حاصل کریں۔ اس طرح تو معاشرہ میں فوضویت کی فضا رونما ہو جائے گی۔ سستی، کاہلی، بیکار رہنے کا داعیہ ابھر آئے گا اس کے نتیجہ میں عملی زندگی میں انحطاط رونما ہو گا اخلاق و آداب میں بگاڑ جنم لے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ :البتہ تجارت کے کاروبار سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ جائز ہے جب کہ فریقین کی رضامندی سے کاروبار اسلامی بنیادوں پر استوار ہو جھوٹ، دھوکہ، آمیزش سے کاروبار پاک صاف ہو۔ اگرچہ دنیا کے تمام معاملات ان میں تجارت بھی داخل ہے سب فانی ہیں ان کے لئے بقا نہیں ہے عقلمند انسان کے لئے زیبا نہیں کہ وہ آخرت کی تیاری کی بجائے دنیوی کاروبار میں مصروف ہو جائے جب کہ آخرت کو بقا حاصل ہے اور وہ بہتر بھی ہے۔ غالباً اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ ہے کہ بیشتر تجارتی کاروبار میں جھوٹ کے ذریعہ فائدہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ کسی چیز کی قیمت کا تعین بالکل انصاف کے ترازو کے ساتھ ہو ممکن نہیں اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک چیز کو خریدتا ہے وہ جانتا ہے اگر وہ اس چیز کو فلاں جگہ سے خرید کرتا تو اس سے کم قیمت پر اسے دستیاب ہوسکتی تھی۔ اس قسم کا خیال تجار کی دھوکہ بازی سے ظہور پذیر ہوتا ہے اگرچہ یہ باطل کے قبیل سے ہے لیکن دونوں کی رضامندی اس کو جائز قرار دیتی ہے ضرورت کے تقاضوں کے سامنے طرفین راضی ہو جاتے ہیں۔ جب کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مال کی حیثیت انسانی جان کی حیثیت کے برابر ہے مال کو ضائع کرنے سے روکنا گویا کہ جان کو تحفظ عطا کرنا ہے معاشرہ میں دیکھا گیا ہے جب جوابازی میں مال ضائع ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بعض اوقات انسان اپنی جان سے بھی ہاتھ دھولیتا ہے ظاہر ہے کہ مال تو روح انسانی کے برابر ہے اسی لئے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: اس میں اشارہ ہے کہ امت مسلمہ کے افراد آپس میں تعاون کریں وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچائیں وگرنہ اس کا نقصان پوری امت کو پہنچے گا۔ صحیح حدیث میں ہے تمام ایماندار لوگ ایک جان کی مانند ہیں بلکہ ایک جسم ہیں اور ایک شخص کا دوسرے کو قتل کرنا گویا کہ خود کو قتل کرنا ہے ظاہر ہے کہ وہ قصاصاً قتل ہو جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدہ: ۳۲)

"جو شخص کسی شخص کو بغیر کسی بدلے کے قتل کرنیوالا ہو یا زمین پر بگاڑ کرنے والا ہو کے سوا قتل کرے (یعنی بصورت ڈاکہ زنی و بصورت ارتداد) تو وہ اس طرح ہے جیسا کہ اس نے تمام لوگوں کو ایک ہی بار قتل کیا۔"

عدوان اور ظلم میں فرق

عدوان اور ظلم میں فرق کو ایک مثال سے سمجھیں: ایک شخص ایسے انسان کو قتل کرتا ہے جس نے اس کے والد یا بیٹے کو قتل کیا تھا تو اس صورت میں عدوان موجود ہے ظلم نہیں ہے اگر کسی انسان نے کسی دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کا مال چھین لیا ہے اس کا خیال یہ ہے کہ اس مال کو اس نے چوری کیا تھا۔ بعد ازاں اسے معلوم ہوا یہ اس کا مال نہیں ہے بلکہ اس شخص نے اپنا ہی مال اٹھایا تھا اس صورت میں ظلم موجود ہے عدوان نہیں ہے۔

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ: باطل انداز سے لوگوں کا مال اپنے استعمال میں لانا اور کسی شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینا کبائر گناہ سے ہیں۔ اس مناسبت سے خبر دار کیا ہے کہ اگر تم کبائر کے ارتکاب سے بچاؤ اختیار کرو گے تو تمہارے چھوٹے گناہوں کو نامئہ اعمال سے مٹا دیں گے تمہارا مؤاخذہ نہیں کریں گے بلکہ تمہیں عزت والے مقام میں جگہ دیں گے مقصود جنات ہیں۔

بخاری مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث ہے سات کبیرہ گناہوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے:

۱ :- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

۲ :- کسی ایسے شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینا جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا تھا۔

۳ :- جادو کرنا۔

۴ :- یتیم کے مال پر قبضہ کرنا۔

۵ :- سودی مال کو خوراک بنانا۔

۶ :- لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔

۷ :- پاک دامن ایمان دار غافل عورتوں پر الزام لگانا۔

ذہن نشین کریں کبائر کی تعداد ستر سے بھی متجاوز ہے ایک قول ہے صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور استغفار سے کبیرہ گناہ نہیں رہتا۔ (المراغی ۵ /۲۱، ۲۲، بخاری ص ۵۶۲، ۵۷۶۴)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور تم اس چیز کی آرزو نہ کرو کہ اللہ نے اس کے سبب تمہارے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے مردوں کے لئے اس سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا ہے اور اللہ سے اس کے فضل کو طلب کرو بلا شبہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ اور ہر ایک کے لئے ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں ان چیزوں کے جن کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑیں اور جن کے ساتھ تمہارا عقد بندھا ہوا ہے پس ان کو بھی ان کا حصہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

شانِ نزول: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ مرد تو جہاد کرتے ہیں لیکن عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں اس کے علاوہ ہمیں بہ نسبت مردوں کے آدھا حصہ ملتا ہے اس سوال پر اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ (صحیح ترمذی علامہ البانی ۳۲ /۳۸)

تناسب: علامہ بقاعی اس کے تناسب کے بارے میں رقم طراز ہیں قبل ازیں اللہ پاک نے قتل سے روکا ہے اور باطل طریق کے ساتھ مال حاصل کرنے سے منع کیا ہے۔ ان دونوں گناہوں کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے ان سے روکنے کا داعیہ یہ تھا تاکہ مسلمان شخص کا ظاہر بدترین قسم کے گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔ لیکن آیت میں غلط قسم کی آرزو سے بھی روک دیا ہے ظاہر ہے کہ بعض آرزوئیں حسد کو جنم دیتی ہیں اور حسد بیماری ہے جس سے روکا گیا ہے بلکہ حرام ہے خدشہ ہے کہ اس قسم کی آرزو کسی انسان کے قتل کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔

صحیح حدیث میں وارد ہے: جو شخص اپنے جانوروں کو چراگاہ کے آس پاس چرائے گا خطرہ ہے کہ وہ کسی وقت چراگاہ کے علاوہ ممنوعہ چراگاہ میں بھی جانوروں کو چرانے کے لئے چھوڑ دے گا اس پر عمل پیرا ہونے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کا باطن مذموم اخلاق سے بگڑ جائے گا۔ (نظم الدرر ۵/ ۲۶۳)

تشریح: تم ان نفسانی کمالات کے حصول کی آرزو نہ کرو جن کے لحاظ سے اللہ پاک نے کچھ لوگوں کو دوسروں پر برتری عطا کی ہے۔ کمالات سے مقصود شجاعت، سخاوت، عدالت، صحت، حسن وجمال ہیں یا دیگر فضائل صالح اولاد کا کثرت کے ساتھ ہونا احباب ومعاونین وغیرہ کا وجود ہے۔ لیکن یہ فضائل ومناقب اللہ پاک کی جانب سے عطیہ ہیں جب کہ اپنے لئے سعادتوں کے حصول کی آرزو کرنا اور دوسروں کے لئے آرزو کرنا کہ وہ ان سعادتوں سے محروم ہوں، یہ حسد ہے جس کو مذموم قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ یہ تو دراصل اللہ کی ذات پر اعتراض ہے اس کی تقسیم منصفانہ نہیں ہے جب کہ اللہ کا وصف ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مزید برآں نہ صرف دین اسلام میں فساد کا باعث ہے بلکہ دنیوی امور میں بھی اس کے مفاسد ظاہر باہر ہیں پس ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی تقسیم پر خوشی کا اظہار کرے دراصل اللہ پاک کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہیں البتہ نیک کام کی آرزو کرنا درست ہے جب کہ دنیوی امور کی آرزو بسا اوقات نہ صرف یہ کہ دنیوی لحاظ سے نقصانات کا باعث ہوتی ہے بلکہ دینی لحاظ سے بھی اس کے مفاسد بے شمار ہیں۔ (نظم الدرر ۵/ ۲۶۴)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا: اللہ پاک کائنات کی تقدیر سے فارغ ہے اب اس میں کمی بیشی ممکن نہیں لیکن جدوجہد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے: اگر تم اللہ پاک کی ذات پر توکل کرو تو اللہ تمہیں بالکل اسی طرح رزق عطا کرے گا جیسا کہ پرندوں کو عطا کرتا ہے جو علی الصباح بھوکے اڑان کرتے ہیں شام کو واپس آتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ: اسی طرح عورتوں کی تقدیر بھی ثبت ہو چکی ہے لمبی چوڑی آرزؤں کی ضرورت نہیں انکا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ تھکاوٹ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں لیکن تقدیر پر ایمان رکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم رزق کے حصول کی جائز طور پر بھی کوشش نہ کرو صرف آرزؤں پر انحصار رکھنا اور عملاً کوشش نہ کرنا غلط ہے عجز ودرماندگی کو خیر باد کہنا چاہئے۔ میدان عمل میں جادہ پیما رہنا چاہئے اسباب کے مہیا کرنے میں متحرک نہ ہونا قانون قدرت کی مخالفت ہے۔

وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ: بلکہ تمہیں اللہ سے اس کے فضل کی بھیک مانگنی چاہئے اللہ کی ذات تو تمام کمالات کے ساتھ موصوف ہے اس کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہے اس کا خزانہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے بہترین صورت یہ ہے کہ دعاؤں میں سے اس دعا کا بالخصوص انتخاب کر کے دعا کی جائے:

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ: ۲۰۱)

”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں ایمان اور فارغ البالی کی نعمت اور آخرت میں جنت عطا فرما اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا: اللہ پاک کی ذات شہنشاہ ہے اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی چابیاں ہیں اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اسی طرح وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ نے اپنے علم کے ساتھ وہ کام کئے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر تھے پس تم اللہ سے اس کے علم اس کی قدرت کے باعث ان چیزوں کو طلب کرو جو تمہارے لئے منفعت بخش ہیں وہ ہر شخص کے بارے میں اس کو خراب کرنے والی اور اس کی اصلاح کرنے والی چیزوں سے باخبر ہے۔ (نظم الدرر ۳ / ۲۶۷)

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ: امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس آیت پر باب کے عنوان کا انعقاد کیا ہے "مَوَالِی" سے اولیاء مراد ہیں جو وارث ہیں جب کہ "عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ" سے مقصود مولیٰ یمین ہے یعنی حلیف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں مزید تشریح فرماتے ہوئے بیان کیا کہ "مولیٰ" کا اطلاق چچا کے بیٹے پر بھی ہوتا ہے جب کہ مولیٰ کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس نے غلام کو آزاد کر کے اس پر احسان کیا نیز آزاد کردہ غلام پر بھی اطلاق ہوتا ہے بلکہ مولیٰ کا اطلاق مالک اور استاذ پر بھی ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "مولیٰ" کے متعدد معانی ذکر کئے ہیں چچا کا بیٹا، دوست، پڑوسی، مددگار، خسر، پیروی کرنے والا، ولی، غلام، بھائی کا بیٹا، شریک، ندیم، قرآن پاک کا معلم (فتح الباری ۸ / ۲۴۸)

حافظ ابن حجرؒ کا قول

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں اس آیت میں لفظ "کل" کا مضاف الیہ محذوف ہے مقصود یہ ہے کہ سب مردوں، عورتوں کا ہم نے اس مال وراثت میں حصہ متعین کیا ہے جو والدین، قریبی رشتہ دار اور وہ لوگ چھوڑ جاتے ہیں جن کے ساتھ رشتہ موالات یا مواخات قائم ہے پس وراثت کے مال کو تقسیم کرنے والا شخص ہر وارث کو اس کا حصہ عطا کرے۔

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ : جب صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو مہاجر شخص اس انصاری کا وارث ہوتا تھا جس کے ساتھ رشتہ مواخات قائم تھا لیکن اولوا الارحام کی آیت نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے البتہ بطور عطیہ انہیں دیا جا سکتا ہے۔ (فتح الباری ۸ / ۲۴۹)

نیز ارشاد نبوی ہے اسلام میں اب معاہدہ کی کچھ حیثیت نہیں البتہ جو معاہدات اسلام سے پہلے ہو چکے ہیں اسلام انہیں برقرار رکھتا ہے بلکہ ان میں زیادہ دلچسپی کی رغبت دلاتا ہے۔

(مسلم، ابن کثیر ۱ / ۴۰۷، مسند احمد ۴ / ۸۳، بخاری کتاب الکفالۃ باب ۲ ص ۴۵۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا :اس میں کچھ شک نہیں کہ وراثت اور دیگر معاملات میں اللہ پاک تمہارے تصرفات سے باخبر ہے ۔ چنانچہ جس شخص کے ہاتھ میں مال ہے وہ کسی وارث کے حصہ سے ہرگز مال حاصل کرنے کا لالچ نہ کرے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ : مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے نیز اس لئے کہ وہ اپنے مال سے خرچ کرتے ہیں پس نیکوکار عورتیں فرماں بردار (خاوند کے) غائب ہونے میں نگہداشت کرتی ہیں جیسے اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ہے اور جن عورتوں کی سرکشی سے تم ڈر محسوس کرو تو ان کو وعظ کرو اور خواب گاہ میں ان کا بائیکاٹ کرو اور انہیں سرزنش کرو اگر وہ تمہاری فرماں برداری کریں تو ان کے بارے میں کوئی راستہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ بلند ہے اور بڑا ہے۔اور اگر تم اے حاکمو! ان کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو تم صلح کے لئے خاوند کے رشتہ داروں سے ایک نمائندہ اور بیوی کے اقارب کی جانب سے ایک نمائندہ مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت فرمائے گا بے شک اللہ علم والا خبر رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق : "حَافِظَاتٌ" مادہ "اَ لْحِفْظُ" یاد کرنا، محفوظ کرنا "حَافَظَ عَلَى الاَمْرِ" کسی امر پر مداومت اختیار کرنا "اِحتَفَظَ" غضب ناک ہونا۔ محاورہ ہے "اَ لمَقْدُرَةُ تُذهِبُ الحَفِيظَةَ" انتقام پر قدرت غصہ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے "وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (لسان القرآن ص ۴۹۵)

تناسب : اس سے پہلی آیت کی وضاحت کا مطالعہ کریں۔ وہ یہ ہے :

ایک سوال اور اس کا جواب

وَلاَ تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ : "اور تم اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے سبب اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر برتری عطا کی ہے۔" سوال مترشح ہوتا ہے کہ کن وجوہ کی بنا پر مردوں کو فضیلت و برتری حاصل ہے اس کا جواب اللہ پاک کے کلام میں ملاحظہ فرمائیں ارشاد الٰہی ہے : ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ اس کی وضاحت یہ ہے کہ خاوند بیویوں پر نگران ہیں انہیں ادب، تعلیم اور ماموارت، منہیات سے آگاہ کرتے ہیں ان کی روحانی، جسمانی تربیت اور ان کے خورد و نوش دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں دراصل اللہ پاک نے ان کو جس جوہریت اور کمال سے نوازا ہے وہ اللہ کا عطیہ ہے ان کی محنت اور کوشش کا اس میں ہر گز دخل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل، قوت اور شجاعت کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے انہیں عقل و شعور اور تدین کے لحاظ سے ناقص قرار دیا ہے۔ لیکن جنسی خوبیوں کے لحاظ سے وہ سمجھ دار شخص کی عقل کو غت ربود کر دیتی ہیں۔ چنانچہ مرد مجبور ہو کر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ بہر حال مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے کون نہیں جانتا کہ انبیاء علیہم اسلام مردوں ہی سے مبعوث ہوئے ہیں۔ حکمرانی، امامت کبریٰ اور نکاح میں ولایت بھی مردوں کے ساتھ خاص ہے جسمانی قوت بھی مردوں کی عورتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی لئے بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے مزید بر آں مردوں کو گھروں سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے :

﴿اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالاً﴾ (توبہ : ۴۱) "کوچ کرو ہلکے پھلکے اور مسلح ہو کر"

جبکہ عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے :

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب : ۳۳) "اور تم اپنے گھروں میں آرام کرو۔"

وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ : مردوں کو عورتوں پر صرف دینی فضیلت ہی نہیں بلکہ کسبی بھی ہے۔ خاوند بیویوں کو حق مہر دیتے ہیں اور لباس، خوراک بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ مزید بر آں مردوں کو وراثت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں پر تفوق حاصل ہے۔خاوند کے نکاح میں جب ایک سے زیادہ بیویاں ہیں توان سب کے لئے ضروری ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ خاوند کی اطاعت کریں اور خاوند کو حق حاصل ہے کہ اگر بیوی اس کی اطاعت اور خدمت میں کوتاہی کرتی ہے تو اس کو سرزنش کرے اور اسے اخلاق برتری کے وصف کے ساتھ موصوف ہونے کی تلقین کرتا ہے۔

فَالصّٰلِحَاتُ قٰنِتَاتٌ حٰفِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ : عورتوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ اپنے خاوند کی اطاعت کریں اور اپنی ذات، خاوند کے حقوق، گھریلو ذمہ داریوں اور اخراجات میں بالخصوص جب وہ موجود نہ ہوں کی حفاظت میں ہرگز کوتاہی نہ کریں جب کہ ان کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ان حدود کا خاص خیال رکھا جائے جن کا تذکرہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور انکی تشریح سنت رسول میں موجود ہے۔ (نظم الدرر ۵)

ارشاد نبوی ﷺ

ارشاد نبوی ہے "وہ عورت بہت اچھی ہے کہ جب خاوند اس کی جانب نظر اٹھائے تو اس کا چہرہ ہشاش بشاش ہو اور جب اس کے ذمہ کوئی کام لگائے تو وہ مجسمہ وفابن کر اس کو ادا کرے اور جب خاوند گھر میں موجود نہ ہو تو اپنی عصمت اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔(ابن ماجہ ا ۱۳۵ کتاب النکاح)

اس فرمان کے بعد آپ نے ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ﴾ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔(ابن کثیر ا ۴۴۲)

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ : نیک بخت خاوندوں کی اطاعت کرنے والی خواتین کے ذکر کے بعد نافرمان بیویوں کا ذکر ہو رہا ہے جن میں ترفع موجود ہے اپنے مقام سے خود کو اونچا سمجھ رہی ہیں۔اور تمہاری نافرمانی کر رہی ہیں تمہارے حقوق کا انہیں کچھ خیال نہیں ہے اگر وہ خاوند کے بلانے پر فوراً لبیک نہیں کہتی ہیں اور گفتگو کے وقت خاوند کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے شائستگی کے ساتھ پیش نہیں آتی ہیں اور جب آپ اس کے کمرے میں داخل ہوں تو وہ آپ کے احترام میں فوراً کھڑی نہیں ہوتی ہیں اور آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتی ہیں اگر آپ محو استراحت ہونا چاہتے ہیں تو وہ مسکراتے ہوئے پھدکتے ہوئے انداز میں بستر بچھانے میں مصروف نہیں ہوتی ہیں تو انہیں نصیحت کریں اللہ پاک کے احکام سے انہیں آگاہ کریں جن سے ان کے دل متاثر ہوں اس کے ساتھ ساتھ انہیں اللہ کے جلال اور اس کی ناراضگی سے خوفزدہ کریں۔اگر ان پر وعظ اثر انداز نہ ہو تو تم خود کو اس کی خواب گاہ سے الگ رکھو جہاں تم معمول کے مطابق شب باشی کرتے ہو اس کے ساتھ ساتھ ان سے قطع کلامی کرو۔اگر اس سرزنش کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہو بلکہ برابر یہی کیفیت برقرار ہو تو پھر تادیباً ان کو جسمانی اذیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچاؤ جس سے انکا کوئی عضو ٹوٹنے نہ پائے نہ ان میں کوئی عیب رونما ہو البتہ جسمانی اذیت جسم کے مختلف مقامات پر ہو۔ بالخصوص چہرے پر کوئی خراش تک بھی نہ آنے پائے اس لئے کہ چہرہ حسن و جمال کا آئینہ دار ہوتا ہے اس کے بعد اگر وہ تمہاری اطاعت کا تمہیں صدق دل سے یقین دلائیں تو پھر انہیں پہلی نافرمانی کے سبب سرزنش نہ کرو ان کی پہلی غلطی سے درگزر کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا: اللہ کی ذات "جس کے کمالات سے تم آگاہ ہو" وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک غالب ہے غالب رہے گا اس کی قدرتِ کاملہ ہے اور اس کی مشیت کے نافذ ہونے میں ہرگز رکاوٹ نہیں ہے۔ اللہ پاک کسی باغی کو پسند نہیں کرتا اور نہ اسے اس کی بغاوت پر برقرار رکھتا ہے اللہ کی قدرت تم پر جتنی حاوی ہے اس قدر تمہاری قدرت عورتوں پر حاوی نہیں ہے۔ اس کے باوجود اللہ پاک نافرمانوں کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ ان کے گناہوں سے تمام زمین کھچا کھچ نہ بھر جائے جب وہ لوگ گناہ کی زندگی سے تائب ہو کر عملاً اللہ پاک کی اطاعت کرنے لگ جائیں۔ (نظم الدرر ۵۲/ ۲۷۱، ۲۷۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں: جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر آنے کی دعوت دے لیکن وہ انکار پر اتر آئے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا تم عورتوں کے بارے میں اللہ کی ذات سے ڈرو اس لئے کہ ان کی حیثیت تمہارے ہاں قیدی جیسی ہے جب کہ تمہارے ان پر حقوق ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہ میں کسی ایسے شخص کو نہ بٹھائیں جن کو تم اچھا نہیں سمجھتے ہو لیکن اگر وہ تمہاری مخالفت کریں تو انہیں جسمانی سزا دو لیکن کوئی ہڈی ٹوٹنے نہ پائے۔ البتہ ان کی خوراک، لباس کا معروف انداز کے ساتھ انتظام کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ (ابن کثیر ۲/ ۴۳۷ بخاری کتاب النکاح باب ۸۶، ترمذی البانی ۱/ ۳۴۱، ابن ماجہ رقم: ۱۸۵۱)

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا: اس آیت میں مخاطب خاوند، بیوی اور ان دونوں کے قریبی رشتہ دار ہیں اگر وہ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو بہتر وگرنہ جن لوگوں کو اختلاف کا علم ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ذہن نشین فرمائیں کبھی اختلاف کا داعیہ عورت کی جانب سے رونما ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب خاوند کا ظلم و ستم ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ اچھے انداز کے ساتھ بیوی کو اصلاح کی جانب لانے کی ممکن کوشش کرے لیکن اگر خاوند کا ظلم و ستم اختلاف کی خلیج کو وسیع کر رہا ہے اور خطرہ ہے کہ ان دونوں میں اختلاف خطرناک حد تک نہ پہنچ جائے اور باہمی محبت و سکون کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے دشمنی کا خطرہ منڈلانے لگے تو ضروری ہے کہ خاوند، بیوی اور ان دونوں کے نزدیکی رشتہ داروں سے دو افراد کا انتخاب کریں جنھیں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری سونپ دی جائے۔ اس دوران نہ صرف فیصلہ کرنے والے دونوں افراد بلکہ خاوند، بیوی بھی اس مسئلہ میں اصلاح کی جانب قدم زن ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے جب خیر خواہی کا جذبہ اجاگر ہو اور اس عزم کے ساتھ میدان عمل میں اتریں تو اللہ پاک کی توفیق شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے معاملہ سلجھ جاتا ہے لیکن سخت افسوس ہے کہ ان حالات میں عام طور پر اتفاق کی فضا کو سازگار بنانے کی بجائے دشمنی، نفرت کی فضا کو مزید الجھاؤ کی جانب رحجان کو تقویت دینے کے اسباب کو بروئے کار لا کر نفرت، دشمنی کے زہریلے جراثیم کو اپنی نسل کی جانب دھکیل دیتے ہیں ایک حدیث میں وارد ہے کہ ابلیس ملعون اس شیطان کو گلے لگاتا ہے بلکہ اس کا بوسہ لیتا ہے۔ جو اسے یہ خوشخبری سناتا ہے کہ میں نے خاوند اور بیوی کے درمیان افتراق کی خلیج کو بڑھا دیا ہے۔ (الراغی ۵۲/۳۱، صحیح المسلم، مشکوۃ البانی ۱/۲۷)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔـا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۶

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی کے ساتھ اور آپ کا ساتھی اور مسافر اور تمہارے غلام بلا شبہ اللہ اس شخص کو دوست نہیں جانتا جو متکبر فخر کرنے والا ہے۔

لغوی تحقیق: "جَنَبَ" ہٹانا، علیحدہ کرنا، دور کرنا "جَنَبَ اِلَيهِ" ادھر جھکا "جَنَبَ جَنَابَةً" ناپاک ہونا "اَلْجَنْبُ" پہلو "جَارَ الْجُنُبِ" وہ پڑوسی جو نسب و رشتہ کے اعتبار سے اجنبی ہو لیکن ہماری ہمسائیگی میں رہ رہا ہے۔ "ذَاْلجَنْبِ" پہلو کا درد، نمونیہ "وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ" اور ہم مجلس کے ساتھ یعنی احسان و اعانت کا ہاتھ جہاں والدین اقرباء اور یتامی کی جانب بڑھنا چاہئے وہاں ان غریب ہم مجلس دوستوں کی طرف بھی بڑھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئے جن کے ساتھ صبح وشام تم نشست وبرخاست کرتے ہو۔

ملاحظہ فرمائیں ﴿فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (القصص: ١١)

''سو انہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور وہ لوگ بے خبر تھے۔''

حضرت موسیٰ کو جب دریا سے نکال لیا گیا اور فرعون کی بیوی نے چاہا کہ اسے مُتَبَنّیٰ بنائے تو ام موسیٰ نے ان کی بہن مریم سے کہا کہ تم ٹوہ میں رہو کہ یہ میرے لخت جگر سے کیا معاملہ روا رکھتے ہیں اور بغور دیکھتی رہو اور ان کا پیچھا کرتی رہو۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ (لسان القرآن ص ٣٦٩)

وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی : قرابت دار بھائی، چچا، ماموں اور ان کی اولاد، پڑوسی جو زیادہ قریب ہے۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ : سفر کا ساتھی یا وہ شخص جو کسی کے ساتھ مستقل منسلک ہے اس سے فوائد حاصل کرتا ہے۔ (المراغی ٥/ ٣٣)

تناسب : سورۂ نساء میں شروع سے ہی اللہ پاک کی جانب سے کچھ وصیتیں ذکر ہو رہی ہیں جیسا کہ یتیموں کو ان کا مال سپرد کرنے سے پہلے اچھی طرح جائزہ لیں مناسب ہو تو مال سپرد کریں لیکن بے وقوف لوگوں کو ہرگز مال نہ دو۔ کسی شخص کو ناحق قتل نہ کرو، بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت ہو انہیں ادب سکھائیں اگر نہ سمجھیں تو سختی کریں۔ چنانچہ اس مناسبت کے پیش نظر خالق کائنات کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ نہایت بہتر ہو اس کی اطاعت سے سر موانحراف نہ کریں اور مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور حالات کی ناسازگاری میں مال خرچ کرنے میں بخل نہ کریں ان کے ساتھ ساتھ مال خرچ کرنے میں اللہ کا تقرب مقصود ہو فخر ومباہات کا شائبہ تک بھی نہ ہو۔ (المراغی ٥/ ٣٣)

تشریح : اللہ پاک صرف اپنی عبادت کا حکم صادر فرما رہے ہیں جس میں اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں بلاشبہ اللہ ہی خالق، رزاق، منعم ہر وقت اپنی مخلوق پر فضل وکرم کی بارش کر رہا ہے اس لئے وہی مستحق ہے کہ اس ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ ذہن نشین فرمائیں! آپ کے دور رسالت میں مشرکین عرب بتوں کی عبادت کرتے تھے انہیں وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے جب کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ مزید برآں علماء صوفیا کو اللہ کے برابر سمجھتے تھے۔ شرک کے ساتھ نماز، روزہ کوئی بھی عبادت قبول نہیں اللہ پاک کی ذات کو ہر قسم کے شرک سے پاک سمجھنا ضروری ہے۔

چنانچہ نبی ﷺ نے معاذ بن جبل سے استفسار کیا معاذ! تجھے معلوم ہے کہ اللہ کے بندوں پر کیا حق ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو اسکا علم ہے آپ نے فرمایا اللہ کے بندے صرف اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔اسکے بعد آپ نے دریافت کیا معاذ! کہ اگر بندے اللہ کی عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں تو بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔

(بخاری کتاب التوحید باب ۱ ص ۱۵۴۵)

اس کے بعد آپ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اس لئے کہ والدین اولاد کے منصۂ شہود پر آنے کا سبب ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس کے بعد قرابت داروں کے ساتھ حسن معاشرت اور ہمدردی کا حکم دیا ہے۔چنانچہ حدیث میں وارد ہے مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے جب کہ قرابت داروں پر صدقہ کرنے میں صلہ رحمی بھی ہے اس کے بعد یتیموں کا ذکر ہے اس لئے کہ وہ ایسے شخص سے محروم ہیں جو ان کی ضرورتوں کا معاشرہ میں ذمہ دار تھا اس لئے ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا جائے۔اور ان کے ساتھ احسان اور ہمدردی کا رویہ اپنایا جائے بعد ازاں مساکین کا بیان ہے ان سے مقصود محتاج ضرورت مند ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے ان کے بعد دو قسم کے پڑوسیوں کا ذکر ہے ایک وہ جو قرابت دار ہیں اور دوسرے وہ جن کے ساتھ قرابت کا رشتہ نہیں ہے۔ارشاد نبوی ہے جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں زبردست تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال گزرا کہ شاید اسے وارث ہی نہ بنا دیا جائے۔(صحیح بخاری کتاب الادب باب ۲۸ ص ۱۲۷۹)

چنانچہ ایک حدیث میں پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے دو پڑوسیوں کی صورت میں جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہے وہ زیادہ حق دار ہے (بخاری، کتاب الرقاق باب ۱ ص ۱۴۴)

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ :اس سے مقصود عورت مہمان، رفیق سفر اور ابن السبیل سے مقصود مہمان کوئی مسافر راہ گیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : سے مقصود غلام، جو لوگوں کے ہاتھوں میں اسیر ہیں۔چنانچہ مرض الموت میں رسول اکرم ﷺ امت کو وصیت فرماتے رہے۔لوگو! نماز کا خیال رکھنا ہو گا اور اپنے ماتحت غلاموں اور دیگر لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا ہو گا آپ ان کلمات کو مسلسل بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ پر خاموشی طاری ہو گئی۔

آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ جملہ بار بار آتا رہا: ﴿اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ دراصل "الصلوٰۃ" سے مقصود حقوق اللہ اور "وَمَا مَلَكَتْ" سے مقصود حقوق العباد ہیں۔گویا کہ ایک مختصر جملہ میں مکمل اسلامی شریعت پر عمل کرنے کی آپ رغبت دلا رہے تھے اسلام نے غلاموں کیساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے مسلم شریف میں ارشاد نبوی ہے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انسان کو یہی گناہ بس کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں سے خوراک روک لے جن کی خوراک کا اس کو ذمہ دار بنایا گیا ہے۔" (مسلم ۳ / ۷۸)

نیز ارشاد نبوی ہے جب تمہارے پاس تمہارا خادم کھانا لے کر آئے اگر آپ اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانے میں شریک نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اس کے ہاتھ میں دو لقمے یا ایک لقمہ تھما دیں۔ (صحیح بخاری ۷ / ۱۰۶)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا : اللہ پاک متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے ایک حدیث میں تہبند، شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے منع کیا ہے اس کا سبب تکبر قرار دیا گیا ہے جب کہ اللہ پاک تکبر کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (ابن کثیر ۱ / ۷۵، صحیح بخاری، کتاب اللباس ص ۱۲۴۱)

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ (الاسراء: ۳۷)

"اور تو زمین پر اکڑ کر نہیں چلنا ہے بے شک تو ہر گز زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور کبھی بھی تو پہاڑ کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔"

صحیح حدیث میں وارد ہے جس شخص کے دل میں ذرہ بھر کبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(ترمذی، ابن ماجہ، کتاب الزہد ص ۳۱۸، ابوداؤد کتاب اللباس ص ۲۱۰)

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کی ریاکاری کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور جس شخص کا ساتھی شیطان ہے تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُرا ساتھی ہے۔ اور ان کیلئے کیا نقصان تھا اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے اور اللہ نے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس سے خرچ کرتے اور اللہ کو ان کے بارے میں علم ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلْبُخْلُ" جود و کرم کی ضد، ایک نفسیاتی بیماری جس کی وجہ سے انسان نہ تو اپنی جائز ضروریات کو ڈھب سے پورا کرتا ہے اور نہ معاشرے کی ضروریات ہی کا خیال رکھتا ہے وصف بَخِیل ہے جمع "بُخَلَاء" ہے۔
(لسان القرآن ۱۵۵)

تناسب : سابقہ آیت کے آخر میں مذکور ہے کہ اللہ پاک متکبر اور فخر کرنے والوں کو اچھا نہیں جانتا اب اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ متکبر فخر کرنے والے لوگ کن اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اگلی آیت میں ان کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

شانِ نزول : یہود سے کچھ لوگ انصار کے بعض لوگوں کو خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہوئے کہنے لگے تمہیں خود کو مال خرچ کرنے سے روک دینا چاہئے۔ ہمارا احساس یہ ہے کہ اگر تم اسی طرح مال خرچ کرتے رہے تو تم مفلس وقلاش ہو جاؤ گے اس لئے تم تیزی سے مال ودولت کے خرچ کرنے سے باز آجاؤ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ مستقبل میں تمہارا کیا حشر ہو گا ان کے اس کہنے پر آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

تشریح : اللہ پاک وضاحت فرما رہے ہیں کہ متکبر اور فخر کرنے والوں میں کون سی بیماریاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ خیال رہے ان میں پہلی بیماری جو رونما ہوتی ہے وہ بخل ہے یعنی وہ ہر اچھے کام کے سرانجام دینے سے کنی کتراتے ہیں۔ گفتگو میں ان کا لہجہ مایوس کن ہوتا ہے نرمی کا شائبہ تک نہیں ہوتا لوگوں کی مجلس کے قریب سے گزرتے ہوئے السلام علیکم کہنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ خیر خواہی، خدمت خلق کا جذبہ ان میں مفقود ہوتا ہے اگر ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی شخص کسی حادثہ کی لپیٹ میں آجاتا ہے تو ان کی زبان پر افسوس کے کلمات تک جاری نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بخل کو بہت بڑا گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَیُّ دَاءٍ اَدْوَءُ مِنَ الْبُخْلِ (مسند احمد ۳/۳۰۷)

بخل سے بڑھ کر کوئی اور بیماری نہیں ہے نیز ارشاد نبوی ہے: تم نے خود کو بخل کی بیماری سے دور رکھنا ہو گا تم سے پہلے لوگوں کو اس وجہ سے تباہ وبرباد کیا گیا کہ بخل نے انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کے مرتکب ہوئے اور بخل نے انہیں بے حیائی کے کاموں پر اکسایا تو وہ بے غیرت اور دیوث بن گئے۔ ان کا دوسرا وصف بیان کرتے ہوئے مزید ان کی شناعت وذلت سے پردہ اٹھاتے ہوئے خبردار کیا۔

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ : خیال رہے بخیل شخص اللہ کے انعامات کو چھپاتا ہی نہیں بلکہ ان کا انکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے جب اللہ پاک اپنے بندوں کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اللہ پاک کو یہ بات پسند ہے کہ ا کہ اس نعمت کے اثرات اس پر نمایاں ہوں۔ چنانچہ سلف صالحین سے منقول ہے کہ اس آیت کے مصداق یہودی ہیں ان کے لئے ضروری تھا کہ آخر الزمان پیغمبر کے ان اوصاف کو واضح کرتے جن کا انہیں علم تھا لیکن انہوں نے کتمان حق کیا ان کے کتمان حق پر اللہ پاک نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے اعلان کیا۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا: ہم نے ان کے لئے ان کے کفر، بخل اور ان کے شکریہ نہ ادا کرنے کے سبب عذاب مہیا کر رکھا ہے جس سے وہ ذلت سے ہم کنار ہوں گے وہ ایسا عذاب ہے جس میں نہ صرف درد و کرب کا سامنا کرنا ہوگا بلکہ ذلت بھی ان کے ساتھ لازم ہوگی۔ یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا ہے اللہ پاک نے ان کو کافر قرار دیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ ان کے اعمال اور اخلاق ایسے ناگفتہ بہ ہیں جو صرف کفار سے ہی صادر ہو سکتے ہیں۔ کسی ایماندار شکر گزار سے محال ہے کہ ان سے ایسے گھناؤنے اعمال وقوع پذیر ہوں۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ: بخیل لوگوں کے ذکر کے بعد اسراف کرنے والوں کا ذکر ہے جو فضول خرچی کے ساتھ مال کو ضائع کرتے ہیں۔ چونکہ مال کی حیثیت انسانی روح کے برابر ہے اس لئے گویا کہ وہ اپنی روح کو ختم کر رہے ہیں یعنی خود کو موت کے حوالہ کر رہے ہیں۔ جب کہ وہ نمود و نمائش کے بھوکے ہیں ظاہر ہے ان کا مقصد نہایت خسیس ہے ان کی کیفیت تو چارپایوں جیسی ہے جن کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ ان کے پیٹ بھرے رہیں۔ ریاکاری کے باعث وہ بندوں کے غلام ہیں لیکن خالق کائنات پر ان کا ایمان نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کا آخرت پر بھی ایمان نہیں ہے۔ جب کہ اعمال صالحہ کی جانب رغبت کا باعث آخرت کے دن پر ایمان ہے۔ بلکہ برائیوں سے کنارہ کش رہنے کا باعث بھی آخرت کے دن کو تسلیم کرنے پر ہے۔ معلوم ہوا شیطان ان کا ساتھی ہے جو انہیں ریاکاری پر اکساتا ہے اور خود نمائی کی جانب دھکیلتا ہے ہے اور جس شخص کا رفیق شیطان ہے جب کہ وہ انسان کا ازلی دشمن ہے اور ہر قسم کی بھلائی سے دور ہے تو شیطان جیسا برا ساتھی اور کون ہوگا وہ برائی کی جانب دھکیلتا ہے اور اچھے کاموں سے نفرت دلاتا ہے۔

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ: اگر وہ اللہ کی ذات اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے اور مال خرچ کرتے تو انہیں کس نقصان کا خطرہ تھا کہ وہ اس سے دوچار ہوں گے۔ ؟

یہ ایسا اسلوب کلام ہے کہ ان کی حالت پر لوگوں کے تعجب کو نمایاں کیا گیا ہے کہ اگر وہ اخلاص کو پیش نظر رکھتے تو دنیوی منفعت بھی انہیں حاصل رہتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اخروی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوتے اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ ریاکار انسان اپنے مقصد کے ساتھ ہم کنار نہیں ہو پاتا۔ کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھتا نہ کسی کے دل میں اس کے بارے میں محبت ہوتی ہے جبکہ خلوص کے جذبے والا شخص جس کا مقصد ہرگز یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا کہ عوام الناس اس کی کارکردگی پر اس کے گرویدہ ہو جائیں اس کے باوجود وہ دونوں جہانوں کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے جب کہ ریاکار شخص اپنے منصوبے میں بالکل ناکام دکھائی دیتا ہے کوئی شخص اس کے قریب سے گزرتا ہی نہیں ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ پاک مومن شخص کی آزمائش کرتے ہیں اس کے صبر کا امتحان لیتے ہیں اس کا ایمان اس کو پُر امید بنا دیتا ہے اس کے نتیجہ میں ایمان کی حلاوت آزمائش کی کڑواہٹ پر غالب آجاتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا : ایمان کے ساتھ موصوف انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی ذات اور اس کے علم پر بھروسہ رکھے وہ بھلائی کی راہ پر اللہ کی خوشنودی کے پیش نظر مال خرچ کرتا رہے۔ لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرے اس لئے کہ اللہ کی ذات ہر شخص کے عمل سے آگاہ ہے اور اجر و ثواب میں ہر گز کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ ذہن نشین فرمائیں ان آیات مبارکہ میں ایمانداروں کے معاملات جو پروردگار عالم کے ساتھ متعلق ہیں اور جو آپس میں ہیں ان سب میں اللہ پاک نے ان کی مکمل راہ نمائی عطا کی ہے جب کہ انہوں نے احکام الٰہیہ کی اطاعت میں کوتاہی کی ہے اس کے ساتھ ساتھ قرابت داروں، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں کی ہمدردی اور مالی تعاون میں بے رخی اختیار کر رکھی ہے واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ (المراغی ۲ / ۴۰، ۴۱)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہے تو اللہ اس کو دوگنا کر دیتا ہے اور اپنی جانب سے بہت بڑا اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ پس کیا حال ہو گا جب کہ ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔ اس دن کفار آرزو کریں گے اور وہ لوگ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش ان پر زمین برابر ہو جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق : "مِثْقَال" تولنے کے اوزار۔وزن قرآن حکیم میں ہے :

﴿وَالوَزْنُ يَومَئِذِ نِ الحَقُّ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ المُفلِحُونَ﴾(الاعراف :۸)

"اور اس روز وزن ہونا برحق ہے جس کسی کا وزن بھاری ہوگا وہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔"

مثقال کا اطلاق مقدار پر ہوتا ہے جس میں کچھ وزن ہو خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو بعد ازاں سونے کے ناپنے کے پیمانے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(لسان القرآن / ۲۹۵)

"ذَرَّة" نہایت چھوٹے جسم والی چیز جس کا ادراک ممکن ہو مثلاً چیونٹی۔کمرے کے روشن دان سے سورج کی شعاعوں سے جو روشنی نمودار ہوتی ہے اس میں جو ذرات گردش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ مراد ہیں لیکن انہیں گرفت میں لینا ممکن نہیں ہوتا۔(المراغی ۲ /۴۱)

تناسب : متکبرین کے اوصاف بیان کرنے اور ان کی بدترین کیفیت کے بعد انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ اللہ پاک کسی فرد پر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ ہر شخص کو (اس کے حقوق کا صحیح ناپ تول کے بعد) پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔اس لئے ضروری ہے کہ نیکی کے کاموں کے کرنے میں رغبت میں اضافہ ہو۔ارشادِ الٰہی ہے :﴿فَمَن يَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَيرًا يَّرَه﴾(الزلزال :۷)

"پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

یقیناً اس آیت کے مفہوم پر غور کرنے کے بعد اچھے کاموں کی جانب رغبت میں اضافہ ہوگا اور امید کا پہلو بھاری ہوگا یاد رکھیں ظلم عیب ہے اور اللہ کی ذات عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔(المنار ۵۲ /۱۰۶)

تشریح : اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ شرک ایسا برا عمل ہے جس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔مشرک انسان کے اعمال صالحہ اعمال نامہ سے محو ہو جائیں گے البتہ مشرک نافرمان کو ایسے مشرک سے زیادہ عذاب ہوگا جو مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کرتا رہا۔

وَاِن تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفهَا : اللہ پاک کسی شخص کے عمل کے اجر سے ذرہ بھر کمی نہیں فرمائیں گے البتہ اس کی نیکیوں میں دس گنا یا اس سے زیادہ اضافہ ہوگا لیکن ذرہ برابر برائی کے عمل کا بدلہ اسکے برابر ہوگا۔ارشاد الٰہی ہے :

﴿وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلاَ يُجزىٰ اِلاَّ مِثلَهَا وَ هُم لاَ يُظلَمُونَ﴾(الانعام :۱۶۰)

"اور جس شخص نے برا عمل کیا اس کو اس کے برابر سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔"

وَيُؤتِ مِن لَّدُنهُ اَجرًا عَظِيمًا : اللہ پاک کا فضل و کرم نہایت وسیع ہے وہ نیکوکاروں کو اپنے فضل و کرم سے بھی نوازے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا : اللہ پاک قیامت کے دن کی ہولناکی کے بارے میں وضاحت فرمارہے ہیں اس دن کیا حال ہوگا جب ہر امت پر گواہ گواہی دے گا یعنی ہر امت کے پیغمبر اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتَابُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (الزمر : ۶۹)

"اور زمین اپنے پروردگار کے نور کے ساتھ روشن ہوگی اور اعمال نامے رکھے جائیں گے اور پیغمبروں شہداء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اس نے بتایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا آپ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ میں نے احتراماً عرض کیا میں آپ پر تلاوت کروں جب کہ قرآن پاک آپ پر نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا آپ کی بات درست ہے لیکن مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کسی دوسرے شخص کی زبان سے قرآن پاک کی تلاوت سنوں۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا :

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (النساء : ۴۱)

"پھر کیا حال ہوگا جس وقت ہم ہر قوم سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان پر گواہ لائیں گے"

تو آپ نے بے ساختہ فرمایا اب بس کریں۔ چنانچہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھیں اشکبار ہیں آپ نے عرض کیا میں ان لوگوں پر گواہی تو دے سکوں گا جو اس وقت موجود ہیں ان کے بعد ان لوگوں پر کیسے گواہی دوں گا جو میرے بعد آئیں گے۔ (بخاری ص ۹۴۹ کتاب التفسیر، ابن کثیر ۱/ ۵۴۷)

سورۂ نحل میں ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں :

﴿وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (النحل : ۸۹)

"جس دن ہم ہر امت (کے لوگوں میں ان) کی بد اعمالیوں پر گواہی دینے کے لئے انہیں میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور پھر ان (گواہوں کی تائید) کے لئے آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت اور بشارت ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سلسلہ میں ارشاد نبوی ملاحظہ کریں : ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ کہیں گے اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں اللہ پاک فرمائے گا کیا تم نے تبلیغ کی تھی وہ جواب دیں گے ضرور کی تھی اس کے بعد اس کی امت سے دریافت کیا جائے گا کیا تمہارے پیغمبر نے تمہیں تبلیغ کی تھی وہ جواب دیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اللہ پاک نوح پیغمبر سے استفسار کریں گے تمہارا کون گواہ ہے ؟ وہ جواب دیں گے محمد ﷺ اور اس کی امت گواہ ہے چنانچہ امت کے افراد گواہی دیں گے کہ بے شک انہیں تبلیغ کی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر عزیزی، بخاری ۳۲/ ۱۵۶)

یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا : قیامت کے دن امت محمدیہ کو تمام امتوں پر بطور گواہ پیش ہونا ہوگا اس روز جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہوگا اور رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی وہ آرزو کریں گے کہ وہ مٹی ہو جائیں۔ تمام زمین برابر ہو جائے جیسا کہ ان کا قول سورۂ نبأ میں مذکور ہے :

﴿وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا﴾ (نبأ : ۴۰) ”اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔“

وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا : ابن عباس بیان کرتے ہیں جب مشرک لوگ دیکھیں گے کہ جنت میں صرف وہ لوگ داخل ہو رہے ہیں جو مسلمان ہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم اپنے کفر اور بداعمالیوں کا انکار کر دیتے ہیں تو اس دوران ان کی زبان مہر زدہ کر دی جائے گی ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کا اقرار کریں گے۔ ارشاد الٰہی ہے :

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (یٰس : ۶۵)

”آج کے دن ہم ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے گفتگو کریں گے اور ان کے پاؤں اس چیز پر گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے۔“

اس وقت ہرگز کوئی گناہ پوشیدہ نہ رہے گا اسی لئے اللہ پاک نے اعلان فرمایا : ﴿وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا﴾ (النساء : ۴۲) ”اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔“ (ابن کثیر ۱۲ / ۷۵۵)

علمی فائدہ : ثقل اعمال اور وزان اعمال کے مجازی اور عرف عام میں تو یہ معنی ہیں کہ حشر کے دن اعمال انسانی کو کمیت و کیفیت کے اعتبار سے جانچا اور پرکھا جائے گا۔ اور اس کے مطابق ہر ہر شخص کی آئندہ زندگی کا تعین ہوگا لیکن اعمال کی جانچ پرکھ کیسے ہوگی اور ان کو کیوں کر تولا جائے گا اس پر محدثین و معتزلہ میں خوب خوب بحثیں ہوئیں محدثین اور جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اعمال اگرچہ کوائف واعراض ہیں اور ان کا شمار حدود معنی میں ہوتا ہے۔ تاہم ان کا ایک وزن ہے یوم حشر میں ان اعراض کو اجساد کے قالب میں ڈھال دیا جائے گا اور ان کو تولا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اعمال سے مراد وہ صحائف ہوں جن پر اعمال انسانی رقم ہوں اس صورت میں اشکال بالکلیہ رفع ہو جاتا ہے لیکن اصل بات یہ ہے گو اعراض و کوائف کا جسمانی صورت اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لینا عقلیت پسندی کے دور میں خلاف عقل ہونا مسلمہ ہے۔ تاہم غور کیجئے تو اس میں کوئی استحالہ نظر نہیں آتا کہ عوارض و معانی حقائق جسمانی میں بدل جائیں آج کمپیوٹر کی ایجاد نے ثابت کر دیا ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں جن کا تعلق اقلیم معنی سے ہے۔ حسیات کے دائرے میں داخل ہیں خواب ہی کی حقیقت پر غور کیجئے یہاں ذہن انسانی میں ایک ایسا گوشہ ہے جہاں خیالات و افکار جو سراسر معانی ہیں ایک عالم رنگ و بو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور اگر ایسا ہونا ممکن ہی نہیں روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو عالم حشر میں اعمال کا اجساد کی شکل اختیار کر لینا کیا مشکل ہے اس بنا پر اس آیت کو اگر ٹھیٹھ ظاہری معنوں میں لیا جائے تب بھی کسی استحالہ یا عقلی اشکال کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ (لسان القرآن ۲۹۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم پر نشہ کی کیفیت طاری ہو یہاں تک کہ جو تم زبان سے نکال رہے ہو وہ سمجھ رہے ہو اور حالتِ جنابت میں بھی نہیں۔ البتہ جب تم سفر کر رہے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر و اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص پیشاب پاخانہ کر کے آیا، یا تم نے عورتوں کے ساتھ مباشرت کی ہے پس تمہیں پانی دستیاب نہ ہو تو تم پاک زمین کا قصد کرو اور تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

لغوی تحقیق: ''اَلْغَائِطُ'' ہموار زمین جس کی سطح اردگرد کی زمین سے نچلی ہے۔ شہر، بستی کے لوگ قضاء حاجت کے لئے اس جگہ کا رخ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر سے چھپے رہیں۔ ''مُلَامَسَةُ النِّسَاءِ'' بیویوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجامعت کرنا "تَيَمَّمُوا" قصد کرو "الصَّعِيدُ" سطح زمین

تناسب : میدان حشر میں جب اللہ پاک کی بارگاہ میں لوگ حاضر ہوں گے اس دن کی ہولناکی لوگوں کو اس قدر مرعوب کردے گی کہ وہ آرزو کریں گے کہ ہم معدوم ہو جائیں ہم اللہ پاک کے جلال اور اس کی کبریائی کے مظہر کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے ہیں بلکہ اللہ پاک کے وصف قہر اور جبر کا ملاحظہ کرنے کے بعد ہم میں ہرگز کسی بات کو چھپانے کی سکت نہیں۔ اللہ پاک کے وصف جلال کا تقاضا ہوگا کہ آج اس شخص کو ہی تحفظ حاصل ہوگا جس کا دل اور اعضاء ایمان کی قوت کے باعث اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے سبب پاکیزہ ہوں گے اور دنیا میں جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے تھے تو باوضو ہو کر انس و محبت بلکہ وار فتگی کے عالم میں ادب کے قرینے کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے ان کے اس عمل نے آج ان کو بارگاہ الٰہی میں حاضری کے وقت ہر قسم کے خوف سے تحفظ عطا فرمادیا ہے۔ پس اللہ پاک نے حکم صادر فرمایا ہے کہ تم دار العمل میں عمدہ لباس زیب تن کر کے باوضو ہو کر بارگاہ الٰہی میں مؤدب کھڑے ہو جاؤ دنیا میں اس انداز کی حاضری بارگاہ رب العزت میں تمہیں ہر قسم کے خوف سے تحفظ عطا کرے گی بلکہ انس و محبت کی فضا جلوہ گر ہوگی۔ (نظم الدرر ۵ / ۲۸۴)

شانِ نزول : علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں عبد الرحمان بن عوف نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا ہم دعوت میں شریک ہوئے کھانے کے بعد اس نے ہمیں شراب پیش کی شراب پینے سے ہم قدرے بے ہوش ہو گئے ادھر نماز کا وقت ہو گیا رفقاء نے مجھے امام بنا دیا میں نے ﴿قُلْ يَآاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کی بجائے ﴿وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ قراءت کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ تم جس کی عبادت کرتے ہو ہم بھی اسی کو معبود تسلیم کرتے ہیں تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ "ایمان والو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ جب تم نشہ میں ہو۔" (صحیح ترمذی البانی ۳ / ۳۹)

تشریح : ایمان دار لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو اللہ کی ذات اور رسول اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں کہ تم نے شراب کے نشہ کی حالت میں مساجد میں داخل نہیں ہونا ہے اس حکم کے نازل ہونے کے وقت شراب حلال تھی جب تک کہ تمہاری عقل صحیح نہ ہو جائے کہ تم صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کر سکو اور تمہارا شعور اجاگر ہو تمہیں معلوم ہو جو تم تلاوت کر رہے ہو۔ اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی مسجدوں میں داخل نہیں ہونا ہے جب تک کہ تم غسل نہ کر لو البتہ جنابت کی حالت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت ہے عہد نبوی میں بعض انصار کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی کی جانب کھلتے تھے۔ انہیں باہر جانے کے لئے مسجد نبوی سے گزر کر جانا ہوتا تھا۔ صحیح بخاری میں رسول اکرم ﷺ کا حکم موجود ہے آپ نے مسجد نبوی کی جانب کھلنے والی تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم دیا۔ البتہ ابو بکر صدیق کی کھڑکی کو برقرار رکھا گیا آپ نے یہ حکم اپنی زندگی کے آخری ایام میں دیا اس لئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے بعد خلافت کے منصب پر ابو بکر صدیق فائز ہوں گے اور انہیں مسلمانوں کے درمیان ہونے والے معاملات کو نپٹانے کے لئے بار بار مسجد میں جانا ہوگا۔ نیز اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنبی انسان بھی مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا البتہ گزر سکتا ہے۔ جنابت کا سبب جماع ہو یا احتلام بعض صحابہ کرام کی گزرگاہ مسجد نبوی کا صحن ہی تھا انہیں بھی گزرنے کی اجازت دی گئی ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حیض کی حالت میں مسجد میں داخل ہو کر آپ کو چٹائی پیش کرتی تھیں جب آپ نے اسے بتایا کہ حیض کی حالت تجھے گزرنے سے نہیں روک سکتی اور جو شخص نیند کے باعث نشہ میں ہے اور وہ نیند میں اونگھ رہا ہے تو اس کے بارے میں آپ نے حکم دیا ہے کہ وہ نماز ادا نہ کرے پہلے اپنی نیند مکمل کرے جب نیند مکمل ہو جائے اور اسے معلوم ہو اس کی زبان سے کیا کلمات نکل رہے ہیں تب اسے نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔

(ابن کثیر ۱/ ۷۵۷، صحیح بخاری کتاب الوضو)

البتہ نسائی کی روایت میں اضافہ ہے کہ نیند کی کیفیت میں ہو سکتا ہے کہ اس کا ارادہ مغفرت کی بھیک مانگنا ہو لیکن بجائے اس کے وہ خود کو برا بھلا کہنے لگ جائے۔ (ابن کثیر، بخاری کتاب الوضوء ص ۴۹)

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى : اگر تم بیمار ہو جس کے سبب تم وضو اور غسل کے لئے پانی استعمال نہیں کر سکتے ہو یا تمہارے جسم پر زخم ہیں پانی کے استعمال سے زخموں کو آرام کی بجائے تکلیف کا سامنا کرنا ہوگا یا تم سفر میں ہو یا تم پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کر چکے ہو یا تم اپنی بیویوں کے سبب کہ تم نے ان کے ساتھ مجامعت کی ہے یا احتلام کے سبب جنابت کی حالت میں ہو اور تمہیں غسل کے لئے پانی دستیاب نہیں ہے اگر بے وضو ہو تو وضو کے لئے پانی دستیاب نہیں ہے تو تم پاک مٹی کا قصد کرو اس کو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ایک بار لگاؤ تو اس سے تمہیں غسل اور وضو سے کفایت حاصل ہوگی۔ اگر بیمار تندرست ہو جائے یا پانی دستیاب ہو جائے تو پھر غسل کرو یا وضو کرو جب کہ رخصت ختم ہو گئی ہے بیماری نہیں رہی یا پانی میسر آگیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا : اللہ پاک کا وصف ہے کہ وہ ایمان والوں کو معاف کر دیتا ہے جب وہ اس کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے جب وہ توبہ کرتے ہیں۔

غسل جنابت کا طریقہ

اولاً بسم اللہ کے کلمات کہہ کر دونوں ہاتھوں کو دھوئے نیت ہو کہ میں جنابت کا غسل کر رہا ہوں بعد ازاں استنجا کر کے شرم گاہ اور اس کے ارد گرد جگہ کو صاف کرے بعد ازاں وضو کرے وضو کے بعد سر کے بالوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خلال کرے پھر سر میں پانی ڈالے اس کے بعد جسم کے دائیں جانب پر پانی بہائے پھر بائیں جانب اوپر سے نیچے تک پانی بہائے بالخصوص بغلوں اور جسم کے ان حصوں کا خیال رکھے جہاں پانی عام طور پر نہیں پہنچتا جیسے ناف اور دونوں گھٹنے ہیں۔

نوٹ: جب بارش کے سبب مٹی دستیاب نہ ہو زمین کے تمام اجزا ریت، پتھر وغیرہ سے تیمّم جائز ہے۔

تیمّم کی کیفیت: دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار زمین پر مارے بعد ازاں ان کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کرے۔

تیمّم کی مشروعیت کا سبب اور شانِ نزول

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک سفر میں ہم رسول اکرم ﷺ کی معیت میں تھیں بیداء یا ذات الجیش مقام پر میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس وجہ سے آپ ﷺ اس کی تلاش کے لئے رک گئے صحابہ کرام آپ کی معیت میں تھے۔ پانی بالکل موجود نہ تھا اس حالت میں صحابہ کرام ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ آپ کو علم ہے عائشہ نے کس پریشانی میں ڈال رکھا ہے سبھی افراد رکے ہوئے ہیں اور پانی موجود نہیں ہے۔؟ چنانچہ ابو بکر میرے پاس آئے جب کہ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک میری ران پر رکھا ہوا تھا آپ پر نیند طاری تھی ابو بکر نے آتے ہی کہا" تو نے تمام لوگوں کو روک رکھا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ بھی سفر سے رکے ہوئے ہیں پانی موجود نہیں ہے" عائشہ نے بتایا مجھ پر ابو بکر ناراض ہوئے اور سخت سخت باتیں کہیں بلکہ اپنے ہاتھ کو میرے پہلو میں زور کے ساتھ دبا رہے تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کے احترام کے باعث میں نے حرکت کرنے پر کنٹرول کیا جب کہ آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا آپ ﷺ جب بیدار ہوئے تو پانی دستیاب نہ تھا صبح کے وقت تیمّم کی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ چنانچہ شرکائے سفر نے تیمّم کیا اس واقعہ پر اسید بن حضیر نے فرطِ جذبات کے عالم میں یہ جملہ کہا اے آلِ ابی بکر! تمہاری یہ اولین برکت نہیں ہے عائشہ بیان کرتی ہیں بعد ازاں جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو گمشدہ ہار ہمیں اس کے نیچے سے مل گیا۔

(فتح الباری ۱۲/ ۴۳۱، بخاری کتاب التفسیر ص ۹۴۹)

حالت سفر میں پانی اگرچہ موجود ہو تو پھر بھی مسافر شخص اگر احتلام کی صورت میں غسل نہیں کرتا یا نماز کی ادائیگی کے لئے وضو نہیں کرتا صرف تیمّم کر لیتا ہے تو اس کے لئے اس کی اجازت ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سفر میں جب نماز کا قصر کرنا اور رمضان میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے تو غسل نہ کرنا وضو نہ کرنا بالاولیٰ درست ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل بات یہ ہے کہ مسافر شخص جسے پانی دستیاب ہے اس دور میں اس کے لئے وضو کرنا اور غسل کرنا دوران سفر نہایت مشکل کام ہے ۔ حالانکہ اس دور میں سفر کی سہولتیں موجود ہیں عموماً ریل گاڑی یا بسوں موٹروں پر سفر ہوتا ہے تو جب لوگ جنگلات کا سفر اونٹوں گدھوں پر کرتے تھے تو ان کے لئے سفر میں غسل جنابت کرنا اور وضو کرنا بہت ہی مشکل تھا اگرچہ پانی وافر مقدار میں موجود کیوں نہ ہوتا تھا۔ آج کل بحری جہازوں میں پانی موجود ہوتا ہے بلکہ غسل کے لئے گرم اور ٹھنڈے پانی کا انتظام ہوتا ہے جب کہ اتنا اعلیٰ انتظام صرف اے کلاس کے مسافروں کے لئے ہوتا ہے۔ اس قدر سہولت کے باوجود اے کلاس کے مسافروں کا حال بہت برا ہوتا ہے کہ سفر کے سبب ان کا سر چکرانے لگتا ہے ایسی حالت میں غسل کرنا خاصا دشوار ہوتا ہے تو جب بحری جہازوں میں غسل کرنا مشکل ہے تو ریلوے یا اونٹوں، گدھوں پر سفر کرنے کی صورت میں کیوں کر غسل کرنا مشکل نہ ہوگا۔

نواب صدیق حسن خانؒ کی وضاحت

نواب صدیق حسن خانؒ ''الروضة الندية ''میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں پانی کے نہ پائے جانے کی قید ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ ان دو صورتوں کی جانب راجع ہے نتیجہ یہ ہے کہ عذر تین ہیں ایک عذر سفر ہے دوسرا عذر بیمار ہونا ہے۔ تیسرا عذر گھر میں ہوتے ہوئے پانی کا دستیاب نہ ہونا ہے۔ یہ حقیقت بالکل واضح ہے اس لئے جب قید چند جملوں کے بعد ہو جو ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تو اس وقت قید آخری جملہ کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ سبھی کے ساتھ ہے جب تک کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو جبکہ اس مثال میں مانع موجود ہے کہ سفر اور مرض پانی کی عدم موجودگی کے ساتھ مقید ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس مسئلہ کے علاوہ دیگر مسائل میں مستقل عذر ہیں۔ جیسے کہ روزہ ہے اور تیمّم کی احادیث جو مطلق ہیں گھر میں ہونے کے ساتھ مقید نہیں ہیں اس موقف کی تائید کر رہی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی رائے استاد امام کی رائے کے موافق ہے کہ تیمّم میں صرف سفر ہی ایسا عذر ہے جو کافی ہے پانی موجود ہو یا نہ ہو۔ (المراغی ۵۲ / ۴۸، ۴۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ
وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ
وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا
فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا
لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو کتاب سے حصہ دیئے گئے ہیں (یعنی یہودی) جو گمراہی کو خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ کو تمہارے دشمنوں کا خوب علم ہے اور کافی ہے اللہ دوست اور کافی ہے اللہ مدد کرنے والا۔ ان لوگوں سے جو یہودی ہیں وہ کلمات کو ان کی جگہ سے تبدیل کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی (اور وہ کہتے ہیں) آپ سنیں تو سنایا نہ جائے اور (راعنا) کا لفظ اپنی زبانوں کو مروڑ کر کہتے ہیں اور دین اسلام میں طعن کرتے ہوئے اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ سنیں تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور درست ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کی وہ تو کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

لغوی تحقیق: "يُحَرِّفُوْنَ" الحرف یہ لفظ اپنے استعمالات میں تین معنوں پر بولا جاتا ہے کنارا، سرا، یا کسی شے کی حد ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ (الحج/۱۱) "اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی پرستش کنارے پر کھڑا ہو کر کرتا ہے" اس سے مقصود منافقین ہیں جنہوں نے اسلام اوپر ہی دل سے قبول کیا ہے وہ گویا کنارے پر کھڑے ہیں اگر اسلام کی اطاعت میں کوئی مادی منفعت نظر آئے تو اسے اختیار کر لیتے ہیں اگر آزمائش اور امتحان کا مرحلہ درپیش ہو تو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ (لسان القرآن ۴۴۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب اور تشریح: احکام اور ان پر وعدہ، وعید کے ذکر کے بعد بعض امتوں کا بیان ہے کہ انہوں نے احکام الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کی یا احکام الٰہیہ کو عملاً تسلیم نہ کیا مقصود یہ ہے کہ مخاطب لوگوں کو بتاتا ہے کہ اللہ پاک اپنی مخلوق کے اعمال سے واقف ہے۔ ایک لمحہ بھر بھی اس کی مخلوق اس کی نگرانی سے بعید نہیں گذشتہ اقوام کی طرح موجودہ دور کے لوگوں کے حالات بھی اللہ پاک کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہیں جب ان سے پہلے لوگوں نے احکام الٰہیہ کے مطابق عمل نہ کیا تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اسی طرح اگر تم بھی اطاعت میں کوتاہی کرو گے تو تمہارا حال ان سے مختلف نہیں ہوگا۔ چنانچہ بعض احکام کا پہلے بیان ہوا جو واضح ہیں جیسے غسل اور تیمّم کا ذکر ہے اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا کہ دور ماضی میں کچھ لوگ اس ذہن کے تھے کہ ان کی عملی زندگی احکام الٰہیہ کے خلاف تھی وہ عذاب الٰہی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کجا کہ وہ اللہ کے ہاں کسی عزت واحترام کے مستحق ہوتے چنانچہ اس وضاحت کی روشنی میں آیت مبارکہ کے مفہوم کا مطالعہ فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا: علامہ ابن جریر رقمطراز ہیں: اے پیغمبر ﷺ آپ کے علم میں ہے کہ آپ کے زمانہ کے یہودی جو تورات کا علم دیئے گئے ہیں تعجب ہے کہ وہ کس طرح اس کی ہدایت سے کوسوں دور ہیں انہوں نے تو ہدایت کے بدلے گمراہی کو پسند کر لیا ہے اب ان کا مطمع نظر یہ ہے کہ تم بھی صراط مستقیم سے گمراہی کے گڑھے میں گر جاؤ۔

نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ: کی ترکیب پتہ دے رہی ہے کہ انہوں نے مکمل طور پر تورات کو محفوظ نہیں کیا جیسا کہ مسلمانوں نے ان کے پیغمبر پر نازل شدہ کتاب کو مکمل طور پر محفوظ کر رکھا ہے دراصل یہودیوں کے پاس تورات کا ایک ہی نسخہ تھا وہ نسخہ گم ہو گیا۔ چنانچہ اس موقف کی تائید اس حقیقت سے بھی ہو رہی ہے کہ قرآن پاک میں صراحت ہے کہ یہودیوں نے اس کے ایک حصہ کو فراموش کر دیا۔ ارشاد الٰہی ملاحظہ کریں:

﴿فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِهٖ﴾ (المائدہ: ۱۴)

"پس انہوں نے اس سے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی ایک حصہ کو فراموش کر دیا۔"

مزید برآں انہوں نے اس میں اضافہ کیا جس طرح ان کا اضافہ کرنا جائز ہے اسی طرح کمی کرنا بھی ناجائز ہے تورات انہیں جھوٹ بولنے لوگوں کو تکلیف پہنچانے اور سود لینے سے روکتی ہے جب کہ وہ ان ناجائز کاموں کا ارتکاب کرتے تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ تورات کے بعض احکام پر عمل پیرا تھے اور بعض پر عمل پیرا نہ تھے اسی طرح آپ ﷺ کے اوصاف کو بھی انہوں نے تورات سے نکال دیا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِکُمْ: اللہ پاک تم سے زیادہ تمہارے دشمنوں کا علم رکھتا ہے جیسا کہ منافقین لوگ ہیں تم ان کو اپنی جماعت سے سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہاری جماعت سے نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيرًا: اللہ پاک تمہارا دوست ہے وہ تمہیں ایسے کاموں کے کرنیکا حکم دے گا جس میں تمہاری بھلائی ہے اور اللہ پاک تمہیں تمہارے دشمنوں پر غلبہ عطا کرے گا۔ (المنار ۵/۱۳۸)

یہودیوں کی معنوی تحریف

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ: یہودی ایسے لوگ ہیں جو کلمات کو ان کے مقام سے تبدیل کرتے ہیں یعنی معنوی تحریف کرتے ہیں ان کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ اور راہ صواب سے انہیں دور کرنا ہے جب کہ ان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ تورات پر ایمان لائیں اس لئے کہ وہ الہامی کتاب ہے ایمان کے ساتھ ساتھ اس کی تلاوت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اس کے مقتضیات کے مطابق عمل کو ضروری قرار دیا گیا تھا لیکن وہ آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اپنے کفر کا اظہار نہایت بیباکانہ انداز میں کرتے کہ ہم نے تورات کے احکام کو سن لیا اور ہم نے اس کی نافرمانی کا عزم کر لیا ہے۔ اور آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ہماری باتیں سن لیں اور بد دعا کرتے اللہ آپ کو ہماری باتیں نہ سنائے اور "راعنا" کا کلمہ کہتے جس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ آپ ہمارا خیال رکھیں جب کہ اس کے پردہ میں آپ ﷺ کو مطعون قرار دیتے۔ آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے کہتے یہ شخص تو (معاذ اللہ) احمق ہے وہ اس لفظ کو ادا کرتے وقت اپنی زبانوں کو پھیر کر گالی دیتے تاکہ آپ کو اس کا علم نہ ہو سکے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا: اگر وہ ادب کے زاویوں کا خیال رکھتے ہوئے کہتے ہم آپ کے کلام کو سن رہے ہیں ہم آپ کی اطاعت میں سرگرم عمل ہیں آپ ہماری گذارشات کو سنیں اور ہمارا انتظار کریں تو ان کے لئے نہایت بہتر تھا۔ اور عدل وانصاف کی غمازی کرتا جب کہ انہوں نے ان کلمات کو زبان پر لانا درست نہ سمجھا سبب یہ ہے کہ اللہ پاک نے انہیں ملعون قرار دیا ہے اور ان کے کفر اور مکر کے باعث انہیں توفیق الٰہی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ پس ان کا ایمان ان کے لئے ہرگز افادیت کا حامل نہیں ہے اللہ پاک ان کی بدکرداریوں کے سبب ان کے اخلاق کی ہرگز اصلاح نہیں فرمائے گا نہ انہیں کفر و شرک اور نفاق کی بیماریوں سے تحفظ عطا کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں ہرگز کسی کمال سے بہرہ ور نہیں ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیت کے مدعی لوگ ہمیشہ ایمانداروں کے ساتھ زمانہ نبوت سے لے کر قیامت تک مکر و فریب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ جب کہ ایمانداروں کو اللہ کی جانب سے ہمیشہ فتح ونصرت سے نوازا جاتا رہے گا انہیں ہرگز اللہ کے علاوہ کسی فرد یا حکومت سے مدد طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں کی خفیہ سازشوں کا ہمیشہ سے پردہ چاک ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا لیکن دوسری جانب اس حقیقت کو بھی آنکھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے رکھنا ضروری ہے کہ ایمان کا معمولی درجہ ہرگز کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اس کے ضعف کی وجہ سے ناقابلِ فراموش نقصانات سے عہدہ برا ہونے کے مواقع ظہور پذیر نہیں ہوتے اس لئے ضروری ہے کہ ایمان میں زیادہ سے زیادہ پختگی اور قربانی کا جذبہ ہر لحہ بیدار رہنا چاہئے۔(ایسر التفاسیر ۱/ ۴۰۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب تم اس چیز پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے اتارا، وہ اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹادیں اور ان کو ان کی پیٹھ پر پھیر دیں یا ہم ان پر لعنت کریں جیسا کہ ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی اور اللہ کا فیصلہ کیا گیا ہے

لغوی تحقیق: "طَمَسَ" کسی چیز کا نام ونشان مٹا دینا قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾(المرسلت: ۸)" جب ستاروں کی روشن جاتی رہے گی۔"

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا: بعض نے کہا ہے کہ دنیا میں ان کے چہروں کو بگاڑنا مراد ہے مثلاً ان کے چہروں پر بال اگادیں ان کی صورتیں بندروں اور کتوں جیسی کردی جائیں۔(مفردات امام راغب ۲/ ۵۶۵)

شیخ الجزائری کا قول

شیخ الجزائری فرماتے ہیں: ہم چہروں کے آثار مٹادیں گے یعنی آنکھیں اور ان کے حلقوں کو ختم کردیں گے جس کے نتیجہ میں چہرے گدی کا روپ دھارلیں گے جبکہ گدی، چہرہ دکھائی دے گی۔(ایسر التفاسیر ۱۲/ ۴۰۹)

تناسب اور تشریح: اس سے پہلے یہودیوں کی بداعمالیوں اور حق وصداقت کے خلاف ان کی ہرزہ سرائی کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور انہیں ملعون قرار دیتے ہوئے غیظ وغضب کی کیفیت میں انہیں مخاطب کیا گیا ہے۔

جب کہ تخاطب کا انداز اس کیفیت کا حامل ہے کہ انہیں ان کی ریشہ دوانیوں کے سبب اس لائق نہیں سمجھا گیا ہے کہ انہیں ان لوگوں کی طرح مخاطب کیا جاتا جو قریب ہیں بلکہ انہیں اپنی جناب سے دور قرار دینے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے انداز میں مخاطب کیا ہے کہ اے وہ لوگو! جن کی راہ نمائی کے لئے تورات کو نازل کیا گیا۔ اللہ پاک نے ان کی ذلت اور حقارت کے پیش نظر مناسب نہیں سمجھا کہ اللہ پاک انہیں یوں مخاطب کرتے کہ اے لوگو! جن کو ہم نے تورات سے نوازا دراصل اللہ پاک نے ان کو شدید غیظ و غضب کی کیفیت کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ مزید بر آں یہ نہیں فرمایا کہ جو کتاب کا کچھ حصہ دیئے گئے ہیں۔ بلکہ جنہیں مکمل کتاب کے مشمولات سے استفادہ کا موقع دیا گیا تم اس کتاب (قرآن پاک) پر ایمان لاؤ جسے تدریجاً نازل کیا گیا جب کہ تورات کو یکبارگی نازل کیا گیا تھا اس کتاب میں جو وصف اعجاز کے ساتھ موصوف ہے جس میں نہ صرف یہ کہ بعض غیب کی خبروں سے آگاہ کیا گیا ہے بلکہ بعض علمی دقائق سے بھی سرفراز کیا گیا ہے اور اس جملہ میں کہ قرآن پاک تمہاری جانب نازل شدہ کتاب کو سچا قرار دے رہا ہے۔ پھر گویا کہ صرف ایک حسد ہے جس نے تمہیں اس کی مخالفت پر مشتعل کر رکھا ہے وگرنہ تمہارے دل تو اس کی صداقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اللہ پاک انہیں خوفزدہ کر رہے ہیں کہ تم اگر اس کتاب کی تصدیق نہ کرو گے تو ہم تمہارے چہروں کی کیفیات کو گدی کی کیفیت کی صورت میں تبدیل کر دیں گے اور تمہاری گدی کو چہرے کے ماڈل میں ڈھال دیں گے گویا کہ چہرہ گدی کی جگہ پر اور گدی چہرے کی جگہ پر ہوگی لیکن چہرہ، آنکھ، ناک اور منہ کی کیفیت سے خالی ہوگا۔

اسی طرح ﴿فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ﴾ (القمر: ۳۷) "تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا" آیت کے جملہ میں وضاحت ہے یعنی حقیقی مٹانا مراد ہے۔ یا پھر ہم انہیں انسانی شکل سے بالکل دور کر دیں گے کہ نہ صرف یہ کہ ان کے چہرے بلکہ ان کے جسم کا مکمل ڈھانچہ بندروں کی شکل اختیار کر لے گا جیسا کہ ہم نے ان لوگوں کو ملعون قرار دیا جنہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم نہ کی اس سبب سے ان کی شکلیں مسخ ہو گئیں۔ اللہ پاک نے ان پر ناراض ہوتے ہوئے انہیں بندر بنا دیا جب اللہ پاک نے آرڈر دیا:

﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ (بقرہ: ۶۵) "تم ذلیل بندر ہو جاؤ"

(نظم الدرر ۵/ ۲۹۶ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں "تفسیر اصدق البیان ۱/ ۲۰۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

ترجمہ: بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کا شریک ثابت کیا جائے اور شرک کے سوا کو جس شخص کے لئے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جس شخص نے اللہ کا شریک بنایا یقینی طور پر اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

لغوی تحقیق: ''اِثم'' گناہ، ناجائز عمل، قمار اور شراب۔ ''اَثَام'' گناہ کی سزا، ''اَلاَثِیم'' فاجر انسان ''اَلمَأْثَم'' وہ فعل جس کی وجہ سے انسان گناہگار ہو جائے۔ ''تَاثِیم'' اِثم کا مصدر ہے۔ اسلام چونکہ ان تمام اقدار حیات کو اپنے دامن دعوت میں سمیٹے ہوئے ہے جن سے انسان کی روحانی، اخلاقی اور اجتماعی صلاحیتوں کی پرورش ہوتی ہے اس لئے گناہ کا اطلاق ہر اس اقدام پر ہوگا جو اس سلسلے میں رکاوٹ کا باعث ہو یعنی ہر وہ فعل، اثم اور گناہ متصور ہوگا جس سے قلب وباطن کے لطائف مجروح ہوں۔ فکرو تدبر کے داعیے مضمحل ہوں اخلاق وعادات میں بگاڑ پیدا ہو اور ان اجتماعی تصورات کو نقصان پہنچے جو انسانیت کے ارتقاء کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ بہ اختلاف سیاق قریباً ۴۳ مرتبہ آیا ہے۔ (لسان القرآن ص ۵۰)

تناسب: اس سے پہلے اللہ پاک نے یہودیوں کو ان کے کفر کے باعث شدید وعید سے ہم کنار کیا ہے کہ ان کے چہرے سامنے کی بجائے گدی کی جانب اور ان کی گدی چہرے کی جگہ لگادی جائے گی۔ مزید تاکید کی ہے کہ انہیں اس وعید سے ہرگز مفر نہیں ہوگا جب کہ اس آیت میں جس کی وضاحت کی جارہی ہے شدید قسم کی وعید سے انہیں آگاہ کیا ہے کہ کفر وشرک ایسا عظیم گناہ ہے جسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کو اللہ پاک معاف فرمائیں گے۔

شان نزول: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (الزمر: ۵۳)

آیت مبارکہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت فرمائی اس دوران ایک شخص کھڑا ہوا اس نے استفسار کیا شرک بھی معاف ہو جائے گا اس کے بعد دوبارہ یا تین بار دریافت کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی اس میں وضاحت ہے کہ شرک ایسا عظیم گناہ ہے جو معاف نہیں ہوگا جیسا کہ ایمان کی نعمت کے باوجود علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صوفیا کو اللہ کے مقام پر بٹھانا شرک ہے نیز جیسا کہ حلت، حرمت کے مسائل میں کتاب وسنت سے روگردانی کر کے علماء صوفیا کے فتاویٰ پر گامزن ہونا جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے خلاف ہیں تو وہ بھی شرک ہے بہر حال شرک فی الالوہیت والربوبیت دونوں سے بچاؤ ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ موحدین کے اعمال اللہ پاک کی جانب بلند ہوتے رہتے ہیں بشری تقاضوں کے لحاظ سے ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا جاتا ہے ان میں بھلائی کی قوت غالب رہتی ہے جب کہ برائی کی قوت بھی انہیں اللہ کے قرب سے دور کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُبْصِرُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۱)

"جب شیطان کی جانب سے انہیں وسوسہ لاحق ہوتا ہے تو وہ اللہ کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں اس وقت وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ وہ نہایت تیزی کے ساتھ توبہ کی جانب لپکتے ہیں اور لغزشوں کے صادر ہونے کے بعد اشک ندامت بہاتے ہوئے اعمال صالحہ کی جانب راغب ہوتے ہیں۔

شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کی مغفرت کا بیان

وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ: جب کہ شرک کے علاوہ صغائر اور کبائر گناہ اللہ کی مشیت کے تابع ہیں اگر اللہ پاک چاہے گا تو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو گناہ کے سبب عذاب میں مبتلا کرے گا ۔ جب کہ مشرک انسان جو اللہ کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کرتا ہے وہ عبادت کے لائق نہیں ہے بہر حال اس کا گناہ عظیم ہے لیکن ایسے شخص کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اللہ کی ذات کا خوف ہر وقت اس کے رگ وریشہ پر حاوی ہو۔ یاد رکھیں شرک ایسا گناہ ہے جو توبہ کے ساتھ معاف ہو جاتا ہے اس کے علاوہ کبائر صغائر گناہ اللہ کی مشیت پر منحصر ہیں۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا: جو شخص اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے خواہ ایجاد کے لحاظ سے یا تحلیل و تحریم کے لحاظ سے اس کا گناہ عظیم تر ہے لیکن اس کی عظمت کے مقابلہ میں سبھی گناہ صغیرہ ہیں اگر اللہ چاہے تو معاف کرے نہ چاہے تو اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا
يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ
اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

ترجمہ : کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاکیزہ سمجھتے ہیں جب کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاکیزہ بناتا ہے اور ان پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔ دیکھیں وہ کس طرح اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اس گناہ کا واضح ہونا کافی ہے۔

لغوی تحقیق : "فَتِيْلًا" مادہ "فَتَل" ہے کھجور کی گٹھلی میں دھاگے کو کہتے ہیں اس لفظ کے ساتھ نہایت حقیر چیز کی مثال دی جاتی ہے جیسا کہ ذرہ کے ساتھ حجم میں چھوٹی چیز کی مثال پیش کی جاتی ہے۔(المراغی ۵ / ۵۷)

تناسب : اس سے پہلی آیت میں اللہ پاک نے مشرک انسان کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کذاب ہے جب اس نے عبادت کو اللہ کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کی جانب منسوب کیا ہے اسی طرح یہودی بھی کذاب ہیں جب انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم چند روز دوزخ میں رہیں گے حالانکہ ان کا دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں ہے سراسر جھوٹ ہے۔

شان نزول : ابن جریر بیان کرتے ہیں یہودی خود کو اللہ کے بیٹے اور محبوب سمجھتے تھے وہ مدعی تھے کہ جنت میں داخلہ صرف یہود و نصاریٰ کا ہو گا۔ مزید بر آں انہوں نے دعویٰ کیا کہ اگر ہمیں دوزخ میں ڈالا بھی گیا تو ہم وہاں چند روز رہیں گے اللہ پاک نے ان کے اس دعویٰ کا رد کیا ہے کہ تم خود کو اتنا پاک صاف نہ سمجھو تمہارا یہ دعویٰ حقیقت کے خلاف ہے جب کہ عقل مند لوگ تزکیہ کو قبیح گردانتے ہیں اگرچہ فی الواقع ان کی پاکبازی معاشرہ میں مسلم کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس قسم کی پاکبازی کا ادعا انسان کو مغرور بنا دیتا ہے۔ اس کیفیت میں وہ حق و صداقت کی قبولیت سے انکار کر دیتا ہے اور زبردست خسارے میں مبتلا رہتا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ : جب کہ تزکیہ اللہ کے ہاتھ میں ہے تمہارے ادعا کا کچھ اعتبار نہیں اللہ پاک اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس وصف کے ساتھ نوازتا ہے خواہ اس کا تعلق کیسے ہی خاندان سے کیوں نہ ہوا اور جن کو اس وصف کے ساتھ نوازتا ہے ان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان کے عقائد درست ہو جاتے ہیں اور ان کے اعمال صالحہ سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلاَ يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلاً: ان پر ذرہ بھر ظلم نہیں ہوگا نہ گناہوں میں کچھ اضافہ ہوگا نہ ان کے اعمال صالحہ میں کچھ کمی ہوگی۔

أُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ: ان پر تعجب ہے کہ وہ کیسے اللہ کی جانب جھوٹ کی نسبت کرتے ہیں ان کے تمام دعاوی جھوٹ، مکروفریب کا پلندہ ہیں اور جھوٹ کہنا ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس کے سبب جھوٹ کہنے والا دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلاً ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لاَّ يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کی جانب نہیں دیکھا جو کتاب کا کچھ حصہ دیئے گئے تھے جو بتوں اور شیطان کے معتقد ہیں اور وہ شرک کرنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت والے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرتا ہے تو وہ کسی مدد کرنے والے کو نہیں پائے گا۔ کیا ان کا بادشاہت میں کچھ حصہ ہے؟ تو وہ اس وقت لوگوں کو تل برابر بھی نہیں دیں گے۔ کیا وہ لوگوں پر حسد کر رہے ہیں؟ کہ ان کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے پس بلاشبہ ہم نے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور دانائی سے نوازا نیز ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت عطا کی پس کفار سے کچھ اس کتاب پر ایمان لائے اور کچھ وہ تھے جو اس کتاب پر ایمان نہ لائے (ان کے لئے) دوزخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھڑکتی ہوئی کافی ہے۔

لغوی تحقیق: "اَلْجِبْتُ" یہ لفظ حبشی الاصل ہے کتب لغت و تفسیر میں اسکے مختلف معانی منقول ہیں حضرت عمرؓ کے نزدیک اس کا معنی جادو ہے۔ زمخشری نے اس کا معنی شر لیا ہے دراصل یہ لفظ جامع ہے اور اس میں وہ تمام معمولات داخل ہیں جن کا تعلق توہمات اور ان چیزوں سے عقیدت کے ہیں جن سے عقائد و ایمانیات میں خلل ہوتا ہے اور انسان اللہ پاک کے واضح احکام کو چھوڑ کر ان فضول چیزوں کے پیچھے ہو لیتا ہے جو تخمین اور وہم کے سوا اور کچھ حقیقت نہیں رکھتیں اور جب یہ بیماری قوموں میں آتی ہے تو انکے قوائے عقل شل ہو جاتے ہیں اور وہ صحیح اور صحت مند فکر سے محروم ہو جاتی ہیں۔

الطاغوت کی تشریح

بنی اسرائیل کے بارے میں ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾ وارد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو انہیں محکم کتاب سے نوازا تھا لیکن انہوں نے کتاب کی پیروی کی بجائے طرح طرح کے لغویات اور توہمات کی اطاعت کو اپنا وطیرہ قرار دے لیا۔ (لسان القرآن ۳۱۲)

"اَلطَّاغُوتُ" کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس کی عبادت کرنا سرکشی اور حق و صداقت سے نکلنے کا سبب ہو خواہ کسی مخلوق کی عبادت ہو یا کسی لیڈر کی تقلید ہو یا خواہشات کی تابعداری ہو جب کہ عمر اور مجاہد نے اس کا معنی شیطان قرار دیا ہے۔ "اَلنَّقِيرُ" کھجور کی گھٹلی کی پشت میں معمولی سا گڑھا مراد ہے جس سے کھجور کا پودا اگتا ہے معمولی حقیر چیز کے لئے اس کو بطور مثال کے ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ "قِطْمِير" اس باریک پردے کو کہتے ہیں جو گھٹلی اور گودے کے درمیان ہوتا ہے۔ "اَلنَّاسُ" اس آیت میں اس سے مقصود محمد ﷺ اور وہ لوگ مراد ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ "اَلْفَضْلُ" سے مقصود نبوت اور دین و دنیا کی عزت ہے۔ "الکتاب" ظاہری شریعت کا علم۔ "اَلْحِكْمَةَ" سے مقصود شریعت کے اسرار کا علم ہے "مُلْكًا عَظِيمًا" سے مقصود بادشاہت ہے جس سے بنی اسرائیل سے بعض انبیاء علیہم السلام کو سرفراز فرمایا گیا ہے جیسے داؤد اور سلیمان علیہما السلام ہیں۔ (الراغی ۵ /۶۲)

شان نزول: یہودیوں کی ایک جماعت جن میں حیؓ بن اخطب، کعب بن اشرف ان کے ساتھ اور لیڈر بھی تھے وہ مدینہ سے مکہ مکرمہ اس غرض سے گئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں کچھ اور قبائل کو اپنے ساتھ شریک کریں جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو قریش مکہ نے ان سے کہا تم اہل کتاب ہو ہم تم سے اپنے دین اور محمد ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کون سا دین بہتر ہے ؟ انہوں نے بتایا تمہارا دین محمد کے دین سے بہتر ہے اور تم اس اور اس کے متبعین سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو ان کے اس ریمارک پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تشریح : اے پیغمبر (ﷺ) کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ جو لوگ تورات کا کچھ علم رکھتے ہیں وہ کہانت، لغویات توہمات، خواہشات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ وابستگی کو اللہ کی عبادت سے افضل عبادت قرار دیتے ہیں تعجب ہے کہ وہ اہل علم ہوتے ہوئے قریش کے مشرکانہ دین کو محمد ﷺ کے دین سے بہتر قرار دیتے ہیں اور انہیں ان کی دینی اور اجتماعی زندگی کے لحاظ سے زیادہ صحیح کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودی علماء کے اس مؤقف سے ان لوگوں کو زبردست تعجب لاحق ہوا جو دین حقہ کی معرفت رکھتے تھے کہ کیسے یہ لوگ باطل دین کو سچا قرار دے رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ملعون قرار دیا اور انہیں خیر و برکت اور روشنی سے دور کر رکھا ہے اور جن لوگوں کو اللہ ملعون قرار دیتا ہے تو اے پیغمبر ﷺ! آپ ہرگز ان کا کوئی مددگار نہیں پائیں گے جو ان کو اس رسوائی سے تحفظ عطا کرے تعجب ہے کہ اہل علم ہوتے ہوئے شرک کی توحید پر برتری عطا کر رہے ہیں۔

یہودی علماء کا بخل

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ : یہودی علماء کے بخل کو واشگاف کیا جا رہا ہے کہ اگر بفرض محال انہیں بادشاہت مل بھی جائے پھر بھی ان پر بخل کا اتنا غلبہ ہے کہ وہ کسی شخص کو حقیر ترین چیز جس کی کچھ قیمت نہیں وہ بھی دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اولاً ان کی جہالت سے پردہ کشائی کی گئی ہے کہ انہوں نے توحید پر شرک کو برتری عطا کی ہے۔ بعد ازاں بخل جیسے مذموم وصف کے ساتھ وہ موصوف ہیں جس سے بڑی بیماری شائد اور کوئی نہیں۔

اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ : اللہ پاک یہودی علماء کے حسد پر ان کی مذمت کر رہے ہیں کہ وہ نبی ﷺ اور ایمانداروں پر حسد کر رہے ہیں کہ اللہ پاک نے کیوں انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ انہیں ہرگز پسند نہیں کہ کسی گروہ کو ان پر برتری حاصل ہو یا ان کے برابر ہو دراصل خاندانی لحاظ سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں جب کہ ان کا کردار انہیں خاندان سے کسی تعلق کی نشان دہی نہیں کرتا ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ محمد ﷺ منصب نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد روز بروز مضبوط ہو رہے ہیں اور ان کی عظمت اور شوکت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے بلکہ ان کے انصار و اعوان کی تعداد دیکھ کر حیرت و استعجاب نے ان کے دامن کو تھام لیا ہے۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ : ان کے حسد کو ختم کرتے ہوئے انہیں آگاہ کیا کہ اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ آپ ﷺ پر انعامات الٰہیہ کی بارش کی وجہ سے حسد کر رہے ہیں تو انہیں اپنی عقل کے ناخن لینے چاہئیں ان کو نوازنا کچھ اچنبھے کی بات نہیں جب کہ ہم نے ان سے پہلے اسی طرح آل ابراہیم کو عظمت وسیادت عطا کی اور عرب کے لوگ نسب کے لحاظ سے آل ابراہیم سے ہیں جب کہ وہ ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں تو حیرت کہ تم آل ابراہیم پر ہونے والے اعزازات پر تو تعجب نہیں کرتے ہو لیکن محمد ﷺ کو جن مناقب ومحامد سے نوازا گیا ہے۔ان پر حیرانی کا اظہار کر رہے ہو یہ انصاف تو نہیں ہے کہ آل ابراہیم کے مناقب وفضائل پر تم خاموش رہو اور تمہیں کچھ حیرانی نہ ہو لیکن محمد ﷺ کے بارے میں تم گوارا نہیں کرتے ہو کہ انہیں کسی قسم کا کوئی اعزاز واکرام حاصل ہو؟ فیاللعجب!

امت محمدیہ کا منصب خلافت پر متمکن ہونا

بلکہ آیت مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے کہ نبوت کے ساتھ مسلمانوں کو عظمت وشوکت سے نوازا جائے گا۔اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا چنانچہ مدینۃ الرسول میں ان آیات کے نازل ہونے کے بعد اسلامی حکومت کے آثار نظر آنے لگ گئے تھے۔مسلمانوں کی شوکت وعظمت میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا اور آہستہ آہستہ نظام حکومت مستحکم ہوتا رہا۔

خلاصہ : حقیقت یہ ہے کہ یہودی اولاً تو مغرور تھے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اللہ کے فضل وکرم کے صرف وہی مستحق ہیں ان کے سوا لوگوں پر اللہ کی رحمت کے دروازے بند ہیں یا وہ اس پندار میں مبتلا تھے کہ کائنات پر ان کا تصرف ہے وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں وہ کسی شخص کو معمولی حقیر چیز بھی نہیں دیں گے بلکہ حسد میں غلطاں تھے کہ اللہ نے کیوں اہل عرب سے ایک شخص کو کتاب وحکمت سے نوازا ہے بلکہ بادشاہت کے مقدمات اور آثار نظر آرہے ہیں۔؟

فَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ : آپ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام اور اس کی آل سے تھے باوجود اس کے کہ وہ نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت سے بھی نوازے گئے تھے تمام لوگ ان پر بھی ایمان نہیں لائے تھے کچھ ایمان کی دولت سے شادکام ہوئے اور کچھ اس نعمت سے بہرہ ور نہ ہو سکے کفر پر ڈٹے رہے اے محمد! ﷺ آپ ہرگز تعجب نہ کریں کہ آپ کی قوم آپ کے ساتھ مکمل طور پر موافقت نہیں کر رہی ہے بلکہ تمام امتوں کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی وطیرہ رہا ہے دراصل اس میں نبی ﷺ کو صبر وسکون کی جانب متوجہ کرنا ہے تاکہ قوم کی اذیتوں اور دشمنی پر آپ کو گھبراہٹ نہ ہو۔ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ (الکہف:۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بس شائد کہ آپ اپنے آپ کو ان کے پیچھے بطور افسوس کے قتل کر رہے ہو اگر وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔"

وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا: اگر دنیا میں ان سے عذاب کا کچھ حصہ ٹل بھی گیا تو عنقریب آخرت میں انہیں اس عذاب سے دوچار ہونا ہے جو ان کے لئے تیار ہے جب انہوں نے باطل کی پیروی کی اور حق وصداقت کی پیروی اور اس پر عمل کی بجائے باطل کو ترجیح دی اور ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا یہاں تک کہ انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا جب کہ جہنم میں آرام واطمینان کا شائبہ تک نہ ہوگا۔(المراغی ۵ / ۶۵،۶۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انہیں دوزخ میں داخل کریں گے جب ان کے چمڑے جل جائیں گے تو ہم ان کے بدلے میں اور چمڑے پیدا کریں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔ بلاشبہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے بہت جلد ہم انہیں باغات میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان کے لئے وہاں پاک بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنے سائے میں رکھیں گے۔

لغوی تحقیق: "ظِلٌّ ظَلِيْلٌ" کی ترکیب "لَيْلٌ، اَلْيَلُ" جیسی ہے معنی میں مبالغہ اور تاکید ہے۔ مقصود ایسا سایہ ہے جو پھیلا ہوا اور چھایا ہوا ہے اس سائے میں بیٹھنے والا شخص نہ صرف گرمی بلکہ لُو سے بھی محفوظ رہتا ہے ور سایہ بھی ہمیشہ دھوپ سے محفوظ ہے چونکہ عرب کا علاقہ شدید گرم ہے تو سایہ ان کے ہاں آرام کے اسباب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے عظیم سبب ہے بلکہ ہمیشگی کا نشان ہے۔

"آیات" ان دلائل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو اس حقیقت کی راہ نمائی کریں کہ دین اسلام سچا دین ہے اور سب سے بڑی دلیل قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک کو اولین حیثیت حاصل ہے تمام دلائل سے زیادہ واضح ہے ہر آیت دلیل اور عظمت الٰہی کا نشان ہے۔(المراغی /۵۲ تا ۵۷)

تناسب: بالکل واضح ہے اس سے پہلی آیت میں اللہ پاک نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی دعوت دی گئی ان میں ایک فریق ایسا تھا جس نے حق وصداقت سے روگردانی کی اس آیت میں روگردانی کرنے والوں کو مشتعل آگ میں جھونکنے کی خبر دی گئی ہے جو ان کے اجسام کو جھلس دے گی بلکہ جلا دے گی یہاں تک کہ اجسام سے احساس اور ادراک ختم ہو جائے گا۔

تشریح: بلاشبہ اللہ پاک نے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں (جن کو انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا) بھڑکتی آگ کو تیار کر رکھا ہے جو ان کو جھلس دے گی اور ان کے جسموں کو جلا دے گی یہاں تک کہ ان میں احساس باقی نہ رہے گا۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ: ان کے چمڑوں سے جب احساس اور زندگی معدوم ہو جائے گی تو ہم ان کے بدلے اور چمڑے چڑھا دیں گے جن میں تکلیف کا احساس ہو گا۔

کفار کے چمڑوں کی تبدیلی کا سبب

کفار کے چمڑوں کی تبدیلی کا سبب ڈاکٹر عبدالعزیز پاشا نے اپنی تالیف الاسلام والطب الحدیث میں اس کی حکمت کو واضح کیا ہے کہ تکلیف کا شدید احساس چمڑے میں ہوتا ہے جبکہ چمڑے کے بعد اعضاء داخلیہ میں احساس کم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماہرین اطباء کا قول ہے کہ چمڑے پر پھیلنے والی آگ جو چمڑے پر گزر کر نیچے اعضاء کی جانب جاتی ہے اس کی تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے اور جو چمڑے سے نہ گزرے اس کی تکلیف شدید ہوتی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی کی وضاحت پر غور فرمائیں کہ آگ جب چمڑے کو جلا دیتی ہے تو ہم نیا چمڑا بنائیں گے تاکہ تکلیف بدستور ہمیشہ جاری رہے ظاہر ہے کہ چمڑے کے جل جانے پر اس کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ جب کہ دوزخی انسان ہمیشہ دردناک عذاب سے دوچار رہے گا۔

لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ: تاکہ عذاب کا ذائقہ ہمیشہ ہمیشہ رہے اس لئے کہ تکلیف کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب انسانی جلد میں زندگی ہو۔ اس مقام پر ایک وہم کو ختم کرنا ضروری ہے لوگ عام طور پر سمجھتے ہیں کہ جو شخص کسی تکلیف کا عادی ہو جاتا ہے اسے تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے تو اس وہم کو دور کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب چمڑے بدلتے رہیں گے تو عذاب بدستور جاری رہے گا۔ اور عذاب کا احساس اور اس کی تکلیف سے دوزخی شخص ہمیشہ دوچار رہے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : جو لوگ (ایمان باللہ) کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے جن میں نہریں جاری رہیں گی ہمیشہ ہمیشہ وہاں ان کی رہائش ہوگی انہیں دراصل اس عمل کے سبب کہ ان کا جھکاؤ ان کے پروردگار کی جانب رہا اور اس کی ہدایت کے مطابق اعمال صالحہ کرتے رہے ظاہر ہے کہ صرف ایمان سے اس قسم کے انعامات سے نوازا جانا ممکن نہیں بلکہ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔

لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : انہیں ایسی بیویاں عطا کی جائیں گی جو نہ صرف یہ کہ جسمانی عیوب سے پاک صاف ہوں گی بلکہ اخلاقی کمزوریوں سے بھی دور ہوں گی وہ ہر قسم کی کدورت، بدمزگی سے پاک ہوں گی آخرت کی زندگی جس کی مکمل حقیقت سے ہم ابھی واقف نہیں ہیں اس میں انہیں سرور حاصل ہوگا جس کی حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا : ہم ان کے لئے ایسی رہائش گاہیں مہیا کریں گے جو گرمی، سردی سے محفوظ ہوں گی کمال رفاہیت اور تنعم کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ (المراغی ۵ / ۶۸، ۶۹)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

ترجمہ : بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حاکم بنو تو تم انصاف کے ساتھ فیصلے کرو بے شک اللہ پاک تمہیں اچھی چیز کی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور پیغمبر کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکمران ہیں پس اگر تم کسی چیز میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور پیغمبر کی جانب لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

لغوی تحقیق: " امانت " مادہ "اَمن" ہے۔ "اَلْاَمَانُ" خوف کی ضد۔ امانت وہ چیز جسے محفوظ کیا جائے تا کہ حق دار تک پہنچ جائے اور جو شخص حفاظت کا فریضہ ادا کرتا ہے اور پہنچاتا ہے اس کا نام "امین" ہے اسی نسبت سے آپ ﷺ کا لقب امین تھا اور جو شخص اس وصف کے ساتھ موصوف نہیں حفاظت بھی نہیں کرتا ادائیگی سے بھی پس و پیش کرتا ہے اس کا نام "خائن" ہے۔ "تَاوِیل" انجام مادہ "اَول" ہے " اِبْتِدَاءِ اَمر" پہلا، سابق "اَلْاَوَّلُ" اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے وہ ذات گرامی جو ازلیت سے انصاف پذیر ہے۔ (لسان القرآن ص ۱۳۳)

تناسب: اس سے پہلی آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے ان لوگوں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے جو ایمان کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور اعمال صالحہ بجالانے میں منہمک ہیں جبکہ اعمال صالحہ میں سے عظمت والا عمل امانتوں کی ادائیگی ہے اور لوگوں کے تنازعات میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنا ہیں چنانچہ جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس میں ان دونوں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔

شانِ نزول اور تشریح: ضروری نہیں کہ ہر آیت کے شان نزول کا کتب احادیث میں صحیح سند کے ساتھ ذکر ہو بہر حال مفسرین نے اس آیت کی وضاحت میں شان نزول کے بارے میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا جس کے پاس بیت اللہ کی چابیاں تھیں۔ آپ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولنے کے بعد چابیاں اسے واپس کر دیں یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اس لئے ہم نے اسے بیان کرنے سے احتراز کیا ہے بہر حال امانات سے مقصود وہ معاملات ہیں جن کا تعلق اللہ پاک کے ساتھ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر کاربند رہا جائے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے باز رہا جائے نیز ان سے مقصود لوگوں کا آپس میں لین دین ہے امانت میں خیانت نہ کی جائے کھوٹ شامل نہ کیا جائے ادائیگی صحیح ہو رازداری کے معاملات میں رازافشانہ کیا جائے۔

لیکن اگر ان دونوں آیات کے مطالب پر غور کیا جائے تو انہیں حکومت اسلامیہ کی بنیاد قرار دینا درست ہے اگر نظام حکومت کے بارے میں ان دو آیات کے علاوہ کوئی آیت نازل نہ ہوتی تو ان دونوں پر صحیح تدبر کے بعد کسی اور آیت کی ضرورت محسوس ہی نہ کی جاتی۔ تاہم غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول فتح مکہ سے پہلے کا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر بطور استشہاد کے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سید رشید رضا اپنے استاد کا قول نقل فرمارہے ہیں : قبل ازیں اللہ پاک نے ہماری راہنمائی کے لئے اہل کتاب کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے اس اثناء میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ اہل کتاب نے تو مشرکین مکہ کو ایمان داروں پر برتری عطا کی جو ان تمام منزل من اللہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں جب کہ مشرکین مکہ تو کسی پیغمبر کو تسلیم کرنے والوں سے نہ تھے نہ کسی پیغمبر پر ایمان رکھتے تھے لیکن اللہ پاک نے ہمیں اعلیٰ درجہ کے ادب سے نوازا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہمیشہ حق و صداقت پر یقین رکھیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں خواہ حق و صداقت محسوس ہو یا معنوی ہو۔

چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا بلاشبہ اللہ پاک تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم نے امانتوں کو ان کے مستحقین کے سپرد کرنا ہے۔ اس آیت کا اتصال اس سے پہلی آیت کے ساتھ نہایت پختہ ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات ایک دوسرے کے بعد اس کیفیت کے ساتھ دکھائی دے رہی ہیں جیسے موتیوں کی مرصع لڑیاں ہوں۔

امانت کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کے مقتضیات

اسلامی حکومت میں جو لوگ کلیدی آسامیوں پر متعین ہوں وہ عوام کے تمام معاملات پر نظر رکھیں ان کے ساتھ ہمدردی کے جذبہ کو ہمیشہ شامل حال رکھیں اسی طرح علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ سبھی لوگوں کو اعتقادات اور اعمال میں ان کی راہ نمائی کریں انہیں حلال روزی کے حصول کی رغبت دلائیں اور مؤثر پر کشش وعظ و نصیحت ہمیشہ کرتے رہیں جن سے ان کے ایمان میں نمو ہوتا رہے۔ نیکیوں کی جانب رغبت میں اضافہ ہو اور برائیوں سے نفرت ہو بالخصوص خاوند، بیوی کے معاملات کو احسن انداز میں چلائیں۔ راز داری کے معاملات میں محتاط رہیں تاکہ دونوں کے درمیان اختلاف کی خلیج واقع نہ ہو جائے لیکن ان سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے زیادہ منفعت بخش اور صحیح رویہ کو ترجیح دی جائے، ہرگز ایسا اقدام نہ کیا جائے جو دنیوی اخروی لحاظ سے مضرت رساں ہو۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ :اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے حکام کو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا ہے ایک حدیث میں ہے اللہ پاک کی مدد حاکم کے ساتھ ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کی ذات کے سپرد کردیتا ہے۔

(صحیح ترمذی البانی کتاب الاحکام ۲ / ۳۵، صحیح ابن ماجہ رقم ۲۳۱۲)

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ :بہت بہتر چیز جس کا اللہ تمہیں وعظ کرتا ہے وہ امانتوں کا ادا کرنا اور عوام الناس میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنا ہیں اس لئے کہ اللہ پاک تو تمہیں صرف ان کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں تمہاری اصلاح ہو اور دونوں جہانوں میں جس کے سبب تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا : تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ پاک کے احکامات کے مطابق عمل پیرا رہو ظاہر ہے کہ اللہ پاک قوت سامعہ اور قوت باصرہ کے لحاظ سے تم سے زیادہ قوت رکھتا ہے جب تمہارا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہو گا تو اللہ کی ذات تمہارے فیصلہ کے الفاظ کو سنتا ہے اور اسی طرح جب تم امانت کی ادائیگی کرو گے تو تمہارا یہ عمل اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس جملہ میں اطاعت گزار شخص کے لئے نہایت عمدہ وعدہ ہے لیکن نافرمان کے حق میں زبردست ڈانٹ ہے غالباً اسی لئے ایک حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ تم جب اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو مشغولیت کی کیفیت میں برابر تمہارے دل میں یہ جذبہ کار فرما ہو کہ تم اللہ کی ذات کو گویا ان آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اگر اتنا شدید داعیہ رونما نہ ہو سکے تو پھر کم از کم یہ تقاضا تو موجود ہو کہ تم اللہ کی نظر میں ہو۔

شان نزول : ابن عباس بیان کرتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن حذافہ کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی ﷺ نے اسے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا کسی وجہ سے وہ ناراض ہو گئے ۔ چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ ان کے حکم پر آگ میں چھلانگ لگانے پر آمادہ ہو گئے جب کہ کچھ نے خود کو ان کی اطاعت سے روکا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اطاعت تو معروف کاموں میں ہے۔

اس حکم کے بعد کہ اللہ پاک نے حکم دیا کہ امانتوں کو ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے مستحق ہیں نیز تم میں جو جھگڑے رونما ہوں ان میں عدل وانصاف کی روشنی میں فیصلے کرو ان دونوں احکام کے مخاطب امت محمدیہ کے تمام افراد ہیں اور عوام الناس کے مسائل کا صحیح حل اور تجزیہ تین بنیادی اصولوں پر منحصر ہے۔

تین بنیادی اصولوں کا بیان

پہلا بنیادی اصول : اللہ پاک کی اطاعت اور اس کی کتاب قرآن پاک کے مشمولات پر عمل پیرا ہونا۔

دوسرا بنیادی اصول : رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا آپ کے ارشادات آپکی عملی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی جانب جو احکام آپ کی جانب اتارے گئے ہیں۔ آپ نے ان احکام کی وضاحت فرمائی ہے اللہ پاک کا قانون ہے کہ اس کے پیغمبر اللہ پاک کی شریعت کو اللہ پاک کی جانب سے لوگوں تک پہنچائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے انہیں معصوم عن الخطا قرار دیا ہے اور انکی فرمانبرداری کو لازم قرار دیا ہے بلکہ انکی فرماں برداری کو اپنی فرماں برداری اور ان کی نافرمانی کو گمراہی قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا بنیادی اصول : اولی الامر کی اطاعت ہے ان سے مقصود وہ لوگ ہیں جنہیں بطور امیر کے منتخب کیا گیا ہو ایک حدیث میں صراحت ہے کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی لیکن ان کی اطاعت دنیوی معاملات اور مصالح عامہ کے مسائل میں ہے جب وہ کسی فیصلہ پر متفق ہوں تو ان کی اطاعت ضروری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں امانتداری کا جذبہ کارفرما ہو اور وہ اوامر الٰہیہ کی مخالفت سے خود کو دور رکھیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے نقش قدم پر رواں دواں رہیں آپ کی ان احکام میں مخالفت ہرگز نہ کریں جو احکام تواتر عملی کے ساتھ ثابت ہیں۔

عبادات میں اولوالامر کی اطاعت نہ کی جائے جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق نہ ہو بلکہ عبادات کے بارے میں صرف اللہ اور اس کے رسول سے آگاہی حاصل کی جائے اور اس کی روشنی میں عمل پیرا ہوا جائے۔ عبادات میں کسی کی رائے کو ہرگز دخل نہیں ہے البتہ امت مسلمہ کے مصالح میں جب ارباب حل وعقد کسی حکم پر اتفاق کریں جس حکم کے بارے میں نص شرعی موجود نہیں ہے اس کے ساتھ ارباب حل وعقد کسی قوت کے دباؤ میں نہ ہوں بلکہ وہ خود مختار ہوں اور جس کا وہ حکم دے رہے ہیں وہ ان کا صوابدیدی فیصلہ ہے اور اس میں امت مسلمہ کی مصلحت کارفرما ہے تو ایسی صورت میں ان کی اطاعت ضروری ہے جب کہ اس امر میں خالق کائنات کی نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام میں سے ان لوگوں سے مشورہ طلب کیا جو مشورہ دینے کا استحقاق رکھتے تھے کہ وہ دفاتر قائم کریں جب کہ اس قسم کے دفاتر عہد نبوی میں نہیں تھے پھر اس پر کسی صحابی نے اعتراض بھی نہ کیا۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ : اگر کسی حکم کے بارے میں کتاب وسنت میں صراحت موجود نہ ہو تو اس کے بارے میں اولوالامر غور کریں گے یعنی وہ لوگ جنہیں اسلامی معاشرہ میں صائب الرائے سمجھا جاتا ہے وہ خود مختار ہوں گے ان پر ہرگز کسی کا دباؤ نہیں ہوگا۔ جب وہ کسی فیصلہ پر متفق ہو جائیں گے تو ان کا فیصلہ اجماع امت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن اگر ان کا اختلاف ہوگا تو پھر اس مسئلہ کو کتاب وسنت اور ان میں جو قواعد ہیں ان پر پیش کیا جائے گا جو فیصلہ کتاب وسنت اور قواعد عامہ کے موافق ہوگا اس پر عمل ہوگا اور جو مخالف ہوگا اس کو چھوڑنا ہوگا اس کیفیت کے ساتھ اختلاف کا خاتمہ ہوگا اور امت مسلمہ ایک وحدت میں دکھائی دے گی اس کا نام قیاس ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں دین اسلام کی بنیاد چار اصولوں پر ہے یعنی دلائل چار ہیں۔ ان کی ترتیب ملاحظہ فرمائیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کے چار بنیادی اصول

اصل اوّل : پہلی دلیل کتاب اللہ ہے یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا اللہ پاک کی اطاعت ہے۔

اصل ثانی : رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے اس پر عمل کرنا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔

اصل ثالث : اجماع ہے، ارباب حل و عقد جن پر امت مسلمہ کو اعتماد ہے۔ علماء کرام، اسلامی لشکر کے کمانڈرز اور مصالح عامہ کا علم رکھنے والے تجار، ماہرین صنعت اور زراعت پیشہ احباب اسلامی حکومت کے اہل کاروں کے چیئرمین اور اخبارات اور رسائل کے مدیران اور صحافی حضرات جن کی اطاعت کو اولوالامر کی اطاعت کہا جا سکتا ہے۔

اصل رابع : یہ ہے کہ متنازع فیہ مسائل کو قواعد اور ان احکام عامہ پر پیش کیا جائے جو کتاب و سنّت سے معلوم ہیں اسکا اثبات قرآن پاک کی اس آیت سے ہے : ﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ﴾

یہ چار اصول ایسے ہیں جن کو شریعت اسلامی کا اصل کہا جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ایسی جماعت معاشرہ میں موجود ہو جو متنازع مسائل کو کتاب و سنت پر پیش کریں لیکن اس جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا انتخاب اولوالامر لوگوں نے کیا ہو جن کے علم و شعور سے لوگ مستفید ہو رہے ہوں اور جن کی عظمت کا سورج روز روشن کی طرح تابندہ ہو۔ چنانچہ اسلامی حکومت میں جو لوگ حکام کی حیثیت میں شمار ہوتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عملاً ان کے احکام کا نفاذ کریں۔

اس وضاحت کی روشنی میں اسلامی حکومت کا قیام دو جماعتوں سے عمل میں آئے گا ایک جماعت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین اسلام کے احکام کی وضاحت کریں اس کا نام تشریعی کمیٹی ہے۔ جب کہ دوسری جماعت کا نام جو احکام کو عملاً نافذ کرنے والے ہیں نفاذ کمیٹی ہے۔ ان حالات میں امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی احکام کو تسلیم کریں ظاہر، باطن خود کو اسلامی احکام کا تابع بنائیں اس کیفیت میں وہ کسی ایک فرد کی اطاعت پر عمل پیرانہ ہوں بلکہ وہ تو اللہ پاک کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں یا اللہ کی اجازت کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات پر رواں دواں ہیں یا اس قانون پر عمل کر رہے ہیں جس کو ارباب حل و عقد اور علماء کرام نے استنباط کر کے ترتیب دیا ہے جن کے اخلاص پر انہیں اعتماد تھا اور مزید بر آں انہوں نے ہرگز ایسے حکم پر اتفاق نہیں کیا ہے جو ان کے حق میں اُصلح نہیں تھا۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ : مقصود یہ ہے کہ تم متنازع فیہ معاملات کو اللہ اور اس کے رسول کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب لوٹاؤ یعنی اسے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر پیش کرو اگر تم اللہ کی ذات پاک اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بات یقینی ہے کہ مؤمن شخص اللہ پاک کے حکم پر کسی چیز کو مقدم نہیں سمجھتا ہے جیسا کہ مؤمن شخص جس قدر آخرت کے دن کا اہتمام کرتا ہے اس قدر وہ ہرگز دنیوی مفادات کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔ معلوم ہوا جو شخص اپنی خواہشات پر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو ترجیح نہیں دیتا ہے وہ شخص صحیح معنی میں ایمان دار نہیں ہے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا : متنازع فیہ مسئلہ کو اللہ اور اس کے رسول کی وضاحتوں کی جانب پیش کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت کی بنیادی تقویت کا یہ عظیم الشان مہرہ ہے اور اللہ پاک کو تم سے زیادہ معلوم ہے کہ تمہارے حق میں کون سی چیز بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول پاک کی زبان پر صرف ان احکام کو شریعت قرار دیا ہے جن میں تمہارے مصالح اور فوائد تھے نیز جو انجام کار تمہارے لئے بہتر تھے یہی وجہ ہے کہ ان احکام سے جھگڑوں کا خاتمہ ہو گیا اور فتنوں کے ذرائع کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدباب ہو گیا۔ (المراغی ۵/ ۷۳، ۷۴)

البتہ اگر امیر ایسے کام کا حکم دے جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مظہر ہو تو اطاعت نہ کی جائے ارشادِ نبوی ہے "اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کیا جائے۔" (مسند احمد ۵/ ۶۶، قرطبی ۵/ ۲۶۰)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ
وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾
فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ
بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کی جانب نہیں دیکھا جو کہتے ہیں کہ وہ اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی جانب نازل کی گئی ہے نیز اس چیز پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہے وہ چاہتے ہیں کہ (اپنے فیصلے) شیطان کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے معتقد نہ ہوں (بلکہ منکر ہوں) اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور گمراہی میں گمراہ بنا ڈالے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی جانب آؤ جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور پیغمبر کی طرف لوٹو تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ تجھ سے اعراض کی کیفیت میں ہوں گے۔ پس اس وقت کیا حال ہو گا کہ ان کو مصیبت پہنچے اس وجہ سے کہ ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر وہ تیرے پاس اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہوئے آئیں ہم نے تو صرف نیکو کاری اور موافقت کا ارادہ کیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں اللہ کو علم ہے جو ان کے دلوں میں ہے آپ ان سے روگردانی کریں اور انہیں نصیحت کریں اور ان سے ایسی بات کہیں جو ان کے دلوں میں مؤثر ہو۔

لغوی تحقیق: "یَزْعُمُوْنَ" مادہ "زَعم" لغت میں اس سے مقصود "کہنا" ہے بات صحیح ہو یا جھوٹ بعد ازاں اس کا استعمال جھوٹ کے معنی میں ہے قرآن پاک میں جہاں بھی یہ لفظ "یَزْعُمُوْن" استعمال ہوا ہے اس کا معنی جھوٹ بولنا ہے۔ ارشاد باری ملاحظہ فرمائیں:

﴿زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ (التغابن: ۷)

"کفار نے جھوٹ کہا کہ انہیں بالکل نہیں اٹھایا جائے گا آپ فرمائیں کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔"

"اَلطَّاغُوْتُ" مبالغہ کی حد تک گمراہی۔ "ضَلٰلًا بَعِیْدًا" جو شخص حق و صداقت سے دور ہے وہ راہ صواب کی جانب راہ نمائی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ (المراغی ۵ / ۷۴)

تناسب: اس سے پہلی آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے تمام ایمان والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کو فرض قرار دیا ہے۔ جب کہ اس آیت مبارکہ میں ان منافقین کا ذکر ہے جو اللہ پاک اور اس کے رسول محمد ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے ہیں ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ اللہ کے رسول کی اطاعت کی بجائے دیگر لوگوں کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں گویا کہ مناسبت تضاد کی ہے۔

شان نزول: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لباب المنقول میں امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی کے حوالہ سے صحیح سند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ ابو برزہ اسلمی شخص کہانت کا پیشہ رکھتا تھا۔ یہودی اپنے معاملات کے بارے میں اس سے رابطہ قائم کرتے اور اس کے مشورہ پر عمل کرتے ایک بار برائے نام مسلمان منافق افراد اس سے مستقبل کے بعض معاملات کے بارے میں مشورہ کی غرض سے گئے تو ان کے بارے میں یہ تین آیات نازل ہوئیں نیز ابن ابی حاتم ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ اجلاس میں صامت، معتب بن قشیر، رافع بن زید اور بشر جو بظاہر اسلام کا نام لیتے تھے ان لوگوں کو ان کی قوم کے چند مسلمانوں نے ایک جھگڑے کے بارے میں کہا کہ ہم اس کا تصفیہ رسول اکرم ﷺ سے کروالیں جب کہ دوسرے فریق نے جو منافق تھے انہوں نے کاہنوں سے فیصلہ کروانا چاہا (خیال رہے زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ کاہنوں سے فیصلے کرواتے تھے) اس پر اللہ پاک نے ان آیات کو نازل فرمایا۔

تشریح: یہودیوں کے تذکرہ کے بعد خالص ایمان والوں کا بیان ہوا اس کے بعد منافقین کا تذکرہ ہے جو ایمان کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں جب کہ وہ ایمان کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنے فیصلے اللہ کے دشمنوں کی جانب لے جاتے ہیں۔ جو کہانت کا پیشہ رکھتے ہیں انہیں حق وصداقت سے نفرت ہے اور باطل کاموں کے ساتھ محبت ہے ان کے ساتھ ساتھ علم نجوم کے ماہرین جو (عرّاف) کے وصف کے ساتھ متعارف تھے اور علم رمل اور کشف کا دعویٰ کرنے والے بھی ان کی صف میں ہی شمار ہوتے ہیں۔

اللہ پاک اگرچہ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرمارہے ہیں جب کہ ہر شخص (جو ان آیات کی تلاوت کر رہا ہے اور ان کے مفہوم کو سمجھ رہا ہے) مخاطب ہے کہ ان لوگوں پر کتنا تعجب ہے جو آپ پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر ایمان کے مدعی ہیں لیکن ان کے کام ایسے ہیں جو ایمان کے دعویٰ کی نفی کرتے ہیں ظاہر ہے کہ صحیح ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ کتب اور اس کے پیغمبروں کے فرمودات پر عمل کیا جائے اور استطاعت کے مطابق ان پر عمل پیرا نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے شخص میں ایمان راسخ نہیں ہے لیکن جب اس شخص کا عمل احکام شریعت کے مطابق نہیں ہے تو ایسا شخص ہرگز مؤمن نہیں ہے بلکہ منافق ہے جب وہ آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا ان لوگوں کے فیصلہ کو قبول کرتا ہے جو سرکشی اور گمراہی کے منبع ہیں جنہیں عرف عام میں کاہن، شعبدہ باز کہا جاتا ہے ان کے دلوں میں ایمان کا ذرہ نہیں ہے ان کی زبان پر جو کلمات آتے ہیں وہ ان کے دل کی آواز نہیں، تعجب ہے کہ وہ کس طرح تجھ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ آپ پر نازل شدہ کتاب انہیں حکم دے رہی ہے کہ وہ علم سحر اور غیر اللہ کی عبادت سے خود کو دور رکھیں جب کہ ان کا میلان طاغوت کی جانب ہے۔ ان کی زبان ایمان باللہ، ایمان بالرسول کا اقرار کرتی ہے لیکن ان کے افعال پتہ دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں اور غیر اللہ کی قوتوں پر ان کا ایمان ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے حکم کے مطابق وہ رواں دواں ہیں۔

ذہن نشین کریں کہ ان کے گروہ میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو دجال قسم کے لوگوں علم غیب کا دعویٰ کرنے والوں، رمل، جفر، کشف، اور ولایت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس قماش کے لوگ اسلام سے خارج ہیں برابر ہے شک کے سبب شریعت اسلامی کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے یا غرور اور نخوت کے باعث شریعت کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے ان لوگوں کو مرتد قرار دیا جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتارا اور ان کی نابالغ اولاد کو قیدی بنایا۔

وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلاً بَعِیْدًا : شیطان اس بات کا خواہش مند ہے کہ حق وصداقت اور ان کے درمیان دوری کرے چونکہ وہ حق وصداقت سے بہت دور ہیں انہیں ایسی راہ پر چلنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی جو انہیں حق وصداقت کے قریب پہنچائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی شخص کے قول کو تسلیم نہ کریں نہ اس کی رائے پر عمل کریں جس کا اثبات اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں نہیں ہے جس کام کا حکم ان دونوں میں نہیں ہے اس پر اہل علم کی رائے پر عمل کیا جائے ظاہر ہے کہ وہ مصلحت کے لحاظ سے اس لائق ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بظاہر ایمان کے مدعی ہیں جو اپنے فیصلے طاغوتی طاقتوں سے کروانا چاہتے ہیں کہ تم قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کے فرامین کی روشنی میں فیصلے کراؤ تو اس سے روگردانی کرتے ہیں ذہن نشین کریں اس آیت کا مفہوم اس سے پہلی آیت کے مضمون کی تاکید کررہا ہے کہ وہ نفاق کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے منحرف ہو کر طاغوت کی جانب جاتے ہیں پس اس ذہن کے اشخاص منافق ہیں۔

فَکَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ : یہ لوگ کیا رخ اختیار کریں گے جب اللہ پاک آپ کو مطلع فرمائیں گے کہ ان لوگوں نے اللہ اور آپ کے فیصلوں سے روگردانی کرلی ہے اور ان کی عملی زندگی ان کے ادعاء کو غلط قرار دے رہی ہے پھر ان کی یہ کیفیت جس کو انہوں نے پسند کرلیا ہے ہمیشہ نہ رہے گی مستقبل قریب میں اپنی بداعمالیوں کے باعث مصائب کے بھور میں جکڑے جائیں گے بالآخر آپ کی جانب پلٹیں گے اور اپنی غلط روش پر معذرت کریں گے کہ رسول اکرم ﷺ کو چھوڑ کر ان کے مخالفین کی جانب ان کا جانا احسان ومروّت کے سبب تھا اور ان کی اصلاح مقصود تھی۔ یہ باتیں قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے لیکن مستقبل قریب میں وہ اس گھٹیا کردار پر ندامت کے آنسو بہائیں گے جب کہ ندامت سے انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا اور معذرت سے بھی انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ : کلام کا یہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کسی خوشی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت یا غم کی شدت کسی کو عظیم گردانا مقصود ہو تو اس وقت ایک شخص اپنے دوست کے سامنے اپنی محبت کے اظہار میں یہ جملہ کہتا ہے کہ اللہ کو علم ہے کہ میرے دل میں تیری محبت کا غلبہ کتنا ہے۔ میں اس کا اظہار نہیں کر پاتا ہوں مقصود یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کفر، دشمنی، مکر و فریب اور ایمانداروں کے حق میں مصائب کے پہاڑ توڑنے کا رویہ کار فرما ہے اس کا اندازہ صرف وہ ذات کر سکتی ہے جسے دلوں میں پوشیدہ باتوں کا علم ہے۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا :اس جملہ میں اللہ پاک نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا ہے کہ آپ تین انداز اختیار کریں۔ (۱) آپ ان سے روگردانی کریں ان کی جانب رغبت کی کیفیت کے ساتھ متوجہ نہ ہوں نیز ان کی توقیر کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ظہور پذیر نہ ہونے پائے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے دلوں پر گھبراہٹ ناک خیالات کا تانتا بندھا رہے گا اور وہ اپنے انجام سے ہمیشہ خوفزدہ رہیں گے نیز کفر، نفاق کے اسباب کی وجہ سے یقین کی دولت سے انہیں محرومی حاصل رہے گی وہ ہمیشہ اس خوف میں مبتلا رہیں گے کہ کہیں آپ ﷺ پر ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دل میں پوشیدہ خرابیوں کو الم نشرح نہ کر دے اور جب آپ مسلسل ان سے روگردانی کریں گے تو وہ ان خیالات میں مستغرق رہیں گے۔ شائد انہیں ہمارے دل میں پوشیدہ دشمنی کا پتہ نہ چل گیا ہو اور وہ اس پر ہمارا مؤاخذہ نہ کریں۔ (۲) ان کو نیکی کی تلقین کرتے وقت خیر خواہی کا انداز اتنا عمدہ ہو جس سے ان کے دلوں میں رقت جلوہ افروز ہو اور انہیں متوجہ کرے کہ جن مواعظ اور زجر و توبیخ سے انہیں مخاطب کیا جا رہا ہے اس کے سبب انہیں غور و فکر کی جانب متوجہ ہونا چاہئے اور سستی کو خیرباد کہنا ضروری ہے۔ (۳) ایسی مؤثر گفتگو فرمائیں جس سے ان کے دل خوفزدہ ہو جائیں کہ اگر ان میں نفاق کا پتہ چل گیا تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور ان کی بیخ کنی کر دی جائے گی نیز آپ انہیں آگاہ کریں کہ ان کے باطن میں جو شر اور نفاق چھپا ہوا ہے اس پاک ذات کو اس کا علم ہے جو پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں سے آگاہ ہے اس قسم کے نام نہاد مسلمانوں اور کفار کے درمیان کچھ فرق نہیں اگر ان کے سروں سے تلوار کا سایہ اترا ہوا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا ہے جب کہ ان کے دلوں میں کفر پوشیدہ ہے اگر وہ ان افعال کا کھلے بندوں ارتکاب کریں تو پھر حتمی طور پر ان کا علاج تلوار ہے نیز آیت مبارکہ میں نبی ﷺ کے بارے میں گواہی موجود ہے کہ آپ کو بلاغت کلام پر قدرت حاصل تھی یعنی ملکہ تامہ رکھتے تھے۔

قاضی عیاض کا قول

وہ اپنی تالیف "الشفاء" میں آپ ﷺ کی بلاغت کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "آپ ﷺ کی زبان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصاحت کے میدان میں اونچے مقام کی حامل تھی آپ کی بلیغانہ باتوں سے وہ لوگ بھی متاثر تھے جنہیں اس میدان کا شاہ سوار سمجھا جاتا تھا آپ کی گفتگو جامع کلمات کا مرقع تھی بالخصوص اس میں عمدگی کے ساتھ اسرار وحکم کو سمویا ہوا ہوتا تھا آپ عربی زبان کے محاورات سے خوب واقف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کرام کثرت کے ساتھ آپ سے عربی کلام کی تشریح کا مطالبہ کرتے اور انہیں آپ کی معلومات سے سکون حاصل ہوتا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ : اور ہم نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تیرے پاس آجاتے پھر وہ اللہ سے معافی طلب کرتے اور پیغمبر بھی ان کے لئے معافی طلب کرتا تو یقیناً وہ اللہ کو رحمت کے ساتھ موصوف اور مہربان پاتے۔ تیرے پروردگار کی قسم! کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھ کو آپس کے اختلاف میں حاکم نہ بنائیں پھر وہ اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اس سے جو تو نے فیصلہ کیا اور اسے بخوشی تسلیم کریں۔

لغوی تحقیق : "شَجَرَ" اختلاف رونما ہونا اور حقیقت کا نہ واضح ہونا چنانچہ "اِلتِفَافُ الشَّجَرِ" سے مقصود یہ ہے کہ درختوں کی کچھ شاخیں دوسری شاخوں میں داخل ہو گئی ہیں۔

تناسب : اس سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ مذمت کے لائق ہیں جو اللہ کے سوا کسی کی جانب اپنے فیصلے لے جاتے ہیں انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان سے روگردانی کریں اور انہیں وعظ و نصیحت کریں بلکہ ان سے درگزر کریں لیکن انہیں دعوت دینے میں خوب کوشش کریں اور خیر خواہی کا جذبہ اختیار کریں۔ (نظم الدرر ۵۲ / ۳۱۵)

شان نزول : عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں "حَرَّہ" کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نالے کے بارے میں شکایت کی جس کے پانی سے لوگ کھجوروں کو سیراب کرتے تھے۔ انصاری نے کہا آپ پانی کو بند نہ کریں اسے جاری رہنا چاہئے لیکن زبیر نے اس کی بات کو تسلیم نہ کیا اس پر ان دونوں نے اس جھگڑے کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا رسول علیہ السلام نے زبیر کو حکم دیا آپ پانی سے درختوں کو سیراب کریں بعد ازاں پڑوسی کی جانب پانی چھوڑ دیا کریں (اس فیصلہ) پر انصاری سیخ پا ہو گیا اور یہ جملہ کہا کہ آپ کا یہ فیصلہ اس بنیاد پر ہے کہ وہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی ہے (اس جملہ کو سنتے ہی) رسول علیہ السلام کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ بعد ازاں آپ نے زبیر کو حکم دیا آپ اپنے کھیت کو اس وقت تک سینچتے رہیں جب تک پانی منڈیروں تک نہ چلا جائے۔" ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ اس وقت آپ نے زبیر کو اس کا مکمل حق عطا کیا جب کہ پہلے آپ نے زبیر کو ایسی رائے دی تھی جس میں دونوں کے لئے آسانی تھی لیکن جب انصاری کی گفتگو نے رسول اکرم علیہ السلام کو غصے میں مبتلا کر دیا تو آپ نے زبیر کو اس کا مکمل حق عطا کیا۔ چنانچہ زبیر نے بیان کیا ہے میرا خیال ہے یہ آیت مبارکہ اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب الصلح ص ۵۴۳، کتاب المساقاۃ ص ۴۶۶، مسلم کتاب الفضائل، فتح الباری ۲۵۴/۸۲)

تشریح: اس میں ہرگز کچھ شبہ نہیں کہ تمام پیغمبر واجب الاطاعت ہیں جو شخص ان کی اطاعت سے روگردانی کرے گا ان کے حکم کو تسلیم نہیں کرے گا گویا اس نے ہمارے حکم کو تسلیم نہ کیا۔

گفتہ اُو گفتہء اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا: ان لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جنہوں نے آپ کے حکم کو تسلیم نہ کیا اور شیطان کے حکم پر رواں دواں رہے یہ لوگ خود ظلم کرنے والے ہیں ان کے لئے مناسب تھا کہ وہ آپ کے پاس آتے اپنے گناہوں پر اللہ پاک سے مغفرت طلب کرتے اور ندامت کے ساتھ اشکبار ہوتے خالص توبہ کرتے اللہ کے پیغمبر بھی ان کے حق میں دعا فرماتے تو اللہ پاک ان کی توبہ قبول کر لیتا اور احسان کے ساتھ انہیں ڈھانپ دیتا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: ان کا اللہ کی ذات سے مغفرت طلب کرنے کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام سے طلب مغفرت کا بیان کیوں کیا ہے کہ وہ بھی اللہ پاک سے ان کے لئے مغفرت طلب کرتے۔

جواب: اللہ پاک سے مغفرت طلب کرنے کے ساتھ اللہ کے پیغمبر کا ان کے لئے مغفرت طلب کرنے کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ ان کا گناہ صرف ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر کو بھی تکلیف دی جب انہوں نے آپ کی اطاعت سے اعراض کیا اس لئے کہ احکام کے نافذ کرنے میں آپ اکیلے ہی مستحق ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توان کا توبہ کرنا اس گناہ سے جس کے وہ مرتکب ہوئے تب متحقق ہوگا جب اللہ کے پیغمبر بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں اس لئے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی آپ انہیں معاف کریں بلکہ آپ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ: اللہ پاک اپنی ربوبیت کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ کے فیصلہ سے اعراض کیا ان کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ ان میں تین اوصاف موجود نہ ہوں۔ (۱) تمام اختلافات میں جب انہیں راہ صواب سے آگاہی حاصل نہیں ہورہی ہے تو آپ ﷺ کی شخصیت کو حاکم تسلیم کریں۔ (۲) آپ کے فیصلہ کو وہ دل و جان سے قبول کریں (۳) ان کے دلوں میں ہرگز تنگی نہ ہو انشراح صدر کی کیفیت نمایاں ہو۔

اللہ کے پیغمبر معصوم ہیں

اس سے آپ کا معصوم ہونا ثابت ہوگیا کہ آپ کے تمام فیصلے درست ہیں اگرچہ ممکن ہے کہ کوئی فیصلہ بظاہر تو صحیح ہو لیکن حقیقت کے لحاظ سے درست نہ ہو اس لئے کہ شریعت اسلامیہ میں فیصلے تو ظاہر پر ہوتے ہیں ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں آپ کا ارشاد گرامی ہے: کچھ شبہ نہیں میں انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے فیصلے لاتے ہو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ دونوں میں سے ایک شخص اپنے مؤقف کو واضح کرنے میں تیز ہو تو ایسی حالت میں اگر میں کسی دوسرے شخص کا حق اس کے سپرد کردیتا ہوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے جو میں اسے دے رہا ہوں اسے اختیار ہے وہ آگ کے ٹکڑے کو ترجیح دے یا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری، کتاب الشہادات ص ۵۳۶، مسلم)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو آپ جب کوئی حکم دیتے انہیں معلوم نہ ہوتا کہ وہ آپ کی رائے ہے یا اللہ کے جانب سے وحی ہے اگر وحی کی جانب سے حکم ہوتا تو وہ اطاعت کرتے اور اگر آپ کی رائے ہوتی تو اس پر مشورہ ہوتا بعض اوقات آپ ان کی رائے کو ترجیح دیتے جیسا کہ غزوۂ بدر میں آپ نے ان کی رائے کو اپنایا۔ وضاحت سورۂ آل عمران آیت مبارکہ ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ﴾ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں تفسیر **اصدق البیان** جلد ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا
فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

ترجمہ: اور اگر ہم ان کے بارے میں لکھ دیتے کہ تم خود کو قتل کرو یا تم اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ اس پر عمل نہ کرتے مگر ان سے چند لوگ اور اگر وہ کام کرتے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ان کے لئے بہتر تھا اور ان کی ثابت قدمی کے لئے زیادہ مؤثر تھا۔ اور اس وقت ہم ان کو اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا کرتے۔ اور ان کی صراط مستقیم کی جانب راہ نمائی کرتے۔

لغوی تحقیق: "خَرَجَ" نمودار ہوا، باہر آیا "خَرَجَ فِي الْعِلْمِ" علم میں آگے نکل گیا "خَرَجَ عَلَيْهِ" اس کے خلاف بغاوت کی۔ "تَخَرَّجَ الْوَلَدُ" بچہ تعلیم یافتہ ہو گیا۔ "اِسْتَخْرَجَ الشَّيْئَ" استنباط کیا، مسئلے کا حل پیش کیا

(لسان القرآن ص ۵۹۴)

تناسب: منافقین کا تذکرہ چلا آرہا ہے در اصل احکام کا تعلق متعین اشخاص کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ اوصاف اور اعمال پر ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے اگر ہم انہیں حکم دیں کہ وہ خودکشی کریں جیسا کہ ہم نے بنو اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ بچھڑے کی عبادت سے توبہ کرتے ہوئے خود کو قتل کریں یا اپنے وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں تو وہ کبھی بھی اس حکم کو تسلیم نہیں کریں گے البتہ معدودِ چند افراد اطاعت کریں گے۔ جب کہ مؤمن شخص جو صادق الایمان ہے وہ خوشی، غیر خوشی، آسانی، مشقت تمام حالات میں اللہ پاک کے احکام کی اطاعت کرتا ہے اگرچہ اسے کہا جائے کہ تو خود کو موت کے گھاٹ اتار دے اور وطن سے نکلنے کا اسے حکم دیا جائے۔ اگرچہ جسم، روح کا محل ہے اور وطن، جسم کا محل ہے جب کہ منافق شخص صرف ایک ہی مقصد کے پیش نظر اللہ پاک کی عبادت کرتا ہے اس کا فتہائے مقصود صرف اور صرف اس کی خواہشات اور اغراض کی تکمیل ہوتا ہے اگر اسے دنیوی مفادات حاصل ہوتے ہیں تو وہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے وگرنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزمائش آنے پر بدل جاتا ہے البتہ منافقین میں ایسے لوگ نہایت قلیل تعداد میں دیکھے گئے ہیں جو فتنہ کے سبب بھڑکتی ہوئی آگ میں ریاکاری کے باعث چھلانگیں لگا دیتے ہیں ان کا مقصد نمود و نمائش کا حصول ہوتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ: لیکن اگر وہ مامورات اور منہیات پر خود کو چلاتے ہیں، تو ان کے لئے بہتر ہے جب کہ انہوں نے مصالح شرعیہ کا خیال کرتے ہوئے ان کی تکمیل میں کوشاں رہے اور منہیات سے بچاؤ اختیار کیا اس لئے کہ انہوں نے خود کو ان کے نتائج خبیثہ سے دور رکھا اس کے نتیجہ میں انہیں دینی امور میں رسوخ حاصل ہوا جس کے اثرات ان کے اخلاق اور زندگی کے دوسرے گوشوں میں نمایاں نظر آنے لگے۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا: یہ جملہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال مترشح ہوتا ہے انہیں مستقل مزاجی کے سبب کیا صلہ ملا اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم انہیں اجر عظیم سے نوازیں گے اور انہیں صراط مستقیم پر رواں دواں رکھیں گے۔ (المنار ۵ / ۲۴۲)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کی پیغمبر کی فرمانبرداری کرتا ہے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کے انعامات ہیں انبیاء صدیقین شہید اور صالح لوگ اور ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔ یہ اللہ کی جانب سے اس کی مہربانی ہے اور اللہ کا علیم ہونا کافی ہے۔

لغوی تحقیق: "اَلصِّدِّيْقُ" جس شخص میں سچ بولنے کا غلبہ ہو۔ مادہ "صِدْقٌ" ہے اس کا مخالف "كَذَّاب" ہے معنی کثرت کے ساتھ جھوٹ بولنے والا۔ "اَلصِّدَاق" حق مہر، جمع صدقات، باب افعال سے یہی معنی ہے۔ "اَصْدَقَ الرَّجُلُ" آدمی نے حق مہر ادا کر دیا۔ "تَصَادَقَ" اس نے موافقت کی۔ "تَصَدَّقَ" اس نے صدقہ کیا۔ "اَلشُّهَدَآءَ" کا واحد "اَلشَّهِيْدُ" وہ شخص جو دین کی صداقت کی گواہی دیتا ہے نیز وہ شہید جو میدان جہاد میں مسلح ہو کر جاتا ہے اور جہاد کرتا ہوا زندگی کی بازی ہار جاتا ہے۔ "اَلصّٰلِحِيْنَ" اس کا واحد "اَلصَّالِحُ" ہے وہ شخص جس کا مزاج صالحیت کے ساتھ موصوف ہو اس کی عملی زندگی بھی درست ہو بلکہ اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب : اس سے پچھلی آیت مبارکہ میں صراط مستقیم کا ذکر ہے اس سے مقصود وہ راستہ ہے جس پر اللہ پاک کے برگزیدہ بندے رواں دواں رہتے ہیں جن پر اللہ پاک کے انعامات ہیں وہ حق و صداقت کی معرفت رکھتے ہیں اور اس پر کاربند رہتے ہیں اعمال صالحہ سے خود کو مزین کرتے رہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور منکر کاموں سے دور رہتے ہیں ان کا ذکر سورۂ فاتحہ میں اجمال کے ساتھ گزر چکا ہے اس آیت مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ تذکرہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

امام بخاریؒ کی وضاحت

امام بخاریؒ نے اس آیت مبارکہ کے ساتھ باب کا انعقاد کیا اور اس کے ضمن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی ہے وہ بیان کرتی ہیں "میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا : جب بھی کوئی پیغمبر (مرض الموت) میں مبتلا ہوا تو اسے اختیار دیا جاتا کہ وہ ابھی اور زندہ رہنا چاہتا ہے یا اللہ کی ملاقات کا خواہش مند ہے چنانچہ آپ ﷺ جس بیماری میں فوت ہوتے ہیں اس میں آپ پر کھانسی کا شدید غلبہ تھا۔ اس دوران میں نے آپ کی زبان سے اس آیت کی تلاوت سنی آپ فرمارہے تھے : ﴿مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ چنانچہ آپ کے اس آیت کے تلاوت فرمانے کے سبب میں نے محسوس کیا کہ آپ کو اللہ کی جانب سے اختیار دیا گیا ہے کہ آپ مزید دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا اللہ کی ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن جب آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے "مَعَ الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى" کہ اب میں اللہ پاک کی رفاقت کا آرزومند ہوں جس سے بڑھ کر کوئی رفیق نہیں۔" (فتح الباری ۸۲ / ۲۵۵، صحیح البخاری کتاب الرضی ص ۱۲۲)

ایک دوسری روایت میں عائشہ صدیقہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ "اب آپ ہمارے پاس رہنے کو پسند نہیں کر رہے ہیں آپ خود کو اللہ کی رفاقت میں جانے کو ترجیح دے رہے ہیں۔"

الصدیق کی وضاحت

الصِّدِّيْقُوْنَ : اس کا واحد "الصِّدِّيق" ہے وہ شخص جس کے اوصاف میں سچ کہنا غالب ہو اور وہ معاشرہ میں اس لقب کے ساتھ متعارف ہو اور اس سے ہرگز جھوٹ بولنا ممکن نہ ہو جب کہ وہ سچ بولنے کا عادی ہو چکا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ابراہیم علیہ السلام کا "صِدِّيقٌ" کے لقب کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ چنانچہ "صِدِّيقِينَ" وہ لوگ ہیں جن کی فطرت میں پاکیزگی ہو ان کے مزاج میں اعتدال ہو اور ان کا باطن نہایت پاکیزہ ہو وہ حق و باطل میں امتیاز کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ (المنار ۵۲ / ۲۴۴)

(مزید وضاحت کے لئے دیکھیں "تفسیر اصدق البیان ۱ / ۶۰، ۶۱" تالیف راقم الحروف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت محمدیہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام صدیقیت کے زیادہ مستحق گردانے گئے ہیں ان صحابہ کرام کی تعداد کثرت کے ساتھ ہے جو ابوبکر کے سبب اسلام لائے پھر وہ صحابہ کرام دیگر لوگوں کے اسلام کا سبب ثابت ہوئے تو ان کے نامہ اعمال میں ان تمام کا اجر و ثواب بھی ثبت ہو گیا ان کا رتبہ مقام نبوت کے بعد ہے یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق کو منصب خلافت کے لائق سمجھا مزید برآں انہیں آپ کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ (نظم الدرر ۵۲/۳۲۱)

"اَلشُّهَدَاءُ" اس کا واحد "اَلشَّهِيدُ" ہے اور شہید سے مقصود وہ ہے جو اللہ کے دین کی صداقت کی گواہی دیتا ہے صداقت کے دلائل بیان کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اسلحہ سے لیس ہو کر میدان جہاد میں کودتا ہے ان کا بیان اس آیت مبارکہ میں وارد ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾ (آل عمران: ۱۸)

"اللہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی معبود برحق ہے اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کی ذات انصاف کے ساتھ قائم ہے"۔

اور جب کوئی شخص اللہ کے راستہ میں لڑتا ہوا قتل ہو جاتا ہے وہ اس لحاظ سے شہید ہے کہ اس نے دین اسلام کی صداقت پر گواہی دیتے ہوئے خود کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے قربان کر دیا یہ شخص اخروی شہداء کی فہرست میں شامل ہو گا ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والوں سے ہو۔"

مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں (تفسیر الصدق البیان جلد اول ص ۲۴۴)

صالحین سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اکثر و بیشتر اعمال صالحہ کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اور وہ گناہ کی زندگی پر اصرار نہیں کرتے ہیں۔ ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ معاشرہ میں چیدہ چیدہ ہوتے ہیں ہر دور میں ان کا وجود ملتا ہے جو شخص بھی اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتا ہے اس کا شمار ان سے ہو گا بلکہ قیامت کے دن بھی وہ ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا: اس جملہ میں ترغیب کا پہلو نمایاں ہے کہ ان لوگوں کی رفاقت کس قدر بہتر ہے اس رفاقت پر تعجب کا اظہار ہے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کی اسانید صحیح نہیں ہیں تاہم "المرء مع من احب" "ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اس سے تائید ہو رہی ہے اصل رفاقت اطاعت کے ساتھ ہے زبانی دعویٰ سے کچھ فائدہ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ :اللہ اور اس کے پیغمبر کے ارشادات کے مطابق رواں دواں رہنے والوں پر اللہ پاک کا فضل بھی شامل حال ہو گا۔ حدیث میں وارد ہے آپ نے فرمایا کسی شخص کو صرف اس کا عمل اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکتا صحابہ کرام نے استفسار کیا آپ کو بھی نجات نہیں دے سکے گا۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا ہاں مجھے بھی نجات اللہ کی رحمت کے ساتھ ہو گی۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق ص ۱۳۶۵)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا :اللہ پاک کو تمہارے اعمال کا علم ہے کہ ان میں اخلاص کارفرما ہے یا ریاکاری کا جذبہ غالب ہے۔ (المنار ۵۲/ ۲۴۸)

ربیعہ بن کعب اسلمی بیان کرتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں رات بھر رہا میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا دیگر آپ کی ضرورتوں کو سرانجام دیا آپ نے مجھے ترغیب دلائی آپ اپنی ضرورت پیش کریں! میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں مجھے جنت میں آپ کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ آپ نے استفسار کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ضرورت ہے میں نے عرض کیا صرف یہی ضرورت ہے آپ نے حکم دیا آپ کے اس مقصد کا حصول اس حقیقت پر منحصر ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ نوافل ادا کرتے رہیں۔

(ابن کثیر ۱/ ۷۹۳، صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ۱/ ۱۹۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ :ایمان والو! تم اپنا اسلحہ اٹھاؤ پھر تم گروہ در گروہ روانہ ہو جاؤ یا تم سبھی اکٹھے کوچ کرو اور بلاشبہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو عمداً دیر کرتا ہے پس اگر تمہیں کسی مصیبت سے واسطہ پڑے تو وہ کہتا ہے اللہ نے مجھ پر انعام کیا ہے کہ میں ان کے پاس موجود نہ تھا اور اگر اللہ کی جانب سے تمہیں کوئی نعمت میسر آتی ہے تو وہ کہتا ہے گویا کہ کبھی بھی تمہارے اور اس کے درمیان دوستی نہ تھی کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں عظیم کامیابی حاصل کر پاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق : "لَيُبَطِّئَنَّ" مادہ "اَلبُطْؤُ" دیر لگانا۔ تاخیر سے کام لینا، ٹال مٹول کرنا۔ "بَطِئٌ" سست رو۔ قرآن حکیم میں ہے "وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ" اور تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو عمداً دیر لگا دیتا ہے۔ علامہ راغب کے نزدیک اس میں دوسروں کے حوصلہ جہاد کو پست کرنا بھی شامل ہے۔

بلاغت : اس آیت کا تعلق جہاد سے ہے کہنا یہ ہے کہ تمہاری صفوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حصول منفعت کی حد تک ہی مسلمان رہنا پسند کرتے ہیں جہاں آزمائش و جہاد سے دوچار ہوئے ان کی ہمتوں نے جواب دے دیا اور لگے حیلے بہانے تراشنے یعنی جونہی دشمنوں سے جہاد کرنے کا اعلان ہوا انہوں نے نہ صرف تاخیر اور ٹال مٹول کے حربے استعمال کئے بلکہ دوسروں کو بھی بزدلی پر ابھارا اور یہ لوگ قرآن پاک کی اصطلاح میں منافق کہلاتے ہیں۔ (لسان القرآن / ۱۹۱)

خُذُوْا حِذْرَكُمْ : اور اپنے بچاؤ کا سامان لیتے رہو یعنی عین جہاد میں جب دشمن سامنے ہو اور قتل و ہلاکت کا میدان گرم ہو اس وقت بھی جب تم اللہ کے سامنے سربسجود ہونے لگو تو اپنے دفاع اور بچاؤ کے سامان سے غفلت نہ برتو۔ (لسان القرآن ص ۴۲۷)

"ثُبَات" مادہ ث۔ ب۔ ت۔ ہے کسی کام پر ہمیشگی اختیار کرنا۔ "اَلثُّبَةُ" حوض کا وسط شاہسواروں کی جماعت اس کی جمع ثبات ہے۔

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا : پھر گروہ در گروہ کوچ کر و یا اکٹھے۔ غزوۂ احد کے بعد کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ یوں سوچ رہے تھے کہ کفر کی تمام قوتوں کو جمع کر کے مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جائے اس آیت میں اللہ پاک نے ان کو چوکس اور اسلحہ سے لیس رہنے کی تلقین کی اور فرمایا جب ان کے مقابلے میں نکلو تو بہرحال جماعت کی شکل میں نکلو چاہے گروہ گروہ ہو کر اور چاہے ایک ساتھ اکٹھے ہو کر تاکہ کفار تمہیں کمزور نہ خیال کریں۔ جنگ میں جہاں اسلام نے اخلاق کی پابندی پر زور دیا ہے وہاں ان حکمتوں کو بھی بیان فرمایا ہے جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اس کی یہی وجہ تھی کہ صحابہ نے فلسفہ حرب کے تقاضوں کا کماحقہ خیال نہیں رکھا تھا اور یہ فلسفہ جنگ میں اتنا ہی ضروری اور فیصلہ کن ہے جتنا کہ کسی قوم کا طاقتور ہونا مسلح ہونا یا جنگ کے مقصد اور روح سے سرشار ہونا۔ اس بناء پر ضروری تھا کہ قرآن حکیم اس پر بھی روشنی ڈالے اور بتائے کہ لڑائی میں ایمان کے ساتھ ساتھ حربی چالوں کی کیا کیفیت ہے۔ (لسان القرآن ۲۸۵)

خُذُوْا حِذْرَكُمْ : "اَلحِذْرُ" خوف زدہ چیز سے الگ رہنا (کنایہ تخییلیہ) ہے جب کہ احتیاط اور بچاؤ کو اس ہتھیار اور آلہ کے ساتھ تشبیہ دی جس کے ذریعہ بچاؤ حاصل ہو۔ (اعراب القرآن ۳ / ۸۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانْفِرُوْا: مادہ ''اَلنَّفْرُ'' کسی چیز سے دور ہونا جب اس کے بعد لفظ ''عَنْ'' ہو اور کسی چیز کی جانب جھکاؤ ہونا جب اس کے بعد لفظ ''الی'' ہو۔

دور ہونے کی مثال: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ (الاسراء: ۴۱)

ہم نے واقعات کو اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور اس نے انہیں زیادہ دور کیا ہے۔

جھکاؤ اور میلان کی مثال: ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾

''اپنے بچاؤ کے سامان کو حاصل کرو پھر گروہ در گروہ نکلو یا اکٹھے نکلو''۔

تشریح: اللہ پاک ایمان والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ دشمن سے ہر لحہ محتاط رہیں ان سے بچاؤ کے ذرائع کو مہیا کرتے رہیں اور جہاد کی تیاری سے غفلت اختیار نہ کریں اسلحہ کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جائے تاکہ دشمن تمہاری قوت اور تیاری سے ہمیشہ خوفزدہ رہے اس کے ذہن میں تم پر حملہ کرنے کا گمان بھی نہ گزرنے پائے تم جماعتوں کی شکل میں دشمن کے تعاقب میں نکلو یا تمہاری تمام فوج دشمن پر حملہ آور ہو جیسے حالات کا تقاضا ہو کرنا چاہئے۔ دشمن کے کوائف پر نظر رکھیں دشمن کے علاقے کا نقشہ آپ کو معلوم ہو نیز آپ کو معلوم ہو کہ اس کے پاس کس نوعیت کا اسلحہ ہے تاکہ آپ کو اس کا مقابلہ کرنے میں کمزوری کا سامنا نہ کرنا پڑے اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی جائے کہیں دشمن اچانک حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان نہ پہنچائے ۔آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دشمن کے تمام شہروں دیہاتوں کا علم ہوتا تھا۔ مزید بر آں کچھ جاسوس مقرر تھے جو ان کی خبریں آپ تک پہنچاتے تھے۔

چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ قریش صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فتح مکہ کا پختہ ارادہ فرمایا اس دوران ابوسفیان نے معاہدہ کی تجدید کے لئے کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی وہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو ان کی خفیہ سرگرمیوں کا علم نہیں ہے۔ اللہ پاک حکم دے رہے ہیں کہ حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی دوسری قوت پر ہرگز سہارا نہ کرے بلکہ مجاہدین کو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اُمتِ اسلامیہ کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی حکومت کے ساتھ تعاون مالی جانی سے دریغ نہ کرے۔ قرآن پاک نے زبردست انداز کے ساتھ حکم دیا:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾

(الانفال: ۶۰)

''اے مسلمانو! تم ان کے لئے تیاری رکھو جس قدر تم میں طاقت ہے توانائی سے اور گھوڑوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھنے سے۔"

وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ : اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک اس اندیشہ کو تاکید کے ساتھ ذکر فرمارہے ہیں کہ تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو منافق ہیں جن کا ایمان پختہ نہیں یا جو بزدل ہیں وہ جہاد سے کنی کتراتے ہیں دراصل انہیں اس سے کچھ سروکار نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہنا چاہئے۔ وہ نہ صرف یہ کہ محاذ جنگ سے خود کو دور رکھتے ہیں بلکہ اپنے رفقاء کو دشمن کے اسلحہ سے خوفزدہ کرتے ہیں کہ اس کے پاس اسلحہ کی قوت ہم سے کہیں زیادہ ہے اس لئے میدان جنگ میں جانا خود کو موت کے حوالہ کرنا ہے۔

فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ : جہاد سے سستی روا رکھنے والا شخص جب دیکھتا ہے کہ مسلمان شکست سے دوچار ہوئے ہیں تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ اللہ پاک نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں میدان جہاد میں موجود نہ تھا وگرنہ مجھے بھی ان مصائب سے دوچار ہونا پڑتا جن سے مسلمان فوج دوچار ہوئی ہے۔

وَلَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ : لیکن جب اللہ پاک کی جانب سے اسلامی لشکر کو کامیابی نصیب ہوتی ہے غنیمت ہاتھ آتی ہے اور دشمن کے فوجی قید ہو جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو جس طرح وہ کامیابی کے ساتھ ہم کنار ہوئے ہیں۔ میں بھی کامیابی کے مراحل سے گزرتا اور مجھے بھی خوشی حاصل ہوتی لیکن اس کے دل ودماغ پر یہ خیال سایہ فگن نہیں ہوتا کہ اسے بھی اپنے رفقاء کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے تھا اور جانی ،مالی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے تاکہ کامیابی کی کیفیت زیادہ مضبوط ہوتی لیکن اس کے ایمان کی کمزوری اور بزدلی نے اسے پیش قدمی سے روکے رکھا۔ اس لئے کہ وقت گزرنے کے بعد اس قسم کی آرزوں کا اظہار کرنا عقل کی کمزوری کی علامت ہے بلکہ آخرت پر دنیوی زندگی کو ترجیح دینا ہے۔

كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهٗ مَوَدَّةٌ : اللہ پاک اس قسم کے منافقین کو لطیف انداز میں ڈانٹ رہے ہیں یوں محسوس ہورہا ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان ہرگز محبت والفت کا داعیہ نہ تھا ظاہر ہے کہ معمولی سی محبت بھی ہوتی تو اس کا تقاضا یہ ہوتا تھا کہ وہ اس قسم کی آرزو کو روک دیتا اور عدم شرکت کو اپنے لئے نعمت نہ سمجھتا معلوم ہوا کہ اس خیال کا شخص ایمانداروں پر اس کو اللہ کی نعمت اور اس کا فضل قرار نہیں دیتا ہے اور جو مصیبت نہیں پہنچتی ہے وہ یہ نہیں سمجھتا گویا کہ وہ اسے پہنچی ہے جب کہ قرآن پاک میں وضاحت ہے کہ تمام ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں اور صحیح حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی مانند ہیں۔

اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے سامع کے دل پر ایسا اثر رونما ہوتا ہے شائد کسی چیز کے جسم پر بیہودہ گفتگو سے اس قدر برا اثر رونما نہ ہوتا ہو۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کو مطعون کیا جاتا ہے تو وہ اس وقت غور فکر کرتا ہے اپنی کیفیت کا جائزہ لیتا ہے اور اپنے پروردگار عالم کی بارگاہ میں توبہ کے ہاتھ پھیلاتا ہوا دین اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکام کی جانب رجوع کرتا ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَنْ
يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا
لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ج وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِينَ
اٰمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۶﴾

ترجمہ: پس ان ایمان والوں کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چاہیے جو اپنی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچتے ہیں اور جو شخص بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے پھر وہ شہید ہو جائے یا اسے غلبہ حاصل ہو پس ہم ضرور اسے اجر عظیم سے نوازیں گے۔ تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو اور ان کمزور مردوں، عورتوں، بچوں کے لئے جو دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی جانب سے کوئی کارساز مقرر فرما اور ہمارے لئے اپنے پاس سے مدد کرنے والا مقرر فرما۔ ایمان والے تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کافر باطل معبود کے راستہ میں جنگ کرتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں کے ساتھ جہاد کرو یقیناً شیطان کا حیلہ کمزور ہے۔

لغوی تحقیق: "یَشْرُوْنَ" وہ بیچتے ہیں جب کہ اس کا اصل معنی خریدنا ہے سورۂ یوسف میں بھی اس کا معنی بیچنے کا ہے ملاحظہ کریں ﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ﴾ (یوسف: ۲۰) "انہوں نے اسے معمولی قیمت کے ساتھ بیچ ڈالا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الطاغوت" مادہ (ط-غ-ی) ہے حق سے تجاوز کرنا باطل، ظلم اور شر کی جانب جانا مادہ میں سرکشی، فساد انگیزی ملحوظ ہے۔

تناسب : ان آیات سے پہلے اللہ پاک نے ان ایمان والوں کا ذکر فرمایا جو کمزور ہیں جہاد فی سبیل اللہ سے خود کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اس کے بعد اس مقام میں اللہ پاک ان کو عظیم گناہ سے پاک صاف کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم نے خود کو ہرگز میدان جہاد سے دور نہیں رکھنا ہے دنیوی نعمتیں تو ختم ہونے والی ہیں جب کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے تمہیں اگر آخرت میں اجر و ثواب کا صلہ ملے گا تو دوسری طرف دنیا میں تم انعامات الہیہ مال غنیمت وغیرہ سے شادکام ہو گے۔

تشریح : اللہ کے راستہ میں آپ نے اس مقصد کے ساتھ جہاد کرنا ہے کہ دنیوی زندگی کے عیش و آرام کو آخرت کی زندگی کے حصول کے لئے فروخت کرنا ہے ظاہر ہے کہ جہاد سے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا اللہ کا کلمہ بلند ہوگا اور کفار کو شکست سے دوچار ہونا ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : جو شخص اللہ کی رضاجوئی کے لئے جہاد کرے گا خواہ دشمن اس پر غلبہ پائے یا وہ دشمن کو شکست سے ہم کنار کرے دونوں صورتوں میں اللہ پاک مؤمن انسان کو اپنی جانب سے انعام سے نوازے گا وہ دار الجزاء میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہے گا۔ آیت مبارکہ میں جہاد کے شرف کو اجاگر کرنا مقصود ہے لیکن جہاد سے مقصود اللہ کی رضا مطلوب ہو حق و صداقت کو غلبہ حاصل ہو۔ خواہش نفس مال کے لالچ سے جہاد میں حصہ نہ لیا جائے اس کے ساتھ ساتھ مجاہد کا نظریہ ہو کہ دشمن اس کو موت کے گھاٹ اتار دے اور وہ مقام شہادت سے سرفراز ہو یا جہاد میں اسے کامیابی حاصل ہو اور دین اسلام کو مزید غلبہ حاصل ہو البتہ لمحہ بھر کے لئے اس کے ذہن میں میدان جہاد سے بھاگ جانے کا خیال بھی گردش نہ کرے ایسی کیفیت میں زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ وہ اس جال میں پھنس کر اللہ کی ناراضگی کا ہدف بن جائے گا۔ بخاری مسلم میں ہے اللہ پاک نے اس مجاہد انسان کے بارے میں ذمہ داری قبول کی ہے جو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے میدان جہاد میں شریک ہوتا ہے اگر وہ دوران جہاد فوت ہو جاتا ہے تو اس کا داخلہ جنت میں ہو جاتا ہے اور میدان جہاد سے واپس آنے کی صورت میں اسے اجر و ثواب اور مال غنیمت سے نوازتا ہے۔ (ابن کثیر ۱۲/ ۷۹۵، بخاری کتاب الخمس ص ۶۳۴، مسلم)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : تمہیں کونسی رکاوٹ ہے تمہارا کیا عذر ہے جو تمہیں جہاد فی سبیل اللہ سے روک رہا ہے تم نے تو جہاد کے ذریعہ شرک کو نیست و نابود کر کے توحید کے علم کو بلند کرنا ہے اور شر کی قوتوں کو نابود کر کے خیر کی قوتوں کو اجاگر کرنا ہے اور ظلم و ناانصافی کی جگہ عدل و رحمت کے انعامات سے لوگوں کو شادکام کرنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ : تم نے ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو جن کو مکہ والوں نے ظلم کی بھینٹ چڑھا رکھا ہے اور انہیں مختلف قسم کی اذیتوں سے دوچار کر رکھا ہے وہ ترک وطن کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں وہیں ظلم وستم کی چکی میں پیس رہے ہیں انہیں وطن سے نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں وہ آزمائش کی بھٹی میں برابر ظلم وستم کی آماجگاہ میں ہیں انہیں دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف قسم کے حیلوں کو استعمال کر رہے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ : ان کمزور بے سہارا لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہاں مکہ مکرمہ میں کوئی بھی ان کا معاون نہیں بلکہ پرسان حال بھی نہیں ہے ان کی امیدیں مایوسی میں تبدیل ہو چکی ہیں بظاہر انہیں کوئی سہارا نظر نہیں آتا ہے اس کیفیت میں وہ اپنے پروردگار سے مدد کی درخواست کرتے ہیں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم سے انہیں نجات عطا کریں اور انہیں مکہ کی بستی سے نکال دیں اس لئے کہ اس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی مہربانی سے ایسے افراد کا انتظام فرمائیں جو ان کے ظلم وستم سے انہیں نجات دلوائیں اور وہ مکہ چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں آباد ہو جائیں۔ لیکن مسلمانوں میں سے ہر شخص ہجرت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ کفار مکہ انہیں مکہ چھوڑنے سے روکتے تھے اور انہیں گوناں گوں مصائب سے دوچار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے ان حالات میں اسلام نے لڑائی کی اجازت عطا کی جب کہ دین اسلام کے احکام کی ادائیگی میں آزادی نہیں بلکہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے ان حالات میں لڑائی کو کوئی بھی سلیم الفطرت شخص قبیح قرار نہیں دے سکتا ہے اس لئے کہ اب آخری چارۂ کار لڑائی ہے جس کے ذریعہ سے اس سے زیادہ قبیح چیز کا ازالہ مقصود ہے۔

ظاہر ہے کہ شرک سے بڑا گناہ اور کیا ہو سکتا ہے بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس کا ذکر ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں سے تھے جو مکہ شہر میں کمزور سمجھے جاتے تھے جن کو اللہ پاک نے معذور گردانا۔ (فتح الباری ۸ / ۲۵۵، بخاری کتاب التفسیر ص ۹۵۰)

علامہ زمخشری کا قول

علامہ زمخشری بیان کرتے ہیں "مُسْتَضْعَفِيْنَ" سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اسلام لا چکے تھے لیکن مشرکین مکہ انہیں ہجرت سے روکتے تھے۔ چنانچہ وہ ذلت کے ساتھ کفار میں زندگی گزار رہے تھے ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے وہ برابر دعائیں کر رہے تھے کہ اللہ پاک انہیں ان ظالموں کے ظلم سے رہائی عطا کرے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ اللہ پاک کے فضل وکرم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ یا حبشہ کی جانب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجرت فرما ہوئے کچھ صحابہ کرام فتح مکہ تک وہاں رہے اللہ پاک نے ان کی مدد اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعہ فرمائی۔ آپ ان کے ساتھ بہترین حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔(کشاف ۱/۵۴۴)

چنانچہ کتب حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ دیگران ایمان والوں کو جو مکہ مکرمہ میں قریش وغیرہ قبائل کے ظلم وستم میں زندگی گزار رہے ہیں انہیں نجات عطا فرما۔(تفسیر قرطبی ۳/۲۷۹)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: ایمان دار اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں جب کہ کفار شیطان کے راستہ میں مقاتلہ کر رہے ہیں یعنی ایمان والوں کا جہاد ان لوگوں کے خلاف ہے جو حق وانصاف کے حدود سے متجاوز ہوتے ہیں جنہیں ظلم، شرک کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے اگر ایماندار جہاد نہ کریں اور کفار بدستور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہیں تو شیطان کو غلبہ حاصل ہوگا ہٹ پرستی کا عقل پر غلبہ ہو جائے گا اخلاق میں بگاڑ پیدا ہوگا اور ظلم واستبداد کا دور دورہ ہو جائے گا اس لئے اللہ پاک ایمان والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ تم اولیاء الرحمان ہو تم نے اولیاء الشیطان سے مقاتلہ جاری رکھنا ہے ذہن نشین کریں کہ شیطان کا مکر وفریب نہایت کمزور ہے وہ تو اپنے رفقاء کو باطل، ظلم، برائی کا حکم دیتا ہے اور انہیں اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ وہ کھیتی باڑی کو تباہ وبرباد کرنے اور ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) کا بھی حکم دیتا ہے۔(المنار ۵۲/۲۱۶)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ج فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ج وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ج لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ط قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَهِيدًا ﴿۷۹﴾

ترجمہ : کیا آپ نے ان لوگوں کی جانب نہیں دیکھا جنہیں کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو پس جب ان پر جنگ کو فرض قرار دے دیا گیا اچانک ایک گروہ ان لوگوں سے یوں ڈرتا ہے جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیئے یا اس سے بھی زیادہ اور انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ! تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کر دیا تھوڑی سی مدت ہمیں مہلت کیوں نہ دی ؟ آپ کہہ دیں دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ تم جہاں کہیں ہوگے تمہیں موت پالے گی اگرچہ تم مضبوط محلات میں ہو اور اگر انہیں کوئی نعمت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور اگر انہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں (اے محمد ﷺ) یہ تیرے پاس سے ہے اور ہم نے تجھے لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ گواہ کافی ہے۔

لغوی تحقیق : ''اَجَلْ'' وقت مقرر، متعین مدت، عدت کی میعاد۔ ''اَجَلْ'' جی ہاں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اخفش نحوی نے ''نَعَمْ'' اور ''اَجَلْ'' کے استعمال میں اس نکتہ کی وضاحت کی ہے کہ تصدیق طلب خبر کے جواب میں تو ''اَجَلْ'' کہنا زیادہ مناسب ہے اور استفہام کے موقع پر ''نَعَم'' زیادہ وضاحت کا حامل ہے۔ ''اَجَلْ'' وجہ یا سبب کے معنی میں ہے۔ ''مُؤَجَّل'' مقررہ میعاد۔ (لسان القرآن ۵۵)

''بُرُوج'' کا واحد ''بُرج'' ہے، ستارے، نجوم و کواکب یا قلعے اور بڑے بڑے محل ''تَبَرُّجُ'' کسی عورت کا بن ٹھن کر باہر نکلنا، زینت و آرائش کا اظہار کرنا اور پردہ کی شرعی حدود کی پروا کئے بغیر مردوں کی مجالس میں آزادانہ گھومنا پھرنا۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں نیم عریاں لباس پہنے زینت و آرائش اور سج دھج سے پوری طرح آراستہ اس لئے میلوں ٹھیلوں میں گھومتی پھرتی تھیں کہ آوارہ اور بدکردار مردوں کا دل لبھائیں اور انہیں اپنے دام میں پھنسائیں۔ (لسان القرآن ۱۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب اور تشریح: اس حکم کے بعد کہ اللہ پاک نے لڑائی کے وقت احتیاط کا حکم دیا ہے نیز اس کی تیاری اور اس کے لئے نکلنے کا حکم فرمایا ہے نیز ان لوگوں کی کیفیت کو بیان فرمایا جو سستی کرتے ہیں ان کے دل کمزور ہیں انہیں اللہ کے راستہ میں لڑنے اور کمزور لوگوں کو بچانے کا حکم دیا۔ جب کہ اس مقام میں اسلام نے انہیں مکلف بنایا کہ وہ دور جاہلیت کے تنازعات اور قتل وغارت کو خیرباد کہہ دیں اور آپس میں جنگ وجدال سے باز آجائیں جو مسلسل عرصہ دراز سے ان میں وقوع پذیر ہیں بالخصوص قبیلہ، اوس اور خزرج میں باہم تصادم اور سینہ زوری کا اختتام اسلام آنے کے بعد ہوا انہیں حکم دیا کہ وہ کسی پر دست درازی نہ کریں کجا کہ وہ کسی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنائیں بجائے اس کے انہیں نمازوں کی ادائیگی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے دلوں میں شفقت مودت کا جذبہ مشتعل ہو ان کے دل مودت واخوت کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ دور جاہلیت کے تعصبات کی جگہ پر انسانی ہمدریوں کا جذبہ روشن ہو ان حالات میں اس بات کی ضرورت کا شدت کے ساتھ احساس کیا گیا کہ اسلام کے مرکز کا دفاع ضرری ہے اور ان مشرکین کو روکا جائے جو مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے کے درپے ہیں اور ان کے دین میں فتنہ پروری کی کوشش میں مصروف ہیں۔ تو اللہ پاک نے ان پر جہاد کو فرض قرار دے دیا لیکن منافقین اور کچھ کمزور لوگوں نے اس حکم کو بنظر حقارت دیکھا اللہ پاک ان آیات میں ان کی سرزنش فرما رہے ہیں اور ان کے اس عیب پر انہیں ڈانٹ پلا رہے ہیں۔ (المراغی ۵ / ۹۴)

شان نزول: ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن عوف اور اس کے رفقاء مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب ہم مشرک تھے ہمیں غلبہ حاصل تھا جب ہم ایمان لائے تو ہم کمزور ہیں آپ نے فرمایا مجھے معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم نے لڑائی نہیں کرنا ہے پھر جب اللہ نے ہمیں مدینہ منتقل کر دیا تو ہمیں لڑائی کا حکم دیا گیا لیکن کچھ لوگ لڑائی سے رک گئے تو اللہ پاک نے اس آیت کو نازل فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ﴾ (النسائی کتاب الجہاد ۲ / ۴۵، تفسیر العزیز ۳ / ۲۴۵، تفسیر ابن کثیر ۱ / ۷۹۶)

اسلام کے آغاز میں ایمان والوں کو جب وہ مکہ میں تھے ادائیگی نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اگرچہ اس وقت ان کی مالی حالت اتنی مضبوط نہ تھی کہ ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے اس لئے کہ وہ نصاب سے کم مالیت کی حیثیت میں تھے تاہم انہیں حکم دیا گیا کہ ضرورت مند لوگوں کی ہمدردی میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں۔ نیز انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مشرکین کی زیادتیوں سے کچھ وقت تک صرف نظر رکھیں اور عفو ودرگزر کی پالیسی اپنائیں تاہم مسلمان اندر ہی اندر دانت پیس رہے تھے وہ شدت کے ساتھ اس بات کے آرزومند تھے کہ انہیں جہاد کی اجازت دی جائے تاکہ دشمن کو جانی، مالی نقصان سے دوچار کریں شائد اس طرح انہیں سکون قلب میسر آسکے۔ جب کہ حالات جنگ وجدال کے لئے مناسب نہ تھے اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی ان کے مقابلہ میں دشمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعداد زیادہ تھی۔ مزید برآں وہ ایسے شہر میں سکونت پذیر تھے جس کی حرمت اور تقدس کا پھریرا لہرا رہا تھا روئے زمین کا کوئی حصہ اس سے زیادہ شرف کا حامل نہ تھا اس لئے وہاں سکونت پذیر ہونے کی صورت میں انہیں جہاد کا حکم نہ دیا گیا۔ جب ایماندار لوگ مدینہ شہر کی جانب ہجرت فرما ہوئے تو وہاں انہیں جہاد کا حکم دیا گیا اس لئے کہ مدینہ اب ان کا وطن تھا اور ایک حد تک اس میں تحفظ حاصل تھا۔ مزید برآں وہاں کچھ لوگ ایسے بھی میسر آگئے جو ان کی مدد کے لئے تیار تھے ان تمام باتوں کے باوجود جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا جس کو وہ دل و جان کے ساتھ محبوب سمجھتے تھے تو ان میں سے کچھ لوگ اس حکم کو سنتے ہی گھبرا گئے اور دشمن کا مقابلہ کرنے میں شدید خوف کا اظہار کیا انہوں نے کہا:

﴿رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾(النساء ۷۷)

"اے ہمارے پروردگار! تو نے کچھ مدت تک اس حکم کو مؤخر کیوں نہ کیا جنگ و جدال کے نتیجہ میں تو خون خرابہ ہوگا بچے یتیم ہو جائیں گے، عورتیں بیوہ ہو جائیں گی"۔

نیز ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾(محمد:۲۰)

"اور ایمانداروں نے کہا کیوں ایسی سورت نازل نہیں کی جاتی جس میں جہاد کا ذکر ہو لیکن جب ایسی محکم سورت نازل ہو جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو آپ محسوس کرتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی جانب اس طرح دیکھتے ہیں جیسا کہ وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کے سبب غشی طاری ہے"۔

ان حالات میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے لیکن جہاد کی فرضیت کے بعد مسلمانوں کی کیفیت کیا تھی اس کی نقشہ کشی اس آیت میں واضح ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ﴾

"اس وقت ان سے ایک فریق لوگوں سے یوں ڈرتا ہے جیسا کہ اللہ سے خوف کیا جاتا ہے۔"

وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا: اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال صالحہ کا تمہیں پورا پورا بدلہ ملے گا دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا، دنیا کی مذمت میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا لِمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ ... مِنَ اللّٰهِ فِيْ دَارِ السَّلَامِ نَصِيْبٌ
فَاِنْ تَعْجَبِ الدُّنْيَا رِجَالًا فَاِنَّهَا ... مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَ الزَّوَالُ قَرِيْبٌ

دنیا اس شخص کے لئے کچھ بہتر نہیں جس کے لئے اللہ کی جانب سے جنت میں کچھ حصہ نہیں اگر دنیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو تعجب میں مبتلا کرتی ہے تو غلط ہے جب کہ دنیا کا سامان قلیل ہے اور زوال بھی بہت جلد ہے۔

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ : تم نے لازمی طور پر موت سے ہم کنار ہونا ہے موت سے کسی کو بچاؤ نہیں ارشاد ربانی ہے :

﴿کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ﴾ ''جو چیز زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے''۔

مقصود یہ ہے کہ ہر شخص لازماً موت سے ہمکنار ہونے والا ہے کوئی چیز موت سے بچا نہیں سکتی۔ موت کا وقت مقرر ہے اور جگہ بھی متعین ہے جیسا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت کہا جب وہ بستر پر فوت ہو رہے تھے کہ ''میں فلاں فلاں جنگوں میں شریک ہوا اب میرا کوئی عضو ایسا نہیں جس پر نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو لیکن مجھ پر موت بستر پر طاری ہو رہی ہے اللہ کرے بزدل لوگوں کی آنکھوں کو آرام حاصل نہ ہو'' اردو کا شاعر کہتا ہے ؎

کسی کا کندہ نگینہ پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے کہ اس میں شام سحر کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

موت سے کسی کو مفر نہیں

موت سے مفر نہیں ہے قلعہ بھی موت کو روک نہیں سکتا زہیر شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں : ؎

وَمَنۡ هَابَ أَسۡبَابَ الۡمَنَايَا يَنَلۡنَهُ وَلَوۡ رَامَ أَسۡبَابَ السَّمَاءِ بِسُلَّمِ

''جو شخص موت کے اسباب سے خائف ہے وہ سمجھ لے کہ موت سے اس نے ضرور ہمکنار ہونا ہے اگرچہ سیڑھیوں کے ذریعہ آسمان کی جانب جانے کا ارادہ کیوں نہ کرے تحفظ نہیں ہو سکتا''۔(ابن کثیر ۱/ ۷۹۶، ۷۹۷)

وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ : اگر منافقین اور یہودی خوشی سے ہمکنار ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ خوشحالی اللہ کی جانب سے ہے اس کے پیغمبر کا اس میں کچھ دخل نہیں لیکن اگر وہ قحط سالی میں مبتلا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں (معاذ اللہ) یہ محمد کی نحوست سے ہے۔ دراصل آپ ﷺ کے مدینہ وارد ہونے کے بعد جب وہ خشک سالی اور قحط سالی کی بھینٹ چڑھے تو انہوں نے یہ جملہ کہا جب کہ ان کا خیال غلط ہے اس لئے کہ نعمت اور مصیبت سبھی اللہ کی جانب سے ہیں ان کے اسباب اور مسببات کو بھی اسی نے ایجاد کیا ہے۔

فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا : ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ان کی عقلیں کیوں ختم ہو کر رہ گئی ہیں یہ کسی بات کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے ہیں بلا تحقیق جو ان کے ذہن میں سما جاتا ہے اس پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اس لائق ہیں کہ وہ ان باتوں سے محروم رہیں جن کو اللہ کے پیغمبر اپنے پروردگار کی جانب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچاتے ہیں۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ: اس آیت مبارکہ کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں جب کہ مقصود وہ ہیں جن کی جانب آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا اس آیت مبارکہ میں دو حقیقتوں کو جاننا ضروری ہے۔

(۱) بلاشبہ ہر چیز اللہ کی جانب سے جب کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور منتظم ہے ہر انسان ان اشیاء کو اپنی محنت اور کوشش کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے جب کہ خالق کائنات کی ہر چیز بہتر ہے اس لئے کے وہ اللہ کے وصف ابداع کا مظہر ہیں۔

(۲) انسان ان کاموں میں خود کو نہیں ڈالتا جو اس کو برے لگتے ہوں البتہ جب انسان سے اسباب کی معرفت میں کوتاہی ہو جائے کہ وہ اس کے حق میں اچھے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے اس وقت اس کی نسبت انسان کی جانب ہوتی ہے مثال کے طور پر بیماری کو کون شخص اچھا سمجھتا ہے جب کہ بیماری کسی انسان کو تب لاحق ہوتی ہے جب وہ غذائیت کے پروگرام کو فطرت کے اصولوں کے مطابق نہیں چلاتا مثلاً بد ہضمی تب رونما ہوتی ہے جب غذائیت کی شہوت کو آزاد چھوڑ دیا جائے یا نا قابل برداشت تھکاوٹ لاحق ہو یا تعیش کی انتہا ہو یا نا قابل برداشت سردی کی لہر نے اس کے مزاج کو بگاڑ دیا ہو یا موسم گرما کی تیز لو نے اس کے مزاج کو حد اعتدال سے دور کر دیا ہو جب کہ فطرت تو اللہ پاک کی پیدا کردہ ہے اس میں انسان کے تصرف کا کچھ دخل نہیں ہے۔ چنانچہ لڑکے کے والدین اپنے لڑکے پر ظلم کرتے ہیں جب وہ خود کو ایک موروثی بیماری کے سپرد کر دیتے ہیں۔ نتیجۃً ظاہر ہے کہ والدین سے اس کی اولاد کو وراثت میں بیماری ملے گی جیسا کہ والدین اپنے اس بچے پر ظلم کر رہے ہیں کہ عالم طفولیت میں وہ اس کا بیماری کے اسباب سے تحفظ نہیں کرتے ہیں گویا کہ اس کے بچپن میں اس کے والدین کا اختیار بچے کے حق میں مکمل تھا جیسا کہ بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس کو اختیار حاصل ہوتا ہے اس وقت والدین کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

ذہن نشین کریں ہر انسان کی جانب اس کے اس عمل کی نسبت ہوتی ہے جس میں اس کے کسب اور اختیار کو دخل ہے خواہ عمل نیکی کا ہو یا برائی کا ہو لیکن احادیث و آثار کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اللہ کی اطاعت اس کی نعمت کے اسباب سے ہے اور اللہ کی نافرمانی اس کی ناراضگی کے اسباب سے ہے۔ ذہن نشین کریں کہ یہ آیت مبارکہ اجتماعیت اور نفسیات کے اصولوں کی بنیاد ہے اس میں ہر قسم کی برائیوں سے تحفظ حاصل ہے اور بیماریوں سے بچاؤ بلکہ انسانیت کی تکریم اور اس کے علوشان کی مظہر ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا: پیغمبر کی ذمہ داری صرف احکام الٰہیہ کو پہنچانا ہے اسے ہرگز کچھ دخل نہیں کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لوگوں پر خوشحالی یابد حالی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کائنات کے نظام میں تصرف تبدیلی کا پیغمبر کو کچھ حق نہیں تمام تر تصرفات اللہ پاک کی جانب سے ہیں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا : اللہ پاک گواہی دے رہے ہیں اور اللہ پاک کی گواہی کافی ہے کہ اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی جانب بحیثیت رسول کے بھیجا ہے ایمان والوں کو آپ خوشخبری سے نواز رہے ہیں اور کفار منافقین کو اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں آپ کا کسی پر دباؤ نہیں ہے نہ آپ کسی کو مجبور کر سکتے ہیں اسی طرح آپ کائنات کے نظام میں ہرگز کسی تبدیلی کا استحقاق نہیں رکھتے ہیں اور اجتماعی قواعد کی تبدیلی میں بھی آپ کو ہرگز اختیار نہیں ہے۔

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ (المراغی ۵۲ / ۹۷،۹۸)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ : جو شخص اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے تو یقیناً اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس شخص نے روگردانی کی تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں (ہمارے دل میں) فرماں برداری ہے پس جب وہ تیرے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ان میں ایک گروہ رات کے وقت ایسی رائے پیش کرتا ہے جو آپ کے فرمان کے خلاف ہوتی ہے اور اللہ (نامہ اعمال میں) وہ باتیں تحریر فرماتا ہے جو وہ رات کو کہتے ہیں پس آپ ان سے روگردانی اختیار کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ کارساز کافی ہے۔ کیا یہ قرآن پاک میں غور نہیں کرتے ہیں اور اگر وہ اللہ کے سواسے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت اختلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاتے۔

لغوی تحقیق : "بَرَزُوا" مادہ ب۔ر۔ز ہے۔ "بَرَزَ" نکل آیا، ظاہر ہوا، سامنے آیا۔ "اَلْبَرَاز" شہر سے دور اور کھلی جگہ "کنایۃ" ایسی جگہ جہاں لوگ قضائے حاجت کے لئے جائیں۔ "اَلْبِرَاز" مبارزہ سے ہے حریف کے مقابلے کے لئے میدان میں اترنا۔ "اِمرءۃٌ بَرزَۃٌ" ایسی جلیل القدر اور پاکباز خاتون جس کی مجلس میں مرد کھلے بندوں آئیں جائیں اور اس کی رائے کو مستند مانیں۔ "اَلاِبْرِیْزُ" خالص سونا۔ "رَجُلٌ بَارِزٌ" نمایاں شخصیت کا انسان۔ "بَارِزَۃ" کھلی اور صاف زمین جس میں کوئی درخت پہاڑ یا ٹیلہ نہ ہو قرآن پاک میں ہے :

﴿وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَۃً﴾ (الکہف : ۴۸) "اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے" (لسان القرآن ۱۷۰)

"بَیَّتَ" اس نے رات سازش کی مادہ "بَیْت" گھر۔ ٹھکانا۔ شرافت اور عیال۔ "اَلْبِیَاتُ" شب خون مارنا، راتوں رات "اَلْبَائِت" رات کا باسی کھانا۔ "اَھْلُ الْبَیْتِ" خانوادۂ نبوت "بَیَّتَ طَائِفَۃٌ" فاعل مؤنث ہے فعل مذکر ہے اس لئے کہ لفظ "طائفۃ" مؤنث غیر حقیقی ہے۔ (لسان القرآن / ۲۴۲، اعراب القرآن ۳۲۰ / ۱۱۰)

تناسب اور تشریح : ذکر شدہ آیات میں اللہ پاک نے اپنی اور اپنے پیغمبر کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور واضح کیا تھا کہ اطاعت کرنے والے شخص کو اللہ پاک کی جانب سے کیا بدلہ ملے گا جب کہ اطاعت کرنے والوں کے حالات بھی مختلف ہیں جس قدر ایمان زیادہ قوی ہو گا اسی قدر اطاعت میں استحکام ہو گا۔ بعد ازاں مزید اللہ پاک کی اطاعت کو دہرایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اطاعت اولاً اور بالذات اللہ کی ہے اللہ کے سوا کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے تابع ہے اس کے ساتھ ساتھ منافقین کی چالبازیوں اور شاطرانہ چالوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ ہی در حقیقت حکم دینے والے اور منع کرنے والے ہیں اور احکام الٰہیہ کو امت تک پہنچانے والے ہیں اس لحاظ سے آپ کی اطاعت نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت ہے جس کے پیغامات کو آپ نے پہنچایا یہ سنت اللہ ہے کہ اللہ پاک لوگوں کو بلاواسطہ پیغامات نہیں پہنچاتا ہے۔ ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بُوَد

ہاں اگر آپ ﷺ اپنی جانب سے کوئی پیغام دیں کسی کام کو مستحسن سمجھ کر اس کا مشورہ دیں تو ایسی صورت میں آپ کی اطاعت ضروری نہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ آپ نے کھجور کے درختوں کو پیوند کرنے سے منع کیا تو پھل کم آیا صحابہ کرام نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا جب میں تمہیں دنیوی امور کے بارے میں حکم دوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس پر عمل کرنا ضروری نہیں وہ میری اپنی رائے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کا معمول تھا جب انہیں کسی حکم میں اشتباہ ہوتا کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے یا آپ کا اجتہاد ہے اگر آپ وضاحت فرماتے کہ اللہ کا حکم ہے تو وہ آپ کے حکم کی اطاعت کرتے لیکن اگر آپ نے اپنی رائے سے کہا ہوتا اور صحابہ کرام کی رائے آپ کی رائے کے خلاف ہوتی تو کبھی کبھی آپ اپنی رائے کو ترک فرماتے اور ان کی رائے پر عمل پیرا ہوتے۔ جیسا کہ جنگ بدر اور احد میں صحابہ کرام کی رائے پر عمل کیا گیا۔

شان نزول : رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی منافقین نے شوشہ چھوڑا کہ یہ شخص شرک کا مرتکب ہو گیا جب کہ وہ غیر اللہ کی عبادت سے روکتا ہے جب کہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ہم اسے رب سمجھیں جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب تسلیم کیا ان کے اس اعتراض پر آیت مبارکہ کا نزول ہوا۔ ذہن نشین کریں سچا ایماندار وہ شخص ہے جو صرف خالق حقیقی کے احکام کی اطاعت میں زندگی بسر کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اللہ کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اس کے مشرک ہونے میں کچھ شبہ نہیں شرک کی دو اقسام ہیں :

پہلی قسم : ایک شخص کسی انسان، جن میں اسباب وعادات سے ماوراء غیبی قوت کا عقیدہ رکھتا ہے اس سے نفع و نقصان کی امید رکھتا ہے اس کے سامنے خود کو ذلت کے ساتھ پیش کرتا ہے تو وہ شخص اللہ کی الوہیت میں اس کی مخلوق کو اس کا شریک بنا رہا ہے۔

دوسری قسم : کسی شخص کو شریعت سازی، حلت، حرمت کے حقوق کو تفویض کرنا یہ شرک فی الربوبیت ہے ارشاد ربانی ہے : ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(التوبہ :۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء اور صوفیا کو اللہ کے سوا پروردگار بنایا۔"

علماء نے جس چیز کو حلال قرار دیا اس کو حلال سمجھا اور جس کو حرام قرار دیا اس کو حرام سمجھا اسی کا نام ان کو رب بنانا ہے۔

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا : جس شخص نے آپ کی اطاعت سے روگردانی کی جب کہ آپ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت تھی تو آپ اس پر جبر نہ کریں اس لئے کہ اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے آپ کسی پر نگران نہیں نہ کسی کے ذمہ دار ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ : اللہ پاک ان لوگوں کے بارے میں خبر دے رہے ہیں جو لوگوں سے اسی طرح ڈرتے ہیں جس طرح اللہ کی ذات سے ڈرنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو جب نبی ﷺ کسی کام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم فرماتے ہیں تو وہ کہتے ہیں آپ کے احکام کی اطاعت کریں گے ان میں بظاہر مسکنت اور اطاعت کا پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ: جب وہ آپ کے پاس سے کھلے میدان میں پہنچتے ہیں اور اپنے گھروں کی جانب جارہے ہوتے ہیں تو رات کے لحات میں ان باتوں کے خلاف مشورہ کرتے ہیں جو انہوں نے آپ کے سامنے کہی ہوتی ہیں۔ یعنی دن میں انہوں نے آپ کی اطاعت کا لباس زیب تن کیا ہوتا ہے جب کہ رات کی تاریکی میں ان کے مشورے آپ کی اطاعت کے خلاف ہوتے ہیں۔

وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ: اس آیت مبارکہ میں انہیں زبردست ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ رات کے لحات میں چھپ کر جو مشورے وہ کررہے ہیں اور پروگرام ترتیب دے رہے ہیں ان سب سے کھلے لفظوں میں آپ کو آگاہ کیا جائے گا جس سے ان کی ذلت اور رسوائی ہوگی گویا کہ شدید انداز میں انہیں دھمکی دی گئی ہے۔

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ: رات کے لحات میں ان کے مشوروں سے آپ ہرگز غمزدہ نہ ہوں آپ ان کی زیرزمین سازشوں پر ان کا مؤاخذہ نہ کریں آپ تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کردیں بلاشبہ اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ فرمائے گا بلکہ آپ کے سبب ان سے انتقام لے گا۔

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا: جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کو کافی ہوجاتا ہے اللہ پاک قادر ہے کہ ان کی سازشوں کا انہیں بدلہ دے اللہ کو علم ہے کہ انہیں ان کی کرتوتوں کی کتنی سزادی جائے۔

قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب کا بیان

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ: اس آیت مبارکہ میں متوجہ کرنا مقصود ہے کہ قرآن پاک کے اغراض ومقاصد میں تدبر کیا جائے اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو کن انعامات سے نوازا جائے گا اور مخالفت کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا دراصل لوگ رسالت کی حقیقت سے آشنا نہیں ہیں ہدایت سے کوسوں دور ہیں۔ جب کہ وہ قرآن پاک کے معانی، مقاصد پر غور وفکر نہیں کررہے ہیں اگر تدبر، تفکر سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ قرآن پاک پروردگار عالم کی جانب سے نازل ہوا ہے اور اس کی حقانیت وصداقت میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے اس کتاب میں راستباز ایمان والوں سے جو وعدہ کیا گیا ہے اور کفار، منافقین کو ڈرایا گیا اس کے صحیح ہونے میں ہرگز شبہ نہیں ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا: اگر یہ قرآن پاک اللہ کی جانب سے نازل نہ ہوا ہوتا آپ کی جانب سے ہوتا تو اس میں زبردست اختلاف ہوتا اس کو چند وجوہ کی روشنی میں سمجھیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں عدم اختلاف کے اسباب

(۱) کوئی بھی مخلوق حقائق کی تصویر کشی اس انداز سے کرنے کی استطاعت نہیں پاسکتی ہے جیسا کہ قرآن پاک نے بلا اختلاف واضح انداز میں تصویر کشی فرمائی ہے۔

(۲) قرآن پاک نے زمانہ ماضی کے جن واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کا آپ ﷺ نے مشاہدہ نہیں فرمایا نہ آپ کو تاریخی لحاظ سے ان کا علم تھا۔ اور زمانہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کے بارے میں جن حقائق سے پردہ کشائی کی پھر وہ واقعات اس کے مطابق ظہور پذیر ہوئے مزید براں آپ کے دور رسالت میں آپ نے جن پوشیدہ باتوں سے پردہ کشائی کی جیسا کہ منافقین کی آپ کے خلاف ہرزہ سرائی اور عداوت ہے نیز آپ کے سامنے انہوں نے کچھ باتوں کا انکار نہ کیا اور آپ کی عدم موجودگی میں انکار کیا۔

(۳) ہرگز کسی انسان میں یہ استطاعت نہیں کہ وہ عقائد کے اصول، شریعت کے قواعد، جماعتوں اور قبائل کی سیاست کو اس انداز سے بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہو جس طرح قرآن پاک نے ان سب حقائق کو جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۴) اجتماعیت کے قواعد و ضوابط، عمرانیات کی دستاویزات نیز جماعتوں اور قوموں کے طبائع شواہدات اور ضرب الامثال کی روشنی میں ایک واقعہ کو فصیح و بلیغ عبارات کی روشنی میں مختلف اسالیب کے ساتھ پیش کیا ہے جن سے غیرت ایمانی میں برتری رونما ہوتی ہے اور پند و موعظت کے میدان میں نکھار جلوہ افروز ہوتا ہے اور عقل و شعور کے ساتھ موصوف لوگ اس کی سچائی پر اتفاق کرتے ہوئے غلغلہ آرائی کرتے ہیں اور اختلاف تناقض سے اس کو پاک قرار دیتے ہیں۔

(۵) جس عمدہ انداز کے ساتھ اس میں مختلف قسم کے اقوال اور عبرتناک واقعات، زمین اور آسمانوں میں مختلف اقسام کی مخلوقات کا تذکرہ ہے کسی شخص میں استطاعت نہیں کہ وہ ان کا مثل پیش کر سکے۔ قرآن پاک نے جہاں خلق اور تکوین پر گفتگو کی ہے وہاں تمام کائنات کے اوصاف کو بھی بیان کیا ہے سیاروں کا تذکرہ اور ان کے محیر العقول نظام کا بیان نیز ہواؤں، سمندروں، حیوانات، نباتات کے ذکر کے ساتھ ان کی حکمتوں اور خصوصیات کو بھی آشکارا کیا ہے۔ اس تمام کائناتی نظام کو ایک دوسرے کے ساتھ اعلیٰ انداز سے اکٹھا کر دیا ہے کہ ان میں تفاوت اور اختلاف کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

(۶) اللہ پاک نے آخرت کے عالم کا ذکر فرمایا جس میں اعمال کا محاسبہ ہوگا اور عدل و انصاف کے ساتھ بدلہ دیا جائے گا یہ سب کچھ اللہ پاک کی سنت کے مطابق ہوگا اللہ پاک کی ذات تمام غایات سے بلند غایت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن نشین کریں کہ قرآن پاک واقعات واحوال کے لحاظ سے قسط وار نازل ہوا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ حکم فرماتے ہیں کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد جگہ دو آپ کو قرآن پاک محفوظ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں غور کرنا اس کی امتیازی شان کو معلوم کرنا صراط مستقیم پر گامزن ہونا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک اللہ پاک کی جانب سے ہے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ نیز قرآن پاک فطرت سلیمہ کے ساتھ ہم آہنگ ہے اس سے دنیوی اخروی سعادتوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے اگر مسلمان قرآن پاک کے مشمولات پر غور وفکر کریں اور اس سے راہ نمائی حاصل کریں تو ہرگز ان کے اخلاق میں بگاڑ رونما نہیں ہوگا اور حکام ظلم واستبداد سے محفوظ رہیں گے بلکہ ان کی بادشاہت زوال پذیر نہ ہوگی اور معیشت کے لحاظ سے وہ کسی بھی طاقت کے محتاج نہ ہوں گے۔ قرآن پاک کی آیات میں تدبر سے حکام عوام کے لئے احکام کا استنباط کریں جب کہ امت کے دوسرے افراد حکام کے تابع ہیں۔ معلوم ہوا اتفاق کی فضا ہر وقت جاری ساری رہے اختلاف کے غلط اثرات سے انکار ممکن نہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر معلوم کرائی گئی تھی لیکن دو انسانوں کے آپس میں جھگڑنے کے سبب مجھے بھلا دی گئی ہے اتفاق میں عظمت ہے اسلامی معاشرہ کو اس سے سکون حاصل ہوگا چنانچہ پہلی امتوں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے منزل من اللہ کتاب میں اختلاف کیا مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ایک آیت کے موقف میں دو افراد کے اختلاف پر جب ان کی آوازیں بلند ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کی تباہی وبربادی کا سبب ان کا کتاب الٰہی میں اختلاف کرنا تھا۔ (مسلم، کتاب العلم ۵ / ۷ ۵، ابن کثیر ۱ / ۸۰۲)

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمہ: اور جس وقت ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو اس کو مشہور کردیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور مسلمان حکمرانوں کی جانب لوٹا دیتے تو لازماً اس کی مصلحت کو وہ لوگ معلوم کرلیتے جو ان میں سے مصلحت لانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اگر اللہ کی تم پر مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: "اَلْاَمن ، اَلْاَمان" خوف کی ضد، امن، اطمینان اور چین و آرام کی حالت و کیفیت "اَلْاَمَانَةُ" خیانت کی ضد، بھروسہ اور اعتماد کی بناء پر کوئی چیز کسی کو دینا، قرآن پاک میں ایمان کا اطلاق نماز پر بھی ہوا ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ﴾ اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہاری نمازوں کو یوں ہی کھو دے (لسان القرآن ص ۱۲۰)

"يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ" اس کا مصدر "اِسْتِنْبَاط" ہے معنی استخراج ہے جب کہ "اَلنَّبطُ" پانی کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو کنویں سے آغاز سے باہر آئے جب اس کی کھدائی مکمل ہو جائے۔ چنانچہ "استخراج" سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب نص، اجماع موجود نہ ہو تو اجتہاد کے ساتھ مسئلہ کو معلوم کیا جائے۔ (قرطبی ۵ / ۲۹۲)

تناسب: واضح ہے جب کہ اس سے پہلے ضعیف الاعتقاد مسلمانوں اور منافقین کا تذکرہ تھا تو اس آیت میں بھی اسی جماعت کا تذکرہ ہے جو اللہ کے پیغمبر کے فرمودات کے خلاف رات کے لحات میں مشورے کرتے ہیں اور فساد انگیزی کے پلان تیار کرتے ہیں۔

شان نزول: عمر بن خطاب کو جب خبر پہنچی کہ اللہ کے پیغمبر نے اپنی بیویوں کو طلاق دی ہے تو وہ گھر سے نکل کر مسجد نبوی میں پہنچے انہوں نے محسوس کیا کہ صحابہ کرام آپس میں اس مسئلہ پر چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی، اجازت ملنے پر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا "کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔؟" آپ نے نفی میں جواب دیا یہ سن کر ان کی زبان پر اللہ اکبر کے کلمات جاری ہو گئے۔ بعد ازاں مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے وہاں بلند آواز سے اعلان کیا اور کہا "رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

(ابن کثیر ۸ / ۸۰۳، صحیح مسلم کتاب الطلاق ۱ / ۴۸۱)

تشریح: آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے انداز پر تنقید کی گئی ہے جو کسی خبر کی تحقیق سے پہلے اس کا افشا کرتے ہیں جب کہ اکثر و بیشتر اس قسم کی خبریں صحیح نہیں ہوتی ہیں اس سے معاشرہ میں بدامنی کا دور دورہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ امام مسلم اپنی مشہور تالیف "صحیح مسلم شریف" کے مقدمہ میں ذکر کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص کے جھوٹے ہونے کی یہی علامت کافی ہے کہ جو بات اس کے کان میں پہنچتی ہے اسے بلا تحقیق آگے بیان کرے۔ (مقدمہ صحیح مسلم ۱ / ۸، ابن کثیر ۸ / ۸۰۳)

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ: جو لوگ کسی خبر کی اشاعت کر رہے ہیں انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں اولاً اللہ کے پیغمبر، خلیفہ وقت، فوجی سپہ سالار کے ساتھ رابطہ قائم کرنا چاہئے۔ اس طرح انہیں خبر کی صداقت یا کذب کا علم ہو جائے گا اس لئے کہ حکومت اسلامی کے ساتھ ان کا خصوصی رابطہ ہوتا ہے بلکہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئول ہوتے ہیں خبر کا تعلق نظام یا مالیات کے نظام یا فیصلہ کرنے والی اتھارٹی سے ہو۔ اقتصادیات، عمرانیات کے شعبوں سے یا مسئلہ جہاد سے ہو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اس کی تحقیق مصلحت عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکے بارے میں مناسب وضاحت کی جائے تاکہ کسی بھی موڑ پر اسلامی حکومت کو اسکے سبب نقصان نہ برداشت کرنا پڑے اور کہیں اس کے سبب اختلاف کی خلیج ظہور پذیر نہ ہو جائے بہر حال حکمت عملی کا مظاہرہ کیا جائے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا : اگر اللہ پاک کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی جب کہ اللہ پاک نے تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی جانب تمہاری راہ نمائی کی ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم نے اپنے معاملات کا فیصلہ اللہ، اس کے پیغمبر اور اسلامی حکمرانوں سے کروانا ہے۔ لیکن اگر تم پر اللہ پاک کی مہربانی نہ ہوتی تو سوائے چند افراد کے تم سب شیطان کے پیروکار ہو جاتے جیسا کہ وہ جماعت شیطان کے وسوسہ میں آئی جس نے اللہ کے پیغمبر سے کہا ہم تیری اطاعت کریں گے لیکن ان کے خفیہ رات کے لمحات میں مشورے آپ کے خلاف اور ان کا وطیرہ امن و سکون کو غارت کرنا تھا جب کہ ظاہری صورت میں ان کی زبان پر امن کا نعرہ تھا لیکن منافقت ان کے دل و دماغ میں رچ بس چکی تھی۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمہ : (اے محمد ﷺ) آپ اللہ کی راہ میں لڑائی کریں تجھ پر تیری ذات کے سوا مؤاخذہ نہیں اور مسلمانوں کو رغبت دلائیں قریب ہے کہ اللہ کفار کی جنگ کو ختم کر دے اور اللہ جنگ کے لحاظ سے بہت سخت اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

لغوی تحقیق : "اَلْحِرضُ" عقیدے کا بگاڑ، عقل کی خرابی، جسم کا نقص "حَرَّضَ" اس نے آمادہ کیا، کسی عیب یا نقص کو دور کرنے کے لئے برانگیختہ کیا، ابھارا یا اکسایا۔ (لسان القرآن ص ۴۳۸)

تناسب : قبل ازیں اللہ پاک نے جہاد کا حکم صادر فرمایا اور زبردست ترغیب کے انداز میں اس کے ذکر کرنے کے بعد واشگاف الفاظ میں بتایا کہ جہاد کے بارے میں منافقین کا طرز عمل ناگفتہ بہ ہے انہیں ہرگز دلچسپی نہیں۔ جب کہ ان کی کوششیں صرف اس نقطہ پر مرکوز ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کی صفوں میں انتشار رونما ہو جائے اس وجہ سے اللہ پاک نے دوبارہ جہاد کا حکم صادر فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان نزول : علامہ قرطبی نے اس کا شان نزول بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ جب ابوسفیان غزوۂ احد سے واپس لوٹا تو اس نے کہا اب آپ سے لڑائی بدر کے مقام پر ہوگی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حسب وعدہ بدر مقام میں پہنچے آپ کی معیت میں ستر افراد تھے لیکن ابوسفیان نہ آیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو اگرچہ اکیلے ہی جہاد کرنا پڑے آپ نے ان کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے آپ کو فتح و نصرت کے ساتھ نوازا جائے گا لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ صرف آپ پر جہاد فرض تھا امت پر نہ تھا اگرچہ مخاطب آپ ہیں لیکن آپ کے ساتھ امت کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ ہاں اگر کسی وقت اس قسم کی صورت حال سامنے آجائے کہ کسی ایمان دار شخص کے ساتھ کوئی معاون نہیں ہے تو وہ اکیلا ہی میدان جہاد میں خود کو پیش کرے۔ ایک حدیث میں وارد ہے آپ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں ان سے مقاتلہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میری گردن میرے جسم سے الگ ہو جائے گی۔" (قرطبی ۵/ ۲۹۳)

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ (الانفال: ۶۵)

"آپ ایمان والوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے برانگیختہ کرتے رہیں۔"

جہاد کی ترغیب کے سلسلہ میں وضاحت

چنانچہ جہاد کی ترغیب کے سلسلہ میں کتب حدیث میں کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں۔ بخاری شریف میں ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں: "جس شخص کا اللہ کی ذات اور رسول اکرم کی رسالت پر ایمان ہے آپ کے ساتھ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی میں بھی سستی نہیں کرتا، رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے اللہ پاک نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے یا نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کیا ہم دوسروں کو بھی اس خوشخبری سے شادکام نہ کریں؟ آپ نے فرمایا جنت میں یک صد درجات ہیں جن کو اللہ پاک نے خصوصیت کے ساتھ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجات کے درمیان میں فاصلہ زمین، آسمان کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے لہذا جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو اس لئے کہ جنت الفردوس تمام جنتوں کے درمیان اور سب سے بلند ہے اس جنت کے اوپر اللہ کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی جانب نہریں پھوٹتی ہیں۔ (ابن کثیر ۱/ ۸۰۴، طبع دارالفکر، بخاری، کتاب الجهاد ص ۵۶۷، صحیح مسلم کتاب الامارات ۶/ ۳۷)

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ : ذہن نشین کریں کہ لفظ "عسیٰ" میں وعدہ کا تحقق ہے اللہ کے کلام میں جب یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس کے بعد آنے والی خبر نہایت پختہ ہوگی آپ ﷺ کا ایمان والوں کو آپ کی معیت میں جہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر رغبت دلانا اس مرکزی نقطہ کے سبب ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان کی حلاوت موجود ہے اس کے سبب وہ خود کو جہاد کے لئے تیار کریں گے اور میدان جہاد میں پامردی کے ساتھ دشمن سے جہاد کرتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کی تیاری میں لگے رہنا ایسا عجیب نسخہ ہے جس کے سبب لڑائی عملاً برپا نہ ہو تب بھی ہر گروہ دوسرے گروہ سے خائف رہے گا لیکن عملاً حملہ آور نہ ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيلًا : تم نے کفار کی طاقت سے خائف نہیں ہونا ہے اس کے ساتھ ساتھ تم نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت سے بھی دست کش نہیں ہونا ہے بلکہ آپ کی ترغیب کے مطابق رواں دواں رہنا ہوگا جبکہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہوا ہے اور اللہ قوت اور عبرت ناک سزا دینے کے لحاظ سے بہت سخت ہے اور سنت الٰہیہ کا انداز پتہ دے رہا ہے کہ پرہیزگاروں کا انجام بہتر ہے جب تک وہ مامورات پر عمل پیرا رہیں گے منہیات سے بچتے رہیں اور تیاری کیساتھ ساتھ صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے اسباب سے کنارہ کش رہیں گے جن سے ناکامی اور رسوائی سے ہمکنار ہونے کا خدشہ ہو۔ (المراغی ۵ / ۱۰۷، ۱۰۸)

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

ترجمہ: جو شخص اچھی بات کی سفارش کرے اس کو اس (کے ثواب) سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور جب تمہاری سلام کے ساتھ تعظیم کی جائے پس تم اس سے اچھے کلمہ کے ساتھ تعظیم کرو یا اسی کلمہ کے ساتھ ہی جواب دو بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ضرور تم کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا اس میں کچھ شک نہیں اور بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے۔؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغوی تحقیق: " شَفْعٌ "کسی چیز کو اس کے مثل کی جانب ملانا۔ "شَفَاعت" کسی شخص کو اپنی مدد کے لئے ملانا اور اس سے درخواست کرنا "نَصِیب" حصہ مادہ "نَصَبٌ" کا معنی کھڑا ہونا ہے " نَصِیب" کی جمع " نُصُب" آتی ہے مراد وہ پتھر ہیں جو بطور نشان کے گاڑ دیئے جاتے تھے "اَنْصَاب" سے مقصود بت ہیں۔ " نَصَبٌ" تھکاوٹ " کِفْلٌ، اَلْکَفَالَۃ" ضمانت ، "اَلْکِفْل" سے مراد حقیر چیز ہے (مفردات القرآن ۲ / ۸۱۰ مترجم مولانا محمد عبدہ الفلاح)

" مُقِیتًا "نگہبان، مادہ " قُوت " ہے وہ رزق جس سے زندگی کو تحفظ حاصل ہو۔ "اَلتَّحِیَّۃُ" کسی شخص کو " حَیَّاكَ اللّٰہُ" کہنا اس کی زندگی کے لئے دعا کرنا بعد ازاں عام دعا کے لئے مستعمل ہے جیسے " اَنْعِم صَبَاحًا ، اَنْعِم مَسَاءً ، عِمْ صَبَاحًا ، عِمْ مَسَاءً " آپ کی صبح، شام بہتر ہو۔ اب اسلام نے مسلمانوں کے لئے سلام کے الفاظ السلام علیکم متعین کر دیئے ہیں۔ (المراغی ۵ / ۱۰۹)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ایمان والوں کو جہاد پر رغبت دلائیں لیکن اگر کوئی شخص سرکش ہو جائے ، نافرمانی کرے تو آپ پر کچھ گناہ نہیں اس کے بعد اس آیت میں اس حکم کو واضح کیا کہ جو لوگ آپ کی اطاعت کریں گے آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے ان کو فرمانبرداری کے سبب بہت زیادہ دنیوی اخروی فوائد حاصل ہوں گے اور تجھے بھی اس نیک کام پر اجر و ثواب حاصل ہو گا جب کہ آپ نے ان کو اس جانب راغب کرنے میں زبردست کوشش کی ہے آپ کی ذات ان کی سفارش اور ان کی مدد کرتے ہوئے ضرور انہیں مقاصد جلیلہ سے ہم کنار کرے گی۔

تشریح: جو شخص خود کو آپ کے ساتھ ملائے گا اور جہاد میں آپ کی مدد کرے گا جب کہ تجھ اکیلے کو اس کا حکم دیا گیا ہے تو اس کی مدد کے سبب اس کو نہ صرف کامیابی میں حصہ عطا ہو گا بلکہ دنیا میں غنیمت ہاتھ آئے گی جب کہ حق کا باطل پر غلبہ ہو گا۔ مزید آخرت میں اس کو بہر حال ثواب ملے گا عام ہے کہ دنیا میں اسے کامیابی حاصل ہوئی یا نہیں۔

وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا : اور جو شخص دشمن کی فوج میں شامل ہو جائے اسکے ساتھ مل کر لڑائی کرے یا ایمان داروں کی مدد سے دست کش ہو جائے تو اس کو اسکے برے عمل کا بدلہ ضرور ملے گا۔ دنیا میں رسوائی سے دوچار ہو گا جبکہ آخرت میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گا اس کا برائی پر کسی کی اعانت کرنا شفاعت سیۂ ہے اس کو اسکے سبب جو سزا ملے گی۔ اسکو لفظ "کفل" سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ وہ محدود ہے۔

ذہن نشین کریں کہ سفارش کی دو قسمیں ہیں : (۱) اچھی سفارش (۲) بری سفارش۔ اچھی سفارش یہ ہے کہ سفارش کرنے والا مظلوم شخص سے تکلیف رفع کرنے کی سفارش کرتا ہے جب کہ بری سفارش یہ ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی شخص سے اس پر عائد ہونے والی حد کو گرانے کی سفارش کرے یا کسی کے حق کو غصب کرنے یا غیر مستحق شخص کو حق دلانے کی سفارش کرے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا : اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا کہ وہ ہر شخص کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ دے گا۔ بارگاہ الٰہی میں تو جزا سزا کا انحصار عمل پر ہے۔

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ : جب کوئی شخص تمہیں السلام علیکم کہتا ہے تو اس کے جواب میں وہی الفاظ دہرائے جائیں جو اس نے کہے تھے یا اس سے بہتر انداز میں جواب دیا جائے۔ مثال کے طور پر جو شخص السلام علیکم کہتا ہے تم اسے وعلیکم السلام کہو یا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کے الفاظ کہو۔

السلام علیکم کہنے کی مسنون کیفیت

یہ ہے کہ آنے والا شخص پہلے السلام علیکم کہے جب دو شخص آپس میں ملیں تو عمر میں بڑی عمر والا یا اونچے مرتبے والا السلام علیکم کا آغاز کرے، سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور تعداد میں کم افراد زیادہ افراد کو پہلے سلام کہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ”بہتر اسلام کھانا کھلانا اور جن کے ساتھ جان پہچان ہے یا نہیں سب کو پہلے سلام کہنا ہے آپ ﷺ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو السلام علیکم کہا کرتے تھے۔“

البتہ نوجوان عورتوں کو سلام کہنا درست نہیں فتنے کا اندیشہ ہے ان کے ساتھ گفتگو کے سبب شیطان کسی فتنہ میں مبتلا نہ کر دے البتہ بوڑھی عورتوں کو سلام کہنا درست ہے۔ بخاری شریف میں ہے سہل بن سعد بیان کرتے ہیں ہم جمعہ کے دن زبردست خوشی کے ساتھ ہم کنار ہوتے تھے جب کہ ایک بوڑھی عورت چقندر اور جو کے دانوں کو ہنڈیا میں ڈالتی انہیں پکاتی رہتی جب ہم جمعۃ المبارک کی نماز سے فارغ ہوتے ہم اس کے ہاں جاتے اسے سلام کہتے وہ ہمارے سامنے کھانا رکھتی ہم نہایت مسرت اور خوشی کی کیفیت میں اسے تناول کرتے۔ دراصل ہمارا معمول یہ تھا کہ ہم جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا تناول کرتے اور اس کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

ذہن نشین کریں السلام علیکم کا جواب بلند آواز سے دیا جائے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرنا درست نہیں اور سلام بھی بلند آواز کے ساتھ کہا جائے جب کہ کافر کے سلام کے جواب میں ”وعلیکم“ کے الفاظ کہے جائیں اور السلام علیکم پر عمل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کو پھیلایا جائے۔ (قرطبی ۵ / ۳۰۳)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا : اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک کا وصف ”حسیب“ ذکر ہو رہا ہے جس سے مقصود نگران، محافظ ہے یعنی ہر شخص کے عمل کا بدلہ اس کے اعمال کو شمار کر کے اس کے مطابق دیا جائے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسائی شریف میں عمران بن حصین سے حدیث مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کی معیت میں تھے کہ ایک شخص آیا اس نے السلام علیکم کہا نبی ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا اس کے لئے دس نیکیاں ثبت ہو گئیں وہ بیٹھ گیا پھر ایک اور شخص داخل ہوا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے الفاظ کہے آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اسے بیس نیکیاں حاصل ہو گئی ہیں وہ بیٹھ گیا پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے کلمات کہے آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اسے تین نیکیاں ملیں گی بالکل اسی کیفیت کے ساتھ اس شخص کو ثواب حاصل ہوگا جو سلام کا جواب دیتا ہے۔(نسائی، مسند احمد ۴ ۴۳۹، ۴۴۰)

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ : توحید، آخرت پر ایمان رکھنا ان دونوں کو دین اسلام کا اولین رکن قرار دینا ضروری ہے۔ مزید برآں پیغمبروں نے لوگوں کو ان دونوں پر ایمان لانے کو راہ نجات فرمایا ہے اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو اعمال صالحہ کے ساتھ تقویت پہنچائی جائے ہرگز تعجب نہ کریں قرآن پاک نے کبھی تو ان دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے اور کبھی الگ الگ بھی ذکر کیا ہے دراصل ان دونوں پر ایمان رکھنا احکام پر عمل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے پہلے جملہ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کی اطاعت میں ہرگز کوتاہی نہ کی جائے اس کی اطاعت میں شرف اور سعادت ہے اور روحانیت میں نکھار حاصل ہوتا ہے جب تم اپنے جیسے ان انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو کر اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ حاضری دیتے ہو اس کے نتیجہ میں یقیناً تمہیں عظمت نصیب ہوگی قیامت کے دن سب لوگ جمع ہوں گے اس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اس کے بعد عظیم قسم اٹھا کر اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم نے جو وعدہ کیا ہے وہ سچا ہے۔ یہ بتائیں اللہ پاک سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے ہر شخص کی خبر سچ، جھوٹ کا احتمال رکھتی ہے جب کہ اللہ کے کلام اس کی خبر میں کذب کا احتمال نہیں ہے بلکہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے نہ اللہ سے بھول ہوتی ہے نہ اس کی خبر جھوٹی ہوتی ہے۔(المنار ۵ / ۳۱۷)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى
يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوْكُمْ ۚ
فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا
قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا
اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ
اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہیں کیا ہے کہ تم منافقین (چاپلوسی کرنے والوں) کے بارے میں دو گروہ بن گئے ہو اللہ نے ان کو ان کے کرتوت کے سبب رد کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ تم ان لوگوں کی راہنمائی کرو جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راستے پر نہیں لا سکتا۔ منافق لوگ آرزو رکھتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ جس طرح وہ کافر ہوئے تم سب برابر ہو جاؤ پس تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستہ میں ہجرت کریں پھر اگر وہ (اسلام اور ہجرت سے) روگردانی کریں تو انہیں قیدی بناؤ اور انہیں قتل کر دو جہاں کہیں تم انہیں پاؤ اور (ان سے) کسی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست اور مددگار نہ بناؤ مگر ان لوگوں کو جو کسی ایسی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں کہ تم اور ان میں معاہدہ ہے یا وہ تمہارے پاس آئیں کہ ان کے دل تنگ ہوں کہ تمہارے ساتھ لڑائی کریں یا اپنی قوم کے ساتھ لڑائی کریں اور اگر اللہ چاہتا ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ تم سے لڑائی کرتے پس اگر یہ لوگ تم سے جدا ہو جائیں اور تمہارے ساتھ لڑائی نہ کریں اور تمہاری جانب صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں بنایا ہے۔ تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو تم سے امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی امن چاہتے ہیں جب انہیں فتنہ انگیزی کی جانب پھیرا جائے تو وہ اس میں الٹے ہو جائیں گے پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑائی کرنے سے الگ تھلگ نہ رہیں اور تمہاری جانب صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں تو تم انہیں قیدی بناؤ جہاں بھی تم انہیں پاؤ اور ہم نے تم کو اس جماعت پر واضح غلبہ عطا کیا ہے۔

لغوی تحقیق : "اَرْكَسَهُمْ" اس کا مادہ "رَكَسَ" ہے کسی چیز کو اس کے سر پر الٹا کرنا محاورہ ہے "اَرْكَسْتُهٗ" میں نے اسے الٹا لٹکا دیا۔ (مفردات امام راغب اردو ۱/۲۷۶)

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا : حالانکہ اللہ نے انہیں پھر کفر میں پلٹا دیا ہے۔ سر کے بل لٹکانے کا معنی کیا ہے اگر اس کا سر ہو وگرنہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا ہے جو پہلی حالت سے بری ہے جیسے کہ جانوروں کی خوراک کا گوبر کی حالت میں تبدیل ہونا ہے مقصود منافقین کا عذر ہے کہ اسلام لانے کے بعد کفار کی جانب جھک گئے۔ (المراغی ۲/۱۱۳)

تناسب : ان آیات کے شروع میں حرف "فاء" ہے جو اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ مربوط کر رہا ہے ظاہر ہے کہ سیاق و سباق سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس میں لڑائی کا ذکر ہے اور لڑائی کے احکام کے ساتھ ساتھ منافقین کے حالات کا تذکرہ ہے بعض منافق وہ تھے جو عملاً منافق تھے زبان کے ساتھ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

شان نزول اور تشریح : زید بن ثابت بیان کرتے ہیں جب رسول اکرم ﷺ غزوۂ احد کے لئے روانہ ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے تو ان میں سے کچھ افراد واپس آگئے ان کے بارے میں صحابہ کرام کے دو گروہ بن گئے ایک گروہ کا خیال تھا کہ ہمیں ان کو قتل کرنا چاہئے جب کہ دوسرا گروہ ان کے قتل کرنے کا قائل نہ تھا اس واقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں لیکن یہاں وہ منافقین مقصود نہیں ہیں جن کے بارے میں سورۂ بقرہ اور سورۂ منافقین کی آیات نازل ہوئیں۔ اس مقام پر منافقین سے مقصود وہ مشرکین ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ بظاہر محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن اس اظہار میں جھوٹے تھے ان کا مکمل رابطہ اور تعلق مشرکین کے ساتھ تھا جب وہ مسلمانوں میں قوت محسوس کرتے تو ان کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کرتے اور جب ان کے حالات میں کمزوری دیکھتے تو ان کے مخالف کیمپ میں چلے جاتے۔ اسی طرح ایمانداروں میں بھی دو ذہن کے لوگ تھے بعض مسلمانوں کا خیال تھا کہ انہیں اپنا دوست سمجھا جائے اور مشرکین کی مخالفت میں ان سے مدد حاصل کی جائے جب کہ بعض کا خیال تھا کہ ان لوگوں جیسا معاملہ کرنا چاہئے جو کھلے بندوں ایمانداروں کے دشمن ہیں۔

(المنار ۳۲۲ ، ۳۱۲)

ان آیات کی وضاحت علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی تحریر سے ملاحظہ فرمائیں :

ان آیت کا شان نزول ایک سبب ہے جس میں صحابہ کرام کا منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں اختلاف تھا جنھوں نے بظاہر اسلام کا لباس پہن رکھا تھا در حقیقت ان کی گہری وابستگی کفار کے ساتھ تھی ان کا تعلق مکہ اور مدینہ دونوں مقامات کے ساتھ تھا۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام کی رائے تھی کہ حزم واحتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں ختم کر دیا جائے تاکہ نفاق کے خطرہ سے ہمیں تحفظ حاصل رہے جب کہ دیگر بعض صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے جب تک وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے شائد کچھ وقت گزرنے پر نفاق سے تائب ہو جائیں اس مسئلہ میں جب صحابہ کرام کا اختلاف شدت اختیار کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیات کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں :

مسلمانو! منافقین کے بارے میں تمہیں کس چیز نے دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے جب کہ اللہ پاک نے ان کو ان کے کبائر گناہوں کے سبب کفر کی جانب واپس لوٹا دیا ہے۔ اے مسلمانو! تعجب ہے تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرو جن کو اللہ نے گمراہ بنا دیا ہے بھلا کسی شخص میں یہ قوت ہے کہ جس کو اللہ نے گمراہ بنا دیا ہے اس کو ہدایت کی جانب پھیر دے یہ کیسے ممکن ہے جس شخص کو اللہ پاک اپنے نپے تلے قاعدہ کے مطابق گمراہ کر دیتا ہے اس کو ہر گز کوئی ہدایت کی جانب نہیں لا سکتا کسی صورت میں بھی وہ ہدایت کی جانب پلٹ نہیں سکتا۔ اس کے بعد منافقین کی نفسیات کے بارے میں اللہ پاک نے خبردار کیا کہ ان کی تو آرزو ہے جس طرح وہ کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تم سب میں یکسانیت ہو یہ ان کے دل کی آواز ہے کہ اسلام ختم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے اور کفر کا غلبہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کے ساتھ محبت و موالات سے روک دیا ہے بلکہ ان کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا ہے خیال رہے کلام کا سیاق و سباق پتہ دے رہا ہے کہ اس وقت یہ منافق مکہ میں تھے۔

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ :ارشاد ربانی سے معلوم ہو رہا ہے کہ انہیں وہاں سے مدینہ کی جانب ہجرت کرنی چاہیے تاکہ دار الکفر کے ساتھ ان کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں اور ان کا پروگرام کامیابی کے ساتھ ہم کنار نہ ہو بلکہ صادق الایمان ہو جائیں لیکن اگر ہجرت کے بعد پھر صحیح ایمان سے روگردانی کر کے نفاق کے ساتھ وابستگی اختیار کر لیں تو پھر ان کے خلاف اعلان جنگ ضروری ہے انہیں پکڑ لیں اور جہاں ملیں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ سمجھو منافقت کے سبب ان میں بھلائی نہیں ہے اور نہ وہ اس لائق ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ البتہ منافقین کی دو قسموں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے انہیں قیدی نہ بناؤ اور نہ ان سے لڑائی کرو پہلی قسم کا تذکرہ اللہ پاک کے اس ارشاد میں ہے :

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ :البتہ وہ منافقین جو ان لوگوں کی پناہ میں آتے ہیں کہ ان کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے تو وہ ان کی وساطت سے جب پناہ طلب کریں تو انہیں پناہ دیجئے جب کہ دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو تمہارے ساتھ لڑائی کرنے میں اپنے دلوں میں تنگی محسوس کرتے ہیں یا اپنی قوم کے ساتھ بھی لڑائی کرنے میں تنگی محسوس کرتے ہیں اگر اللہ پاک چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے لڑائی کرتے پس جب تک اللہ نے ان کو تم سے روک رکھا ہے تم بھی ان سے رکے رہو۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے :

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ :اگر وہ تم سے علیحدگی اختیار کریں تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں بلکہ تمہاری جانب صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کا مؤاخذہ کرو اور ان کے ساتھ لڑائی کرو اسکے بعد آخری آیت میں ایک دوسری قسم کا تذکرہ ہے ارشاد الٰہی ہے :

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ :ذکر کردہ دو قسم کے لوگوں کے علاوہ تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جن کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی محفوظ رہیں گویا کہ وہ دو رسیوں پر ناچ رہے ہیں۔ ارشاد باری ہے :

كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا :جب انہیں شرک کی جانب پھیرا جاتا ہے تو وہ شرک میں الٹے لٹک رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ منافق ہیں تمہاری معیت میں تو ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور جب اپنے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہ بتوں کی عبادت میں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ﴿كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا﴾ کا یہی مفہوم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْآ اِلَيْكُمُ السَّلَمَ :اگر وہ تمہارے ساتھ لڑائی سے الگ نہ ہوں اور تمہارے مسلک کی اطاعت نہ کریں اور عملاً تمہارے ساتھ لڑائی سے باز نہ آئیں تو پھر انہیں پکڑو اور جہاں وہ مل جائیں انہیں موت کے گھاٹ اتار دو۔ ہم نے تمہیں ایسے لوگوں پر غلبہ عطا کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تمہارے پاس ان کو پکڑنے اور قتل کرنے کی کھلی دلیل ہے ان آیات کا مفہوم آپ نے معلوم کر لیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کے علم میں ہے کہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے سے خود کو روکنا سورہ براءۃ کی آیات کی روشنی میں منسوخ ہے۔ البتہ خلیفہ وقت کے لئے اجازت ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اس نظام پر عمل پیرا ہو جو شخص بھی اس نظام پر کاربند رہے گا وہ ناکام نہ ہو گا جب کہ وہ جزیرۃ العرب کے باہر ہے۔ واضح رہے کہ جزیرۃ العرب میں کبھی دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۴۳۸،۴۴۳،۴۳۹)

ذہن نشیں فرمائیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر ص ۹۵۱ پر اس آیت مبارکہ کے ساتھ باب کا انعقاد کیا ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ :اس عنوان کے نیچے زید بن ثابت سے ایک حدیث لائے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ احد سے واپس لوٹے چنانچہ واپس لوٹنے والوں کے بارے میں صحابہ کرام دو حصوں میں بٹ گئے ایک فریق انکو قتل کرنے کا قائل تھا اور دوسرا فریق قتل کرنے کا قائل نہ تھا اس اختلاف پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی نیز آپ ﷺ نے مدینہ کے بارے میں فرمایا کہ مدینہ پاک ہے۔ میلے کچیلے لوگوں کو نکال دیتا ہے جیسا کہ آگ میں رکھنے سے چاندی کی میل کچیل دور ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں احد مقام سے جو لوگ واپس آئے ان سے مقصود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اسکے رفقاء تھے جو تین صد ساتھیوں کو لے کر واپس آ گیا۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں کتاب المغازی غزوۂ احد، فتح الباری ۷/ ۳۴۶،۳۴۷)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: کسی مسلمان کیلئے لائق نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کرے لیکن قتل خطا واقع ہو جائے یعنی بلا ارادہ اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کرتا ہے پس لازم ہے آزاد کرنا مسلمان غلام کو اور خون بہا پہنچایا جائے مقتول کے وارثوں کو اور اگر مقتول ایسی قوم سے ہے کہ تمہارے اور انکے درمیان معاہدہ ہے تو لازمی طور پر خون بہا اسکے ورثاء کو پہنچایا جائے اور مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے جو شخص غلام آزاد کرنیکی استطاعت نہ پائے تو اسکو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے ہیں پھر کفارہ اللہ پاک کی جانب سے توبہ کی قبولیت کیلئے مشروع ہے اور اللہ علم رکھنے والا حکمت والا ہے۔ اور جو شخص کسی ایمان دار کو عمداً قتل کرتا ہے تو اسکی سزا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ کی اس پر ناراضگی ہے اور اس پر لعنت ہے اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغوی تحقیق: "تَحْرِيْرُ" مادہ "حَر" ہے۔ "حَرَّ الْيَوْمُ" آج کا دن گرم ہے۔ "رَجُلٌ حَرَّانَ" بہت پیاسا۔ "الْحُرِّيَّةُ" شرافت نفس، آزادی "الْحُرُوْرِيَّةُ" خارجی ہونا "حَرَّرَ الْعَبْدَ" اس نے غلام کو آزاد کر دیا۔ "حَرَّرَ الْكِتَابَ" اس نے کتاب لکھی "مُحَرَّرٌ" آزاد "اِسْتَحَرَّ" گرم ہوا "اِسْتَحَرَّ الْقِتَالُ" گھمسان کا رن پڑا "الْحُرَّةُ" آزاد عورت "الْحَرِيْرُ" ریشم "الْحُرُوْرُ" دھوپ۔ (لسان القرآن ۴۳۴)

بلاغت: کسی مؤمن شخص کو جان بوجھ کر قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے اس کا شمار ان سات تباہ و برباد کرنے والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہوں سے ہے جن پر دنیوی، اخروی عذاب مرتب ہوگا دنیا میں قصاص، آخرت میں ہمیشہ جہنم میں رہنا سب سے زیادہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کے امن وامان کا تباہ کرنا جب کہ یہ اجتماعی زندگی گزارنے کے خلاف بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ (اعراب القرآن ۲ / ۱۳۶)

تناسب : اس سے پہلے اللہ پاک نے منافقین کے احکام بیان کئے جو دھوکہ دہی سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور دل میں کفر چھپاتے ہیں اور کفار کی معاونت سے دست کش نہیں ہوتے۔ مزید برآں ایمانداروں کے ساتھ جنگ وجدال جاری رکھتے ہیں اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں کہ آپس میں صلح وآشتی کے ساتھ رہیں گے لیکن عملی طور پر مخالفت کرتے ہیں بلکہ دشمنوں کی مسلمانوں کے خلاف مدد کرتے ہیں اس مناسبت سے ضروری تھا کہ ان لوگوں کے قتل کے احکام کو ذکر کیا جائے جن کو قتل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایمان دار ہیں یا ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہے یا ذمی ہیں۔ (المنار ۵ / ۳۳۱)

شان نزول : ابن جریر نے عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ حارث بن یزید، ابو جہل کو اپنے ساتھ ملا کر عیاش بن ابی ربیعہ کو تکالیف میں مبتلا کرتا تھا اس سے کچھ عرصہ بعد حارث بن یزید ہجرت فرماہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں جارہے تھے اس دوران عیاش بن ابی ربیعہ کی اس سے ملاقات ہوئی تو عیاش نے اس کو تلوار کے وار لگائے جس کے سبب وہ فوت ہوگیا جب کہ عیاش کا خیال تھا کہ وہ کافر ہے حالانکہ وہ ایمان لاچکا تھا اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے واقعہ کہہ سنایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی :

تشریح : کسی ایماندار کے لئے مناسب نہیں کہ کسی ایماندار کو قتل کرے البتہ غلطی سے ہوسکتا ہے اور جو شخص غلطی کے ساتھ کسی ایماندار شخص کو قتل کرتا ہے اس کو کافر سمجھا یا کسی شکار کو تیر مارا لیکن کسی مومن شخص کو لگا جس سے وہ جاں بحق ہوگیا یا خطا کی جو صورت بھی ہو کسی کو لاٹھی لگائی جس سے وہ فوت ہوگیا۔ یا طمانچہ لگایا وہ مرگیا تو ایماندار غلام شخص کو آزاد کرنا اس کا کفارہ ہے لیکن غلام آزاد کرنے کے ساتھ وہ مقتول کے وارثوں کو دیت میں یک صد اونٹ ادا کرے جبکہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی دیت کے مسائل کی وضاحت "سطعات التلقیح ترجمہ وتشریح مشکوٰۃ المصابیح" کے باب الدیات میں ملاحظہ کریں لیکن اگر وہ معاف کردیں تو پھر ضروری نہیں دراصل دیت کا نفاذ مقتول کے ورثاء کی دلجمعی کے لئے ہے جب وہ خوشی معاف کردیں تو دیت ختم ہوجائے گی۔ (المنار ۵ / ۳۳۳)

دیت کی وضاحت

جبکہ دیت یک صد اونٹ یا ہزار دینار سونے کا سکہ یا بارہ ہزار درہم چاندی کا سکہ ہے اگر مقتول شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤمن ہے لیکن اس کا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جو مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کے ساتھ لڑائی رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں قاتل کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مؤمن غلام کو خرید کر آزاد کرے اور کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ دشمن کو دیت نہیں دی جاسکتی وہ اس کے سبب مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں مالی تعاون کا کردار ادا کرے گا اگر مقتول کا تعلق کفار سے ہے جب کہ وہ ایمان دار ہے یا کافر ہے جب کہ مسلمانوں اور مقتول کی قوم کے درمیان معاہدہ ہے اس صورت میں قاتل کسی بھی غلام کو آزاد کرے گا اور دیت کا مال مقتول کے وارثوں کو دے گا جو شخص کسی غلام کو آزاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔ اللہ پاک کی جانب سے یہ اس کی توبہ کی قبولیت کی شکل ہے اور اللہ پاک علم اور حکمت کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہے اس کے بندوں کے لئے جس کام میں مصلحت پنہاں ہے وہ اس کو مشروع قرار دیتا ہے اللہ پاک منفعت بخش کاموں کو ہی مشروع قرار دیتا ہے جس سے انہیں تکلیف نہ ہو اور جس میں خیر و برکت زمانہ حال میں بھی موجود ہو اور مستقبل میں بھی جاری و ساری رہے۔ (ایسر التفاسیر ۱/ ۴۴۰)

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا : کسی مؤمن شخص کو ارادتاً جان بوجھ کر قتل کرنا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے بلا توبہ فوت ہونے والے کی جزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا نیز وہ اللہ کی ناراضگی کا مستحق ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی ایمان دار شخص کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو عمداً موت کے گھاٹ اتار دے ابن عباس اس نظریہ کے حامی تھے کہ اس کی توبہ قبول نہیں جب کہ بعض دیگر صحابہ کرام اس بات کے قائل ہیں کہ اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کی توبہ قبول ہو گی اس پر وہ ذیل کی آیت پیش کرتے ہیں ارشاد ربانی ہے :

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ﴾ (النساء : ۱۱۶)

”بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس سے کم درجہ گناہ کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔“

معلوم ہوا شرک کے علاوہ سبھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں سورۂ فرقان میں ہے :

﴿وَالَّذِيۡنَ لَا يَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلَا يَزۡنُوۡنَ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ يَلۡقَ اَثَامًا ، يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيۡهٖ مُهَانًا ، اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾

(سورۃ الفرقان : ۶۸، ۶۹، ۷۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے ہیں اور اس جان کو جس کی حرمت کو اللہ نے ثابت کیا ہے قتل نہیں کرتے ہیں مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے ہیں اور جو شخص ان کاموں کا مرتکب ہوگا وہ گناہ سے دوچار ہوا قیامت کے دن اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، البتہ وہ شخص جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اعمال صالحہ کرتا ہے تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرے گا اور اللہ معاف کرنے والا ہے۔

ذہن نشین کریں جس شخص سے قتل کا جرم سرزد ہوتا ہے اس جرم کے بعد جب وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا یہ جرم تو ایسا ہے جس کی پاداش میں اسے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے بلکہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت سے دور رہنا ہے وہ اللہ کی ناراضگی میں ہی رہے گا جب وہ اس سزا پر غور کرتا ہے تو وہ گناہ اور اس کی سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا ہے۔ فرط ندامت سے اس کی آنکھیں غیر شعوری طور پر اشک بار ہو جاتی ہیں اس کا جسم گناہ کی سزا کے تصور سے بے جان سا ہو جاتا ہے۔ وہ صدق دل اور پرنم آنکھوں کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں ذلت و مسکنت کے ساتھ حاضر ہوتا ہے وہ خلوص کے ساتھ توبہ کرتا ہے مغفرت کی بھیک مانگتا ہے اور اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب ہرگز نہیں ہوگا بلکہ اس کے علاوہ دیگر گناہوں سے بھی دور رہے گا اور زندگی بھر اعمال صالحہ پر مداومت کرتا رہے گا یقیناً اس کیفیت کے ساتھ موصوف شخص کے بارے میں امید ہے کہ اس کا جرم عظیم معاف ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجر نے واضح کیا کہ قاتل کی توبہ دیگر گناہ گاروں کی توبہ کی طرح صحیح ہے اور توبہ کا قبول نہ ہونا تشدد ہے جبکہ اسرائیلی شخص جس نے ننانوے قتل کیے بلکہ سو کی گنتی مکمل کی اس کی توبہ قبول کی گئی جو امت محمدیہ سے نہیں تھا تو امت محمدیہ کی توبہ کیوں قبول نہ ہوگی جب کہ امت محمدیہ سے بہت بوجھ اتار دیئے گئے جو پہلی امتوں پر تھے۔ (فتح الباری ۸/ ۴۹۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) سفر کرو تو تم اچھی طرح تحقیق کرو اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہتا ہے اس کو نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تم دنیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو پس اللہ کے ہاں بہت زیادہ غنیمتیں ہیں اس سے پہلے تم اسی طرح تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا پس تم تحقیق کیا کرو بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔

لغوی تحقیق: "فَتَبَيَّنُوْا" اس کا مادہ (ب۔ی۔ن) ہے۔ "اَلْبَيْنُ" دو چیزوں کا درمیان۔ "بَانَ كَذَا"۔ کسی چیز کا الگ ہونا۔ "لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ" آج تمہارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے۔ "بَانَ۔اِسْتَبَانَ۔ تَبَيَّنَ" ظاہر ہونا واضح ہونا۔ "اَلْبَيِّنَةُ" دلیل۔ (مفردات القرآن ۱/۱۴۰)

تناسب: اس سے پہلے ذکر کردہ آیات میں اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ ایماندار شخص کسی ایماندار کو عملاً قتل نہیں کر سکتا اور جو شخص عمداً قتل کرے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

یہاں ایمانداروں کو خبردار کرنا مقصود ہے کہ ایک قتل خطا بھی ہوتا ہے چنانچہ آپ کے دور میں ہی سفر میں اس قسم کا واقعہ پیش آیا جب اسلام دور دراز تک پھیل گیا اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا جہاں اسلام کا جھنڈا نہ لہرایا ہو تو اللہ پاک نے ایمان والوں کو بتایا کہ تم دار الکفر میں جس شخص کو دیکھو اس کو کافر ہی تصور نہ کرو بلکہ تحقیق کرو اگر اس پر اسلام کے علامات واضح ہوں کہ وہ اسلام کی گواہی دے رہا ہے اور ملاقات کے وقت السلام علیکم کہتا ہے تو اس کے اس عمل کو دھوکہ بازی پر محمول نہ کرو۔

شان نزول: بخاری شریف ترمذی شریف میں ابن عباس سے ایک حدیث مروی ہے کہ بنو سلیم قبیلے کا ایک شخص صحابہ کرام کے پاس سے گزرا وہ بکریوں کو ہانک کر لے جا رہا تھا اس نے ان کو السلام علیکم کہا انہوں نے محسوس کیا یہ شخص تو ہم سے بچاؤ حاصل کرنے کے لئے سلام کہہ رہا ہے چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو آپ کی خدمت میں لے آئے اس واقعہ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

(فتح الباری ۸/ ۲۵۸، صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۹۵۱)

تشریح: اے لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو سچا جانا ہے اسکے فرمودات کی پیروی کی اور منہیات سے دور رہا جب تم دشمن کے ساتھ جہاد کے لئے گھر سے نکلو تو جن لوگوں کے بارے میں تمہیں اشتباہ ہو تو ان کے قتل میں جلدی نہ کرو تحقیق کرو وہ مسلمان ہیں یا نہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا: تم اس شخص کے بارے میں جو تمہاری اطاعت کر رہا ہے تمہیں السلام علیکم کہتا ہے تو تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تم اسے محض دنیوی مال و متاع کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول کے لئے موت کے گھاٹ اتار دو جب کہ اس دنیا کا مال و متاع تو جلد ہی ختم ہونے والا ہے مزید بر آں اللہ کے ہاں بے شمار انعامات ہیں وہ تمہیں ان سے نوازے گا جب وہ چاہے گا۔

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ : تم جب اسلام میں داخل ہوئے تھے تو صرف کلمہ شہادت کے اقرار کے ساتھ تمہارا خون اور تمہارا مال محفوظ ہو گیا تھا ہر گز آپ کے بارے میں انتظار نہیں کیا گیا کہ آپ کے دل میں کیا ہے کیا دل اور زبان کی موافقت ہے یا نہیں ؟ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ اب جو لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تمہارے ساتھ کیا گیا تھا اور تم ان کے قول پر ان کا اعتبار کرو تم انہیں یہ کلمہ نہ کہو کہ تمہارا اقرار کرنا محض تلوار کے خوف کی وجہ سے ہے بلکہ تم تحقیق کرو ظن قیاس کے ساتھ فیصلہ نہ کرو اس لئے کہ ہر شخص کا خون و مال محفوظ ہے جو زبان کے ساتھ اقرار کرتا ہے بہر حال احتیاط کا دامن ہر گز نہ چھوڑنا ہو گا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا : اللہ پاک کی نظر تمہارے اعمال پر ہے اس سے ہر گز کوئی چیز مخفی نہیں ہے اگر تمہاری کیفیت دنیوی مفادات کو حاصل کرنا ہے تو اللہ تمہیں اس پر سزا دے گا تمہیں ہر گز یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر تمہارا مقصد صرف حق و صداقت سے مدافعت کرنا ہے تو اللہ تمہیں اس پر اجر و ثواب سے نوازے گا۔ (المراغی ۵ / ۱۲۷)

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

ترجمہ : مسلمانوں سے بلا عذر (گھروں میں) بیٹھنے والے اور اللہ کے راستہ میں اپنے مال جان کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں اللہ پاک نے ان لوگوں کو جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں انہیں بیٹھنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت عطا کی ہے اور ہر ایک کے ساتھ اچھا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو ان لوگوں پر جو بیٹھنے والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اجر عظیم کے ساتھ برتری عطا کی ہے اپنی جانب سے مراتب میں اور گناہوں پر پردہ پوشی اور رحمت میں اضافہ کیا ہے اور اللہ پاک بخشائش والا (اور) مہربان ہے۔

لغوی تحقیق : "دَرَجٰتٍ" جمع۔ "دَرَجَةٌ" واحد ہے۔ "دَرَجَ" چلا، سیڑھی پر چڑھا، مٹ گیا، بے اولاد مر گیا، کہا جاتا ہے "هٰذِهٖ اٰثَارُ قَوْمٍ دَرَجُوا" یہ ان قوموں کے نشان ہیں جو مٹ گئیں۔ "دَرَّاجٌ" چغلخور "اَدْرَجَ الْكِتَابَ" اس نے کتاب لپیٹ دی۔ "عَلَيْكَ بِالنَّحوِ فَاِنَّه مَدرَجَةُ الْبَيَانِ" تمہیں نحو کو ضرور سیکھنا چاہئے اس لئے کہ نحو حسن بیان کا ذریعہ ہے "اَلدَّرَجَةُ" سیڑھی، مرتبہ، مقام "دَرَّاجَةٌ" سائیکل۔ (لسان القرآن ۵/۳۴۷)

تناسب : اس سے پہلی آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے ایمانداروں کو ڈانٹ پلائی تھی جن سے ایک غلطی ہوئی تھی کہ انہوں نے اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے "لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہا چنانچہ حکم دیا گیا کہ تمہیں تحقیق کرنی چاہئے عجلت سے کام لینا درست نہیں چونکہ پہلے بھی جہاد کا تذکرہ چلا آرہا ہے اب اس آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے کہ جو شخص خود کو جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں کھڑا کر دیتا ہے وہ عظیم کامیابی کے ساتھ ہم کنار ہوا اور مجاہدین کے برابر وہ نہیں ہیں جو گھروں میں بلا عذر پڑے رہتے ہیں۔

شان نزول : کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکے ان کے بارے میں آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ مجاہدین اور گھروں میں بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں۔ (المراغی ۵/۱۲۹)

تشریح : بلا عذر جو لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوتے اور مجاہدین ہرگز برابر نہیں ہیں دراصل نہ شریک ہونے والے لوگ بوجہ بخل کے شریک نہیں ہوتے کہ مالی اخراجات ہوں گے۔ مزید وہ آرام طلب ہیں جبکہ جہاد میں سفر کی مشقت خطرات کا اندیشہ برابر منڈلاتا رہتا ہے تو وہ کیسے مجاہدین کے برابر ہو سکتے ہیں جو جہاد کی تیاری میں اسلحہ خرید کرتے ہیں سواری کے لئے گھوڑے کی ضرورت ہے۔ مزید سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں بلکہ میدان جہاد میں اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے دیوانہ وار متحرک رہتے ہیں کفر و شرک کی قوتوں کو ختم کرنے اور ان کی زیادتیوں کا ان سے بدلہ لینے کے لئے ہر قسم کی قربانی سے خود کو مستعد پاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین نہ صرف یہ کہ اپنی ذات کو تحفظ عطا کرنے کے لئے جہاد کے میدان میں چھلانگیں لگاتے ہیں بلکہ امت مسلمہ کے تحفظ اور اسلامی اسٹیٹ کے امن و امان کو مزید بہتر بنانے کے لئے میدان جہاد میں خوشی شریک ہونے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ جب کہ گھروں میں بیٹھنے والے لوگ خود کو دفاع کے لئے تیار نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ تو ہمیشہ دشمن کے نشانے پر ہوتے ہیں کہ موقع کو غنیمت سمجھ کر دشمن ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملہ نہ کر دے۔ارشاد ربانی ہے :

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ (البقرہ : ۲۵۱)

"اگر اللہ بعض لوگوں کی جانب سے مدافعت نہ فرماتا تو روئے زمین کا امن وامان غارت ہو جاتا۔"

یعنی طاغوتی قوتوں کے سبب اہل زمین فساد انگیزی کے سبب اپنا چین و آرام کھو بیٹھتے ہیں۔ذہن نشین کریں کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے جہاد نہ کرنا قابل مذمت ہے اور بخل کا آئینہ دار ہے البتہ کسی عذر کے سبب جیسے کہ ایک شخص بصارت سے محروم ہے یا معذور ہے چلنا پھرنا ممکن نہیں یا ایسا مریض ہے جس میں وہ خود دوسروں کا محتاج ہے تو انہیں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔امام بخاریؒ نے اس آیت مبارکہ کے عنوان پر باب کا انعقاد کیا ہے اس کے ضمن میں تین احادیث ذکر کی ہیں پہلی حدیث میں زید بن ثابت نے مروان کو بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی تسوید کے موقع پر جب اس آیت مبارکہ کو تحریر فرمانے کا حکم دیا تو اس دوران (غیر اولی الضرر) آنکھوں سے محروم انسان مستثنیٰ ہیں ابھی نازل نہ ہوئی تھی آپ کے تحریر کروانے کے دوران عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابیؓ آئے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اگر مجھ میں جہاد کی استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کے لئے نکلتا اس دوران اللہ کے پیغمبر پر ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ "معذور مستثنیٰ ہیں" نازل ہوئی آپ کی ران میری ران پر تھی مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے کچھ عرصہ بعد وحی کی کیفیت ختم ہو گئی۔(فتح الباری ۸ / ۲۵۹، صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۹۵۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب نابینا شخص مستثنیٰ ہے تو ہاتھ پاؤں سے معذور اور بیمار لوگ بھی مستثنیٰ ہوں گے ان کو مجاہدین کے برابر ثواب حاصل ہو گا۔(ابن کثیر ۱ / ۸۲۰)

نیز صحیح بخاری میں انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جہاں کہیں سفر کر کے جاتے ہو یا تم کسی وادی کو عبور کرتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں یعنی ثواب میں برابر شریک ہیں دراصل انہیں عذر نے روک رکھا ہے جب کہ اللہ پاک نے ہر ایک کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے معلوم ہوا جہاد فرض کفایہ ہے۔(صحیح بخاری کتاب المغازی ص ۹۱۳، مسند احمد ۳ / ۱۰۳)

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ : البتہ مجاہدین کو گھر میں بیٹھنے والوں پر فضیلت ہے وہ اونچے محلات میں ہوں گے ان کے تمام گناہ اور لغزشیں معاف کر دی جائیں گی ان پر اللہ کی مغفرت ورحمت سایہ افگن ہو گی بخاری مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے ارشاد نبوی ہے جنت کے سو درجات ہیں جن کو اللہ نے مجاہدین کے لئے تیار کر رکھا ہے ہر دو درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔(بخاری، کتاب الجہاد ص ۵۶۷، کتاب التوحید ص ۱۵۵۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اس کو ایک درجہ ثواب ہے ایک شخص نے استفسار کیا درجہ کیا ہے آپ نے فرمایا درجہ سے مقصود گھر کی دہلیز نہیں بلکہ ہر دو درجات کے درمیان یک صد سال کا فاصلہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۸۲۱، مسند احمد ۴/ ۲۳۵)

بوجہ عذر کے جہاد میں نہ شرکت کرنے والوں کی فضیلت میں انس سے مروی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں: رسول اکرم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں تم نے جہاں کہیں کا سفر کیا ہے جس وادی کو عبور کیا ہے تو وہ تمہارے ساتھ تھے صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں قیام پذیر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہی رہے ہیں لیکن عذر نے انہیں روک رکھا ہے۔ (صحیح ابوداؤد کتاب الجہاد ۲/ ۴۷۶ مع تحقیق البانی)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَٰئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جن کی روحوں کو فرشتے قبض کرتے ہیں (اس حال میں) کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے فرشتوں نے ان سے کہا تم کس حال میں تھے انہوں نے بتایا ہم زمین میں کمزور تھے انہوں نے کہا کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی؟ کہ تم اس کی جانب ہجرت کر جاتے پس ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور دوزخ بری جگہ ہے البتہ وہ لوگ مرد، عورتیں اور بچے جو حقیقت میں کمزور تھے جنہیں کچھ چارہ نہ تھا اور نہ وہ کوئی راہ پاتے تھے پس یہ لوگ قریب ہے کہ اللہ ان کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخشنے والا ہے۔

لغوی تحقیق : "مَاْوٰهُم "مادہ (ا-و-ی) "اَوٰی" رہنا، جا رہنا۔ "اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ" جب وہ غار میں جا رہے تھے، پناہ حاصل کرنا۔ "سَاٰوِیْ اِلٰى جَبَلٍ" میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا۔ "ماویٰ" ٹھکانہ، وہ مقام و منزل جہاں آخر کار انسان کو رہنا ہے یعنی بہشت یا دوزخ۔ "وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ" اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(لسان القرآن ۱۲۶)

تناسب : اللہ پاک نے قبل ازیں مجاہدین فی سبیل اللہ کو ان لوگوں پر فضیلت عطا کی ہے جو بلا کسی عذر کے بیٹھے ہوئے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دین اسلام کی مدد سے بے گانہ ہیں ان کا عذر یہ ہے کہ وہ کفر کی سرزمین میں رہائش پذیر ہیں کفار نے ان کو بزدل کر رکھا ہے اور انہیں حق و صداقت کا ساتھ دینے سے روکا ہوا ہے ان میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ جب کہ در حقیقت وہ معذور نہیں ہیں ظاہر ہے اگر ان میں مقابلہ کی سکت نہیں تو ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے ایمانداروں کے ساتھ جا ملتے جبکہ باجود ضعف کے ہجرت نہ کرنے سے دنیوی مفادات سے محروم ہیں یعنی وہ مال غنیمت اور مال فئے جو مسلمانوں کو مل رہا ہے ان کو نہیں مل رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ آخرت کی خیر و برکت سے بھی محروم ہیں کہ وہ اقامت حق کے لئے کوشاں رہتے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرتے لیکن وہ ایسا نہیں کر پاتے ہیں۔ نیز ان کا اپنے آپ پر یہ بھی ظلم ہے کہ انہوں نے اذیتوں کے خوف سے حق و صداقت پر عمل کرنے کو خیر باد کہہ دیا ہے نیز انہیں یہ بھی خدشہ ہے کہ ان کے قرابت دار جو باطل مذہب پر ہیں ان کے دل سے ان کی عزت جاتی رہے گی۔

خیال رہے اس قسم کے عذر آج اس دور میں وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو حق و صداقت کا دم بھرتے ہیں لیکن اہل بدعت کے ساتھ ساتھ ان کے بدعت کے کاموں میں شرکت اختیار کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ باطل پرست لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا اس لئے درست ہے تاکہ ان کی جانب سے کی جانے والی اذیتوں اور تکالیف سے وہ محفوظ رہیں جبکہ یہ عذر اس لائق نہیں کہ اسے تسلیم کیا جائے۔ حقیقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ حق و صداقت کے نفاذ میں اگر اذیتوں سے سامنا کرنا پڑے تو ضرور کیا جائے یا اس جگہ سے ترک سکونت کر کے ایسی جگہ رہائش اختیار کی جائے جہاں دین اسلام کے احکام کے قائم کرنے کے مواقع میسر آئیں۔ فتح الباری میں ان مسلمانوں کے اسماء بیان ہوئے ہیں جو مشرکین کے کیمپ میں تھے اور ان کی وجہ سے کفار کے لشکر کی اکثریت کا احساس ہو رہا تھا ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ مشرکین کے ساتھ مل کر غزوۂ بدر میں شریک ہوئے وہیں وہ قتل ہو گئے۔ چنانچہ ایک روایت میں وضاحت ہے کہ مکہ مکرمہ میں جن مسلمانوں نے اپنے اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو چھپا رکھا تھا جب کہ مشرکین مکہ انہیں اپنے ساتھ جنگ بدر لے گئے ان میں کچھ موت کے گھاٹ اتر گئے جب مسلمانوں نے ان کی لاشیں دیکھیں تو وہ پکار اٹھے کہ یہ لوگ تو مسلمان تھے انہیں مجبور کر کے لایا گیا ہو گا لہٰذا ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کی جانب تحریر بھیجی جو مکہ میں موجود تھے اور ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا چنانچہ جب وہ مکہ سے باہر نکلے تو مشرکین نے انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ (العنکبوت: ۱۰)

”اور لوگوں میں کچھ اس طرح کے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے جب انہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لوگوں کی تکالیف کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھتے ہیں۔“

مسلمانوں نے اس آیت کو ان کی جانب تحریر کر کے بھیجا تو انہیں غم لاحق ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا﴾ (النحل: ۱۱۰)

”پھر آپ کے پروردگار نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے وہ فتنہ میں ڈالے گئے (انہیں معاف کر دیا گیا)۔“

چنانچہ ان کی جانب اس آیت کو تحریر کر کے بھیجا پھر وہ وہاں سے نکلے کچھ محفوظ رہے وہ مسلمانوں کے ساتھ آکر مل گئے جب کہ کچھ افراد قتل ہو گئے۔ (فتح الباری ۸/ ۲۶۲، ۲۶۳)

تشریح: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ: بلا شبہ وہ لوگ جن کی ارواح فرشتے قبض کرتے ہیں جب ان کی زندگی کی مدت ختم ہو جاتی ہے انکی کیفیت یہ ہے کہ وہ خود پر ظلم کر رہے ہیں کہ وہ ذلت اور مظلومیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ دینی امور کے سرانجام دینے میں بھی انہیں آزادی حاصل نہیں ہے اور نہ ان میں دین اسلام کا داعیہ اجاگر ہے۔

قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ: ان کے فوت ہونے کے بعد فرشتے ان سے استفسار کرتے ہیں تم دینی معاملات میں کیسے تھے جب کہ انہیں ہجرت کرنے پر قدرت حاصل تھی لیکن انہوں نے وطن نہ چھوڑا۔

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ: جب انہیں ڈانٹ پلائی گئی تو اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ ہم میں کچھ استطاعت نہ تھی اس لئے کہ کفار ہمیں کمزور سمجھتے تھے اس بناء پر ہم مکہ والوں میں رہتے ہوئے دین اسلام کے واجبات کو ادا کرنے سے قاصر تھے لیکن ان کی معذرت کو فرشتوں نے ٹھکرا دیا اور انہیں کہا کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تم وہاں سے کسی اور جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامت دین کے کام کر سکتے اور تم خود کو ذلت کی غلامی سے چھٹکارا دلاتے یقیناً کسی ایماندار کے لئے لائق نہیں کہ وہ ذلت کی زندگی بسر کرے۔

فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ : جن کی خوفناک کیفیت کو بیان کیا جارہا ہے آخرت میں ہم انہیں دوزخ میں رہائش دیں گے اس لئے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا جب کہ شروع اسلام سے ہی ہجرت کو مشروع قرار دیا گیا تھا۔

وَسَاءَتْ مَصِيرًا : جہنم تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے اس کی ہر چیز انہیں بری معلوم ہوگی اس مفہوم میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ملک یا شہر میں اقامت دین کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا یا سمجھتا ہے کہ اس کے علاوہ بعض دوسرے مقامات میں اقامت دین کے فریضہ کو بہتر ادا کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہاں سے ترک سکونت کر کے اس جگہ اقامت اختیار کرے جہاں اچھے انداز کے ساتھ وہ اقامت دین کے فریضہ کو ادا کر سکتا ہے۔ہاں اگر کوئی شخص دارالکفر میں رہائش پذیر ہے لیکن اسے تکلیف میں مبتلا نہیں کیا جاتا جب وہ دین اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارتا ہے تو اس کے لئے وہاں سے ہجرت کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض اوقات ایسے مقام میں اقامت اختیار کرنے سے اسلام کے محاسن کا چرچا ہوتا ہے اور لوگوں کی توجہ اسلام کی جانب مبذول ہوتی ہے۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ : وہ لوگ جو اقامت دین کی استطاعت نہیں پاتے ہیں اور وہاں سے راہ فرار بھی اختیار نہیں کر سکتے تو ان کا عذر مقبول ہے جیسا کہ بوڑھے کمزور لوگ اور بچے اور عورتیں جیسے ام الفضل عبداللہ بن عباس کی والدہ اور بوڑھے جیسا کہ عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور بچے جیسا کہ عبداللہ بن عباس وغیرہ ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۶۵۲)

لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا : ان میں استطاعت نہیں وہ کوئی بھی حیلہ نہیں پاتے ہیں ان کا عذر بیمار ہونا، بڑھاپا، احتیاج فقر وافلاس۔ سفر کے راستوں سے ناواقفیت کہ اگر وہ وہاں سے نکلیں گے تو راستہ معلوم نہ ہونے کے سبب مشکلات سے دوچار ہوں گے یا راستہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنا نام لیا کہ میں اور میری والدہ ان کمزور لوگوں سے تھے جن کے پاس کوئی حیلہ نہ تھا اور نہ راستہ کی واقفیت تھی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۶۵۲)

فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ : ان کمزور لوگوں کے بارے میں بتایا جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے امید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرمائے گا اور دارالکفر میں رہنے کے سبب ان کا مؤاخذہ نہیں کرے گا لفظ "عَسٰی" میں اشارہ ہے کہ عفو کی امید کی جاسکتی ہے یقینی نہیں ہے نیز ہجرت کرنا ضروری ہے اگرچہ کوئی حیلہ کیوں نہ استعمال کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے اور گزر گاہوں کے بارے میں معلومات حاصل کئے جائیں۔ (المراغی ۵ / ۱۳۳، ۱۳۴)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے راستے میں ترک وطن کرتا ہے تو وہ زمین میں بہت زیادہ اقامت گاہ اور معیشت کی فراخی پائے گا اور جو شخص اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہجرت کرنے والا پھر اس کو موت پا لیتی ہے تو اس کی مزدوری اللہ پر ثابت ہو گئی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لغوی تحقیق: ''مُرٰغَمًا'' مادہ (ر-غ-م) مثل ''رَغِمَ اَنفُ فُلَانٍ'' اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔ ''اَرغَمَهٗ'' کسی کو ذلت کے ساتھ خاک میں ملا دیا۔ ''رَاغَمَ'' باہم ناراض ہونا۔ ''مُرَاغَمَةً'' بھاگ کر چلے جانا۔ آیت مبارکہ ﴿يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا﴾ روئے زمین میں اس کو رہنے سہنے کی وافر جگہ اور ہر طرح کی کشائش ملے گی۔ آیت مبارکہ میں ''مُرٰغَمًا'' سے مقصود پناہ گاہ ہے یعنی برائی کو دیکھ کر اس کے روکنے کی کوشش کرے اگر اس سلسلہ میں اسے وطن بھی ترک کرنا پڑے تو ہراساں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے کوئی اچھی پناہ گاہ دے گا جہاں اسے وسعت اور فراخی نصیب ہوگی اور یہ ''رَغِمتُ اِلَيهِ'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کہ کسی کے پاس چلے جانا جیسے ''غَضِبتَ اِلىٰ فلان مِن كَذا'' یعنی ناراض ہو کر کسی کے پاس چلے جانا۔

(مفردات امام راغب ۱/ ۳۶۱)

تناسب: بالکل واضح ہے قبل ازیں ایسے مقام سے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا جہاں اسلام کے احکام پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا جبکہ اس آیت میں بھی ترغیب دلائی گئی ہے کہ مشرکین کی آبادی سے دور رہنا چاہئے اور مومن شخص جہاں بھی اقامت اختیار کرے گا وہاں اسے تحفظ حاصل ہو گا نفرت کے کاموں سے بچاؤ حاصل ہو گا اور وافر رزق عطا ہو گا۔ چنانچہ مشہور حدیث جس کے راوی عمر بن خطاب ہیں وہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کی نیت کے مطابق اس کو اجر و ثواب سے نوازا جائے گا جس شخص نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ سے ترک سکونت کر کے دوسری جگہ رہائش اختیار کی ہے تو دیکھا جائے کہ اس نے انتقال آبادی کو اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا کے لئے اختیار کیا ہے تو اس کا ہجرت کرنا درست ہے باعث ثواب ہے اور جس شخص نے دنیوی مفادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تبادلہ آبادی اختیار کی ہے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح اس کا سبب بنا ہے تو اس کی ہجرت اس کے ارادہ کے موافق ہے۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر نے مشہور حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں اس انسان کا تذکرہ ہے جس نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا تھا پھر اس نے زاہد، عابد شخص کو بھی قتل کر دیا جس نے کہا کہ تیری توبہ قبول نہیں اس نے سو انسانوں کے قتل کے بعد ایک عالم سے استفسار کیا اب ان حالات میں اس کی توبہ کی قبولیت کی کوئی صورت ہے اس نے کہا تیری توبہ کی قبولیت میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی ہے اس نے بتایا کہ آپ فلاں شہر جائیں وہاں ایک عالم دین ہے اس سے دریافت کریں جب وہ وہاں سے اس شہر کی جانب روانہ ہوا تو راستہ میں اس پر موت طاری ہوگئی اس کی روح کو لے جانے والے فرشتوں کے درمیان جھگڑا کھڑا ہو گیا رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے جانا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ تائب ہو گیا تھا جبکہ عذاب کے فرشتوں نے کہا اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ کی جانب سے انہیں حکم دیا گیا کہ دونوں علاقوں کے درمیان کی زمین کی پیائش کریں جس بستی کی جانب فاصلہ کم ہو اس شخص کو ان سے شمار کیا جائے اس دوران اللہ نے اس زمین کو حکم دیا جدھر وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا اس کا فاصلہ ایک بالشت بہ نسبت اس بستی کے کم تھا جدھر سے وہ روانہ ہوا تھا چنانچہ رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے جاتے ہیں ہجرت کا عمل اسے نجات عطا کرتا ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۸۲۴، صحیح مسلم کتاب التوبہ ۳/ ۳۵۹)

شان نزول : قتادہ بیان کرتے ہیں ایک صحابی بیمار تھا اس نے مدینہ کی جانب ہجرت کی لیکن تنعیم مقام میں فوت ہو گیا آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ذہن نشین کریں جس طرح دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح جس زمین میں بدعات کا فروغ ہو وہاں اسلاف کو برا بھلا کہا جاتا ہو جب کہ آپ میں استطاعت نہیں کہ انہیں اس سے روکا جائے تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا درست ہے ارشاد ربانی ہے :

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ (الانعام: ٦٨)

”اور جب آپ لوگوں کے بارے میں معلوم کریں کہ وہ ہماری آیات میں بلا جواز بحث کر رہے ہیں تو آپ ان سے روگردانی کریں۔“

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے : ﴿اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ (العنکبوت: ٢٦)

”بلاشبہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے: ﴿فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾ (القصص: ۲۱)
"پس وہ ان سے خوفزدہ حالت میں نکلا اور لوگوں (کے آنے کا) انتظار کرتا رہا"
لیکن جب مکہ فتح ہو گیا جزیرۃ العرب میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور لوگ کثرت کے ساتھ دین اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اور آپ ﷺ نے اطراف و اکناف میں اسلامی تعلیم کے لئے اہل علم کا تعین فرمایا تو آپ نے واضح کیا فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم نہیں ہے البتہ جہاد اور اس کی نیت کا ثواب حاصل ہو گا اور جب بھی تمہیں کہیں جانے کا حکم دیا جائے تو تمہیں جانا ہو گا۔ (بخاری کتاب الجہاد ص ۶۲۵، مسلم)

ہاں اگر کفار اسلامی علاقوں پر ظلم کر رہے ہوں اور خطرہ ہو کہ وہ کہیں غالب نہ آجائیں تو ایسی صورت میں ہجرت کرنا ضروری ہے۔ (المراغی ۵/۱۳۶، ۱۳۷)

وَإِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي الۡاَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنۡ
خِفۡتُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ﴿۱۰۱﴾
وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ
وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ ۖ وَلۡتَاۡتِ
طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ
وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ
مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ
مَّرۡضٰٓى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ ۚ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ
لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا
وَّعَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ ۚ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ
عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفار تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں بلا شبہ کافر تمہارے ظاہر دشمن ہیں اور جب آپ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوں آپ انہیں نماز پڑھائیں تو ان میں ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے اسلحہ کو اپنی گرفت میں رکھے جب وہ سجدہ میں جائیں تو حفاظت کرنے والے ان کے پیچھے رہیں پھر دوسری جماعت جس نے ابھی نماز ادا نہیں کی وہ آئے اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے وہ احتیاط کا دامن اور ہتھیاروں کو پکڑے رکھیں کفار کی آرزو ہے کاش تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ پس وہ تم پر ایک ہی بار حملہ کر دیں اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہے یا بیمار ہو کہ تم اپنے ہتھیار رکھ دو اور احتیاط کے دامن کو پکڑے رکھو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کا ذکر کرو جب تمہیں اطمینان حاصل ہو تو نماز قائم کرو بے شک نماز ایمانداروں پر وقت معین پر فرض کی گئی ہے۔

لغوی تحقیق: "جُنَاحٌ" "گناہ۔ مادہ (ج-ن-ح) جھکا مائل ہوا کہا جاتا ہے۔ "جَنَحُوا لِلسَّلْمِ" وہ صلح پر مائل ہوئے۔ "جَنَحَتِ السَّفِينَةُ" کشتی پانی میں پہنچ کر زمین سے لگ گئی۔ "جَنَاحٌ" پر، پہلو، کنارا، بازو، بغل پناہ گاہ محاورہ ہے۔ "اَنَا فِي جَنَاحِ فُلَانٍ" میں فلاں آدمی کی پناہ میں ہوں۔ "جَانِحَةٌ" پسلی، جانب جمع "جَوَانِحُ"۔ "جُنَاحٌ" گناہ۔ "حَرَجٌ" مضائقہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ﴾ "اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دو"

جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ موسیٰ کا ہاتھ برص زدہ ہے۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ وہ برص کی سفیدی نہ تھی بلکہ اعجاز کا کرشمہ تھا کہ جناب موسیٰ نے جونہی بغل میں چھپایا ہوا ہاتھ نکالا تو وہ سفید اور روشن تھا یہاں جناح کا لفظ پہلو یا بغل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (لسان القرآن ص ۳۰۷)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ: تم زمین پر سفر کرو ظاہر ہے کہ مسافر سفر کرتے وقت زمین پر پاؤں اور اپنی لاٹھی مارتا ہے یا اس کی سواری کی ٹانگیں لگتی ہیں۔ (المراغی ۵ / ۱۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب : سابقہ آیات میں جہاد کا تذکرہ تھا اقامت دین کے لئے جہاد کی ترغیب تھی بلکہ ضرورت کے وقت وہاں سے ترک سکونت کی جائے اور جو ترک سکونت نہ کرے اس کو ڈانٹ پلائی گئی اس لئے کہ اسے اقامت دین پر قدرت حاصل نہ ہو سکے گی اور جہاد کے لئے سفر لازم ہے تو اس لحاظ سے سفر کے احکام بیان ہو رہے ہیں چنانچہ نماز قصر کا حکم اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے بالخصوص جب خوف دامن گیر ہو تو نماز خوف کا بیان ہے کہ نماز قصر کے ساتھ ادا کی جائے جب جماعت کی شکل میں ادا ہو تو اس کی کیفیت کیسے ہو۔ (المراغی ۵ / ۱۳۸)

شان نزول : تفسیر ابن جریر میں وضاحت ہے سلیمان بن قیس یشکری نے جابر بن عبداللہ سے استفسار کیا قصر نماز کا حکم کب نازل ہوا جابر نے بیان کیا ہم سفر کر رہے تھے ہمارا مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جو ملک شام سے واپس آ رہا تھا جب ہم نخلہ مقام میں پہنچے تو دشمن لوگوں سے ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا اے محمد! آپ مجھ سے ڈرتے ہیں آپ نے نفی میں جواب دیا پھر اس نے آپ سے دریافت کیا کون آپ کو مجھ سے تحفظ عطا کرے گا؟ آپ نے جواب دیا مجھے اللہ پاک بچائے گا اس کے بعد اس نے تلوار کو میان سے نکالا آپ کو دھمکی دی اور اپنے حملہ کا وقت بتایا بعد ازاں اس نے کوچ کا اعلان کیا ہتھیاروں کو سنبھالا اور چلا گیا اس وقت نماز کی اذان دی گئی تھی آپ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہی تھی اور دوسری جماعت حفاظت کر رہی تھی آپ نے دونوں گروہوں کو دو دو رکعت نماز پڑھائی اس واقعہ میں آپ ﷺ کی نماز چار رکعت تھی جب کہ صحابہ کرام نے دو رکعت ادا کی اس وقت نماز قصر کا حکم نازل ہوا آپ نے حکم دیا کہ نماز ادا کرتے وقت اسلحہ ساتھ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ۱ / ۴۳۳، تفسیر ابن جریر)

نماز خوف کی صورتیں

مختلف ہیں کبھی دشمن قبلہ کی جانب ہوتا ہے اور کبھی دوسری جہت میں ہوتا ہے اور نماز کبھی چار رکعات کبھی دو رکعات کبھی تین رکعات والی ہوتی ہے کبھی باجماعت کبھی شدت کی جنگ میں بلا جماعت اکیلے اکیلے نماز ادا کرنے کا حکم ہے رخ قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو سواری پر ہوں یا پیادہ ہوں بلکہ ضرورت کے پیش نظر نماز ادا کرتے وقت چلتے پھریں لیکن شدید خوف کے وقت نماز صرف ایک رکعت ہے اس میں اگر اشارہ کے بغیر ممکن نہ ہو تو اشارہ کی صورت میں ادا کی جائے۔ ضرورت کے پیش نظر نماز کی ادائیگی میں تاخیر کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ جنگ احزاب میں آپ نے ظہر، عصر کی نمازیں سورج کے غروب ہونے کے بعد ادا کیں۔ پھر بنو قریظہ کے محاصرہ کے وقت آپ نے حکم دیا کہ ہر ساتھی عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرے چنانچہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اوقات پر ظہر، عصر کی نماز ادا کی جب کہ بعض صحابہ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد بنو قریظہ میں عصر کی نماز ادا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے کسی کو ڈانٹ نہ پلائی۔(ابن کثیر ۱/ ۸۴۰، بخاری کتاب المغازی ص ۸۴۹)

تشریح : ہجرت اور سفر کی مناسبت کے پیش نظر سفر میں نماز قصر دو رکعت ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے جب تم زمین میں سفر کر رہے ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، تنگی نہیں کہ تم نماز قصر ادا کرو جب تمہیں دشمن کا خطرہ ہو جب کہ سنت مطہرہ نے واضح کر دیا ہے کہ مسافر شخص کو اگر چہ کوئی خوف نہ ہو امن واطمینان ہو تو وہ نماز قصر ادا کرے تو خوف کی قید اغلب حال پر ہے۔ آخر میں اس کا سبب بیان کیا ہے کہ کفار تو تمہارے دشمن ہیں اس لئے رخصت عطا کی ہے اس کے بعد والی دونوں آیات میں نماز خوف کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ اسلامی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ دشمن کے سامنے رہے اور دوسرا حصہ لشکر کے قائد کی معیت میں ایک رکعت ادا کرے پھر امام اپنی جگہ پر کھڑا رہے اس کے مقتدی دوسری رکعت اکیلے ادا کریں اور سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ لشکر کا دوسرا حصہ آئے جو دشمن کے سامنے کھڑا تھا ان کو امام ایک رکعت پڑھائے گا امام سلام پھیر دے گا اس کے مقتدی اپنی ایک رکعت اکیلے ادا کر کے سلام پھیر دیں گے۔

ان دونوں حالتوں میں وہ اپنا اسلحہ اپنے ساتھ رکھیں گے اسے زمین پر نہیں رکھیں گے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں دشمن ان کی جانب جھکاؤ کر کے انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اللہ پاک کے اس ارشاد :

﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْآ اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ﴾ کا یہی مفہوم مقصود ہے اسلامی لشکر کا وہ حصہ جو دشمن کے سامنے ہے تاکہ اسلامی لشکر کو دشمن سے تحفظ حاصل رہے۔

وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ نیز ارشاد الٰہی **وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً** اس کلام کے لانے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے لشکر کو دو حصوں میں کیوں تقسیم کیا گیا ہے اور نماز کی ادائیگی کی حالت میں بھی احتیاط اور اسلحہ کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اگر فوج کے کچھ مجاہد بیمار ہیں زخمی ہیں یا بارش کی کیفیت ہے ہتھیاروں کا اٹھانا مشکل ہے تو وہ اپنے اسلحہ کو زمین پر رکھیں۔ ارشاد الٰہی ہے :

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْآ اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا : یہاں محذوف کلام کو ذکر کیا گیا ہے۔ وضاحت یوں ہے کہ کفار تو فاجر فاسق ہیں ان کی طرف سے امن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو انہیں رسوا کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ :اللہ پاک ایمان والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ ہر لمحہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں بالخصوص جب دشمن کے ساتھ جنگ کی کیفیت ہو اس وقت تو روحانی قوت کا مادی قوت پر تغلب ہونا چاہئے اسے شکست سے دوچار کیا جائے۔ اس لئے مجاہدین نہ صرف یہ کہ نماز کی ادائیگی کے وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہیں بلکہ جب نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو جائیں تو پھر بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہیں۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ :جب دشمن کا ڈر نہ رہے امن کی فضا چھا جائے اور اطمینان کی لہر رونما ہو تو نماز کی ادائیگی میں اس کے حدود، شرائط، ارکان کی تکمیل کا خیال رکھو۔ تخفیف کو ختم کیا جائے جب کہ خوف کے وقت تو ایک رکعت نماز کی ادائیگی بھی درست ہے بلکہ اشارات کے ساتھ بھی نماز صحیح ہے جب کہ مجاہدین اور دشمنوں میں مڈبھیڑ کی جنگ ہو۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا : نماز قائم کرنے کی علت ہے کہ نماز کی ادائیگی تو ایمان داروں پر لازم ہے اور ادائیگی کے لئے بھی وقت مقرر ہے اسی کے وقت میں ہی اس کی ادائیگی ہو۔

سفر میں نماز قصر کی ادائیگی کا بیان

رسول اکرم ﷺ سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز دو رکعت ادا فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما دو رکعت نماز ادا کرتے رہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے آغاز میں دو رکعت نماز ادا کرتے تھے بعد میں انہوں نے پوری نماز ادا کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عثمان نے منیٰ میں نکاح کر لیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلوٰۃ ص ۲۱۴)

سفر کی نماز میں تخفیف اللہ پاک کی جانب سے صدقہ ہے اس لئے اسے قبول کیا جائے البتہ سفر میں نماز قصر کا بیان قرآن پاک میں نہیں ہے۔ مغرب کی نماز حضر، سفر میں تین رکعت ہی ہے جب کہ خوف کی نماز ایک رکعت ہے نیز دو نمازوں کو جمع کر کے ادا کرنا درست ہے۔ ظہر، عصر کو جمع کیا جائے مغرب عشاء کو جمع کیا جائے نماز قصر اللہ کی جانب سے صدقہ اور تخفیف ہے صحیح مسلم میں مروی حدیث کے مطابق سفر کی مسافت 9 میل یا ۳ میل ہے۔(المنار ۲/ ۳۷۲، صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین ۱/ ۲۴۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: کافروں کو ڈھونڈنے میں سستی نہ کرو اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں تکلیف ہوتی ہے جب کہ تم اللہ سے جو امید رکھتے ہو انہیں اس کی امید نہیں اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

لغوی تحقیق: "اِبْتِغَآء" مادہ (ب-غ-ی) ہے۔ "یعنی "بُغاءً "کسی چیز کو طلب کرنا، راہ صواب سے ہٹ جانا، دست درازی کرنا، زخم کا بگڑ جانا، پیپ سے بھر جانا۔ ابن فارس کا کہنا ہے یہ لفظ دو مختلف معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ طلب شی یا بگاڑ اور فساد کی کوئی نوعیت ہو۔ "بَغَی الجُرحُ" زخم بگڑ گیا۔ "اَلبِغَاءُ" زنا۔ "اَلبُغْیَةُ" حاجت "اَلبَغِیُّ" فاسق فاجر۔ "فِئَةٌ بَاغِیَّةٌ" وہ گروہ جو امام عادل یا حکومت عادلہ کے خلاف سازش کرے "بغی" ظلم۔ "یَنْبَغِي" زیب دیتا ہے۔ (لسان القرآن ص ۲۰۷)

تناسب: اس سے پہلے جہاد کا ذکر ہے اور جہاد میں نماز ادا کرنے کی کیفیت کیسی ہو؟ اور جب دشمن ہوشیار ہو اس کے پاس اسلحہ ہو تو مسلمانوں کو بھی محتاط رہنا چاہئے ان کے مقابلہ میں کمزوری کا اظہار کرنا درست نہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین کو ایمان والوں سے خوفزدہ رہنا چاہئے ظاہر ہے کہ آلام و مصائب میں دونوں برابر ہیں جب کہ ایماندار پر امید ہیں اور کفار کو ہرگز کچھ امید نہیں ظاہر ہے کہ امید کے سبب تکالیف کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ امید تو تھکاوٹ کو فراموش کرا دیتی ہے۔ (المراغی ۵ / ۱۴۵)

شان نزول: آیت مبارکہ جنگ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی جب آپ نے ابو سفیانؓ اور اس کے رفقاء کی تلاش میں چھوٹا سا لشکر بھیجا انہوں نے زخموں کی تکالیف کا شکوہ کیا تو اللہ پاک نے فرمایا "تم درد و الم کا تذکرہ نہ کرو تم مستقل مزاجی اور عزیمت کے ساتھ دشمن کا تعاقب کرو انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کرو اگر تم زخموں کی تکلیف سے دوچار ہو تو کچھ شک نہیں کہ وہ بھی تمہاری طرح درد و کرب کی کیفیت میں ہیں۔ جب کہ تمہیں اللہ پاک کی جانب سے کامیابی یا جنت کی امید ہے چونکہ وہ مشرک ہیں اس لئے وہ مایوس ہیں ان میں جرأت نہیں، اعتماد نہیں تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم ان پر حملہ آور ہو جاؤ اور اللہ کا وصف علیم ہے کہ اس کو علم ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ چنانچہ اللہ کا علم اس کی حکمت اور اس کی سنت کا تقاضا ہے کہ ایمان داروں کو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک وہ اللہ کی راہنمائی کے مطابق رواں دواں رہیں۔(المنار ۵/ ۳۸۸)

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰٮكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنۡ
لِّلۡخَآٮِٕنِيۡنَ خَصِيۡمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا
تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِيۡنَ يَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ
خَوَّانًا اَثِيۡمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ
مَعَهُمۡ اِذۡ يُبَيِّتُوۡنَ مَا لَا يَرۡضٰى مِنَ الۡقَوۡلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ
مُحِيۡطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَۤاءِ جَادَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا قف فَمَنۡ
يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ﴿۱۰۹﴾ وَ مَنۡ
يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۱۰﴾
وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۱۱﴾
وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡۤـئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡۤـئًا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا
مُّبِيۡنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآٮِٕفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ
يُّضِلُّوۡكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ
عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ
عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کی جانب کتاب کو حق و صداقت کے ساتھ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ فرمائیں جس طرح اللہ نے آپ کو معلوم کرایا ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی (حمایت میں) جھگڑا کرنے والے نہ بنتا اور اللہ سے بخشش مانگیں بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے اور آپ ان لوگوں کی (حمایت میں) جھگڑا نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں جو اپنوں کی خیانت کرتے ہیں بے شک اللہ اس شخص کو اچھا نہیں سمجھتا جو خائن اور گناہگار ہے وہ لوگوں سے چھپ سکتے ہیں (لیکن) اللہ سے چھپ نہیں سکتے اور اللہ تو ان کے ساتھ ہے جب وہ رات کو ایسے کام کا مشورہ کر رہے تھے جو اللہ کو پسند نہیں تھا اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے جو کام وہ کر رہے ہیں۔ خبردار تم ایسے لوگ ہو کہ تم دنیوی زندگی میں خیانت کرنے والوں کی جانب سے جھگڑا کر رہے ہو تو کون ان کی جانب سے قیامت کے دن اللہ کے ساتھ جھگڑا کرے گا یا کون ان کا وکیل ہو گا اور جو شخص غلطی یا گناہ کرتا ہے پھر کسی بے گناہ کو اس کے ساتھ تہمت لگاتا ہے تو اس نے اپنے اوپر بہتان اور ظاہر گناہ کو اٹھا لیا اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کریں اور وہ نہیں گمراہ کرتے ہیں مگر اپنے آپ کو ہی اور وہ تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا ہے اور آپ کو ایسی باتیں بتائی ہیں جن کا علم آپ کو نہ تھا اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

لغوی تحقیق: خیانت کی ضد امانت ہے اس کا اطلاق نفاق بے وفائی اور دین کے معاملات میں مخالفت کرنے کے بھی ہیں بے وفائی کرنا ذمہ داری کو نہ نبھانا اور عہد و پیمان کو توڑنے کے بھی آتے ہیں۔ "خَانَ فِی کَذَا" اس معاملے میں اس نے بد دیانتی سے کام لیا۔ "خَانَهُ سَیْفُهُ" اس کی تلوار نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ "خَوَّنَ" کسی کی طرف خیانت کی نسبت کرنا۔ "اَلْخَائِنَةُ" تا مبالغہ کے لئے ہے بہت بڑا خائن یا مصدر کے معنی میں ہے "اَلْخِوَانُ" دستر خوان۔ (لسان القرآن ۴۹۱)

تناسب: جب اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو حکم دیا کہ وہ دشمن سے محتاط رہیں بلکہ ان کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار رہیں تاکہ باہر سے ان پر حملہ نہ ہو اس کے ساتھ ہی حکم دیا کہ اندر سے بھی حفاظت ضروری ہے یعنی منافقین کی خیانت سے بھی آگاہ رہنا چاہئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شانِ نزول: جامع ترمذی میں قتادہ بن نعمان بیان کرتے ہیں ہم میں سے ایک خاندان کو (بنو ابیرق) کے نام سے پکارا جاتا تھا جن کے افراد بشر، بشیر اور مبشر تھے۔ بشیر نامی انسان منافق تھا وہ اشعار میں نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی مذمت کرتا رہتا تھا بعد ازاں ان اشعار کی نسبت کسی عربی شخص کی جانب کر دیتا کہ ان اشعار کا قائل فلاں شخص ہے جب ان اشعار کو صحابہ کرام نے سنا تو انہوں نے برملا کہا اللہ کی قسم! ان اشعار کا کہنے والا یہی خبیث شخص ہے جس کا نام (ابن ابیرق) ہے۔ خیال رہے یہ خاندان معاشرہ میں پست ہمت اور محتاج تھا فقر و فاقہ نے اسے گھیر رکھا تھا ان دنوں مدینہ میں عام طور پر لوگوں کی خوراک کھجور اور جو تھے جب کہ کھاتا پیتا شخص تو شام کے تجارتی قافلہ سے میدہ خرید تا جس کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا لیکن اسکے اہل و عیال کا گزر بسر بھی کھجور اور جو پر تھا۔

قتادہ بن نعمان بیان کرتے ہیں شام سے تجارتی قافلہ آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے ان سے میدے کا ایک تھیلا خریدا اسے اپنے بالا خانہ میں رکھا جب کہ بالا خانہ میں اس تھیلے کے علاوہ لڑائی کے ہتھیار زرہ اور تلوار بھی تھی۔ چنانچہ گھر کی نچلی چھت میں سوراخ کر کے میدے کا تھیلا اور ہتھیار چوری کر لئے گئے جب دن ہوا تو میرا چچا میرے پاس آیا اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے بھتیجے! گذشتہ رات ہمارے گھر میں چوری ہو گئی ہے میدے کا تھیلا اور ہتھیار اٹھا لئے گئے ہیں راوی نے بیان کیا کہ ہم نے اس واقعہ کی تفتیش شروع کر دی ہمیں بتایا گیا بعض لوگوں نے خبر دی کہ ہم نے گذشتہ رات بنو ابیرق کے گھر میں محسوس کیا کہ انہوں نے آگ جلا رکھی ہے ہمارا خیال ہے کہ تمہارے ہاں سے جو میدہ چوری کیا گیا ہے۔ اسے ہی پکایا جا رہا ہو گا بنو ابیرق نے کہا ہم گھروں میں تفتیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی کہا اللہ کی قسم ہمارا خیال ہے کہ تمہارے تھیلے کا چور لبید بن سہل ہے جب کہ لبید شخص صحیح مسلمان تھا جب لبید نے ان کے الزام کو سنا تو اس نے میان سے تلوار نکال لی اور کہا آپ مجھے چور کہتے ہیں اللہ کی قسم! تم پر اس تلوار سے حملہ کر دوں گا اگر تم چوری کے بارے میں وضاحت نہ کرو گے انہوں نے دبی زبان سے کہا آپ چور نہیں ہیں آپ دور ہو جائیں۔ پھر ہم نے تفتیش کی ہمیں کچھ شک نہ رہا کہ چور تو بنو ابیرق ہی ہیں تو میرے چچا نے مجھ سے کہا آپ رسول ﷺ کی خدمت میں جائیں آپ سے اس کا تذکرہ کریں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں میں آپ کے ہاں پہنچا میں نے عرض کیا ہم میں ایک خاندان کچھ غلط مزاج کا ہے اس نے میرے چچا کے گھر نقب لگا کر اسلحہ اور غلہ چوری کر لیا ہے وہ اسلحہ ہمیں واپس کرائیں غلہ کی واپسی کا ہم مطالبہ نہیں کرتے آپ نے فرمایا میں اس کے بارے میں جلد ہی مشورہ کرتا ہوں جب بنو ابیرق نے اس واقعہ کو سنا تو وہ اپنے خاندان کے ایک شخص کے پاس پہنچے جس کا نام ایسر بن عروہ تھا اس واقعہ کے بارے میں اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو ہوئی اس دوران کچھ اور لوگ بھی آگئے انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں بیان دیا۔ اے اللہ کے رسول قتادہ بن نعمان اور اس کے چچا نے ہمارے خاندان پر بلا دلیل چوری کا الزام لگایا ہے جب کہ جن پر الزام لگایا گیا ہے ان کا اسلام درست ہے قتادہ بیان کرتے ہیں میں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ایسے خاندان پر الزام لگایا ہے جن کے اسلام میں کچھ شبہ نہیں اور وہ اچھی صلاحیتوں والے ہیں تمہارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے قتادہ بیان کرتا ہے آپ کی گفتگو سن کر میں حیرانی کے عالم میں واپس لوٹا اور میری آرزو تھی کاش میں آپ کے پاس نہ جاتا اس کے بجائے اگرچہ میرا کچھ مال ضائع ہو جاتا وہ مجھے برداشت تھا اس دوران میرا چچا رفاعہ میرے پاس آیا اس نے دریافت کیا آپ نے کیا کہا ہے؟ میں نے اس کو سب کچھ بتادیا اس نے جواب میں صرف یہ کلمہ کہا اللہ ہی سے استعانت کی جائے اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صحیح ترمذی علامہ البانی ۳/ ۴۲،۴۳)

تشریح: اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ ہم نے قرآن پاک کو آپ کی جانب نازل کیا ہے اس میں واقعات اور احکام کے صحیح ہونے میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے آپ لوگوں کے تنازعات میں اجتہاد کے ساتھ فیصلے کریں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر شور و شغب اور جھگڑے کو محسوس کیا آپ ان کی جانب گئے اور واضح کیا کہ میں تو انسان ہوں اور جیسے میں واقعہ سنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں عین ممکن ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنا موقف بیان کرنے میں زیادہ تیز ہو تو میں اس سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یاد رکھیں میں جس شخص کو اس کے بھائی مسلمان کا حق چھین کر دیتا ہوں تو اسے آگ کا ٹکرا کاٹ کر دیتا ہوں قیامت کے روز وہ اس کی گردن میں لٹک رہا ہوگا آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر دونوں شخص رونے لگ گئے ان میں سے ہر شخص نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ میں نے اپنا حق اپنے بھائی کے سپرد کر دیا۔ اس کی بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری گفتگو کا جائزہ لینے کے بعد میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم جاؤ اور قرعہ اندازی کرو پھر بھی تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی سے کہے کہ میں اپنا حق آپ کے حوالہ کرتا ہوں۔ (ابن کثیر ۱/ ۸۳۵،۸۳۶)

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں بتایا جو آپ کے پاس آئے جھوٹ کے ساتھ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے خیانت کرنے والوں کی جانب سے جھگڑا کر رہے تھے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا: مقصود اس سے وہ شخص ہے جو چوری کا مرتکب ہوا اور وہ لوگ جو چور کی حمایت میں جھگڑا کر رہے تھے۔ شان نزول میں ان کا مکمل واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ چوری کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ خود چوری کے جرم سے انکار کرتے ہیں اور ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے شخص کو مجرم بناتے ہیں جو در حقیقت مجرم نہیں تو گویا کہ چوری کے جرم کے ساتھ ساتھ الزام تراشی کے بھی مرتکب ہوئے اور یہ ایسا گناہ ہے جس کو معاشرہ میں نہایت گھناؤنا جرم متصور کیا جاتا ہے لیکن امت محمدیہ پر اللہ پاک کا خاص احسان ہے کہ استغفار سے ان کے گناہ دھل جاتے ہیں جیسا کہ گناہ ہوا ہی نہیں۔ بنو اسرائیل کو حکم تھا کہ جب ان کے کپڑے پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جاتے تھے تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا امت محمدیہ پر اللہ پاک کا خاص احسان ہے کہ کپڑا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ وضو کرنے سے اس کے جسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ لاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ: اگر اللہ پاک کا آپ پر فضل نہ ہوتا اور اللہ کی رحمت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ایک گروہ کا ارادہ تھا کہ آپ کو صراط مستقیم سے دور ہٹا دیا جائے لیکن وہ ہر گز آپ کو جادۂ مستقیم سے منحرف نہیں کر سکتے وہ خود کو گمراہی کے گڑھے میں گرا رہے ہیں آپ کو ہر گز ایذا نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ پاک نے بنو ابیرق کے واقعہ کا تصفیہ فرما دیا ہے اور حقیقت کو واضح کر دیا ہے کوئی خفا باقی نہیں رہا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ: رسول اکرم ﷺ کے معلم اللہ تعالیٰ ہیں اللہ پاک نے ان واقعات سے آگاہ فرمایا جن کا آپ کو علم نہ تھا ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات پر تو کوئی چیز مخفی نہیں وہ عالم الغیب ہے لیکن کوئی پیغمبر بلکہ آپ ﷺ کو بھی علم غیب نہ تھا۔ اس کا تذکرہ نہایت عمدہ انداز میں متعدد آیات قرآنیہ میں موجود ہے۔ ایک مقام پر فرمایا "ہم نے آپ کی جانب جبریل کو اپنے حکم کے ساتھ نازل کیا آپ کو کتاب اور ایمان کے بارے میں کچھ علم نہ تھا بلکہ آپ کو امید نہ تھی کہ آپ کو کتاب کے عطیہ سے نوازا جائے گا۔" اللہ پاک کا آپ پر بہت بڑا فضل اور احسان ہے۔ (ابن کثیر ۱/۸۴۱)

www.KitaboSunnat.com

لاَ خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلاَّ مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلاَحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: ان کی زیادہ سرگوشیاں اچھی نہیں ہیں البتہ اس شخص کی سرگوشی بہتر ہے جو صدقہ یا اچھے کام یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے ہم اسے بہت بڑے ثواب سے نوازیں گے۔اور جو شخص اللہ کے پیغمبر کی مخالفت کرتا ہے اس کے بعد کہ اسے ہدایت کا علم ہو گیا اور مسلمانوں کے راستہ کے سوا کی پیروی کرتا ہے ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا اور ہم اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

لغوی تحقیق : ''اَلنَّجْوَی'' پوشیدہ بات ''اَلنَّجْوَۃُ'' اونچی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر سرگوشی کی جاتی ہے یا اس کا اصل ''اَلنَّجَاۃُ'' ہے کسی شخص کو نجات دلانے کے لئے اس کی معاونت کرنا۔علامہ بغوی فرماتے ہیں اس کا معنی پوشیدہ تدبیر کا ہے قرآن پاک کی آیت مبارکہ ''وَاَسَرُّوا النَّجْوَی'' میں یہی معنی مراد لیا گیا ہے۔
(تفسیر مظہری ۲/ ۲۴۴)

تناسب : قبل ازیں ان لوگوں کے بارے میں حکم دیا گیا جو لوگوں سے پردہ پوشی کی کیفیت اختیار کرتے ہوئے خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ سے چھپ نہیں سکتے ان سے مراد ''طعمہ'' ابیرق کا بیٹا اور اس کے معاونین تھے۔جب کہ اس آیت مبارکہ میں پوشیدہ گفتگو کے انداز کو غیر مناسب جان کر بتایا ہے کہ اکثر وبیشتر پوشیدہ سرگوشیاں بہتر نہیں ہوتیں ان کے نقصانات جب ظہور پذیر ہوتے ہیں تو پھر ان کے گھناؤنے ہونے کا شدید احساس ہوتا ہے۔(المراغی ۵/ ۱۵۳)

شان نزول : طعمہ ابن ابیرق کے رفقاء کے بارے میں آیات نازل ہوئی ہیں ان کی سرگوشیوں کو نقصان دہ قرار دیتے ہوئے انہیں ڈانٹ پلائی گئی ہے جب کہ امت محمدیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ پوشیدہ سرگوشیاں اکثر وبیشتر معاشرہ کو نقصان پہنچاتی ہیں ان کی گفتگو میں اللہ کی خوشنودی شامل نہیں ذاتی منفعت کے ساتھ دوسروں کو نقصان پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔(مظہری ۲/ ۲۴۴)

تشریح : عام طور پر سرگوشی کو بہتر قرار نہیں دیا گیا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر سرگوشی کو گناہ کا مظنہ قرار دیا گیا ہے۔اسی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ نیک کاموں اور پرہیزگاری کے معاملات میں سرگوشی کرنا مستحسن ہے۔آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں :

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ﴾(المجادلۃ:۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ، زیادتی اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی پرہیزگاری کی سرگوشی کرو اور اللہ کا خوف رکھو جس کی جانب تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔"

حقیقت میں یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ اگر کام اچھا ہے تو اس کے بارے میں گفتگو کھلی مجلس میں کی جاتی ہے جب کہ جس کام میں شر بلکہ گناہ کا پہلو بظاہر دکھائی دیتا ہے اس کے بارے میں مشورہ تنہائی میں ہوتا ہے ایک اثر میں گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کے احساس سے دل میں کھٹکا رونما ہو اور دل میں یہ خیال چھا جاتا ہے کہ کہیں لوگوں کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ البتہ صدقہ خیرات کے کاموں میں یا دیگر معروف کاموں میں اسی طرح لوگوں میں اصلاح کے انداز کو اجاگر کرنے کے لئے سرگوشیاں کرنا نہایت بہتر ہے بلکہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے سرگوشی کرنا نہایت بابرکت اور ثواب عظیم کا کام ہے۔

معروف کی مثال

صدقہ خیرات کرنا بہتر عمل ہے بعض اوقات اگر آپ کھلے بندوں صدقہ سے کسی شخص کو نوازتے ہیں تو یہ خدشہ برابر منڈلاتا رہتا ہے کہ جس شخص پر صدقہ کیا گیا ہے کہیں اس سے اس کی عزت میں کمی نہ واقع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ میں ظاہر صدقہ دینے کو اچھا جب کہ پوشیدہ صدقہ دینے کو بہت ہی اچھا قرار دیا ہے۔ آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ﴾

"اگر تم کھلے بندوں صدقات کرو تو بہتر ہے اور اگر پوشیدہ کرو اور محتاج لوگوں کو عطا کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔"

امر بالمعروف کی مثال

اگر آپ کھلی مجلس میں کسی شخص کو امر بالمعروف سے آگاہ کرتے ہیں تو خطرہ ہے کہ جس شخص کو آپ نے مخاطب کیا ہے وہ دل میں برا منائے گا بالخصوص جب آپ اس کے ہم عصر رفقاء سے ہوں جب کہ پردہ میں رکھنے سے اسے تکلیف نہیں ہو گی اسی طرح لوگوں میں صلح کرانا بھی در پردہ بہتر ہے عوامی جگہ پر صلح کہیں کسی اور مصیبت کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو جائے اور رکاوٹ پیدا نہ ہو جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ بہترین صدقہ آپس میں مصالحت کو اجاگر کرتا ہے۔

وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا: جو شخص ان تین کاموں کو سرانجام دیتا ہے مقصود اللہ کی رضا جوئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر جزیل سے نوازیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رضا جوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے اخلاص ضروری ہے ہر گز ریا کا شائبہ تک نہ ہو جیسا کہ بعض مالدار لوگ فخریہ انداز میں اپنے صدقات خیرات کا اظہار کرتے ہیں ہم نے اتنا مال صدقہ کر دیا ہم نے اتنے بیماروں کا علاج کرایا وغیرہ وغیرہ یہ لوگ اپنے عمل کا ثواب دنیا میں ہی حاصل کر رہے ہیں جب کہ ان کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اس نیک عمل کو مخفی نہیں رکھتے۔(المراغی ۵/ ۱۵۵)

مسلمانوں کے درمیان مصالحت کروانے کی اہمیت

اگرچہ (اصلاح بین الناس) کا عمل لفظ (معروف) میں بھی موجود ہے لیکن چونکہ یہ عمل نہایت مبارک ہے اس لئے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ ذکر کیا ہے ارشاد نبوی ہے: میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں خبر دینا چاہتا ہوں جو روزہ، صدقہ، نماز کے اعمال سے افضل ہے وہ آپس کی اصلاح ہے یعنی اتفاق کرنا ہے جب کہ آپس میں اختلاف، جھگڑا، فساد انگیزی ایسا برا کام ہے جو تمام نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے ایک دوسری روایت میں ہے تین صورتوں میں جھوٹ بولنا درست ہے خاوند اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے اسی طرح دو افراد میں ناچاقی ہے جھوٹ کہہ کر ان کی صلح کرانا اور میدان جہاد میں جھوٹ کہنا بھی جائز ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ: جو شخص ان کاموں کو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے سرانجام دیتا ہے ریاکاری، شہرت نیک نامی مقصد نہیں ہے تو ہم اس کو ضرور اجر عظیم سے نوازیں گے۔(المظہری ۲/ ۲۳۵)

ان لوگوں کے تذکرہ کے بعد جن کے ساتھ اللہ پاک نے اچھے وعدہ کا ذکر کیا ہے جن کی سرگوشیاں اچھے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے ہوتی ہیں وہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے لوگوں کو مفادات پہنچاتے ہیں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کی سرگوشیوں میں شر کار فرما ہوتا ہے رات کے لمحات میں ان کے مشورے لوگوں کو مکروفریب کے ساتھ اپنا گرویدہ بنانے میں صرف ہوتے ہیں۔ ارشاد الٰہی میں ان کا تذکرہ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى: جو شخص اس شریعت کے مطابق نہیں چلتا ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے پیش کیا ہے وہ اس سے ہٹ کر ایک کنارے میں ہو جاتا ہے اس کا یہ انداز جان بوجھ کر ہے۔ حالانکہ حق و صداقت کی اس کے سامنے روشنی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ امت محمدیہ کے اجماع کے خلاف چلتا ہے جب کہ امت محمدیہ کا کبھی گمراہی پر اجتماع نہیں ہو سکتا ہے امت محمدیہ کو گمراہی سے معصوم قرار دیا گیا ہے تو مخالفت کرنے والے شخص کے بارے میں زبردست وعید ہے کہ وہ جس راہ پر چلتا ہے ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیتے ہیں بلکہ تدریجی طور پر اس راہ کو اس کے ذہن میں خوبصورت بنا دیتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ "جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔" (الصف: ۵)

وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا : ہم اسے دوزخ میں داخل کریں گے جب کہ دوزخ بہت بڑا ٹھکانہ ہے۔

شانِ نزول : آیت مبارکہ ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے خیانت کی تھی جن کا تذکرہ ﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان ہوا چنانچہ طعمہ بن ابیرق نے توبہ کرنے سے انکار کیا مرتد ہو گیا مشرکین مکہ کے ساتھ مل گیا۔ (تفسیر ابن جریر ۴/ ۲۷۶)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ : بے شک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کا کوئی شریک بنایا جائے اور شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بناتا ہے وہ دور گمراہی والا ہو گیا۔ مشرکین اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں کرتے ہیں مگر ان بتوں کی جن کو (اللہ کی) بیٹیاں کہتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے مگر شیطان سرکش کی۔ اللہ کی اس پر (بے شمار) لعنتیں ہوں اور شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے ایک حصہ کو گرفت میں لوں گا جن کا (علم ازلی میں) تعین ہو چکا ہے اور ان کو گمراہ کروں گا اور انہیں باطل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرزوؤں میں ڈال دوں گا اور ضرور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ چارپایوں کے کانوں کو کاٹیں اور میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کریں اور جو شخص اللہ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو وہ ظاہر نقصان والا ہو گیا۔ شیطان ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہے اور انہیں آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے اور شیطان ان کے ساتھ وعدہ نہیں کرتا ہے مگر دھوکے کا ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ دوزخ سے نجات نہیں پاسکیں گے اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے اعمال کرتے ہیں ہم ان کو جنتوں مین داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری رہیں گی وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے بات کہنے میں کون اللہ سے زیادہ سچا ہے؟۔

لغوی تحقیق : "فَلَيُبَتِّكُنَّ" اس کا مادہ (ب-ت-ک) ہے۔ "اَلْبَتَكُ" کاٹنا، چیرنا، یا بالوں کو نوچ لینا ہے۔ "الباتك" قاطع تلوار۔ "فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ" کہ جانوروں کے کان چیرتے ہیں اس آیت مبارکہ میں شیطان کے ہتھ کنڈوں کا ذکر ہے کہ جن سے وہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتا ہے ان میں ایک یہ تھا کہ وہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان کو بحیرہ، سائبہ یا وصیلہ کہہ کر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دیں تاکہ لوگ ان کو مقدس جانیں یہ دراصل جاہلیت کی ایک مشرکانہ رسم تھی جس کے عرب عادی تھے عرب ان جانوروں پر نہ سوار ہوتے تھے اور نہ ان کا دودھ اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ (لسان القرآن ص ۱۴۹)

تناسب : ذکر کردہ وضاحت سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آیت مبارکہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ...... الخ﴾ طعمہ بن ابیرق منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس نے زرہ چوری کی لیکن چوری کا الزام ایک یہودی پر لگایا اور ارشادِ الٰہی ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ﴾ بھی اس کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ دین اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین کے کیمپ میں جاملا پس اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر وہ مرتد نہ ہوتا تو اللہ کی رحمت سے محروم نہ قرار پاتا ارتداد کے سبب اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان خوفناک پردہ حائل ہو گیا اس لئے کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کو اللہ معاف نہیں کرتا البتہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہے مشرک شخص تو اللہ کے عفو و کرم اور اس کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح : اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ : آیت مذکورہ اسی سورت میں ۴۸ نمبر آیت میں پہلے گزر چکی ہے البتہ دونوں آیات میں کچھ فرق ہے۔ ۴۸ نمبر آیت میں آخری جملہ یہ ہے :

﴿ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِافْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا ﴾

جب کہ یہ آیت جس کا ۱۱۶ نمبر ہے اس میں آخری جملہ ﴿ومن یشرك باللّٰه فقد ضل ضلالاً بعیدًا﴾ ہے۔

آیت مبارکہ کو مکرر لانے کا سبب

جن مقاصد کو سامعین کے دلوں میں مرتکز کرنے کی ضرورت ہے ان کو مکرر لانے سے ان کے دل نہ صرف یہ کہ انہیں قبول کرتے ہیں بلکہ وہ مقاصد دل میں جاگزیں ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خطیب حضرات اپنے خطبوں میں اپنے مقاصد کو بار بار ذکر کرتے ہیں تاکہ سامعین کے دلوں میں ان کا خوشنما پہلو انہیں رغبت دلاتا رہے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیوی اخروی سعادتوں سے ہم کنار ہوں۔ اور جب کسی آیت مبارکہ میں اللہ پاک کی جانب سے تنبیہ ہو تو اس کے مکرر لانے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس سے خود کو دور رکھنے کیلئے ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لانے میں بخل سے کام نہ لیا جائے۔ (المراغی ۵/ ۱۵۶)

ذہن نشین کریں کہ شرک نہ صرف یہ کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے اس کے بارے میں اللہ پاک کی جانب سے ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا ہے شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کے مرتکب افراد میں سے جس کو چاہے گا معاف کر دے گا ان کو عذاب نہیں دے گا در اصل شرک ایسا گناہ ہے جس سے روحانیت میں بگاڑ رونما ہوتا ہے۔ اور جو کام اللہ کے سوا لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اسے اللہ کے ہاں قبولیت حاصل نہیں ہوتی۔

حیرت ہے کہ کچھ لوگ خود کو موحد کہتے ہیں جب کہ ان کی عملی زندگی مشرکین جیسی ہوتی ہے وہ مصیبت کے وقت غیر اللہ کی چوکھٹ کا رخ کرتے ہیں اور اپنی پریشانیوں کا ان سے مداوا چاہتے ہیں ان کے وسیلہ سے دادرسی چاہتے ہیں بلکہ انہیں پکارتے ہیں ان کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں تو خشوع و خضوع کی کیفیت میں ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں ارشاد ربانی میں ان کی تصویر کشی کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں :

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرۃ : ۱۶۵)

"اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں ان کے ساتھ اس طرح کی محبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جیسے اللہ کے ساتھ ہونی چاہئے اور ایماندار لوگوں کی محبت اللہ کے ساتھ بہت زیادہ ہے۔"

وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا : جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے گا اللہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی ذکر کرے گا بلکہ بعض اوقات اللہ کے علاوہ صرف اللہ کے شریک سے ہی دادرسی کی درخواست کرے گا تو وہ شخص صراط مستقیم سے دور ہٹ گیا گویا کہ جب اپنے جیسے انسان کے سامنے خشوع وخضوع کی کیفیت کے ساتھ اپنا مقصد پیش کر رہا ہے تو اس کی روحانیت میں تکدر رونما ہوتا ہے وہ شخص خرافات کا غلام بن جاتا ہے۔

اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا : یہ لوگ تو اللہ کے علاوہ اپنی ضرورتیں فوت شدہ لوگوں کے حضور پیش کرتے ہیں ان کی تعظیم ان کے دلوں میں رچ بس چکی ہے یا لات اور عزیٰ دو مؤنث خداؤں کے سامنے مشکلات کے حل کے لئے ذلت کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ ان کو جب پکار رہے ہیں تو گویا کہ شیطان سرکش کی ہی عبادت کر رہے ہیں اس لئے کہ شیطان نے ہی انہیں گمراہ کیا اور ان کی عبادت کا حکم دیا (اللہ پاک شیطان کو اپنی رحمت اور اپنے فضل سے دور رکھے) شیطان ہی ہر برائی کی بنیاد ہے اور ہر شخص کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے انہیں آرزوئیں دلاتا رہتا ہے۔ دراصل سبب یہ ہے کہ شیطان نے برملا کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک حصے کو اپنا گرویدہ بناؤں گا۔ کون نہیں جانتا کہ شیطان کا پہلا حربہ تو یہ ہے کہ انسان سے شرک سرزد ہو اگر اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو اللہ کی نافرمانی پر اکساتا ہے اور باربار اس سے نافرمانی کے کام کرواتا ہے یا عبادت کرنے والوں کے عمل میں ریاکاری کا شائبہ اجاگر کرتا رہتا ہے۔

وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ : شیطان کا گمراہ کرنا عقائد صحیحہ سے ہٹانا ہے اور ان دلائل سے توجہ کو ختم کرنا ہے جو حق وصداقت کی جانب پہنچاتے ہیں اور انہیں ان خیالات میں ڈالتا ہے کہ اللہ پاک کا وصف رحمان ہے وہ توبہ کرنے والوں کو اپنی رحمت سے معاف کردے گا اگر دوزخ میں جانا بھی ہوا تو بعض نیک لوگوں کی سفارش سے نجات حاصل ہو جائے گی اس انداز کے ساتھ وہ مضرات سے ہم کنار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ : لوگ میرے کہنے پر چارپایوں کے کانوں میں سوراخ کریں گے یا چیریں گے اور ایسے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ کر ان پر سواری کرنے کو ممنوع گردانیں گے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ : وہ میرے حکم پر اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کریں گے اس سے مقصود جسم کے کسی حصہ میں سرمہ بھرنا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ عورتیں ملعون ہیں جو کسی عورت کے چہرے میں سرمہ بھرتی ہیں یا اپنے جسم میں بھرواتی ہیں جو رخساروں کے بالوں کو اکھیڑتی ہیں یا اکھڑواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرواتی ہیں تاکہ خوبصورتی نمایاں ہو۔ ارشاد ربانی ہے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ (الروم: ۳۰)

"دین اسلام جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے فطرت ہے پس فطرت میں تبدیلی نہیں ہے۔"

یعنی فطرت میں تبدیلی نہ کرو لوگوں کو فطرت پر رہنے دو بخاری، مسلم میں وارد ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی، مجوسی بنا لیتے ہیں جیسا کہ چارپایہ اپنے بچے کو جنم دیتا ہے وہ اعضاء کے لحاظ سے صحیح ہوتا ہے اس میں کوئی کان کٹا نہیں ہوتا۔ جب کہ لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے اس کے کان وغیرہ بتوں کی خوشنودی کے لئے کاٹ دیتے تھے اسے وہ کسی خانقاہ، یا کسی قبر پر شیطان کے نام پر چڑھا دیتے تھے۔

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ : جس شخص نے اللہ کے سوا شیطان کو اپنا دوست بنایا وہ دنیوی اخروی دونوں جہانوں میں خسارے میں رہا جب کہ یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ : شیطان اپنے دوستوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہے اور انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ وہی دنیا و آخرت میں کامیاب رہیں گے جب کہ اس کا وعدہ جھوٹ ہے اس لئے اللہ پاک نے واضح فرمایا کہ شیطان کا وعدہ محض دھوکہ ہے اس کے فریب میں نہیں آنا چاہئے۔

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ : اس قماش کے لوگ جو شیطان کے وعدہ کے فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں قیامت کے روز ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ دوزخ سے بھاگ نہ سکیں گے نہ انہیں نجات حاصل ہو سکے گی اس کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو سعادتوں کے ساتھ موصوف ہیں پرہیزگار ہیں انہیں مکمل اعزاز سے نوازا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی چمک موجود ہے اور وہ زندگی بھر اعمال صالحہ کرتے رہے اور ناجائز کاموں سے دور رہے ہم انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی جس طرف چاہیں گے پانی کے رخ کو ادھر موڑ لیں گے۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہونا ہے نہ اس کے لئے ختم ہونا ہے۔ یہ اللہ پاک کی جانب سے وعدہ ہے جب کہ اللہ کا وعدہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کہ "وعد" مصدر کی تاکید لفظ "حق" سے ہو رہی ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا : اللہ پاک سے کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں چنانچہ اللہ کے پیغمبر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ان الفاظ کو ہمیشہ ذکر فرماتے کہ تمام باتوں سے زیادہ سچی بات اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد ﷺ کی بیان کردہ ہدایت ہے اور سب سے برے وہ نئے کام ہیں جن کو اسلام میں داخل کیا جائے اور ہر نئے کام بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۸۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ط مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا
يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ: تمہاری آرزوؤں کے موافق اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں کے موافق (فیصلہ) ہوگا جو شخص برا عمل کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا اور جو شخص اعمال صالحہ کرتا ہے مرد ہے یا عورت اور وہ مسلمان ہے پس یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بقدر (معمولی) سوراخ کے بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور دین کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے اس شخص سے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے مطیع کر دیا اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے اور اللہ نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی اس حال میں کہ وہ ایک جانب جھکنے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنایا اور اللہ کے لئے ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

لغوی تحقیق: "بِاَمَانِيِّكُمْ" اس کا واحد "اُمْنِيَّة" ہے معنی آرزو ہے مادہ (م-ن-ی) محاورہ ہے۔ "مَنَى لَكَ اَمَانِيَّ" مقدر کرنے والے نے تیرے لئے مقدر کر دیا۔ "اَلْمَنِيّ" نطفہ، منی اور اسے منی اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے حیوانات کی ساخت مقدر کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾ کیا وہ منی جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا۔ (۷۵/۳۷)

اسی لئے "مَنِيَّة" اجل مقدر کے لئے ہے جمع "اَلْمَنَايَا"۔ "اَلتَّمَنِّيّ" کے معنی دل میں کسی خیال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینے کے ہیں۔ (مفردات امام راغب ۲ / ۸۸۴)

تناسب : قبل ازیں ذکر کردہ آیات میں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے کہ شیطان کا کردار یہ ہے کہ وہ وعدہ کرتا ہے آرزوؤں کو ابھارتا ہے ان آرزوؤں میں بالخصوص اہل کتاب کی آرزوؤں کے نقش قدم پر رواں رہنے کی ترغیب دلاتا ہے جب کہ انہیں یہودیت پر ناز تھا۔ وہ اپنے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے کہ وہ اللہ کی خاص جماعت ہے وہ خود کو اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست کہا کرتے تھے اور وہ دوزخ میں چند روز رہیں گے ان کی تعلّی اس مقام تک پہنچ چکی تھی کہ ان کے انبیاء ان کی سفارش کریں گے۔ مزید بر آں اس خصوصیت پر انہیں ناز تھا کہ ان کی جانب کثرت کے ساتھ انبیاء مبعوث کئے گے چنانچہ وہ انبیاء کے طفیل جنت میں داخل ہوں گے اعمال کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ اس بناء پر اللہ پاک نے ان آیات کریمہ میں ہمیں خوفزدہ کیا ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پہ نہ چلیں۔

چنانچہ اہل کتاب جیسی غلط آرزوؤں کے زہریلے اثرات سے آپ ﷺ کے دور میں مسلمان بھی خود کو تحفظ عطا نہ کر سکے اس حقیقت کو قرآن پاک کی آیت مبارکہ :

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (الحدید: ۱۶)

”کیا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں یہ وقت نہیں آیا کہ انکے دل اللہ کے ذکر کے سبب رقت اختیار کریں اور اس حق کیلئے جو وحی سے نازل ہوا اور وہ ان لوگوں کی مانند نہ ہوں جو اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ان پر مدت طویل ہو گئی پس ان کے دل سخت ہو گئے جب کہ ان میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو فاسق ہیں“ میں نمایاں کیا گیا ہے۔

چنانچہ اسلام کے دور اول میں ضعیف الایمان اور ہر دور میں جن کا ایمان مضبوط نہیں ہوتا ان کے بارے میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ احکام الٰہیہ میں غور و فکر کرتے تو ہرگز ان کے دلوں میں غلط قسم کی آرزوئیں جنم نہ لیتیں۔ (المراغی ۶ / ۷)

شان نزول : مشرکین مکہ کہا کرتے تھے ہم بہت مالدار ہیں اور ہماری اولاد بھی زیادہ ہے اس لئے ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا قرآن پاک میں ہے :

﴿نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾ (۳۴ / ۳۵)

”ہم مال اور اولاد کے لحاظ سے زیادہ ہیں اور ہم عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ عاص بن وائل نے خباب بن ارت کو کہا جب اس نے اس سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا کہ میں آخرت میں تجھے ادا کروں گا اللہ کی قسم! تو اور تیرا پیغمبر آخرت میں مجھ سے زیادہ مالدار نہیں ہوں گے اس کی اس بکواس پر سورۂ مریم کی آخری آیات نازل ہوئیں:

﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾ (مریم / ۷۷)

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور اس نے کہا کہ میں مال اور اولاد دیا گیا ہوں''

اور اہل کتاب کا دعوی تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ ہمارا ہرگز مؤاخذہ نہ ہوگا ہمارے علاوہ جنت میں وہ لوگ داخل ہوں گے جن کے بارے میں ہماری سفارش ہوگی ان حالات میں آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (نظم الدرر ۵ / ۴۱۰)

تشریح: کسی شخص کا یہ کہنا کہ میرا دین بہتر ہے اسی طرح اہل کتاب کا یہ کہنا کہ ہم تو اللہ کے دوست اور اس کے بیٹے ہیں اس لئے ہمارا دین بہتر ہے اللہ پاک نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کسی شخص کی نجات کا دارومدار اس کے ادعا اور اس کی آرزوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ اصل شرف تو اعمال صالحہ کے لحاظ سے ہے۔ ادیان میں فخر ومباہات کا کچھ دخل نہیں جو شخص بھی برے عمل کرے گا اس کو قانون الٰہی کے مطابق سزا دی جائے گی کسی کتاب الٰہی کی جانب نسبت یا کسی پیغمبر کے ساتھ تعلق بلا عمل صالح کام نہ آئے گا جو شخص بھی برے اعمال کرے گا اس کو ان کی سزا ملے گی سزا کی صورت یہ بھی ممکن ہے کہ کسی معاملہ میں ایماندار شخص مغموم ہو جاتا ہے یا بیمار ہو جاتا ہے یا کسی اور مصیبت سے دوچار ہوتا ہے بلکہ اگر چلتے ہوئے پاؤں میں کانٹا لگ جاتا ہے تو اسے اس کے برے عمل کی سزا کی شکل دی جاسکتی ہے۔

مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے پر صحابہ کرام پریشان ہوگئے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا ممکن حد تک صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی کوشش کرو اور یاد رکھو کسی مسلمان شخص کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے یا چوٹ لگتی ہے تو اس کے سبب گناہ دور ہوتے ہیں۔

وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا: جو شخص بھی ناجائز کام کرتا ہے وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے وہ اللہ کے علاوہ کسی شخص کو نہیں پائے گا کہ اس کو عذاب سے نجات دلا سکے اللہ کے پیغمبروں میں بھی استطاعت نہیں دیگر مخلوقات کا کیا مقام ہے بنیادی بات یہ ہے کہ نجات کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المرضیٰ ص ۱۲۱۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى : جو شخص بھی استطاعت کے مطابق اعمال صالحہ پر مداومت کرتا ہے عام ہے کہ مرد ہو یا عورت لیکن اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ اس کا دل ایمان کی دولت سے مطمئن ہو تو اس قسم کے خوش قسمت لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا لیکن نسبی مفاخرت قبائلی عظمت بلا اعمال صالحہ بے فائدہ ہے اس پر بھروسہ کرنے والے لوگ کھلم کھلا گمراہ ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا : کسی انسان کو اس شخص سے زیادہ بہتر قرار نہیں دیا جاسکتا جس کے دل میں اخلاص موجزن ہے اس کی توجہ اللہ کے ماسوا کسی کی جانب نہیں ہے اس کی امیدیں صرف اللہ پاک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ براہ راست اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنی تمام ضرورتوں کو پیش کرتا ہے کسی کی وساطت کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ پاک ہی اسباب کو مسببات کے ساتھ مربوط فرماتا ہے اس حقیقت کو اپنے دل ودماغ میں جاگزیں کرتے ہوئے وہ صرف اللہ کی رحمت کے خزانوں کی بھیک مانگتا ہے۔ البتہ جائز اسباب کے بروئے کار لانے میں کچھ کمی نہیں کرتا ہے اس کے دل میں ایمان کی روشنی جلوہ افروز ہے توحید کی دولت سے مالا مال ہے اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ اور مکارم حمیدہ کے اعزاز سے متعارف ہے۔

آیت مبارکہ میں دل کی توجہ کو چہرے کی مسرت اور اسکے خدوخال پر اس کے اثرات کو بطور علامت کے نمایاں کیا گیا ہے کہ چہرہ شگفتہ ہو اس پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں ہوں غم کے اثرات کا شائبہ تک نہ ہو۔

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا : ملت ابراہیم کا وصف "حنیف" اس حقیقت کو اجاگر کر رہا ہے کہ وہ وثنیت سے بالکل مبرا تھے وہ اپنے والد اور اپنی قوم سے قطع تعلق رکھتے تھے ان کی توجہات کا مرکز ومحور صرف اور صرف اسلام تھا۔ بت پرستی کے تصور سے ان کا دل ودماغ کانپ اٹھتا تھا جلال الٰہی کے پرتو کا تقاضا انہیں ہر وقت بارگاہ الٰہی میں ہی محصور رکھے ہوئے تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک کے ان پر بے شمار احسانات تھے فطرت سلیمہ کے ساتھ ساتھ ان کی عقل میں روشنی، ان کی روحانیت میں ارتقاء، کمال معرفت اور فنا فی التوحید تھے۔

وَلِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ : آسمانوں، زمین میں جو کچھ ہے اللہ پاک کے قبضہ میں ہے اس کی مخلوق ہے اگرچہ مخلوقات کی صفات مختلف ہیں لیکن تمام مخلوق اللہ پاک کے قبضہ میں ہے اور اس کے حیطہ اقتدار میں ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا : اللہ پاک مخلوق کی تسخیر اور علم تدبر کے ساتھ ساتھ تمام موجودات کا احاطہ کئے ہوئے ہے تمام موجودات کا وجود ذاتی نہیں ہے نہ انہوں نے اسکو بنایا ہے جبکہ ان سب کا وجود اللہ پاک کی جانب سے ہے تو جب اللہ پاک کے وجود نے تمام موجودات کا احاطہ کیا ہوا ہے تو ضروری ہے کہ تمام مخلوق اس کیلئے خلوص کو ہمیشہ اولیں حیثیت عطا کرے اور سب لوگ اللہ کی جانب متوجہ ہوں۔ (المراغی/۱۶۷،۱۶۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ لا وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي
الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ
تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ لا وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ط
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ
بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ
وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط وَاِنْ تُصْلِحُوْا
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ
سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ: اور وہ عورتوں کے بارے میں آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ (انہیں) کہیں تمہیں عورتوں کے بارے میں اللہ فتویٰ دیتا ہے اور وہ (احکام) جن کو تم پر پڑھا جائے گا (انہیں) کتاب میں نازل کیا جاچکا ہے (ان) عورتوں کے بارے میں جو یتیم ہیں جب کہ ان کو وہ حق نہیں دیا ہے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کرو اور جو احکام نازل ہو چکے ہیں کمزور لوگوں کے بارے میں (مقصود بچے ہیں) اور (حکم ہے) کہ تم یتیموں کے مال کا انصاف کے ساتھ خیال رکھو اور جو بھی تم اچھے کام کرتے ہو یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے سرکشی یا روگردانی محسوس کرلے تو ان دونوں پر گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے درمیان صلح کی کوئی صورت نکال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں اور صلح تو بہتر کام ہے۔اور طبیعتیں تو بخل کی جانب مائل ہوتی ہیں اور اگر تم اچھے کام کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ خبر والا ہے جو تم عمل کرتے ہو اور تم عورتوں کے درمیان ہرگز انصاف نہیں کر سکتے ہو اگرچہ تم بہت زیادہ رغبت کرو پس تم (کبھی بھی) مکمل ٹیڑھا پن اختیار نہ کرو کہ تم عورتوں کو معلقہ کی مانند چھوڑ دو اگر تم اصلاح کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو پس بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے اور اگر مرد، عورت ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی فراخی سے بے پرواہ کر دے گا اللہ تعالیٰ فراخی والا حکمت والا ہے۔

لغوی تحقیق: "بَعْلِهَا" مادہ (ب-ع-ل) ہے "بَعَلَ الرَّجُلُ" آدمی شوہر ہو گیا "اَلْبَعْلُ مِنَ الْاَرْضِ" بارانی زمین "بَعْلٌ" "ایک عظیم بت جو فینقی قوم میں دیوتا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا شام کے مشہور شہر "بَعْلَبَکَّ" میں اس کا ہیکل تھا جس میں سے اس پر خوشبوئیں نچھاور کی جاتیں اور طرح طرح کے نذرانے اس کے بھینٹ کئے جاتے روح المعانی میں ہے کہ یہ سونے کا تھا اور اس کا قد بیس گز تھا اس کے چار منہ تھے اور چار سو خادم یا کاہن اسکی خدمت پر مامور تھے قرآن حکیم میں ہے ﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ (الصافات ۱۲۵)

"کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور اسے چھوڑے ہوئے ہو جو سب سے بڑھ کر خالق ہے۔"

"بَعْلَ" شوہر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (لسان القرآن ص ۲۰۴)

تناسب اور شان نزول: سورۂ نساء کے آغاز میں عورتوں کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔کچھ احکام بیان نہیں ہوئے تھے انہوں نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کے وراثت وغیرہ کے مسائل بیان کئے جائیں تو اس لئے اللہ پاک نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں بتائیں کہ اللہ پاک تمہارے سوالات کے جواب دے رہے ہیں امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں اس آیت مبارکہ پر عنوان قائم کرنے کے بعد حضرت عائشہ سے روایت لائے ہیں وہ بیان کرتی ہیں ایک شخص کی ذامہ داری میں یتیم بچی پرورش پارہی ہوتی تھی وہی اس کا ولی اور وارث قرار پاتا تھا۔ چنانچہ وہ اسے اپنے مال میں شریک کر لیتا اس میں چاہت جلوہ افروز ہوتی کہ وہ اسے اپنے نکاح میں لے آئے اور اسے یہ بات اچھی نہ لگتی کہ اس کا نکاح کسی اور شخص کے ساتھ کرائے اس لئے کہ وہ شخص اس عورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باعث اس کے مال میں حصہ دار بن جائے گا تو وہ اسے نکاح سے روکے رکھتا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ بتائیں اللہ تمہیں خبر دے رہا ہے اور وہ حکم کتاب اللہ میں پڑھا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو تم ان کے علاوہ جو لڑکیاں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو لیکن تم یتیم لڑکیوں سے اعراض کرتے ہو۔ جب وہ مال دار نہیں ہیں حسن و جمال کے لحاظ سے بھی باعث کشش نہیں ہیں تو انہیں روک دیا گیا کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ اس وقت نکاح کرنے کی خواہش رکھتے ہو جب وہ مال دار اور خوب صورت ہیں لیکن عدل وانصاف کو ملحوظ رکھو اسے مہر مثل عطا کرو لیکن اگر انصاف نہ کر سکو تو اس کے علاوہ کسی اور لڑکی سے نکاح کرو جب کہ بعض اوقات اس کی بدصورتی کے سبب اور مال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے ہو دور جاہلیت میں جب یتیم لڑکی کسی کی نگرانی میں ہوتی تو وہ اس کو اپنی تحویل میں رکھتا اس پر علامتی نشان قائم کرتے ہوئے اس کے سر پر اپنی چادر پہنا دیتا۔ اس طرح کرنے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا تھا اگر وہ مال دار اور خوبصورت ہوتی تو اس سے نکاح کر لیتا اور اس کے مال کو اپنی تحویل میں کر لیتا اگر بدصورت ہوتی اور مال دار بھی نہ ہوتی تو اس کا نکاح کسی اور شخص سے کروا دیتا تھا۔

وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ: اس آیت مبارکہ سے مقصود اللہ پاک کا یہ ارشاد ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا﴾ مقصد اس آیت مبارکہ کی تعظیم ہے کہ یہ حکم لوح محفوظ میں ہے یتیموں کے حقوق کے بارے میں انصاف کرنا اہمیت کا حامل ہے۔ ان کا خیال رکھنا ضروری ہے جب کہ ان کے حقوق کا خیال نہ رکھنے والا شخص ظالم ہے۔

الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ: دور جاہلیت میں معمول تھا کہ مردوں کو وارث سمجھا جاتا تھا عورتوں اور بچوں کو محروم رکھا جاتا تھا البتہ بالغ مردوں کو وراثت کا مال دیا جاتا تھا۔

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ: آیت مبارکہ میں دو احتمالات ہیں اگر ''ترغبون'' کا صلہ ''فی'' قرار پائے تو مفہوم یہ ہے کہ تم ان کی خوبصورتی اور متمول ہونے کے سبب ان سے نکاح کا میلان رکھتے ہو اور جب اس کا صلہ ''عن'' قرار پائے تو مفہوم یہ ہو گا کہ ان کی بدصورتی اور فقر کے باعث تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے کچھ رغبت نہیں رکھتے ہو اسی طرح تم کمزور بچوں کے حقوق کی ادائیگی سے کوتاہی کرتے ہو۔ جیسا کہ حقیقت یہ ہے کہ دور جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم گردانا جاتا تھا اللہ پاک تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم عورتوں کے مہر ان کی وراثت اور یتیم بچوں کے ساتھ انصاف سے کام لو۔ چنانچہ جو عادلانہ یا ظالمانہ انداز تم اختیار کر رہے ہو اللہ کو اس کا علم ہے وہ تمہارے عمل کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا :اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے خطرہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ اختلاف کو ملحوظ خاطر رکھتا ہوا خود کو اونچا باور کرتے ہوئے اس کے نان ونفقہ میں کمی کرے گا اور خدشہ ہے کہ اس کی آنکھ اس سے زیادہ خوبصورت عورت کی جانب نہ جھک جائے بلکہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا اور ممکن ہے کہ وہ اس مانوسیت کا انداز نہ اپنائے اور گفتگو بھی نہ کرے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا : تو خاوند، بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ باہم مصالحت کریں کچھ حقوق (اخراجات اور شب باشی) میں تخفیف کریں یا حق مہر کا کچھ حصہ بخوشی معاف کردے اور اسے طلاق نہ دے یا وہ اظہار کرے کہ مکمل مہر واپس کرتی ہوں آپ مجھے طلاق دے دیں جس کا تذکرہ اللہ پاک کے اس ارشاد میں وارد ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ :بیوی سے مصالحت کرنا بہتر ہے اس لئے کہ چھوڑنے میں اور اس سے جدائی اختیار کرنے میں دو خاندانوں کے درمیان اختلاف بلکہ جنگ وجدال کے خدشات موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خاوند، بیوی کا رشتہ اس لائق ہے کہ اس رشتہ کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے لیکن خاوند، بیوی کے درمیان اختلاف سے معاشرہ جنگ وجدال کی نذر ہو جاتا ہے جس کا علاج خاصا مشکل ہے اسلام میں میاں بیوی کے حقوق برابر ہیں۔ البتہ خاوند چونکہ خاندان کا کفیل ہے اور عقل و جسمانی قوت کے لحاظ سے عورت سے زیادہ مقام ومرتبہ کا حامل ہے اخراجات کی کفالت کی ذمہ داری اس پر ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾(البقرۃ:۲۲۸)

”اور عورتوں کے لئے مثل ان حقوق کے ہیں جو عورتوں پر ہیں پسندیدہ طریق کے ساتھ اور مردوں کو ان پر بلندی ہے یعنی حاکمیت“۔

اس لئے ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ بہترین معاشرت اختیار کرے اور استطاعت کے مطابق عدل وانصاف کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہے۔

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ :بلاشبہ انسان نفسیاتی لحاظ سے بخل کو کم تو کر سکتا ہے بالکل ختم کرنے پر آمادہ نہیں ہو پاتا جب بھی اخراجات کے تقاضوں سے اسے مطلع کیا جائے تو بخل فوراً آڑے آتا ہے وہ مال خرچ کرنے سے روکتا ہے اگرچہ مصالحت کی غرض سے مال کو خرچ کیوں نہ کیا جا رہا ہو۔ نفسیاتی لحاظ سے عورتیں اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں بہت تیز ہوتی ہیں اخراجات حسن معاشرت اور نسوانی حقوق میں عورتوں کے تقاضوں کو تسلیم کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ جبکہ مرد طبعی طور پر مال ودولت کے خرچ کرنے میں خاصا بخیل ہوتا ہے اس لئے دونوں کے درمیان کوئی منصفانہ صورت پیدا کی جائے اور مناسب بحث ہٹا کر فریقین اس پر بخوشی رواں دواں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیں۔ ارشاد نبوی ہے "تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنی بیوی، بچوں کے حقوق کی ادائیگی میں بہتر ہے"

(صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح ۱/ ۱۴۳)

پس استطاعت کے مطابق عادلانہ کیفیت کے ساتھ زوجیت کے رابطہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا :اگر تم حسن معاشرت کے پہلو کو اجاگر رکھو گے اور اختلاف کے اسباب کو ختم کرنے کی کوشش کرو گے تو اللہ پاک تم کو بہترین بدلے سے نوازے گا لیکن بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا خاصا مشکل ہے۔ بہر حال استطاعت کے مطابق کوشش جاری رکھنا ضروری ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ :دو بیویوں کے درمیان جس قدر بھی عدل وانصاف کی کوششیں کرو گے کہ ایک بیوی کی جانب میلان زیادہ نہ ہو تم اس کی استطاعت نہیں پاؤ گے اگر میلان برابر بھی ہو تب بھی بیوی کا خوش وخرم رہنا کسی حد تک ناممکن ہے اسی لئے استطاعت کے مطابق ہی ذمہ داری عائد کی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ دل کے زیادہ میلان پر ہرگز کسی شخص کا کنٹرول نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ بیویوں کی باریوں کا خیال رکھنا یہ میری ذمہ داری ہے اس کا میں خیال رکھتا ہوں لیکن دل کے میلان پر مجھے اختیار نہیں ہے اگر کسی ایک بیوی کی جانب میلان زیادہ ہے تو یہ میری قدرت اور قبضہ سے باہر ہے۔

(صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح ۱/ ۳۳۳)

البتہ ایک کی جانب تو مکمل میلان ہے جس کے ساتھ محبت زیادہ ہے اور دوسری بیوی سے روگردانی ہے تو گویا کہ آپ نے دوسری بیوی کو یہ حیثیت عطا کر دی ہے کہ وہ مطلقہ بھی نہیں اور آپ کی بیوی بھی نہیں۔ مطلقہ ہے نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں، حدیث نبوی ہے جس شخص کے نکاح میں دو بیویاں ہیں اس کا میلان ایک کی جانب ہے۔ قیامت کے دن جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا :اگر تم بگڑے ہوئے معاملات کی اصلاح کر لیتے ہو اور تم ظلم ناانصافی سے بچاؤ اختیار رکھتے ہو تو اللہ تمہارا مؤاخذہ نہ کرے گا اگر ایک بیوی کی جانب تمہارا میلان زیادہ ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ :اگر خاوند بیوی میں جدائی ہو جائے جب کہ وہ حدود کے مطابق حسن معاشرت نہیں کر رہے تھے خاوند اپنی بیوی کو پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ بدصورت ہے یا اس کی عمر زیادہ ہے وہ اس کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اللہ خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند اپنے فضل وکرم کے ساتھ مستغنی بنا دے گا یعنی بیوی کو پہلے خاوند سے بہتر اور خاوند کو پہلی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا : اللہ پاک ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک اس کا فضل اور اس کی رحمت فراخ ہے اور اللہ کا وصف حکیم ہے کہ وہ بندوں کی مصلحتوں کے مطابق احکام کا نفاذ فرماتا ہے۔(المراغی ۵/ ۱۷۳،۱۷۴)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ : اور اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور ہم نے ان لوگوں کو حکم دیا جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی کہ تم اللہ سے ڈرو اور اگر کفر کرو گے بے شک اللہ کے لئے ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ بے پروا تعریف والا ہے اور اللہ کے لئے ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے اور اللہ کافی ہے کارساز اگر اللہ چاہے گا تو اے لوگو! اللہ تم کو دور کردے گا اور دوسروں کو لے آئے گا اور اللہ اس کام پر قدرت والا ہے جو شخص عمل کے بدلہ کو دنیا میں طلب کرتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

لغوی تحقیق : "ثَوَاب" مادہ (ث-و-ب) ثواب، لوٹ آنا، جمع ہونا، نفس اور ذات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے "طَاہِرُ الثِّيَابِ" پاکیزہ نفس "دَنِسُ الثِّيَابِ" ناپاک نفس، "خَبِيثُ النَّفْس" اس کی تائید میں امرؤالقیس کا یہ شعر پیش کیا جاسکتا ہے :

وَاِنْ كُنْتِ قَدْ سَاءَتْكِ مِنِّي خَلِيقَةٌ   فَسُلِّي ثِيَابِي عَنْ ثِيَابِكِ تَنْسُلِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر تمہیں میری کوئی عادت بری لگتی ہے تو مجھے چھوڑ دے اور مجھ سے الگ ہو جا۔"

قرآن حکیم نے ثیاب کو انہی معنوں میں استعمال کیا ہے ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر: ۴)

"اور اپنے نفس کو عقیدہ و عمل کی ناپاکیوں سے بچائے رکھئے" یعنی شرک وغیرہ سے پرہیز کیجئے۔

"ثواب" اجر، صلہ، معاوضہ۔ "مَثُوبَةً" اجر اور صلہ کبھی پاداش کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے :

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً﴾ (المائدہ: ۶۰)

"کیا میں تمہیں جتلا دوں وہ جو اللہ کے ہاں پاداش کے لحاظ سے اس سے بھی کہیں برا ہے"

"مثابةً" مقام و مرکز۔ "ثوّب" فرائض کے بعد نوافل ادا کرنے۔ (لسان القرآن ۳۰۶)

تناسب : اس سے پہلے اللہ پاک نے یتیموں، مسکینوں کے بارے میں احسان کا حکم فرمایا اس کے ساتھ ساتھ واضح کیا کہ اللہ پاک نے اگر ان کاموں کے بجالانے کا حکم دیا ہے تو اس کا سبب یہ نہیں کہ اللہ کی ذات بندوں کے اعمال کی محتاج ہے جب کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اللہ کی ذات ان سے بے پرواہ ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے کہ جب وہ اس کے احکام کی اطاعت کریں جن کو ان کی بہتری اور مصلحت کے لئے مشروع قرار دیا ہے۔ تاکہ جب وہ ان چیزوں پر غور و فکر کریں گے تو اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوگا بلکہ انہیں ان کے مطابق عمل کرنے پر ابھارے گا اور اعمال کی وضاحت اور تفصیلات سے آگاہی حاصل ہوگی۔

تشریح : آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے پیدا کرنے اور ملک کے لحاظ سے ان سب کی تدبیر کرنے والا اکیلا اللہ پاک ہے اس پر کچھ مشکل نہیں اگر وہ کسی شخص کو احتیاج کے بعد مالدار بنادے اور گھبراہٹ کا ازالہ کر کے اس میں مانوسیت کو جلوہ گر فرمائے تو یہ سب کچھ اس حقیقت کو نمایاں کر رہا ہے کہ اللہ کی ذات عظیم قدرت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اور اس میں کمال درجہ کی سخاوت اور احسان کا وصف موجود ہے۔

ہم نے تم سے پہلے یہودیوں، عیسائیوں اور دوسری امتوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے احکام اور اس کی نازل کردہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کا ڈر ملحوظ خاطر رکھیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوگا کہ تمہارے معلومات میں نمایاں اضافہ ہوگا اور تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے اور تمہاری دینی، دنیاوی مصلحتیں ایک مربوط نظام کے مطابق جلوہ آراء رہیں گی۔

لیکن اگر تم نے اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کی قدر دانی نہ کی تو یاد رکھو اللہ پاک شہنشاہ اعظم ہے تمہارے کفر اور نافرمانیوں سے اسے کچھ نقصان نہیں ہوگا جیسا کہ تمہارا شکریہ ادا کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا اسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ بلاشبہ اللہ نے تمہیں اور انہیں بھی شکریہ ادا کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ اسے ان کی احتیاج ہے بلکہ رحمت کے پیش نظر وصیت فرمائی ہے۔ (المراغی ۵/۱۷۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ پاک کی ذات ہر چیز سے مستغنی ہے اور اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے حمد و ستائش کی اہل ہے۔ اس کو ذاتی طور پر تمہارے شکریہ ادا کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے جب کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے لیکن تمہیں ان کی تسبیح و تحمید کا علم نہیں ہے۔

حدیث قدسی

اللہ پاک فرماتے ہیں: "اے میرے بندو! تم سب اگر مجھے تکلیف دینا چاہو تو ہرگز تکلیف نہیں دے سکتے ہو اور نہ تم مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو اگر تمہارے پہلے، بعد والے انسان اور جن ایک پرہیزگار شخص کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب انسان اور جن ایک بدترین فاسق و فاجر شخص کی مانند ہو جاؤ تو میری بادشاہت میں ذرہ بھر کمی نہیں آئے گی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے، بعد والے انسان اور جن ایک میدان میں جمع ہو جائیں وہ مجھ سے سوال کریں میں ان میں سے ہر ایک کے سوال کو پورا کر دوں تو اس سے میری بادشاہت میں ہرگز کچھ کمی نہیں آئے گی۔ البتہ جیسا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے تو سمندر کے پانی میں جتنی کمی آئے گی، اس مثال سے سمجھوا ے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کا شمار کر رہا ہوں پھر ان کا مکمل بدلہ دوں گا جو شخص کسی نعمت سے ہم کنار ہو وہ اللہ کی حمد و ثناء کرے اور جو شخص کسی مصیبت سے دوچار ہو تو وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔" (مسلم، کتاب البر والصلہ ۸ / ۱۶)

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ: آسمان و زمین میں جو کچھ ہے پیدا کرنے اور مالک ہونے کے لحاظ سے صرف اسی کا ہے وہ ذات پاک آسمان، زمین میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں کسی چیز کو ایجاد کرتے ہیں دوسری کو معدوم کرتے ہیں کسی کو زندگی عطا کرتے ہیں کسی کو موت سے ہمکنار کرتے ہیں۔ اللہ پاک کی ذات کی شان یہ ہے کہ وہ سب کا نگران اور کفیل ہے تمام لوگوں کے معاملات میں تصرف کرنے کا استحقاق صرف اسے ہی حاصل ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے کسی کو زندگی عطا کر رہا ہے اسی طرح اس کے رزق اور تمام معاملات کا نظام جاری ساری ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ: اگر چاہے تو تم سب کو لے جائے فنا کر دے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے وہ اس پر بھی قادر ہے اس لئے کہ ہر چیز جو آسمانوں، زمین میں ہے وہ اللہ کے قبضہ اور اس کی بادشاہت کے تحت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نافرمانیوں کے باوجود تمہیں زندہ چھوڑ رکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک تمہاری اطاعت سے بالکل بے پرواہ ہے اس میں کچھ حکمتیں اور مصلحتیں مضمر ہیں ورنہ اللہ کی ذات عجز سے پاک ہے:

﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا﴾ (الاسراء: ۴۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں بہت بلند ہے۔"

ان آیات مبارکہ میں مشرکین کو دھمکی دی جارہی ہے جو نبی ﷺ کو تکالیف میں مبتلا کرتے تھے اور آپ کی دعوت کی مخالفت کرتے تھے نیز لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ سنت الٰہیہ کے بارے میں غور کریں جس کی روشنی میں امتوں کی زندگی اور ان کی تباہی کے مناظر سامنے ہیں نیز اللہ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ ان کو موت کے گھاٹ اتار دے اور دوسری مخلوق کو پیدا فرمائے لیکن اس کا ہر حکم حکمت کے ساتھ ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ : تم میں جو شخص اپنی مساعی کا ہدف دنیوی نعمتوں کو حاصل کرنا سمجھتا ہے جب کہ اللہ کے پاس دنیا و آخرت کی دونوں کے لئے محنت کرنی چاہئے اللہ پاک نے تمہیں عقل و شعور سے نوازا ہے اور حواس خمسہ کے ذریعہ تمہاری ہر طرح راہ نمائی کی ہے۔ پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ دونوں کے حصول میں تمہاری مساعی برابر جاری رہیں لیکن تم دنیوی نعمتوں کے حصول کے لئے شب و روز تگ و دو کرتے ہو جب کہ دنیا فانی ہے اسے دوام حاصل نہیں ہے اور آخرت جس کے لئے دائمی بقا ہے اس کے حصول میں تم سر دمہری کا راہ اختیار کرو کسی طرح بھی درست نہیں جبکہ ان دونوں کے تقاضوں کو بیک وقت بروئے کار لانا تمہارے لئے ہرگز مشکل نہیں یہ تمہاری ناعاقبت اندیشی ہے کہ تم آخرت کی جانب سے رخ پھیر کر اپنی مکمل توجہ دنیا کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے صرف کرو۔ تمہارے لئے ازبس ضروری ہے کہ تمہاری زبان پر یہ کلمات جاری ہوں :

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ : ۲۰۱)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں نعمت عطا کر اور آخرت میں نعمت عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

مزید اس آیت مبارکہ میں اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ جو شخص دین اسلام کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارتا ہے وہ دنیوی، اخروی دونوں سعادتوں سے اپنا دامن بھر لیتا ہے لیکن کسی شخص کا ان نعمتوں سے بار آور ہونا محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا : اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مکالمات کو سنتا ہے جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اللہ پاک سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں اسی طرح اللہ پاک کی اپنے بندوں پر ہر لمحہ نظر رہتی ہے۔ وہ ان کے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے اس لئے بندوں کیلئے ازبس ضروری ہے کہ گفتگو اور اپنے تمام معاملات میں اللہ کی ذات کی عظمت اور اس کے جلال کے تصور کو اپنے دل و دماغ پر حاوی رکھیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ان میں تزکیہ نفس کا داعیہ ابھرے گا اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے لئے وہ زیادہ سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعداد کے حصول کے لئے کوشاں رہیں گے۔(المراغی ۵/ ۱۷۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: مسلمانو! تم انصاف کا خیال رکھنے والے بنو اللہ کے لئے (حق و صداقت) کا اظہار کرو اگرچہ تمہیں خود کو (نقصان) ہو یا ماں باپ اور خویش اقارب کو ہو۔ اگر (جس پر حق ثابت ہوتا ہے وہ مال دار ہے یا فقیر ہے بہر حال اللہ ان پر بہت مہربان ہے۔ پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ تم انصاف سے (روگردانی) کرو اگر تم بات کو موڑ کر کرو یا روگردانی کرو پس بے شک اللہ خبر دار ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ اے مسلمانو! تم اللہ اور اس کے پیغمبر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل فرمایا اور اس کتاب پر جس کو اللہ نے اس سے پہلے نازل فرمایا اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرتا ہے وہ دور گمراہی میں ہو گیا۔

لغوی تحقیق: "قَوّٰمِيْنَ" مادہ (ق-و-م) ہے مصدر "قِيَامًا" ہے "قَوّٰمِيْنَ" کا واحد "قوّام" ہے مبالغہ کا صیغہ ہے قائم کھڑا ہونے والا اسکی جمع "قیام" ہے۔ "مِنْهَا قَائِمٌ وَّحَصِيْدٌ" ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہو گئے "دِيْنًا قِيَمًا" صحیح دین "الْقِيَامَةُ" مشہور آخرت کا دن "تَقْوِيْمٌ" قیمت لگانا، سیدھا کرنا نیز قَوّٰمِيْنَ کا معنی مرد ہے "اَقَوْمٌ آلِ حِصْنٍ اَمْ نِسَاءٌ" کیا آل حصن مرد ہیں یا عورتیں ہیں (مفردات ۲/ ۲۷۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسب : اس سے پہلے اللہ پاک نے یتیموں، عورتوں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیا ہے جب ان کے بارے میں سوال کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ ان کے حقوق کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھا جائے اس لئے کہ معاشرہ میں انہیں کمزور گردانا جاتا ہے اس مناسبت سے اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف اور مروت کر واجتماعیت کے مسائل میں عدل وانصاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی نظام کا تحفظ اس کے بغیر ممکن نہیں مزید اس میں حق وصداقت کے ساتھ گواہی دینے کا حکم دیا گیا اگرچہ خود گواہی دینے والے پر اس کا دباؤ کیوں نہ ہو اسی طرح والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کے داعیہ کو مقدم رکھا جائے اور کسی شخص کا مالدار یا محتاج ہونا اس بارے میں حائل نہیں ہو سکتا جب کہ عدل وانصاف کو حقوق قرابت وغیرہ میں بھی اولین حیثیت دی جائے۔ جب کہ دور جاہلیت میں قرابت داروں کا خاصا خیال رکھا جاتا تھا جو عدل ومساوات کے خلاف تھا جب کہ عورتوں، یتیموں پر ظلم روا رکھا جاتا تھا اس لئے کہ معاشرہ میں ان کی عزت نہیں تھی اس کے ساتھ ساتھ ان کو تو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔

(المراغی ۵ / ۱۷۸)

شان نزول : ابن عباس بیان کرتے ہیں نبی ﷺ جب مدینہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے تو سورۂ بقرہ پہلی سورت تھی جو وہاں نازل ہوئی اسکے بعد سورۂ نساء نازل ہوئی تو اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے یا چچازاد بھائی یا کسی دیگر عزیز کے بارے میں گواہی دینی ہوتی تو وہ گواہی کو چھپالیتا تھا اس سبب سے یہ آیت نازل ہوئی۔ (المنار ۵ / ۴۵۵)

تشریح : اللہ پاک ایمان داروں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ تمام معاملات میں ہمیشہ عدل وانصاف کا خیال رکھیں ذرہ بھر ادھر اُدھر نہ ہوں نہ کسی شخص کی ملامت نہ اس کی ناراضگی گواہی دینے سے روکے اللہ پاک کو حاضر ناظر جان کر اللہ کی رضاجوئی کے لئے گواہی دی جائے۔ گواہی کو تبدیل کرنا یا چھپانا کبیرہ گناہ ہے اگرچہ گواہی سے خود گواہ یا اس کے ماں باپ یا اس کے قریبی رشتہ داروں کو ہی کیوں نہ نقصان پہنچے۔

اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِهِمَا : کسی کا مالدار ہونا گواہی کو تبدیل نہ کرے کسی کا محتاج ہونا بھی گواہی پر اثر انداز نہ ہو اللہ پاک کو ان کا علم ہے وہ تجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے آپ گواہی میں ہمیشہ سچ بولنے کا خیال رکھیں۔ اگرچہ اس سے تیرے قرابت داروں کو نقصان کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو تم کسی عصبیت، دشمنی کے سبب عدل وانصاف کے راہ کو اختیار نہیں کرتے ہو تو تم خواہش نفس کی پیروی کر رہے ہو تمہیں بہر حال انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کسی قوم کے ساتھ عداوت، دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم انصاف کے دامن کو خیر باد کہہ دو حدیث میں وارد ہے "نبی ﷺ نے جب عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کی جانب بھیجا کہ وہ ان کے باغات کے پھلوں اور ان کے کھیتوں کا اندازہ لگائے تو خیبر والوں نے رشوت دینے کا ارادہ کیا تاکہ ان کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھا سلوک کیا جائے اس نے کھلے لفظوں میں بتایا میں تمہارے ہاں ایسے شخص کی جانب سے نمائندہ بن کر آیا ہوں جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے جبکہ تم میرے نزدیک تمہارے دشمنوں بندر، خنزیر سے بھی زیادہ برے ہو جس طرح آپ ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا مجھے اجازت نہیں دیتا ہے کہ میں انصاف نہ کروں اسی طرح تمہارے ساتھ دشمنی کے سبب بھی میں ہرگز عدل وانصاف سے روگردانی نہیں کر سکتا۔" ان کلمات کو سنتے ہی انہوں نے یہ جملہ کہا آپ کا جملہ صحیح ہے اسی طرح کی باتوں کے نتائج ہیں کہ آسمان وزمین قائم ہیں۔

وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا :اگر تم گواہی میں تحریف کرو گے یا گواہی کو چھپاؤ گے تو اللہ کو تمہاری بداعمالیوں کا علم ہے وہ تمہیں سزا دے گا جب کہ آپ ﷺ نے بہترین گواہ اس شخص کو قرار دیا ہے جو خود بلا کسی کے مطالبہ کے گواہی دیتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ : آیت مبارکہ میں وہ یہودی مخاطب ہیں جو اسلام لائے ایک قول یہ ہے کہ سبھی ایماندار مخاطب ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ تمہارے ایمان میں یقین اور اطمینان کی جلوہ افروزی ہو اس کی صورت یہ ہے کہ تم نہ صرف آخر الزمان پیغمبر پر ایمان رکھو بلکہ اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کی بھی تصدیق کرو بلکہ اس سے پہلے جس قدر کتابیں اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہیں ان سب پر ایمان ہو ظاہر ہے کسی بھی وقت اللہ پاک نے اپنے بندوں کو دلائل اور ہدایت سے محروم نہیں رکھا۔

شانِ نزول : عبداللہ بن سلام، اسد، اسید ثعلبہ وغیرہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ کے سامنے اظہار کیا کہ ہم آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب پر ایمان رکھتے ہیں دیگر کتب پر ہمارا ایمان نہیں ہے آپ نے حکم دیا تم اللہ اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن پاک اور اس سے پہلے جتنی کتب نازل ہوئیں ان سب پر ایمان لاؤ انہوں نے انکار کیا اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ :جو شخص اللہ کی ذات اسکے فرشتوں اس کی نازل کردہ کتابوں اس کے پیغمبروں کا انکار کرے گا وہ صراط مستقیم سے دور ہٹ گیا اور جو شخص اللہ کی جانب سے نازل کردہ کتابوں اور اس کے پیغمبروں میں تفریق کرتا ہے کہ کسی پیغمبر پر ایمان رکھتا ہے اور کسی کی نبوت کا انکار کرتا ہے جیسے یہودی، عیسائی ہیں ان کے ایمان کا کچھ اعتبار نہیں وہ خواہشات کے پیروکار ہیں یا جہالت، اندھا پن کے سبب تقلید کے گڑھے میں مستغرق ہیں اور بعض پیغمبروں پر ایمان نہ رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کسی بھی پیغمبر پر ایمان نہیں ہے۔

(المراغی ۵/ ۱۸۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ
اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَيَبْتَغُوْنَ
عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ
اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى
يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ صلے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ صلے وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ
نَصِيْبٌ لا قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لے آئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں زیادہ ہو گئے اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں راستہ دکھائے گا آپ منافقین کو بتا دیں کہ انہیں دردناک عذاب ہو گا لیکن وہ (منافق) جو کافروں کو ایمانداروں کے سوا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے ہاں کامیابی کے خواہاں ہیں پس بلا شبہ تمام کامیابی اللہ کے لئے ہے اور بے شک اس نے تم پر قرآن میں نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو گے تو ان کا انکار کیا جائے گا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا جائے گا پس ان کے ساتھ نہ بیٹھیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات کو شروع کریں بے شک تم اس وقت ان کی مثل ہو گے بے شک اللہ منافقوں اور کافروں کو اکٹھا دوزخ میں جمع کرے گا وہ منافق جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے بارے میں انتظار کرتے ہیں پس اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کامیابی حاصل ہو تو وہ کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو وہ کافروں کو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں آئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں روکا پس اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور ہر گز اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں پر کوئی راستہ نہیں کھولے گا۔

لغوی تحقیق : "اَلَم نَستَحوِذ عَلَیکُم ، نَستَحوِذ" مادہ (ح-و-ذ) ہے۔ "حَاذَ" ہانکا، تیز دوڑایا، قابو میں رکھا، چھا گیا۔ "حَاذَالاِبِلَ اِلَی المَاءِ" اونٹ کو پانی کی طرف ہنکا کر لے گیا۔ "اِستَحوَذَ" مستولی ہو گیا مسلط ہو گیا "حَوَذِیٌّ" کوچوان "اَحوَذِی" عقل مند اور دانش ور۔ "اِستَحوَذَ عَلَیهِمُ الشَّیطَانُ فَاَنسٰهُم ذِکرَ اللّٰهِ" (المجادلۃ: ۱۹) ان پر شیطان غالب ہوا انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا۔

تناسب : اللہ تعالی نے ان آیات میں ان لوگوں کی حالت پر تبصرہ کیا ہے جو گمراہی میں بہت آگے ہیں چنانچہ ان آیات سے پہلے جن آیات کی تفسیر کی جاچکی ہے ان میں ان لوگوں کے بظاہر بصورت منافقت ایمان لانے کا ذکر تھا یا ان کا ایمان تقلیدی نوعیت کا تھا جب کہ کفر ان پر مسلط تھا اس وجہ سے ان میں ایمان کے فہم کی استعداد باقی نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوبارہ کفر کی آغوش میں پہنچ گئے وجہ ظاہر ہے کہ وہ ایمان کی حقیقت سے آگاہ نہ تھے اور ایمان کی چاشنی سے بہرہ ور نہ تھے اس کے بعد تمام منافقین کو ڈانٹا گیا ہے جب کہ وہ کفار کے ساتھ موالات کا سلسلہ رکھتے ہیں اللہ پاک نے ایمانداروں کو ان سے خوف زدہ کیا ہے۔

تشریح : جو لوگ ایمان اور کفر میں متذبذب ہیں ان کے تذبذب سے اس حقیقت کا علم ہوتا ہے کہ ان کے دل زنگ آلود ہیں ان پر مہر لگ چکی ہے اس وجہ سے ان میں ایمان کی حقیقت کے سمجھنے کی استعداد نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ پاک کی سنت جاریہ کے مطابق ان کے بارے میں ہر گز امید نہیں کہ وہ صراط مستقیم پر رواں دواں رہیں گے بلکہ ان کی روحانیت جو ان کے گناہوں کے سبب ایمان کی روشنی کی کرن سے محروم ہے ان کے بارے میں ہر گز امید نہیں کہ وہ ایمان کے واضح راستہ پر گامزن ہوں گے اور نہ ان کے گناہوں پر قلم عفو چلے گی۔ آیت مبارکہ میں ان جیسے لوگوں کے بارے میں وضاحت ہے جب کہ اللہ کا وصف الرحیم والرحمٰن ہے اس کی مغفرت وسیع ہے وہ اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی اپنی بخشش اور راہ نمائی سے اپنی مشیت کے باعث محروم نہیں کرتا ہے ظاہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اللہ کی مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک کی مشیت اس کی حکمت ازلیہ کے ساتھ تابع ہے جب کہ اللہ پاک کی حکمت ازلیہ کا اقتضاء ہے کہ انسان میں شر کا داعیہ اس کے اعمال کے سبب ابھرتا ہے۔ پس جو شخص تقلید میں عرصہ دراز تک زندگی گزارتا ہے تو اس کی عقل دلیل کی روشنی سے پردہ میں چلی جاتی ہے وہ کبھی دلیل کی جانب خود کو چلاتا ہی نہیں ہے۔ تقلید پر ہی اکتفا کرتا ہے اور جس شخص پر فسق وفجور اور نافرمانی کا غلبہ ہوتا ہے اس کے اور غفران الٰہی کے درمیان پردہ ہو جاتا ہے اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں واضح فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (طٰہٰ: ۸۲)

"اور بلاشبہ میں اس شخص کو معاف کرنے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اعمال صالحہ کرتا ہے پھر وہ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے۔"

بالکل اسی طرح فرشتوں کی دعا کی حکایت اور فرشتوں کا ایمان والوں کے بارے میں مغفرت کی دعا کرنے کا تذکرہ اس آیت مبارکہ میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ﴾ (غافر: ۷)

"اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم کے ساتھ گھیر رکھا ہے پس ان لوگوں کو معاف کر جو توبہ کریں اور تیرے راستہ کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر۔"

علاوہ ازیں اسی مفہوم کی آیات کثرت کے ساتھ موجود ہیں ہم نے بارہا اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ بخشش دراصل گناہ کے اثر کے نفس امارہ سے مٹ جانے کا نام ہے۔ دراصل یہ توبہ اور عمل صالح کا اثر ہے جو گناہ کے اثر کے خلاف ہے اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہو رہی ہے:

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (ھود: ۱۱۴) "بلاشبہ نیک اعمال برائیوں کو ختم کر دیتے ہیں۔"

جبکہ قرآن پاک کی ایک آیت دوسری آیت کی وضاحت کرتی ہے پس اس آیت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ ان لوگوں کا ایمان صحیح نہیں ہے تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے بلکہ یقینی طور پر ان کی توبہ قبول ہوگی۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا: منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت دی گئی ہے جب کہ خوشخبری تو اس وقت دی جاتی ہے جب خبر میں خوشی کا پہلو یقینی ہو اور خبر میں بھی کسی ایسی نعمت کا ذکر ہو جو فی الحقیقت خوشی کا باعث ہو جب کہ یہاں دردناک عذاب کی خوشخبری ہے اس انداز کے ساتھ منافقین کو مزید اذیت سے ہمکنار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ جبکہ خوشخبری کے جملہ سے انہیں انبساط حاصل ہوا لیکن فوراً ہی خوشخبری کے عالم میں انہیں دردناک عذاب سے واسطہ آن پڑا جس کا انہیں خیال تک نہ تھا پھر منافقین کا وصف بیان کیا ہے کہ ان کی دوستی مومنوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ کفار کے ساتھ ان کے تعلقات ہیں انہیں اپنا معاون سمجھتے ہیں۔ دراصل ان کا نظریہ یہ ہے کہ مستقبل قریب میں انہیں غلبہ حاصل ہوگا اور وہ پریشانی کے وقت ان کے معاون ثابت ہوں گے۔ اللہ پاک منافقین کو ڈانٹ رہے ہیں کہ وہ ان سے غلبہ اور عظمت حاصل کرنے کا سوچ رہے ہیں ہرگز نہیں غلبہ، تسلط تو اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انہیں صرف اللہ کی ذات سے اقتدار طلب کرنا چاہئے جب کہ بارگاہ الٰہی میں صحیح حاضری کی صورت یہ ہے کہ وہ صدق دل سے ایمان کا اظہار کریں وحی الٰہی کی روشنی میں سرگرم عمل رہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں کو اسلامی حکومت سے نوازا اس لئے کہ انہوں نے قرآن پاک اور سیرت نبوی کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھالنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن جب مسلمانوں نے اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا جس راہ پر چلنے سے ان کے اسلاف کو عظمت اور سطوت سے نوازا گیا تھا تو ذلت ان کا مقدر بن گئی اور ان کی عظمت خاک میں مل گئی ان میں منافقین کی کثرت ہو گئی جن کا تعلق درپردہ کفار کے ساتھ تھا وہ ان سے عزت اور شرف کی بھیک مانگنے لگے جب کہ انہیں ان کا مطلوب حاصل نہ ہو سکا۔ مستقبل قریب میں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر مسلمانوں کو توفیق عطا کرے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو اپنا ٹارگٹ بنائیں اور ان کی مساعی ان دونوں کے گرد جاری وساری رہیں تو ممکن ہے کہ انہیں وہ عظمت نصیب ہو سکے جس سے ہمارے اسلاف ہم کنار ہوئے حقیقت یہ ہے :

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (المنافقون : ۸)

”اور اللہ اور اس کے پیغمبر اور ایمان داروں کے لئے ہی عزت ہے۔“

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ : تمام ایمان دار مخاطب ہیں جو بظاہر ایمان کا اظہار کرتے ہیں ان میں پختہ مؤمن بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جن کا ایمان کمزور ہے یعنی ان میں منافقت ہے۔ سورۂ انعام میں جو مکی سورت ہے مشرکین مکہ کے بارے میں وارد ہے :

﴿اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾

”جب آپ ان لوگوں کا ملاحظہ کریں جو ہماری آیات میں مباحثہ کرتے ہیں تو آپ ان سے روگردانی کریں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں بحث کریں۔“

آیت مذکورہ نازل ہوئی اس لئے کہ وہ کفر میں مستغرق تھے اسلام کو مذموم قرار دیتے اور قرآن پاک کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کا تمسخر اڑاتے تھے ان حالات میں کچھ مسلمان بھی ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور کمزوری کے سبب ان کے استہزاء پر خاموش رہتے کوئی نوٹس نہیں لیتے تھے۔ دراصل مشرکین کی قوت سے خائف تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان حالات میں ان کی مجلسوں میں نہ بیٹھیں۔ بعد ازاں مدینہ میں مشرکین مکہ جیسا کردار مدینہ کے یہودی اپنانے لگے اور منافقین ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے ان کی گفتگو سنتے اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو مطلق طور پر ان کی مجلسوں میں شرکت سے روک دیا ان دونوں آیات کے ملانے سے مقصود یہ ہے کہ امت محمدیہ کے افراد کو مخاطب کیا ہے کہ تم جب مجلس میں شریک ہوتے ہو تو تم سنتے ہو کہ جب قرآن پاک کی آیات کو پڑھا جاتا ہے تو ان کا انکار کیا جاتا ہے بلکہ مزاحیہ انداز میں انہیں حقیر قرار دے کر اپنی خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ کے ضمن میں بدعات کا ارتکاب کرنے والے بھی داخل ہیں جیسا کہ تفسیر "فتح البیان ۲ / ۳۸۸ تالیف نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ" میں اس سلسلہ میں ابن عباس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

ابن عباسؓ کی وضاحت

آیت مبارکہ میں عموم کے لحاظ سے وضاحت ہے کہ ہرگز ایسا موقف اختیار نہیں کرنا چاہئے جس کے سبب ادلہ شرعیہ کے استہزاء کا پہلو نکلتا ہو جیسا کہ اکثر مقلدین جنہوں نے کتاب وسنت کو چھوڑ کر اس کے بدل لوگوں کی آراء کو قابل عمل سمجھا ان کی مجالس میں صرف ایک ہی کلمہ گردش کرتا رہتا ہے "ہمارے امام کا مذہب یہ ہے، ہمارے فلاں امام کا قول یہ ہے" لیکن مقلدین کا عام طور پر وطیرہ یہ ہے کہ وہ جب کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن پاک سے آیت مبارکہ سنتے ہیں یا حدیث نبوی کی آواز ان کے کانوں سے ٹکراتی ہے تو وہ مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہیں اور حدیث نبوی بیان کرنے والے شخص کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اس کی جانب وہ توجہ ہی نہیں کرتے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس شخص نے تو ہمارا سکون برباد کر دیا ہے ہمیں پریشانی سے دوچار کر دیا ہے کیونکہ یہ شخص ہمارے امام کے مذہب کی مخالفت کر رہا ہے جس کو انہوں نے نہ صرف معلم کی حیثیت دے رکھی ہے بلکہ اس حد تک اس کی عظمت میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ امام کی رائے اور اس کے اجتہاد کو اگرچہ صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے اسے اللہ پاک کی کتاب قرآن پاک اور اللہ کے پیغمبر سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مقلدین اور ائمہ کرام

ان مذاہب کے مقلدین نے ائمہ کرام کی عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ائمہ کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائق احترام ہیں انہوں نے اپنی مستعار زندگی میں اسلام کی جو خدمت کی ہے اس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی تقلید سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے "القول المفید" اور "ادب الطالب" میں اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے لیکن ان لوگوں پر زبردست افسوس ہے جنہوں نے اپنے اساتذہ کے کلام کو دین اسلام کا اصل قرار دیا اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو اس کی فرع قرار دیا۔ یا اس کو قابل توجہ نہ سمجھا وہ صرف اپنے ائمہ کی پیروی کرتے ہیں جن کی جانب وہ خود کو منسوب کرتے ہیں لیکن ان کی راہ نمائی کے مطابق وہ چلتے نہیں ہیں اور حقیقت میں وہ ان کی پیروی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر دور کے عوام جو کہ ناواقف ہوتے ہیں وہ اپنے اساتذہ کے پیروکار ہوتے ہیں۔

اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ : اگر تم ان کی مجلس میں شریک ہوتے ہو تو تم میں اور ان میں کچھ فرق نہیں اس لئے کہ تم نے انکی باتوں کو بخوشی تسلیم کیا۔ (المنار ۵ ۴۶۳، ۴۶۴)

علامہ البانی حفظہ اللہ کی کتاب نماز نبوی سے نہایت اختصار کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابن الہمامؒ کا قول نقل کر کے ہم اسی پر اکتفا کریں گے تاکہ قارئین کو مزید اطمینان حاصل ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کا قول

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ نے ان سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے مقابلہ میں ائمہ کے اقوال کا ترک ضروری ہے چنانچہ سنئے : **اِذَاصَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِی** "صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔"

شیخ ابن الہمامؒ شارح الھدایہ کا قول

جب کسی امام کے مذہب کے خلاف صحیح حدیث موجود ہو تو حدیث پر عمل کرنے سے وہ حنفیت سے خارج نہیں ہوتا اس لئے کہ امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ثابت ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔

(نماز نبوی مترجم محمد صادق خلیل ص ۳۷)

اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا : دونوں جماعتوں کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے یعنی منافقین اور کفار کو بلاشبہ اللہ پاک دوزخ میں اکٹھا کرے گا چونکہ دونوں گناہ میں برابر ہیں اس لئے سزا میں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برابر ہوں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِکُمْ :ایمان والو! منافقین تمہارے بارے میں انتظار میں ہیں کہ مستقبل میں کب وہ شکست سے دوچار ہوتے ہیں یا کامیابی حاصل کرتے ہیں اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہارے ساتھ تھے تمہارے فوائد میں ہم بھی شریک ہیں لیکن اگر کفار کو کامیابی حاصل ہو تو وہ کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ شریک نہیں تھے ہم نے ایمان والوں کا ساتھ نہیں دیا ہم ان سے دور رہے بلکہ ہم نے تمہیں ان سے تحفظ عطا کیا۔

فَاللّٰهُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ :اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صادق الایمان لوگوں اور منافقین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جو ایمان کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو چھپاتے تھے اس روز ان کا ادعاء قبول نہ ہوگا کہ ان کا تعلق تمہارے ساتھ تھا۔

وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا : کفار بہ لحاظ کافر ہونے کے انہیں ایمان والوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوگا جبکہ ان کا ایمان صحیح ہے اور ایمان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں اور سنت نبویہ کے مطابق زندگی گزارتے ہیں لیکن اگر کہیں کفار کا مسلمانوں پر غلبہ ہوتا ہے تو صرف کفار ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ کفار کو اللہ پاک کی مخلوق میں اللہ پاک کی سنت کے بارے میں صحیح آگاہی ہوتی ہے کہ جب کوئی بھی شخص فلاں اصول اور ضابطہ کی پابندی کرے گا تو اسے کامیابی ہوگی لیکن جب مسلمانوں نے ان اصولوں سے روگردانی کی انہیں پس پشت ڈال دیا تو پھر وہ مسلسل شکست سے دوچار ہوتے رہے (المنار ۵/ ۴۶۵، ۴۶۶)

علامہ ابن کثیر نے آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ صورت بھی بیان کی ہے کہ کفار کو تمام مسلم ممالک پر مکمل طور پر تسلط نہیں ہو سکتا جزوی تسلط کا ہونا آیت مبارکہ کے منافی بھی نہیں ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۸۶۳)

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ
قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ
بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ
اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: بے شک منافق اللہ کے ساتھ فریب کرتے ہیں اور اللہ بھی ان کے ساتھ فریب کرتا ہے اور جب منافق نماز کے لئے اٹھتے ہیں سستی کرتے ہوئے اٹھتے ہیں لوگوں کے لئے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے ہیں مگر کم ہی وہ ان اور ان کے درمیان متردد ہیں نہ ان کی جانب ہیں نہ ان کی جانب ہیں اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرتا ہے پس تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں پائے گا۔ اے مسلمانو! تم کافروں کو دوست نہ بناؤ سوائے ایمانداروں کے کیا تم چاہتے ہو کہ تم اللہ کا اپنے اوپر واضح الزام ثابت کرو بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور تو ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا البتہ وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کو اختیار کیا اور اللہ کے ساتھ پنجہ لگایا اور اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کیا تو یہ لوگ ایمانداروں کے ہمراہ ہوں گے اور جلد ہی اللہ ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ اللہ تمہیں عذاب میں مبتلا کر کے کیا کرے گا اگر تم اللہ کا شکریہ ادا کرو اور ایمان رکھو اور اللہ قدر دان علم والا ہے۔

لغوی تحقیق: ''اَلدَّرْكُ'' انتہائی گہرائی۔ ''دَرَكَ'' اس نے جستجو کی اور پالیا، ڈھونڈ اور پالیا۔ ''اَدْرَكَ الشَّیْئُ'' اپنے وقت پر پہنچا۔ ''اَدْرَكَ الثَّمَرُ'' پھل کے پکنے کا وقت آپہنچا۔ ''دَرَكَ الْمَطَرُ'' بارش پے بہ پے برستی رہی۔ ''دَارَكَ'' لاحق ہونا۔ ''تَدَارَكَ'' غلطی کی اصلاح کرنا۔ ''اِسْتَدْرَكَ'' تلافی مافات کرنا۔ ''مَدَارِكُ الشَّرْعِ'' وہ نصوص جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ (لسان القرآن ص ۵۴۷)

تناسب: بالکل واضح ہے قبل ازیں منافقین کا تذکرہ ہے ان کے حالات کو بیان کیا گیا آگے بھی ان کی سازشوں، دھوکہ بازیوں اور ان کی مضرتوں سے آگاہ کیا جارہا ہے۔

تشریح: منافقین کی بعض قباحتوں اور رسوا کن عادات کا ذکر ہورہا ہے کہ وہ زبان کے ساتھ ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور کفر کو چھپا کر رکھتے ہیں تاکہ دنیوی ذمہ داریوں سے انہیں بچاؤ حاصل ہو۔ وہ اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اللہ پاک انکے دھوکہ کے مقابلہ میں ان کیساتھ ان کا ہی انداز اختیار کررہا ہے کہ اسلام کا نام لیکر بظاہر وہ محفوظ ہیں ان کا مال محفوظ ہے لیکن انکے کردار کی سزا انہیں آخرت میں ملے گی کہ انہیں دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں رکھا جائے گا۔ نیز قیامت کے دن جب مومن منافق کو نور عطا ہوگا جس کے سبب وہ چلیں گے لیکن جب وہ صراط مستقیم پر پہنچیں گے تو منافقین کی روشنی بجھ جائے گی اور ایمانداروں کی روشنی برقرار رہے گی۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى: منافقین نمازوں کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں نماز کی ادائیگی کو بوجھ سمجھتے ہیں نہ انہیں ثواب کی تمنا ہے اور نہ انہیں عذاب کا خوف ہے ریاکاری اور نمائش کے سبب وہ نمازوں کی ادائیگی کرتے ہیں دین اسلام کے تقاضوں کا انہیں کچھ خیال نہیں ہے حقیقت یہ ہے اگر لوگ موجود نہ ہوں تو نمازیں ادا ہی نہیں کرتے یا جلدی جلدی نمازیں ادا کرتے ہیں رکوع، سجود میں ٹھہراؤ نہیں ہے تواضع نہیں ہے اخلاص مفقود ہے۔ جب کہ ریاکاری کا جذبہ غالب ہے اللہ کی رضا کا نشان تک نہیں ہے صحیح حدیث میں منافق کی نماز کی ادائیگی کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ وہ سستی کاہلی کے سبب بیٹھا رہتا ہے سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے جب سورج غروب ہونے کے قریب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ کھڑا ہوتا ہے جس طرح کوا ٹھونگیں مارتا ہے اس طرح وہ بھی چار ٹھونگیں مارتا ہے اللہ کے ذکر کا اس کی نماز میں کچھ نشان نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ۱۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ایمان اور کفر میں متذبذب رہتے ہیں ان کی کیفیت سیماب کی مانند اضطرابی ہوتی ہے نہ وہ کھل کر ایمان داروں کے کیمپ میں رہتے ہیں نہ کفار کے کیمپ میں ان کا ٹھکانہ ہوتا ہے صحیح حدیث میں منافق کی مثال اس بکری کے ساتھ دی گئی ہے جو دو ریوڑوں میں گھومتی رہتی ہے کبھی اس ریوڑ میں ہوتی ہے کبھی دوسرے ریوڑ میں چلی جاتی ہے اسے کچھ علم نہیں ہوتا کہ وہ کدھر جارہی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین ۸ ۱۲۵)

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ : جس شخص کی مدد اللہ چھوڑ دے اس سے توفیق چھین لے تو آپ اس کو حق وصداقت سے ہم کنار نہیں کر سکتے۔ (فتح البیان ۲ ۲۹۳،۲۹۴)

شان نزول : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ : قبل ازیں اللہ پاک نے منافقین کو مذموم قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ تذبذب کا شکار ہیں ان میں قرار نہیں ہے کبھی وہ ایمانداروں کے ساتھ ہوتے ہیں اور کبھی کفار کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں تو اللہ پاک نے ایمانداروں کو ڈرایا ہے کہ وہ ان کے انداز پر نہ چلیں کیا وہ ان سے عزت کے طالب ہیں اور ان سے فوائد چاہتے ہیں جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے کیا جب اس نے قریش کفار کی جانب خط بھیجا کہ نبی ﷺ نے ان پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے اس کی تحریر کا سبب یہ تھا کہ حاطب کا اہل اور مال وہاں تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد ص ۶۰۷)

تشریح : ایمان والوں کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ تم نے کفار کو اپنا دوست نہیں بنانا ہے یعنی زبان کے ساتھ یا عملاً ان کی مدد نہیں کرنا ہے بالخصوص جب اس میں مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو جیسا کہ دوسرے مقام میں ہے کہ تم نے یہودیوں، عیسائیوں کو اپنا دوست نہیں بنانا ہے وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں البتہ اسلامی حکومت میں ذمیوں سے خدمت لینا درست ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام ذمیوں کو بعض دفتری امور میں ملازم رکھتے تھے جیسا کہ عباسی حکومت میں ابواسحاق صابی کو وزارت کا منصب سونپ دیا گیا تھا۔

اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا : کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اللہ کی حجت ثابت ہو جائے تم عذاب کے مستحق ہو جاؤ جب تم ایمان والوں کو چھوڑ کر انہیں اپنا دوست ٹھہراؤ گے اس لئے کہ اس طرح کا کام تو کسی منافق سے ہی صادر ہو سکتا ہے۔

اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ : آیت مبارکہ میں اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ آخرت میں دار العذاب کے بھی سات درکات ہیں جو نیچے ہونے کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن جنت کے درجات بلندی کے لحاظ سے مختلف ہیں جبکہ منافقین دوزخ میں سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے اس لئے کہ ان کا کفر، نفاق اللہ کے پیغمبر اور ایمان داروں کو دھوکہ دینا ہے اس لئے ان کی روحیں دیگر تمام روحوں سے نچلے طبقہ میں ہوں گی جب کہ اکثر وبیشتر کفار اس طرح کے ہیں کہ جہالت کے غلبہ کے سبب توحید کی حقیقت ان سے پوشیدہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ایمان کے ساتھ شرک کے مرتکب بھی ہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا : ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے بچا سکے اور نچلے طبقہ سے نکال کر انہیں اونچے طبقہ میں پہنچائے۔ اس قدر شدید عذاب جو اللہ نے منافقین کے لئے تیار کیا ہے یہ عذاب ان منافقین کو نہیں ہوگا جو نفاق سے سچی توبہ کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر پشیمان ہوتے ہیں پس یہ لوگ توبہ کرنے والے ایمانداروں کے ساتھ ہوں گے۔

وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا : اللہ پاک ایمانداروں کو اس قدر عظیم اجر و ثواب سے نوازے گا جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے : ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (سجدہ : ۱۷) "پس کسی نفس کو کچھ پتہ نہیں کیا کچھ ان کے لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے۔"

اس کے بعد واضح کیا کہ اللہ کا ان کو عذاب میں مبتلا کرنا اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا نہ کیا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا : اللہ پاک اپنی مخلوق میں سے کسی کو بہ صورت انتقام عذاب نہیں دیتا ہے نہ مقصود طلب منفعت ہے نہ کسی نقصان کو ختم کرنا ہے۔ اس لئے کہ اللہ پاک تو ان سے بے پرواہ ہے جس طرح وہ منفعت کے حصول سے منزہ ہے اسی طرح نقصان کے دفع کرنے سے بھی منزہ ہے، پاک ہے۔ دراصل سب کچھ ان کے کفر کے سبب ہے ایمان والوں شکر گزاروں کا ثواب اللہ کے ہاں اس علم کے مطابق ہوگا جو ان کے حالات ہیں اور انہیں ان درجات سے نوازے گا عمل کے لحاظ سے جن کا وہ استحقاق رکھتے تھے سب کچھ ان کی شکر گزاری اور ان کے ایمان کا نتیجہ ہے ارشاد ربانی ہے :

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراہیم : ۷)

"اور جب تمہارے پروردگار نے اطلاع دی اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب سخت ہے۔" (المراغی ۵ ۱۹۱، ۱۹۲)

اللہ پاک تو معمولی اطاعت کے بدلہ میں بلند درجات فرمائیں گے اور محدود زندگی میں اعمال صالحہ پر غیر محدود نعمتوں سے نوازیں گے۔ اللہ پاک ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں شکر گزار ایمان والوں کی فہرست میں شامل فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی محمد وصحبه وسلم

592

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ